ماہنامہ
حنا
مارچ 2015
READING CORNER
PDFBOOKSFREE.PK

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامیات

حمد — تنویر پھول — 7
نعت — ناصر کاظمی — 7
پیارے نبی کی پیاری باتیں — سید اختر ناز — 8

انشا نامہ

لندن کے اردو اخبارات — ابن انشاء — 12

مکمل ناول

بہار رُت آئی — فرحت عمران — 42
چاہت کے رنگ — قرۃ العین خرم ہاشمی — 94

ناولٹ

تیرا ہی ہو کر رہا — فرحت شوکت — 142

سلسلے وار ناول

پربت کے اُس پار کہیں — نایاب جیلانی — 14
اک جہاں اور ہے — سدرۃ المنتہیٰ — 164

افسانے

پچھتاوا — روشانے عبدالقیوم — 39
تمہیں نہ بھول پائیں گے — عظمیٰ شاہین رفیق — 183
مجھے کیا خبر تھی — قرۃ العین خرم ہاشمی — 195
ایسا بھی ہوتا ہے — سمیرا عثمان گل — 201
ابھی رسم وفا باقی ہے — ثمینہ رسول — 207
بنتِ حوا — عالی ناز — 222

انتباہ: ماہنامہ حنا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول یا سلسلہ کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، اور نہ کسی بھی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار قسط کے طور پر کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے، خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی کی جا سکتی ہے۔

مستقل سلسلے

حاصل مطالعہ — تحریم محمود — 234
میری ڈائری سے — صائمہ محمود — 237
حنا کی محفل — عین غین — 240
کس قیامت کے یہ نامے — فوزیہ شفیق — 255
رنگ حنا — بلقیس بھٹی — 242
بیاض — تسنیم طاہر — 246
حنا کا دسترخوان — افراح طارق — 251

سردار طاہر محمود نے نواز پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حنا 205 سرکلر روڈ لاہور سے شائع کیا۔
خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ، **ماہنامہ حنا** پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ
اردو بازار لاہور فون: 042-37321690, 042-37310797 ای میل ایڈریس،
monthlyhina@hotmail.com, monthlyhina@yahoo.com

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

کچھ باتیں ہماری

قارئین کرام! مارچ 2015ء کا شمارہ پیش خدمت ہے۔

کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر پاکستان کی معاشی شہ رگ ہے۔ بدحالی، بدامنی، بھتہ خوری اور ٹارگٹ کلنگ نے شہر کا امن تباہ کر رکھا ہے۔ معشیت بدحال ہے۔ لوگ خود کو محفوظ نہیں سمجھتے۔ انڈسٹری اور کاروبار دوسرے شہروں یا بیرون ملک منتقل ہو رہے ہیں۔ پولیس بے دست و پا بنی ہوئی ہے۔ ان حالات میں گزشتہ اعلیٰ سیاسی و فوجی قیادت کی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کراچی کے حالات پر غور کیا گیا اور حالات کی بہتری کے لئے کیے جانے والے اقدامات کا فیصلہ کیا گیا۔ بلاشبہ کراچی میں امن کا مطلب پاکستان کی خوشحالی ہے۔ اس کے لئے کسی امتیاز کے بغیر تمام مجرموں کے خلاف لسانی، مذہبی اور فرقہ وارانہ وابستگی سے بالاتر ہو کر خلوص نیت سے کاروائی کرنا ہوگی۔ جرائم سے غیر سیاسی انداز میں نبٹنا ہوگا۔ اس کے لئے کراچی میں پولیس فورس کو غیر سیاسی اور موثر قوت بنانا وقت کی ضرورت ہے۔ اس وقت پولیس بے دست و پا بنی ہوئی ہے کیونکہ وہ سیاست دانوں اور وی آئی پیز کی سیکورٹی پر مامور ہے۔ مجرمانہ عناصر کی سرکوبی کے لئے ایک کمیٹڈ دباؤ سے آزاد اور پروفیشنل پولیس فورس کی ضرورت ہے۔ شہر میں امن کے قیام کے لئے مقامی پولیس سے بہتر کردار کوئی نہیں ادا کر سکتا۔ اگر حکومت ایسی پولیس فورس کراچی کو فراہم کرے تو کراچی ایک بار پھر امن و امان کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

اس شمارے میں:۔ فرحت عمران اور قرۃ العین رائے کے مکمل ناول، فرحت شوکت کا ناولٹ، روستانے عبدالقیوم، قرۃ العین خرم ہاشمی، عظمیٰ شاہین رفیق، سمیرا عثمان گل، ثمینہ رسول اور عالی ناز کے افسانے، سدرۃ المنتہیٰ اور نایاب جیلانی کے سلسلے وار ناولوں کے علاوہ حنا کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کی آرا کا منتظر
سردار محمود

نعت

دل کی دنیا میں ہے روشنی آپؐ سے
ہم نے پائی نئی زندگی آپؐ سے

کیوں نہ نازاں ہوں اپنے مقدر پہ ہم
ہم کو ایمان کی دولت ملی آپؐ سے

کل بھی معمور تھا آپؐ کے نور سے
ہے منور جہاں آج بھی آپؐ سے

دشمنوں پر بھی در رحمتوں کا کھلا
راہ و رسم محبت چلی آپؐ سے

دل کا غنچہ چٹکتا ہے صلی اللہ
اپنے گلشن میں ہے تازگی آپؐ سے

سب جہانوں کی رحمت کہا آپؐ کو
کتنا خوش ہے خدا یا نبی آپؐ سے

ختم ہے آپؐ پر شان پیغمبری
یہ روایت مکمل ہوئی آپؐ سے

ناصر کاظمی

حمد

پار ہے ہیں رزق سب انسان بھی حیوان بھی
وہ ہے خالق وہ ہے رازق اور ہے منان بھی

نعمتیں اس نے زمیں کو دی ہیں بے شمار
اس کے احساں کے مظاہر کھیت بھی کھلیان بھی

رحمتہ اللعالمینؐ کو اس نے بھیجا ہے یہاں
اہل عالم پر ہوا ہے اس کا یہ احسان بھی

ہے عطا اس کی ہماری رہنمائی کے لئے
سیرت شاہ مدینہ بے بدل قرآن بھی

شرک جو کرتے ہیں جانیں یہ گھنہ ظلم عظیم
مانتا ہے وحدت معبود کو شیطان بھی

بخشتا ہے وہ گناہوں کو وہ کرتا ہے گرفت
نام اس کا ایک ہے قہار وہ رحمٰن بھی

پھول کرتا ہے دعا ہر شر سے یہ محفوظ ہو
خار و خس تخلیق اس کی سنبل و ریحان بھی

تنویر پھول

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں

سیدہ اختر ناز

اللہ کی محبت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے کر، پھر جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، پھر آسمان والے فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں، اس کے بعد زمین والوں کے دلوں میں وہ مقبول ہو جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی سے دشمنی رکھتا ہے جو جبرئیل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں کا دشمن ہوں تو بھی اس کا دشمن ہو تو پھر وہ بھی اس کے دشمن ہو جاتے ہیں پھر آسمان والوں میں منادی کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے دشمنی رکھتا ہے، تم بھی اس کو دشمن رکھو، وہ بھی اس کے دشمن ہو جاتے ہیں، اس کے بعد زمین والوں میں اس کی دشمنی جم جاتی ہے۔'' (یعنی زمین میں بھی اللہ کے جو نیک بندے یا فرشتے ہیں، وہ اس کے دشمن رہتے ہیں۔) (مسلم)۔

بھائی چارہ

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''مومن (دوسرے) مومن کے لئے ایسا ہے جیسے عمارت میں ایک اینٹ دوسری اینٹ کو تھامے رہتی ہے (اسی طرح ایک مومن کو لازم ہے کہ دوسرے مومن کا مددگار رہے۔)

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''مومنوں کی مثال ان کی دوستی، اتحاد اور شفقت میں ایسی ہے جیسے ایک بدن کی، (یعنی سب مومن مل کر ایک قالب کی طرح ہیں) بدن میں سے جب کوئی عضو درد کرتا ہے تو سارا بدن اس (تکلیف) میں شریک ہو جاتا ہے، نیند نہیں آتی اور بخار آ جاتا ہے۔'' (اسی طرح ایک مومن پر آفت آئے خصوصاً وہ آفت جو کافروں کی طرف سے پہنچے تو سب مومنوں کو بے چین ہونا چاہیے اور اس کا علاج کرنا چاہیے۔) (مسلم)۔

پردہ پوشی کے بیان میں

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جب کسی بندے پر اللہ تعالیٰ دنیا میں پردہ ڈال دیتا ہے تو آخرت میں بھی پردہ ڈالے گا۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جو کوئی شخص دنیا میں کسی بندے کا عیب چھپائے گا، اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کا

عیب چھپائے گا۔'' (مسلم)

نرمی کے بارے میں

سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔

''جو شخص نرمی سے محروم ہے، وہ بھلائی سے محروم ہے۔''

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جب کسی میں نرمی ہو تو اس کی زینت ہو جاتی ہے اور جب نرمی نکل جائے تو عیب ہو جاتا ہے۔'' (مسلم)

تکبر کرنے والے کے بارے میں

سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''عزت اللہ تعالیٰ کی چادر ہے اور برائی اس کی چادر ہے (یعنی یہ دونوں اس کی صفتیں ہیں) پھر اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جو کوئی یہ دونوں صفتیں اختیار کرے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں سے بات تک نہ کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا، نہ ان کی طرف (رحمت کی نظر سے) دیکھے گا اور ان کو دکھ کا عذاب ہے، ایک تو بوڑھا زنا کرنے والا، دوسرے جھوٹا بادشاہ، تیسرے مغرور محتاج۔'' (مسلم شریف)

اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھانے والے کے متعلق

سیدنا جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا۔

''ایک شخص بولا کہ اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا۔''

''اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کون ہے جو قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا، میں نے اس کو بخش دیا اور اس کے (جس نے قسم کھائی تھی) سارے اعمال لغو (بیکار) کر دیئے۔'' (مسلم شریف)

برے شخص کا بیان

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اس کو اجازت دو یہ اپنے کنبے میں ایک برا شخص ہے۔''

جب وہ اندر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نرمی سے باتیں کیں تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اس کو ایسا فرمایا تھا پھر اس سے نرمی سے باتیں کیں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''اے عائشہ! برا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت میں وہ ہوگا جس کو لوگ اس کی بدگمانی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔'' (مسلم شریف)

درگزر کرنے کے بیان میں

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''صدقہ دینے سے کوئی مال نہیں گھٹتا اور جو بندہ معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔'' (مسلم شریف)

غصہ کے وقت پناہ مانگنے کا بیان

سیدنا سلیمان بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گالی گلوچ کی، ایک کی آنکھیں لال ہو گئیں اور گلے کی رگیں پھول گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ اگر یہ شخص اس کو کہے تو اس کا غصہ جاتا رہے، وہ کلمہ یہ ہے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔'' (مسلم شریف)

راستہ صاف کرنے کا بیان

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''ایک شخص نے راہ میں کانٹوں کی ڈالی دیکھی تو کہا کہ اللہ کی قسم میں اس کو مسلمانوں کے آنے جانے کی راہ سے ہٹا دوں گا تاکہ ان کو تکلیف نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل کیا۔''

سیدنا ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ ''یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جس سے میں فائدہ اٹھاؤں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''مسلمانوں کی راہ سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دے۔''

مومن کی مصیبت کا بیان

اسود کہتے ہیں کہ قریش کے چند جوان لوگ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے اور وہ منیٰ میں تھیں وہ لوگ ہنس رہے تھے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا۔

''تم کیوں ہنستے ہو؟''

انہوں نے کہا کہ ''فلاں شخص خیمہ کی طناب پر گرا اور اس کی گردن یا آنکھ جاتے جاتے بچی۔''

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ''مت ہنسو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مسلمان کو ایک کانٹا لگے یا اس سے زیادہ کوئی دکھ پہنچے تو اس کے لئے ایک درجہ بڑھے گا اور ایک گناہ اس کا مٹ جائے گا۔'' (مسلم شریف)

مومن کی تکلیف

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔

''مومن کو جب کوئی تکلیف یا ایذا یا بیماری یا رنج ہو یہاں تک کہ فکر جو اس کو ہوتی ہے تو اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ۔

''جو کوئی برائی کرے گا اس کو اس کا بدلہ ملے گا۔'' تو مسلمانوں پر بہت سخت گزرا (کہ ہر

گناہ کے بدلے ضرور عذاب ہوگا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''میانہ روی اختیار کرو اور ٹھیک راستہ کو ڈھونڈو، اور مسلمان کو (پیش آنے والی) ہر ایک مصیبت (اس کے لئے) گناہوں کا کفارہ ہے، یہاں تک کہ ٹھوکر اور کانٹا بھی۔'' (لگے تو بہت سے گناہوں کا بدلہ دنیا ہی میں ہو جائے گا اور امید ہے کہ آخرت میں مواخذہ نہ ہو۔) (مسلم شریف)

دوسرے مسلمان سے برتاؤ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''ایک دوسرے سے بغض مت رکھو اور ایک دوسرے سے حسد مت رکھو اور ایک دوسرے سے دشمنی مت رکھو اور اللہ کے بندو بھائیوں کی طرح رہو اور کسی مسلمان کو حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ تک (بغض کی وجہ سے) بولنا چھوڑ دے۔'' (مسلم شریف)

سلام میں پہل

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''کسی مسلمان کو یہ بات درست نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین راتوں سے زیادہ تک (بولنا) چھوڑ دے، اس طرح کے وہ دونوں ملیں اور ایک اپنا منہ ادھر اور دوسرا اپنا منہ ادھر پھیر لے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہوگا جو سلام میں پہل کرے گا۔''

کینہ رکھنا اور آپس میں قطع کلامی

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں، پھر ہر ایک بندے کی مغفرت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا لیکن وہ شخص جو اپنے بھائی سے کینہ رکھتا ہے، اس کی مغفرت نہیں ہوتی اور حکم ہوتا ہے کہ ان دونوں کو دیکھتے رہو جب تک کہ صلح کر لیں۔'' (جب صلح کر لیں گے تو ان کی مغفرت ہوگی)۔

بدگمانی سے بچنے کا حکم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی بڑا جھوٹ ہے اور کسی کی باتوں پر کان مت لگاؤ اور جاسوسی نہ کرو اور (دنیا میں) رشک مت کرو (لیکن دین میں درست ہے) اور حسد نہ کرو اور بغض مت رکھو اور دشمنی مت کرو اور اللہ کے بندے اور (آپس میں) بھائی بھائی بن جاؤ۔'' (مسلم شریف)

☆☆☆

READING CORNER
http://readingcorner.blogspot.com

انشائیہ

لندن کے اردو اخبار

ابن انشاء

ولایت والوں کو اپنے ملک کو ولایت بنانے میں جانے کتنی صدیاں لگیں، ہمارے پاکستانی اور ہندوستانی بھائی اسے چند ہی سال میں اپنے ڈھب پر لے آئیں ہے نظر ڈالیے، آپ کا جی نہال ہو جائے گا، بہت کچھ جو انگریزی زبان میں چھپے تو شاید گرفت میں آ جائے، اردو میں بخوبی چل رہا ہے، ڈاکٹروں کے معاملے میں ایسی سختی ہے کہ فاطمہ جناح میڈیکل کالج کے فارغ التحصیل لیڈی ڈاکٹر کو بھی فی الحال پریکٹس کرنے کا اذن نہیں۔

لیکن ہمارے عطائی بھائیوں کی راہ انگریز نہیں روک سکا، چنانچہ جہاں اور لوگ پہنچے، وہاں زنانہ اور مردانہ، پوشیدہ اور پیچیدہ بیماریوں کا مجرب اور حکیمی علاج کرنے والے بھی پہنچ گئے، کل یہاں کے ایک اردو اخبار میں اشتہار دیکھا کہ چمن حیات سینٹر آرام باغ روڈ کے ممتاز ماہر جنسیات نے جن کے پاس آر، ایم، پی کی پراسرار ڈگری ہے، لوگوں کے پرزور اصرار پر لندن میں بھی اپنا مستقل دواخانہ کھول دیا ہے، جس میں خط و کتابت صیغہ راز میں رکھی جاتی ہے۔

حکیم صاحب نے اشتہار کے ساتھ اپنی تصویر بھی دی ہے، ادھر نگر ہندوستان کے حکیم ایس ایل بٹ ناگر صاحب بھی جو اٹھارہ میڈیکل کتابوں کے مصنف ہیں، جس میں "ہوم ڈاکٹر" بھی شامل ہے، لوگوں کے پرزور اصرار کی تاب نہ لا کر تشریف لے آئے ہیں، ان کے اشتہار کے بموجب لاکھوں آدمی گزشتہ تین سال میں ان کے چشمہ فیض سے سیراب ہو چکے ہیں، اتنی بڑی ولایت میں یہ دو حکیم کافی نہ تھے، لہٰذا حکیم صاحب عبد الرحمن معالج خاص مردانہ کو بھی مانچسٹر میں مطب کھولنا پڑا ہے، یہ خود کو نیچرو پیتھ اور ہربلسٹ لکھتے ہیں، یعنی قدرتی طریقوں اور جڑی بوٹیوں سے علاج کرنے والے، ان کا دعوا صداقت بے بنیاد نہیں ہے، بلکہ اشتہار کہتا ہے، تقریباً ایک سال کا عرصہ ہوا، ایک صاحب اپنے ایک انیس سالہ بھتیجے اور اس کی سولہ سالہ دلہن کو لے کر مانچسٹر آئے اور حکیم صاحب سے بیان کیا کہ اس لڑکے کی شادی کو دو ہفتے ہوئے ہیں، لیکن اس نے خودکشی کی کوشش ...... کی ہے، چند ہفتے ہوئے، وہ حکیم صاحب کے لئے ایک قمیص، ٹائی اور دس پونڈ لڈو بطور تحفہ لائے اور خوش خبری سنائی کہ "بی ابا نے کی کرپا اور آپ کے علاج سے سب کچھ ٹھیک ہے، میرے بھتیجے کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور ہم نے ڈھائی من لڈو تقسیم کیے ہیں، لڈو کھائیے!" ایک اور ہندوستانی ماہر کی طرف آئیے، یہ لندن میں ہی ایشیا کے مشہور و معروف معالج، ماہر جنسیات حکیم کے تردیدی، ان کی ڈگریاں اور زیادہ بھی چھوڑی ہیں۔

"این، ڈی، او، پی، اے، آر، ایس، ایچ۔"

حیرت ہے کہ انہوں نے باقی کے حروف تہجی کیوں چھوڑ دیئے، اے سے زیڈ تک استعمال کرنے میں کیا امر مانع تھا، یہ کھوئی ہوئی طاقت مردی کے علاوہ کھانسی، زکام، نزلہ، گٹھیا اور پیٹ کے درد کا بھی حکیمی علاج کرتے ہیں، البتہ ملاقات کے لئے فون پر وقت مقرر کرنا پڑتا ہے، بقول خود طاقت کی دوائیوں کے بادشاہ اور انٹرنیشنل شہرت کے مالک، حکیم ہری کشن لال صاحب ماہر امراض پوشیدہ، خود تو مصروفیات کے باعث تشریف نہیں لا سکے، لیکن اپنا اشتہار لندن میں چھپوا دیا ہے، حکیم صاحب کو جھانسی یونیورسٹی نے کئی اعزازی ڈگریاں دے رکھی ہیں، مثلاً ایم اس سی اے اور ڈی ایس ای، اے۔

ان کا مطلب کیا ہے؟

ڈگری کا مطلب نہیں پوچھا جاتا، لمبائی دیکھی جاتی ہے، ولایت والوں کی آسانی کے لئے انہوں نے اپنے ریٹ پونڈوں میں دیئے ہیں، شاہانہ علاج باون پونڈ، درمیانی علاج بیس پونڈ، عام علاج اٹھارہ پونڈ اور غریبانہ علاج بارہ پونڈ، حکیم صاحب نے خدمت خلق کے جذبے سے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ لاکھ روپے کی قیمتی کتاب "پیغام جوانی" مفت حاصل کریں، اس میں لاکھ روپے کے پیغام جوانی کے علاوہ کئی لاکھ روپے کے حکیم صاحب کی دوائیوں کے اشتہار بھی ضرور ہوں گے، سب مریضوں کے لئے مفت۔

پاکستانی اور ہندوستانی بھائیوں کے لئے تازہ ترین خوش خبری یہ ہے کہ حکیم جے ایم کوشل بھی جو کھوئی ہوئی قوتوں کو بحال کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، صرف پانچ روز کے لئے بریڈ فورڈ میں ورود فرما ہوتے ہیں، آپ کی ڈگریوں کا بھی شمار نہیں، بی اے (پنجاب) اے، بی، ایچ (بنارس یونیورسٹی) بی اے (بی۔ یو) اے۔ بی۔ ایم۔ ایس (بی۔ ایچ۔ یو) ڈگری ڈاکٹری کی نہ بھی ہو، تب بھی لیاقت کی دلیل تو ہے۔

☆☆☆

حکیموں کے علاوہ سب سے زیادہ اشتہار ہمارے ان پاکستانی، ہندوستانی بھائیوں کے ہیں، جو وطن واپس آنے والوں کی ٹیلی ویژن، ریفریجریٹر، ایئر کنڈیشنر، ٹیپ ریکارڈر، ٹائپ رائٹر، سلائی کی مشین وغیرہ فراہم کرتے ہیں۔

ایک صاحب ساٹھ فیصد ڈسکاؤنٹ پر، دوسرے پینسٹھ فیصد پر اور تیسرے ستر فیصد ڈسکاؤنٹ پر، ہم نے دیکھا نہیں، لیکن سنا ہے، بعض فرمیں سو فیصد ڈسکاؤنٹ پر بھی یہ سامان فراہم کرتی ہیں۔

☆☆☆

آپ سوچتے ہوں گے کہ ان بزرگ نے جن کا ذکر ہم نے کیا ہے، ڈھائی من لڈو کہاں سے لئے ہوں گے، یاد رہے کہ ایشیائی مٹھائیوں کا عظیم الشان مرکز سویٹ سینٹر، جو جہلم والے مشہور و معروف پہلوان صاحب کی دکان ہے، شادی بیاہ اور دوسری تقریبات کے لئے بکفایت خالص گھی کی مٹھائیاں فراہم کرتا ہے، یہاں سے آپ گلاب جامن، رس ملائی، رس گلہ، جلیبی، برفی، لڈو، پیڑا، بالو شاہی، سیویاں وغیرہ وغیرہ وغیرہ ہی نہیں، دہی بھلے، آلو چھولے، سموسے، نمکین دالیں اور سویاں وغیرہ بھی خرید سکتے ہیں۔

مٹھائی سے رغبت نہ ہو تو شہ روز گل ریسٹورنٹ میں تشریف لائیے اور تندوری مرغ، تندوری روٹی، چکن اور مٹن تکے، قورمہ، کوفتہ وغیرہ کھائیے، یہ چیزیں حلال گوشت سے تیار ہوتی ہیں، جس سے آپ کا پیٹ بھر جائے اور خمار آنے لگے تو بھی مضائقہ نہیں، رضائی سینٹر سے آپ کو ہر قسم کی آرام دہ رضائیاں مل سکتی ہیں، ٹیریلین کی ڈبل رضائی ساڑھے پانچ پونڈ، ساٹن ڈبل ساڑھے تین پونڈ، چھینٹ ڈبل بھی ساڑھے تین پونڈ میں لیجیے اور پاؤں پسار کر سوئیے۔

☆☆☆

برف کے آنسو بار کہیں

نایاب جیلانی

پہلی قسط کا خلاصہ

امام فرید اور اس کے ساتھی ایک سروے کے سلسلے میں دیوار چین سے منسلک وادی بیال میں پہنچتے ہیں جہاں انہوں نے قبائلوں کے بارے میں سروے کرنا ہے، وہ سب وادی میں بکھری خوبصورتی کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں گروپ میں ایک لڑکی زونیہ بھی شامل ہے۔

احسان منزل میں دو بھائیوں کی فیملی رہائش پذیر ہے جن کے ساتھ ان کے مرحوم بھائی کی بیٹی نشرہ بھی ہے جس کی حیثیت ملازمہ جیسی ہے، نشرہ کی بڑی پھپھو کا بیٹا ولید اپنے کام کے سلسلے میں لندن سے آیا ہے۔

مودے ایک سخت مزاج خاتون ہے جن کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا امام ہے، بیٹا ڈاکٹر ہے اور وہ وادی سے دور شہر میں رہتا ہے۔

وادی بیال کا سردار کبیر بٹو ہے وہ ایک اجنبی جو کہ ایک سیاح کے طور پر وادی میں آیا ہے، اس کا ٹکراؤ سردار کی بیٹی نیل بر سے ہوتا ہے جو کہ امریکہ میں پلی بڑھی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

دوسری قسط

READING CORNER

یہ ایک خوبصورت صبح کا آغاز ہو رہا تھا۔

گو کہ اسلام آباد کی ہر صبح بڑی دلنشین ہوا کرتی تھی لیکن اس صبح کی بات کچھ الگ تھی، کیونکہ اپنی تمام تر دلفریبی کے باوجود اس صبح میں کوئی ادھورا پن ضرور تھا، یہ ادھورا پن کیوں تھا؟ شانزے مہروز جاننے سے قاصر تھی، پھر بھی اپنے اندر مچلتی کھلبلی مچاتی بے چینی کو نظر انداز کرکے وہ صبح کی تمام تر تراوٹ اور خوبصورتی کو انجوائے کرنے کی کوشش میں مصروف تھی، اس کے باوجود دل کا خالی پن کم نہیں ہو پا رہا تھا۔

اسے جاگنگ ٹریک دور تلک ویران اور اداس دکھائی دے رہا تھا، اس کی کھوجتی آنکھیں تھک ہار کر بے بس ہوگئی تھیں، پھر وہ تھکے ہارے قدموں کے ساتھ واپس لوٹ آئی۔

دل میں عجیب سی بے چینی کھلبلی مچا رہی تھی آج روٹین سے ہٹ کر کیا ہوا تھا؟ وہ سوچتے ہوئے اپنے پورشن سے ہوتی ہوئی برابر والے پورشن تک آگئی تھی، یہاں آکر گو کہ بے چینی کو قرار تو نہیں ملا تھا پھر بھی وہ اپنے اضطراب کو کم کرنے کی ہلکی سی کوشش ضرور کر رہی تھی۔

لاؤنج میں پلوشہ موجود تھیں، لاڈلی بھتیجی کو صبح سویرے دیکھ کر ہمیشہ کی طرح کھل اٹھی تھیں، وہ پژمردہ سی پلوشہ کے قریب بیٹھ گئی تھی اور بے قرار سی نگاہیں اردگرد کا جائزہ لے رہی تھیں، پلوشہ اس کے اضطراب کو لمحوں میں سمجھ گئیں۔

''وہ رات سے گھر نہیں ہے۔'' پلوشہ نے بغیر اس کے پوچھے بتا دیا تھا، اس کا دل سکڑ گیا تھا۔

''کہاں گیا؟'' شانزے کی آنکھیں متحیر ہوگئی تھیں، گویا اس کا اضطراب بلاسبب نہیں تھا، اسے لاؤنج میں پھیلے سناٹے کی وجہ سمجھ آرہی تھی، آج کسی نے بھی ناشتے کا فریضہ سرانجام نہیں دیا تھا، کوے تو ویسے بھی ناشتہ چور تھی، پلوشہ بس چائے کا کپ لیتی تھیں، البتہ ہمان، امام کی طرح ڈٹ کر ناشتہ کرتا تھا لیکن آج امام کی غیر موجودگی میں اس نے بھی ناشتے کا تکلف نہیں کیا تھا۔

بس ایک فرد کے نہ ہونے سے اتنی ویرانی تھی جس کا کوئی شمار نہیں تھا، اس کے دل میں ہجر کی رت اتر آئی تھی۔

''آفیشل ٹور پہ ہے۔'' پلوشہ کو جتنا معلوم تھا بتا دیا، امام نے تو اطلاع دینا ضروری نہیں سمجھا تھا، یہ تو رات کو ہمان اس کے دفتر چلا گیا تھا، وہاں سے خبر ہوئی کہ امام ارجنٹ آؤٹ آف اسٹیشن چلا گیا تھا، پلوشہ کو غصہ تو بہت آیا تھا پھر اس کے کام کی نوعیت سمجھ کر خاموش ہوگئی تھیں۔

''بغیر بتائے چلا گیا؟'' پلوشہ کی بات کے جواب میں وہ محض اس قدر بولی تھی، جیسے اس کا صدمہ کم نہیں ہو پا رہا تھا، ایسے ممکن تھا کہ امام اسے انفارم کیے بغیر چلا جاتا؟ وہ شدید پژمردہ ہو چکی تھی، صبح کی ساری تازگی کا اثر زائل ہو چکا تھا۔

''اسے اچانک جانا پڑا تھا، ہمیں بھی اطلاع نہیں دی۔'' پلوشہ نے اس کی بدگمانی دور کرنا چاہی تھی، وہ شکوہ کناں نظروں سے پلوشہ کو دیکھتی رہ گئی۔

''آپ کا تو بھانجا ہے، آپ اس کی حمایت نہیں کریں گی تو اور کون کرے گا؟'' وہ خفگی سے کہہ رہی تھی۔

''اچھا تم خفا نہ ہو۔'' پلوشہ نے پیار سے سمجھایا، وہ جانتی تھیں شانزے امام کے لئے بہت حساس تھی۔

''کوے کالج چلی گئی؟'' اس نے سر جھٹک کر امام سے اپنا ذہن ہٹایا تھا، پلوشہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''نہیں تو، امام کی غیر موجودگی کا اس نے خوب فائدہ اٹھایا ہے، ایک تو ناشتے سے جان چھوٹی اس کی، دوسرے کالج بھی نہیں گئی۔'' پلوشہ جو پہلے سے بھری بیٹھی تھیں خفگی سے بتانے لگیں۔

''اتنی بری چائے گھول کر میرے متھے مار دی اور چلی گئی، ابھی تک منہ میں کڑواہٹ بھری ہے۔''

''میں بنا دوں چائے۔'' شانزے نے ان کی شکایت پہ نرمی سے آفر کی، پلوشہ نے منہ بنایا۔

''اب تو ذرا بھی موڈ نہیں۔'' وہ دوبارہ سے اخبار کی طرف متوجہ ہو چکی تھیں، شانزے گہرے سانس کھینچ کر کھڑی ہوئی۔

''میں کوے کے پاس ہوں۔''

''اسے میرا پیغام دینا، آج لنچ وہ بنائے گی۔'' پلوشہ نے اونچی آواز میں جتایا تھا یوں کہ کاریڈور والے روم میں موجود کوے با آسانی پلوشہ کی آواز سن رہی تھی اور اسی حساب سے تلملا بھی رہی تھی۔

''میرے خیال میں کوے بہری نہیں۔'' شانزے نے مسکراتے ہوئے اس کے روم کا ہینڈل گھمایا تھا، دروازہ چرچراہٹ کی آواز سے کھل گیا تھا، کوے نے کمبل ہٹا کر سر ذرا اونچا کرکے دیکھا۔

''کوے یقیناً بہری نہیں، سب سن چکی ہوں۔''

''چلو پھر اٹھ کر لنچ کی تیاری کرو۔'' شانزے نے اس کے وجود سے کمبل کھینچ کر کہا، وہ بری طرح کسمسائی تھی۔

''تم کس مرض کی دوا ہو۔'' کوے نے ناک چڑھائی۔

''تمہارا کیا فائدہ ہوا شانزے مہروز، آخر تم میری اکلوتی ماموں زاد ہو۔''

''میں تمہاری کزن ضرور ہوں لیکن باورچن نہیں۔'' شانزے جھلا کر بولی۔

''اگر امام بھائی فرمائش کرتا تب بھی تم یہی جواب دیتی؟'' کوے نے بڑے انداز میں اس کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ دیا تھا، وہ بے ساختہ پھڑ پھڑائی تھی۔

''امام کا یہاں کیا ذکر؟'' شانزے نگاہ چرا کر رہ گئی۔

''لو اور سنو، ایسی بھی کیا طوطا چشمی، میرا بھائی شہر سے باہر گیا ہے، تمہارے دل سے نہیں۔'' کوے نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا، شانزے لمحوں میں جزبز کر گئی تھی، اس کا چہرہ بلا کا سرخ ہو گیا۔

''خدا نہ کرے۔'' شانزے نے دہل کر کہا۔

''خدا کیا نہ کرے؟'' کوے نے اس کا جملہ پکڑا۔

''تمہارا بھائی میرے دل سے کہیں جائے۔'' اس نے شرمیلی مسکراہٹ لبوں پہ سجالی تھی، کوے کو اس کی ادا پہ ٹوٹ کر پیار آگیا تھا۔

"بے فکر رہو، میرا بھائی کہیں نہیں جائے گا، تمہارے دل سے اچھا کوئی ٹھکانہ جو نہیں۔" کومے نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

"تمہاری زبان مبارک ہو۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"میری زبان بڑی مبارک ہے۔" کومے اترائی۔

"ویسے تم بڑی خوش فہم بھی ہو۔" شانزے نے جان بوجھ کر اسے چڑایا تھا اور کومے اچھی بھلی خوش مزاج ہوتی ہوئی بھی ایکدم چڑ کر بدمزاج ہو گئی۔

"تم منہ لگانے کے قابل نہیں ہو۔"

"حد ادب تمہیں احساس نہیں، میں کون ہوں۔" شانزے نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں، کومے کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی تھی، اس نے غصے میں ترنت جواب دیا، مسکراہٹ کو فوراً چھپا لیا تھا، تاکہ شانزے مزید نہ پھیل جائے۔

"تم ہی بتا دو کون ہو؟" کومے نے ناک چڑھائی۔

"میں تمہاری ہونے والی بھابھی ہوں۔" شانزے جتلا کر رہ گئی تھی۔

"ہوئی تو نہیں نا۔" وہ بھی امام کی بہن تھی، بلا کی حاضر جواب۔

"میرا احترام کیا کرو۔" شانزے نے رعب سے کہا۔

"کس خوشی میں؟" وہ اسے چڑا کر بولی۔

"میں تمہارے بھائی کی منگیتر ہوں۔" شانزے کے منہ میں شہد گھل گیا، کومے کو شدید کھانسی کا دورہ پڑ گیا تھا۔

"نام نہاد۔" اس نے شانزے کو تپایا تھا اور وہ تپ کر چیخ اٹھی۔

"کیا کہا؟" اس کا دل چاہ رہا تھا کومے کی گردن ہی مروڑ ڈالے اور کومے بھی اسے ستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہی تھی۔

"یہی کہ تم میرے بھائی کی نام نہاد منگیتر ہو۔" کومے نے اپنی بات پھر سے دوہرائی تھی، گوکہ وہ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی پھر بھی شانزے کو بہت دکھ ہوا تھا، کیونکہ وہ امام کے لئے شدید حساس تھی۔

"جو نہیں۔" شانزے پھنکاری تھی۔

"تمہارا غریب بھائی ایک انگوٹھی نہیں مجھے لے کر دے سکا۔" لگے ہاتھوں شانزے نے کومے کو کھری کھری سنا ڈالی تھیں، یہ تو اس کا بڑا ہی پرانا شکوہ تھا، کومے ہنسنے لگی۔

"غم نہ کھاؤ، ایک نہیں بہت سی انگوٹھیاں مل جائیں گی۔" وہ شرارتاً مسکرائی تھی، انداز تسلی دینے والا تھا۔

"مجھے کئی نہیں، صرف ایک انگوٹھی چاہیے۔" شانزے نے تکیہ اٹھا کر کومے کو دے مارا تھا، کومے ہنس ہنس کر بے حال ہو گئی تھی، کچھ دیر بعد شانزے کی ہنسی بھی کومے کے قہقہے میں گھل مل گئی تھی، ایسے لگ رہا تھا جیسے دھوپ ذرا سی حدت پہ پگھل گئی ہو۔

☆☆☆

وہ ہوٹل اوز گل سے نکلا تو مطلع ابر آلود تھا، یہاں کے موسم ساون کو مات کرتے تھے، پل میں بادل آتے اور پل میں برستے، بارش کے بعد سبزہ، پہاڑ، پھول اور پودے نکھر کر اور بھی خوبصورت ہو جاتے تھے۔

اس کی آنکھیں تالابوں میں سنہرے کنول تیرتے اور کھلتے دیکھ کر مبہوت ہو گئی تھی۔

شاید وہ اس دلفریب منظر سے اور بھی رنگ چراتا لیکن آسمان سے اترنے والی بوندوں نے اسے تیز تیز چلنے پر مجبور کر دیا تھا، وہ پل سے دوسری طرف اونچی اونچی کھائیوں میں اتر آیا تھا، یہاں گھنے درختوں کی کئی طرح کے جھنڈ تھے جن کے اندر اندھیرے کے سوا کچھ نہیں تھا، وہ درختوں کے جھنڈ تلے چلتا رہا، آج نصیب کی یاوری کا دن تھا۔

اس کے قریہ قریہ گھومنے اور خاک چھاننے کی تپسیا کام آ گئی تھی، جانے اس کے من میں کیا سمائی تھی جو وہ پل کے اس پار اتر گیا تھا اور اس کا اترنا جیسے کام آ گیا، اسے پونے دو ہزار برس پرانا ایک قدیم ٹکڑا مل گیا تھا، یہ فن گندھارا کا کوئی نمونہ تھا، اس عظیم سٹوپا کا ایک حصہ تھا جس میں مہاتما بدھ کی خاک دفن کی گئی تھی، یہ پتھر قریب قریب اپنی وضع کھو رہا تھا، بھربھری مٹی کی طرح ایک ٹھیس میں بکھرنے والا تھا، اس کے کناروں پر ایک بدوضع سے کنگری تھی، مہاتما بدھ کے گرد ایک پھول دار بیل تھی جس کے کئی پھول دکھائی دیتے تھے، نیچے ایک پہاڑی بکری سر جھکائے بیٹھی تھی، اس کا لباس بہترین تھا، اس کے پیچھے دیوتا اندر تھا، پتھر کی یہ کہانی آپ کے جلوہ افروز ہونے سے کئی سو برس پہلے کسی بدھ مجسمہ ساز نے عبادت کے طور پر بنائی تھی، کسی بھی تہذیب کے عروج اور زوال کو دیکھنا ہوا سنسنی خیز تجربہ تھا، جس مقصد کے تحت یہاں آیا تھا، وہ کم و بیش پورا ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

اس نے پتھر کا وہ ٹکڑا اٹھایا اور اپنے ساتھ لائے بڑے سے کاٹن میں سنبھالا اور شولڈر سے بیگ اتار کر کاٹن اس کے اندر گھسا لیا۔

یہ اس کی پہلی کامیابی تھی، سو خوشی اور جوش کے مارے چہرے پہ سارا خون سمٹ کر چھلک رہا تھا، اس پتھر کے قدیم ٹکڑے سے کہانی اس نے خود تلاش کر لی تھی، گوتم بدھ کی کہانی خاصی دلچسپ تھی اور وہ سنہرا تاریخ دان، تاریخ کو کھوج کر ہزاروں سال پہلے کے وقت میں اترنے والا۔

اس کے ذاتی میوزیم میں دو ہزار سال پرانے کئی ٹوٹے مجسمے تھے، کوئی نو سال پرانے قلم اور نو سو سال پرانے دیوان تھے، ایک قدیم مسجد کا چوبی ستون تھا، جسے دیمک نے کئی جگہ سے کھوکھلا کر دیا تھا، کھجور کی چھال کے بڑے دیدہ زیب جوتے تھے، موٹی فر کے جانور کی کھال سے بنی کئی سو سال پرانی پوستین تھی۔

سوات میں اب بھی ہزاروں مجسموں کا بڑا قیمتی میٹریل عموماً بے فائدہ سمجھ کر پھینک دیا گیا تھا، کچھ چور اچکے اٹھا کر لے گئے تھے اور زیادہ تر نوادرات غیر ملکیوں کے ہاتھ لگ چکے تھے سو وہ پاکستان کا قیمتی اثاثہ اپنے اپنے ملکوں میں جمع کر رہے تھے۔

حقیقت تو یہ تھی کسی بھی ذمہ دار محکمے نے اپنے آثاروں کی دیکھ بھال یا حفاظت نہیں کی تھی۔

چونکہ وہ ایک محب وطن پاکستانی تھا اور تاریخ کے ہر کونے میں اس کا بسیرا تھا، لوگ اس کے

بارے میں عموماً خیال کرتے تھے کہ وہ تاریخ میں سانس لینے والا انسان تھا۔

سو وہ قریہ قریہ گھومتا اور ہر نگر کے ہر خطے سے دونوں ہاتھوں کو بھر بھر کر تاریخ اور تہذیب کو سمیٹتا منگورہ کے اس جدید علاقے میں آن پہنچا تھا۔

شمال کا وہ علاقہ جسے سوات کہا جاتا تھا، جہاں سے سکندر اعظم اور محمود غزنوی کا گزر ہوا تھا، جہاں پہ تاریخ آج بھی زندہ تھی اور سانس لیا کرتی تھی، اسامہ جہانگیر اسی سوات کی پر فضا وادیوں میں تاریخ کو ڈھونڈ رہا تھا۔

عموماً اس کا کوئی بھی سفر بے فائدہ نہیں تھا، وہ جب بھی کسی سفر سے واپس لوٹتا، خوب بھرا بھرا اور لدا پھندا ہوا کرتا تھا۔

اس دفعہ بھی اسامہ کو قوی امید تھی کہ واپس جاتے ہوئے اس کے ہاتھ خالی نہیں ہوں گے، وہ سوات کی تہذیب کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ کر جائے گا۔

وہ نگر نگر کی خاک چھاننے والا سیلانی جیوڑا نہ ہوتا یا اسے کتابوں کو پڑھنے اور حفظ کرنے کا چسکہ نہ ہوتا تو وہ چینی سیاح فاہیان کی تصنیف سے تاریخ کو کبھی نہ کھوجتا، بقول فاہیان کے دریائے سندھ عبور کرنے کے بعد عقیدت مند اودیانہ کے ملک میں داخل ہوئے تھے جو ہندوستان کے شمال میں تھا، مرکزی ہندوستان کی زبان یہاں بولی جاتی تھی، بدھ مذہب یہاں بھی ترقی پذیر تھا جن عمارتوں میں بھکشو رہتے تھے انہیں راھب جانے یا اجتماع کے باغ کہا جاتا تھا، یہاں قریب پانچ سو تک راہب خانے موجود تھے، کئی خانہ بدوش بھکشو اس طرف کو آتے تو انہیں تین دن تک ہر چیز مہیا کی جاتی تھی اور اس کے بعد انہیں وہاں سے رخصت کر دیا جاتا تھا، ایک روایت کے مطابق مہاتما بدھ شمالی ہندوستان میں تشریف لائے تو اس علاقے کی طرف بھی آئے تھے اور اپنے پاؤں کا ایک نشان بھی چھوڑا تھا، وہ پتھر جس پہ بدھ نے اپنے کپڑے سکھائے تھے اور وہ مقام جہاں اس نے ایک عفریت کو تائب کیا تھا اب بھی دیکھے جا سکتے تھے۔

اس کا ذاتی خیال تھا جب طلوع اسلام کا سورج عرب کے ذرے ذرے کو چمکا رہا تھا، لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے، یہ صورتحال مکہ کے ان سردار کافروں کے لیے بڑی اذیت ناک تھی جن کے دل کفر سے سیاہ پڑ چکے تھے، قوی خیال یہ تھا اسلام کے سورج کے چمکنے کا چرچا سن کر کے بے شمار کافر اپنی سرزمین چھوڑ کر شمالی ہندوستان میں چلے آئے تھے، یہاں آ کر انہوں نے اپنی تہذیب اور بدھ مذہب کو پروان چڑھایا تھا، خیر تہذیب تو کوئی بھی سدا دائم نہیں رہتی۔

اسلام کا آفتاب جب شمالی ہندوستان کے افق پر طلوع ہوا تو بت کدوں کے کئی مجسمے سرنگوں خود بخود ہو چکے تھے، اسامہ جہانگیر اپنے کندھے پہ لٹکائی دو ہزار برس پرانی تہذیب کو اٹھائے تیز قدموں سے چلتا ہوا پل عبور کر رہا تھا، اس کا چہرہ اب بھی سرخ اور جوشیلا تھا، اسے جلد از جلد ہوٹل اوڈگل تک پہنچنا تھا۔

جس کی ایک بڑی کھڑکی منگورہ شہر پہ کھلتی تھی، منگورہ پہ اس وقت رات اتر آئی تھی، ہوٹل اوڈگل یہاں سے بہت فاصلے پر تھا، یوں محسوس ہوتا تھا کہ ایک تھی کی پہاڑی کے دامن سے بے شمار

جگنو جتنے ہوئے جگمگا رہے تھے۔

گو کہ اسے منگورہ آئے ہوئے بہت دن نہیں ہوئے تھے، کل ملا کر آج تیسرا دن تھا اور اس کی اب تک سالوں کی تپسیا میں یہ پہلا موقع تھا جب کسی علاقے میں پہنچ جانے کے تیسرے ہی روز اتنی بڑی کامیابی ملی ہو، وہ اب بھی تیز تیز بھاگ رہا تھا۔

اسے ہوٹل کے روم میں پہنچنے کی جلدی تھی، وہ اپنے بے داغ بستر پہ بیٹھ کر کندھے سے لٹکے بیگ کو کھولنا چاہتا تھا، کاٹن میں موجود دو ہزار برس پرانے مجسمے کی بڑی احتیاط کے ساتھ صفائی کرنا چاہتا تھا، جس کا چہرہ غیر واضح تھا، نقوش بھی سمجھ سے بالاتر تھے، بہت احتیاط کے ساتھ اس کی صفائی کرنا تھی تا کہ اس کا کوئی بھی کنگرا نہ ٹوٹے، گو کہ بھربھرے پتھر کا یہ مجسمہ خستہ حال تھا اور کچھ زہریلے نمکیات اور پانیوں کے اثر سے اس کی حالت قابل تسلی نہیں تھی، پھر بھی اسامہ بہت خوش تھا، اس کی محنت رائیگاں نہیں گئی تھی۔

اسے لگ رہا تھا دو ہزار برس پہلے مہاتما بدھ گیا کے جنگلوں اور غاروں میں گیان دھیان میں گم ہیں اور ہندوؤں کا دیوتا اندرا اپنے مضراب نواز کے ہمراہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تا کہ ان سے روحانی راہنمائی حاصل کر سکے، اس کہانی کو اندرا سالا بھی کہا جاتا ہے، تھی نا بڑی دلچسپ اسٹوری۔

وہ پل سے اتر کر اب والی سوات کی کوٹھی کے بیرونی حصے سے گزر رہا تھا، ہوٹل اوڈگل جانے کے لیے اس سے اچھا شارٹ کٹ کوئی بھی نہیں تھا اور سوئے اتفاق پرانی وردی والے سپاہی بھی روپوش تھے۔

اس نے کوٹھی کا احاطہ عبور کیا تو آگے بڑے حسین مرغزارے کے عین وسط میں تین منزلہ سفید ماربل کا مکان دیکھ کر مبہوت رہ گیا تھا، اس کے دل کو موہ لینے والی چیز گلابی پھولوں کے تختے تھے، گویا یہ گھر گلابی پھولوں کے تختے سے باغ میں مہک رہا تھا، پھولوں کی اتنی بڑی تعداد ایک ہی جگہ دیکھنا بڑا خوشنما تجربہ تھا، وہ کچھ دیر کے لیے رک سا گیا تھا، لیکن یہ کیفیات لمحاتی تھیں، کسی پہاڑی گھر کے سامنے بلا سبب رکنا قطعاً غیر اخلاقی حرکت تھی، سو وہ دوبارہ چل پڑا تھا۔

آگے پھر ندی کا مختصر پل تھا، گو کہ اتنا بھی مختصر نہیں تھا، پھر بھی پل کی خدمات حاصل کیے بغیر وہ اپنے ہوٹل نہیں پہنچ سکتا تھا۔

وہ اناڑی پن سے لکڑی کے پل پہ دوڑ رہا تھا، اپنے دھیان اور جوش میں گم اس نے سامنے سے آتی خاتون کو نہیں دیکھا تھا، وہ جو کوئی بھی تھی اسامہ سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہی تھی، نتیجتاً زور دار تصادم ہوا تھا، جس کی ان دونوں کو ہی امید نہیں تھی، یہ حادثہ ایسا خوشگوار نہیں تھا جس میں دونوں فریق محفوظ رہے، خاتون کو چوٹ تو لگی ہی تھی تاہم اسامہ کا کلیجہ اس وقت منہ کو آیا تھا جب اسے اپنے دائیں کندھے کا بوجھ بہت ہلکا محسوس ہوا تھا، وہ جو خاتون کی سرخ ناک کو تشویش سے دیکھ رہا تھا، لمحہ بھر کے لیے دھک سے رہ گیا، اسے خاتون کی چیخ و پکار بھول گئی، اس کا درد بھول گیا، اس کی تکلیف بھول گئی، یاد رہا تو بس اتنا، اس کا دایاں کندھا خالی ہو چکا تھا، اسامہ کی آنکھیں ابل پڑیں، وہ دیوانہ وار ندی کی طرف دیکھنے لگا تھا، جس کے نیلے پانیوں میں بڑے بڑے بھنور پڑ

رہے تھے، اسامہ کے بدترین خدشات کی تصدیق ہوگئی تھی، اس کا چرمی بیگ ندی کی لہروں اور تاریکیوں میں ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا تھا، فن گندھارا کا وہ نمونہ ہمیشہ کے لئے اسامہ کی دسترس سے دور ہو چکا تھا، اس شدید صدمے نے لمحوں میں اسامہ کو فریز کر دیا تھا وہ آنسو بھری آنکھوں کو جھپک جھپک کر بدحال ہوگیا۔

جبکہ ناک کا درد بھلائے وہ نازک سی لڑکی چلا اٹھی تھی، اسامہ اس کے چلانے پر حواس باختہ ہو گیا تھا، ندی میں ڈوبا بیگ اچانک لمحہ بھر کے لئے ذہن سے محو ہوگیا۔

''ڈوب گیا، ارے ڈوب گیا۔'' وہ پل کے جھنگلے پہ جھکی چیخ رہی تھی، اسامہ ردعمل پہ خاصا حیران تھا، وہ اسامہ کے بیگ کے لئے اتنی جذباتی کیوں ہو رہی تھی؟

''اب کہاں سے لاؤں؟'' وہ رو دینے کو تھی۔

''ہائے میرے اللہ۔'' جھنگلے پہ جھکی اس لڑکی کے چہرے پہ آنسو گر رہے تھے، اسامہ ہکا بکا رہ گیا۔

''یہ کبھی نہیں ملے گا۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی، اسامہ کو لب کشائی کرنا پڑی۔

''کیسے ملے گا، اب تو بہہ گیا۔'' اس نے غمزدگی سے ندی کے گہرے پانیوں کو دیکھا تھا، فن گندھارا اس کی پہنچ سے بہت دور چلا گیا تھا، اسامہ کے اندر پھانس سی چبھی تھی۔

''یہ سب تمہارا قصور ہے۔'' اس لڑکی کے الزام پہ اسامہ کی آنکھیں پھیل گئی تھیں، وہ تو سراسر اسے قصوروار سمجھ رہی تھی، گویا الٹا چور.....

''تم اندھوں کی طرح بھاگتے آ رہے تھے۔'' وہ چیخ کر بولی۔

''میں اندھا ہوں؟'' اسامہ کو سخت دھچکا لگا تھا۔

''تو اور کیا ہو؟ بے تحاشا سانڈ۔'' اس نے پھر سے چیخ کر کہا تھا۔

''مجھے سانڈ کہا؟'' اسامہ بے ہوش ہونے کے قریب پہنچ گیا۔

''میرا اتنا نقصان کر دیا۔'' وہ صدمے سے بے حال تھی۔

''نقصان تو تم نے میرا کر دیا۔'' اسامہ کو اپنا چرمی بیگ پھر سے یاد آ گیا، جیسے ساری تپسیا بیکار گئی تھی، اس کا دل بے قرار ہو گیا، جی چاہ رہا تھا ندی میں چھلانگ لگا دے، لیکن جان اور زندگی بہرحال فن گندھارا سے زیادہ قیمتی تھی۔

''اب منہ کیا دیکھ رہے ہو؟ چھلانگ لگاؤ، ڈھونڈ کر لاؤ۔'' وہ اسامہ کو ہونق کھڑا دیکھ کر دھاڑی تھی۔

اس فرمائش پر اسامہ کو دھکا سا لگا، اس نے گہرے پانیوں والی ندی کو دیکھا جس کا برفیلا پانی اسے نگلنے کو بے تاب تھا، وہ بدک کر دور ہٹا۔

''میں کیوں چھلانگ لگاؤں؟'' اسامہ نے دہل کر پوچھا۔

''تو کیا میں لگاؤں؟'' اس نے تنفر سے کہا۔

''تم شوق سے لگاؤ۔'' اسامہ نے گہرا سانس خارج کیا، وہ پھر سے چیخی تھی۔

''کتنے برے انسان ہو تم جانتے ہو تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔'' اس نے چیخ روک کر

پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا، اسامہ نے کندھے اچکائے، جیسے وہ انجان ہو۔

''حد ہے سینہ زوری کی۔'' اسامہ دکھ کے عالم میں جھنگلے کے پار جھانکنے لگا تھا، جس کے نیچے منگورہ کی گہری ندی تھی، برفیلے پانیوں کی تہوں کے بہت نیچے اس وقت اسامہ کا چرمی بیگ ڈوب چکا تھا، وہی چرمی بیگ جس کے اندر فن گندھارا ہمیشہ کے لئے دفن ہو چکا تھا، اس کے خسارے کا بھلا کوئی انت تھا، وہ اس ضدی لڑکی کو کیا بتاتا؟

''جانتے ہو میری ماں میرا کیا حشر کرے گی۔'' اس نے روتے ہوئے دور تک پھیلے پانیوں کے اوپر تیرتے کاغذ کے ایک ٹکڑے کو دیکھا تھا جو اس کی دسترس سے بہت دور چلا گیا تھا۔

''اور جو میرا حشر تم نے کیا، میرا قیمتی بیگ اس ٹکر کے نتیجے میں نذر پانی ہو گیا۔'' اسامہ کی آواز بھی پھٹ پڑی تھی۔

''میرا کاغذ تمہارے بیگ سے زیادہ قیمتی تھا۔'' لڑکی ضدی پن سے بولی۔

''کیا لاکھوں کی اماؤنٹ کا چیک تھا وہ۔'' اسامہ نے طنز کیا۔

''نہیں چیک سے بھی بہت قیمتی تھا۔'' اس نے ناک سرٹک کر بتایا۔

''میری ماں میری جان نکال دے گی۔''

''اس پہ کیا لکھا تھا۔'' اسامہ کو پہلی مرتبہ روتی ہوئی لڑکی سے ہمدردی ہوئی تھی۔

''دوائیوں کا نسخہ تھا۔'' اس نے نمی بھرے لہجے میں کہا۔

''او..... میں نے سمجھا نجانے کیا تھا۔'' اسامہ نے برا سا منہ بنا لیا تھا۔

''کم از کم تمہارے بیگ سے زیادہ اہم تھا، میں اب دوائیاں کیسے خریدوں گی، مورے تو میرا حشر کر دیں گی۔'' اس نے بہت گھبراہٹ سے اپنی پریشانی کی اصل وجہ بتائی تھی۔

''ویری سمپل ڈاکٹر سے اور لکھوا لو۔'' اسامہ نے آسان حل بتایا تھا، اس نے بھنا کر اسامہ کو دیکھا۔

''ڈاکٹر لاہور بیٹھا ہے۔'' وہ تڑخی۔

''منگورہ میں کوئی اور ڈاکٹر نہیں ہے۔'' اسامہ کچھ متفکر ہوا۔

''میری ماں صرف ایک ڈاکٹر سے دوائی لیتی ہے، اس کے علاوہ کسی اور پہ بھروسہ نہیں کرتی۔'' اس نے دونوں ہتھیلیوں سے گال رگڑ کر آنسو سمیٹنے کی کوشش سی کی تھی۔

''ویری سیڈ، یہ تو برا ہوا۔'' اسامہ کو حقیقتاً افسوس ہوا۔

''اب میں کیا کروں؟''

''مجھے نسخہ لا کر دو۔'' وہ ہٹیلے پن سے بولی۔

''کیا لاہور سے؟'' اسامہ بدکا۔

''نہیں، اسی ندی سے۔'' وہ تڑخی تھی۔

''میرا دماغ خراب نہیں ہوا۔'' اسامہ نے ناک چڑھائی تھی۔

''ایک نسخے کے لئے ندی میں چھلانگ لگاؤں، یہ تپسیا اپنے بیگ کے لئے نہ کروں؟'' اس کا انداز گہرا طنزیہ تھا۔

''تو میں گھر کیا لے کر جاؤں؟'' وہ بے بسی سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

''اپنے احمق وجود کو۔'' اسامہ زیر لب بڑبڑایا، وہ بری طرح مچل مچل کر رونے لگی تھی، اسامہ کو خیال سا گزرا تھا، اس کی ماں یقیناً بڑی سخت عورت تھی، اسامہ کو ترس آ گیا۔

''تمہاری ماں کو کیا تکلیف ہے؟'' کچھ دیر سوچنے کے بعد اسامہ نے پوچھا، اس نے خاصی تفصیل سے ماں کی بیماری کے متعلق بتایا تھا، اسامہ سر ہلاتا رہا۔

''دوائیاں تمہیں مل جائیں گی لیکن شرط ضروری ہے۔'' اسامہ کچھ سوچتا ہوا گویا تھا، وہ ذرا ٹھٹک گئی تھی، پھر سوالیہ نگاہ سے اسے دیکھنے لگی۔

''نمبر ایک اپنا نام بتاؤ، اور نمبر دو؟'' اس کے چہرے کی طرف دیکھتا ہوا وہ ذرا مسکرایا تھا، اس کے خاموش ہوتے ہی وہ جھٹ سے بولی۔

''میرا نام عشیہ ہے، کیا تم دوائیں لا دو گے؟'' اس نے بے قراری سے پوچھا۔

''کیوں نہیں۔'' اسامہ پھر سے مسکرایا۔

''لیکن دوسری شرط تو پوچھ لو۔''

''ہاں، مجھے منظور ہے۔'' اس نے جلدی سے کہا تھا، مبادا اس کا ارادہ نہ بدل جائے، وہ اس کی جلد بازی پہ پھر سے مسکرا دیا، وہ اپنی ماں سے یقیناً بہت ڈرتی تھی، سو دوائیوں کی خاطر کوئی بھی قربانی دے سکتی تھی۔

''تمہیں اپنے گھر میں بلیک کافی پلانا ہو گی، یہ تمہاری سزا ہے، کیونکہ تم نہیں جانتی، میرا کتنا عظیم نقصان کر چکی ہو، فن گندھارا کا وہ اعلیٰ نمونہ تمہارے تصادم کی بدولت اس ندی کی شوریدہ سری کے سپرد ہو چکا ہے، اتنی سزا تو تمہاری بنتی ہے نا۔'' اسامہ جہانگیر نے چمکتی آنکھوں سے اس گھبرائی گھبرائی دلفریب لڑکی کو دیکھا تھا، جو ماں کی دوائیوں کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار تھی، پھر بھی اس اجنبی کی فرمائش سن کر لمحہ بھر کے لئے بھونچکی ہو گئی تھی، کیا وہ ایک اجنبی کو گھر کے ڈرائنگ روم تک لا سکتی تھی، اس کی آنکھوں میں ناگواریت کا موسم پھیلنے لگا تھا، چہرے کے تاثرات میں برہمی اتر رہی تھی، اسامہ بڑی پرشوق نگاہوں سے عشیہ کے چہرے کا ایک ایک تاثر پڑھ رہا تھا۔

منگورہ میں فن گندھارا کی تلاش میں مارا مارا پھرتا اسامہ جہانگیر محبت کی ایسی تاریخ کے ابواب کھول بیٹھا تھا جس کے اوراق پہ تاریخ محبت کے سنہرے حروف چمک رہے تھے، وہ تاریخ دان نہیں تھا لیکن ایک نئی تاریخ رقم کرنے کا ارادہ ضرور رکھتا تھا۔

☆☆☆

سروے ٹیم کا قیام سرکاری رہائش گاہ پر تھا۔

یہ ایک منزلہ اسٹوری بنگلہ تھا، انگریزوں کے زمانے کی خاصی قدیم عمارت تھی، سرخ چوڑی اینٹ سے بنی ہوئی، اسے انگریزی اینٹ بھی کہا جاتا تھا، جسے خاص طور پر سرکاری عمارتوں کے لئے بنایا جاتا تھا، اس عمارت کا پینٹ بھی بہت پرانا تھا، آثار بتاتے تھے قریب دس سال پہلے اس پہ آخری برش کیا گیا تھا، اس آخری مہربانی کے بعد آج تک یہ عمارت ملمع سازی کے لئے ترس رہی تھی۔

تین مختلف قسم کے جنگلوں اور چھوٹی پہاڑیوں کے کناروں پہ یہ بنگلہ ایستادہ تھا، بیال گاؤں سے خاصا ہی دور پڑتا تھا، قریب قریب آبادی بھی نہ ہونے کے برابر تھی۔

اس وقت آسمان بادلوں سے ڈھکا تھا اور بوندا باندی کے آثار بہت واضح نظر آ رہے تھے، کسی بھی وقت ابر رحمت کا نزول ہو سکتا تھا۔

وہ لوگ ایک ایسے خطے میں گزر رہے تھے جس کی اطراف میں چلغوزوں اور دیودار کے گھنے، ہرے بھرے خوبصورت درخت تھے، ہر طرح کے میووں سے لدے ہوئے، درختوں کا یہ سلسلہ بڑا طویل تھا۔

زونیہ کے منہ میں پانی بھرتا رہا، وہ لوگ ''کام'' کو بھلائے بس فطرت کے ایک ایک منظر کو نگاہ میں اتار رہے تھے، ان کے ایک جانب بلند و بالا سلسلہ کوہسار تھا جبکہ دوسری جانب نشیب میں ''جیل'' اور ''تاتو'' نالے کے سنگم پر ایک حسین وادی تھی جس میں مقامی لوگوں کے چھوٹے چھوٹے گھروں کے ساتھ لہلہاتے دلنشین ہرے بھرے کھیت دکھائی دے رہے تھے۔

پہاڑی ڈھلوانوں اور پگڈنڈیوں پہ آگے کا رستہ پیادہ پا طے کرنا تھا۔

امام محض لوکیشن دیکھنے آیا تھا، باقاعدہ سروے تو کل کرنا تھا، کیونکہ آج باقی لوگ بہت تھک چکے تھے سو آرام کرنے واپس بنگلے میں جا چکے تھے۔

وہ ایک مقامی بندے سے فوری کے بارے میں معلومات لے رہا تھا، فوری کو مغربی لوگ ''فیری میڈو'' بھی کہتے تھے، فیری میڈو سے آگے انہوں نے بیال کے سبزہ زاروں تک جانا تھا۔

نانگا پربت کی فلک بوس چوٹی سر کرنے کے لئے آنے والی کوہ پیما ٹیمیں اپنی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے عموماً ایک رات اس مقام پر ضرور قیام کرتی تھیں۔

وہ تفریح کی غرض سے آیا ہوتا تو ضرور فیری میڈو کی ہسٹری کھولتا، فی الوقت تو اسے بیال کے قبرستان اور مین روڈ کا سروے کرنا تھا سو وہ چیدہ چیدہ معلومات لے کر واپس بنگلے میں آ گیا تھا۔

خانساماں نے آتش دان میں لکڑیاں دہکا دی تھیں، یہ اس بنگلے کا سرکاری ملازم تھا، ہر قسم کے فرائض سر انجام دیتا تھا، ضرورت کے وقت چوکیدار بھی بن جاتا، کپڑے بھی دھوتا، گھر کی صفائی ستھرائی بھی کر لیتا تھا، امام جیکٹ اتار کر کھونٹی سے لٹکانے کے بعد آتش دان کے قریب آ گیا، تب قاسم بنگلے کا جائزہ لیتا اونچی آواز میں تبصرے کرتا اندر آیا۔

''مجموعی طور پہ یہ کسی بھوت بنگلے سے کم نہیں۔'' اس کے انداز میں سنجیدگی تھی، وہ اس اجاڑ بنگلے کی ہیبت کا احساس دل میں لئے خاصا متفکر تھا، کیونکہ پچیس تیس گھرانوں پر مشتمل فوری گاؤں بھی اس بنگلے سے بہت دور تھا، آبادی نہ ہونے کے برابر تھی، بس سبزہ، جنگل، پہاڑ اور سناٹے تھے۔

''بھوت بنگلہ؟'' زونیہ کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔

''یہاں بھوت پریت ہیں کیا؟'' سدا کی ڈرپوک زونیہ کا دل ہل کر رہ گیا تھا، ماحول کا سارا فسوں جاتا رہا، بس خوف کا احساس باقی تھا، قاسم نے گویا سر پیٹ لیا، اب زونیہ کا ہراس کم کرنے کی ذمہ داری بھی قاسم کے سر پہ تھی۔

"میں نے محاورہ بولا ہے زونیہ!" قاسم نے "جتا" کر کہا۔

"او، تھینک گاڈ! میں تو خوف سے تھرتھرا گئی تھی۔" زونیہ کے جیسے جان میں جان آئی تھی، قاسم نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تم کب نہیں تھرتھراتی؟ ہر وقت زلزلوں کی زد میں رہتی ہو۔" وہ زیر لب بڑبڑا کر رہ گیا۔

"مجھ سے کچھ کہا؟" زونیہ چونکی تھی، قاسم نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا تھا۔

"میری مجال۔" اس نے ڈرنے کی ایکٹنگ میں مضحکہ خیز شکل بنائی تھی، وقاص اور عاشر ہنسنے لگے تھے، زونیہ کا موڈ آف ہو گیا، قاسم کے ساتھ اس کی کم ہی بنتی تھی۔

"میں تو امام سے مخاطب ہوں۔" قاسم جلدی سے بولا۔

"تم موضوع سے ہٹ رہے ہو۔" عاشر نے اس کی توجہ حالیہ مسئلے کی طرف دلائی تھی، وہ پھر سے اصل ٹاپک کی طرف آ گیا تھا اور اس کے چہرے پہ اسی حساب سے تفکر پھیل رہا تھا۔

"امام! یہ جگہ خاصی سنسان ہے۔" قاسم نے بمشکل "ڈراؤنی" کہنے سے گریز کیا تھا، زونیہ نے حسب معمول پھر سے "ہراس" پھیلا دیا تھا۔

"تو کیا ہوا؟" امام ہاتھ سینکتا ہوا حیران ہوا۔

"ابھی تو ہم اتنے لوگ موجود ہیں، بعد میں تم اکیلے کیسے رہو گے؟" قاسم بے چینی سے کہہ رہا تھا، اسے حقیقتاً امام کی فکر ہو رہی تھی، کیونکہ وہ ان سب سے زیادہ امام کے قریب تھا، دونوں میں دوستی بھی بہت تھی، امام خود بھی قاسم سے خاصا نزدیک تھا، ان دونوں نے تمام کورس اور ٹریننگ پیریڈ ایک ساتھ گزارا تھا۔

"رہنا تو پڑے گا۔" امام مطمئن تھا۔

"ہرگز نہیں، امام سے تگڑی سی سفارش کرواؤ، اور ٹرانسفر رکواؤ، یہ جگہ ہنی مون کے لیے تو مناسب ہے تاہم ڈیڑھ دو سال کا عرصہ یہاں رہنا بڑا دشوار ہے مجھ سے لکھوا لو۔" قاسم خفگی سے بولتا چلا گیا، امام لاپروائی سے اس کی بات سن رہا تھا۔

"ہنی مون کے بغیر بھی یہ جگہ مناسب ہے یار!" امام مسکرا کر بولا تھا۔

"خاک مناسب ہے، جنگل بیابان، نہ بندہ نہ بندے کی ذات، اوپر سے یہ بھوت بنگلہ، پراسرار علاقہ، میں تمہیں یہاں رہنے کا مشورہ نہیں دوں گا۔" قاسم کا انداز اٹل تھا۔

"اپنے ٹرانسفر آرڈر رکواؤ۔"

"یہ تو ممکن نہیں، میں اپنا مائنڈ میک اپ کر چکا ہوں۔" امام پرسکون تھا، ویسے بھی وہ فیصلہ کر کے بدلتا ہرگز نہیں تھا، یہ اس کی بہت پرانی عادت تھی اور قاسم اس عادت سے بخوبی واقف تھا۔

"قاسم کی بات میں وزن ہے، یہاں یہ تمہارے جیسا بندہ کام نہیں کر سکتا، کیونکہ یہاں رکاوٹیں بہت ہیں، اوپر سے یہ قبائلی لوگ انتہائی ضدی اور اپنی اجارہ داری قائم رکھنے والے، تم ڈیڑھ سال تو کیا، ڈیڑھ ماہ بھی ٹک نہیں سکو گے۔" عاشر نے بھی گفتگو میں حصہ لیا تھا، وہ تو پہلے بھی یہاں آنے کے حق میں نہیں تھا، اب بھی صاف مخالفت کر رہا تھا، زونیہ نے بھی تائید کی۔

"ویسے تو قاسم نے کبھی ڈھنگ کی بات نہیں کی تھی، تاہم پہلی مرتبہ وہ ایک معقول بات کر رہا

ہے، تم اس پہ غور ضرور کرو۔" اس کا انداز بھی خاصا ناصحانہ تھا۔

"میں تو اس علاقے کے عشق میں گرفتار ہو چکا ہوں، میں چاہوں گا، تم اپنی مدت یہاں پہ ضرور پوری کرو، اسی بہانے ہم بھی "ناگا پربت" کا جمال دیکھ لیں گے۔" وقاص شدید ٹھنڈ کے باوجود بھی تنگ کھڑکی سے آدھا باہر لٹکا رات کی ساحرہ کا فسوں دیکھ رہا تھا، پوری وادی تاریکی میں ڈوبی تھی، کہیں دور جنگلی جانور چلا رہے تھے، ان کی بھیانک چیخ و پکار زونیہ کی سماعتوں پہ گراں گزر رہی تھی۔

"یہ کھڑکی تو بند کرو وقاص! نانگا پربت کا جمال پھر دیکھ لینا، ابھی تو شیروں کی دہاڑ کپکپا رہی ہے۔" اس نے ناک بھوں چڑھا کر جتایا تھا، وقاص کو کھڑکی بند کرنا ہی پڑی تھی۔

"آئندہ تم کسی ٹور پہ مت آنا۔" قاسم نے زونیہ کو مخلصانہ مشورہ دیا تھا، اس نے ہمیشہ کی طرح الٹا مطلب لیا۔

"وجہ؟" وہ ناگواری سے پوچھ رہی تھی۔

"کیونکہ ایک ڈومیسٹک خاتون ہو، فیلڈ ورک تمہارے بس کا روگ نہیں، گیدڑوں کی بھبکیاں تمہیں شیروں کی دہاڑ سنائی دیتی ہیں، اپنے کانوں کا علاج کروا کے آتی۔" قاسم نے زونیہ کو چڑاتے ہوئے خلوص دل سے مشورہ دیا تھا جو اس کے سر پہ "ٹھاہ" کر کے لگا۔

"اور تم اپنی زبان کا علاج کروا کے آتے، بلکہ گلے ہاتھوں کٹوا ہی آتے۔" وہ چڑ کر جذباتی ہو گئی تھی۔

"دیکھ لو امام! زونیہ کے خیالات میرے بارے میں، اس کا بس چلے تو مجھ پہ بلڈوزر چلوا دے۔" قاسم غصے میں بھنا اٹھا تھا، بیچ میں امام کو بھی گھسیٹ لیا۔

"تم خود پورے بلڈوزر ہو۔" زونیہ نے اس کے قابل رشک صحت پہ چوٹ کی تھی، قاسم پھر سے تلملا اٹھا تھا، کیونکہ اپنی صحت پہ وہ کسی کی چوٹ برداشت نہیں کرتا تھا، زونیہ کی بھی نہیں۔

"اپنی زبان کو لگام ڈالو۔" قاسم نے جیسے اسے وارننگ دی تھی۔

"سیاہ مشکی گھوڑی سے بھی تیز ہے۔"

"اور تم اپنے الفاظ پہ غور کرو، ایسے تھرڈ قسم کے ورڈز میں برداشت نہیں کرتی۔" زونیہ نے نخوت سے انگلی اٹھائی تھی، قاسم نے تلملا کر جواب دیا۔

"بڑی آئی ملکہ وکٹوریہ۔"

"اپنا منہ بند رکھو قاسم ورنہ بھوسہ گھسا ڈالوں گا۔" امام کو سیز فائر کروانے کے لیے بیچ میں آنا ہی پڑا تھا، ورنہ قاسم اور زونیہ سے کچھ بعید نہیں تھا، ساری رات ہی چونچیں لڑاتے رہتے، کیونکہ بدقسمتی سے دونوں فرسٹ کزن تھے، ایک دوسرے کو قطعاً برداشت نہیں کرتے تھے، دونوں کی بالکل نہیں بنتی تھی، پھر بھی ایک دوسرے سے لڑے بغیر انہیں چین نہیں پڑتا تھا۔

"بھوسہ لاؤ گے کہاں سے؟" وقاص بہت دور کی کوڑی لایا تھا، امام نے اسے ناگواری سے دیکھا۔

"تمہارے دماغ سے۔" اس کے ترنت جواب پہ قہقہہ پڑا تھا، زونیہ بھی غصہ بھلا کر ہنسنے لگی

تھی، قاسم اور عاشر نے اس کا ریکارڈ لگا دیا تھا، وقاص غصے سے سرخ ہو گیا۔
"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔" اپنی اس بے عزتی پر وہ تلملایا۔
"امیدیں ٹوٹ بھی جاتی ہیں۔" قاسم نے اسے تسلی دی تھی۔
"اور وقاص کی تو اکثر ٹوٹ جاتی ہیں۔" عاشر نے جیسے لطف لیا۔
"بھاڑ میں جاؤ تم لوگ۔" بالآخر وقاص غصے میں واک آؤٹ کر گیا تھا، یوں محفل خود بخود برخاست ہو گئی تھی، باقی لوگ بھی آرام کرنے کے لیے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے، زونیہ کے ساتھ خانساماں کی بیٹی "پری" سونے کے لیے آ گئی تھی، گو کہ زونیہ سروے ٹیم میں اکلوتی خاتون نہیں تھی، ایک خاتون امام کی پی اے بھی موجود تھی، تاہم اچانک کچھ ناگزیر وجوہات کے بنا پر پی اے کو چھٹی پہ جانا پڑا تھا سو زونیہ تنہا قابو آ چکی تھی، اگر قاسم ٹیم کا حصہ نہ ہوتا تو زونیہ بھی شاید نہ آتی، قاسم کی موجودگی میں اس کے گھر والوں کو بھی اطمینان تھا، پھر وہ اپنی مخالف جاب کی ہر نوعیت سے واقف تھی۔

سب کے کمروں میں بند ہوتے ہی امام نے عادتاً سارے بنگلے کے لاک چیک کیے تھے، پھر وہ کچن میں گھس کر کافی بنانے لگا، اس کام سے فارغ ہو کر امام نے تمام لائٹس آف کیں اور لابی میں پہنچ گیا۔

یہ پہاڑی علاقہ تھا، یہاں رات جلدی اترتی تھی، اسلام آباد میں اس وقت کوئی سونے کا تصور نہیں کر سکتا تھا، یہی سوچ کر امام نے لینڈ لائن فون سے گھر کال ملائی تھی، تیسری بیل پہ جس ہستی نے فون اٹھایا تھا اس کی موجودگی کا امام سوچ بھی نہیں سکتا تھا، اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ شانزے فون اٹھائے گی، کم از کم اس وقت وہ کسی وضاحت کے موڈ میں نہیں تھا، نہ شانزے کی ناراضگی کا بار سہہ سکتا تھا، نہ کوئی لمبی چوڑی وضاحت دے سکتا تھا، لیکن جو بھی تھا، اسے شانزے کی تفتیش ضرور بھگتنا تھی۔

"تم بغیر بتائے کیوں گئے ہو؟ حد ہے غیر ذمہ داری کی، گھر میں سب کتنے پریشان تھے۔" شانزے اس کی آواز سن کر تیزی سے بولتی چلی گئی تھی، امام نے گہرا سانس خارج کیا، اسے جواب تو دینا ہی تھا، ورنہ جان چھوٹتی کہاں ہے؟

"سب کی چھوڑو، تم اپنی سناؤ، کتنی پریشان ہوئی تھی تم؟" اس نے جان بوجھ کر لہجہ ملائم اور ہلکا پھلکا بنا لیا تھا، حالانکہ تھکن حد سے سوا تھی، پھر بھی وہ شانزے سے مطمئن اور پرسکون انداز میں بات کر رہا تھا، وہ جانتا تھا شانزے اس کے فون کا انتظار کر رہی تھی۔
"میں.....؟" شانزے دھک سے رہ گئی تھی، ایسے جواب کی توقع جو نہیں تھی۔
"تم اپنے دل سے پوچھ لو۔" اس نے بڑا آسان جواب دیا تھا، امام مسکرا دیا۔
"دل بتا رہا ہے۔" شانزے بہت مسرور ہے، امام نے اسے ستانا چاہا۔
"بہت جھوٹا دل ہے تمہارا۔" وہ تڑخ کر بولی۔
"میرا دل جھوٹا نہیں۔" امام کو برا سا لگا۔
"اتنا سچا بھی نہیں۔" شانزے چڑ کر چیخی تھی، امام کے لبوں پر تبسم بکھر گیا تھا، وہ تصور کی آنکھ

سے اس کا پھولا چہرہ ملاحظہ کر رہا تھا، پھر امام نے خود ہی بات بدل دی تھی، جیسے اچانک کچھ یاد آیا ہو یا پھر ایسے ہی۔
"آج تم کومے کے پاس رہ لو۔" اس کے بات بدلنے پر شانزے کی ساری خوشگواریت ہوا ہو گئی تھی، وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتا تھا۔
"کہنے کی ضرورت نہیں۔" وہ چڑ کر گویا ہوئی تھی، اندر کہیں کوئی ہلکی سی چیز ٹوٹی تھی، جیسے کچھ تڑخ سا گیا تھا۔
"ہاں میں یہ تم سے بہتر جانتا ہوں، تمہیں کومے کا بہت خیال ہے۔" امام نے سچے دل سے کہا تھا، وہ دونوں بھائی جب بھی آؤٹ آف سٹی جاتے، شانزے خود بخود ان کے گھر کومے کے پاس آ جاتی تھی، سو کومے کے حوالے سے وہ ہمیشہ تسلی میں رہتا تھا۔
"خالہ اور کومے کا دھیان رکھنا، صبح اسے ناشتہ ضرور کروانا۔" اب وہ الوداعی کلمات بول رہا تھا، شانزے ذرا ٹھٹک گئی تھی۔
"ماموں، ممانی کو بھی سلام دینا۔" امام نے مزید کہا تھا، شانزے بھونچکی رہ گئی تھی، وہ سب کا خیال رکھے گا، سب کا احساس کرے گا، سوائے شانزے کے، اس کا دل نیچے بہت نیچے اترنے لگا۔
"تم کب آ رہے ہو؟" شانزے نے عزت نفس کو ایک طرف رکھ کر بالآخر پوچھ ہی لیا، امام جو کریڈل دبانے لگا تھا لمحہ بھر کے لیے رک سا گیا۔
"بہت جلد۔" اس نے مختصر بات سمیٹی تھی، اب وہ شاید فون رکھنا چاہتا تھا، لیکن اس سے بھی پہلے امام نے ایک مرتبہ پھر اسے ہدایات دی تھیں۔
"کومے کو چھٹی نہ کروانا، اس کا خیال رکھنا، دیکھو، میں دوبارہ کہہ رہا ہوں، میری بہن میرا قیمتی اثاثہ ہے۔" اس کی زبان شیریں میں بھیگ چکی تھی، کومے کے لیے یہ دونوں بھائی اتنے ہی ملائم ہو جاتے تھے، شانزے کو اس پہ رشک سا آیا تھا۔
"اور میں؟" شانزے کا سسکتا سوال اس کے اندر ہی دم توڑ گیا تھا، اپنی عزت نفس کو اس نے جیسے تیسے کر رکھا ہوا تھا، وہ لمحوں میں اسے کیسے بکھیر ڈالتی، خود پر ضبط کے پہرے بٹھا کر اس نے سارے سوال اپنے اندر اتار لیے تھے، محبت اپنی جگہ سہی، تاہم اپنی انا کا بت اسے بڑا عزیز تھا، کس طرح ایک چھناکے سے پاش پاش کر ڈالتی؟ اگر وہ مغرور ہو جاتا تھا، بے نیازی برت لیتا تھا، گریز کی دیوار اٹھا لیتا تھا تو بڑے شوق سے اپنا کام کیے جاتا، شانزے اسے روکنے والی نہیں تھی اور خود رکنے والی بھی نہیں تھی۔

وادی میں رات بھیگ رہی تھی۔

تین جانب سے گھنے جنگلات میں گھرے اس مرغزار کے نشیب کی طرف بہت بڑا گلیشیئر تھا، اس گلیشیئر کے کچھ آگے نانگا پربت کا شیش محل تھا، اس شیش محل کی اونچائیوں پہ امام فریدے شاہ کھڑا تھا، اسے شانزے کی محبت بھلا کیسے نظر آ جاتی؟ وہ بہت بلندی پہ کھڑا تھا اور بلندی پر کھڑے لوگوں کو نشیب میں دیکھنے کی فرصت نہیں ہوتی۔

☆☆☆

ہم اکثر اتنے اچھے نہیں ہوتے جتنا محبت ہمیں اچھا کر دیتی ہے، جو ہمارے دلوں میں اپنے پیاروں سے ہوتی ہے، اس کا بڑا پرابلم یہی تھا کہ اسے اپنے پیاروں سے بہت محبت تھی، یہ محبت اسے دن بدن نکھار رہی تھی اور صائمہ تائی کو یقین واثق تھا نشرہ ان کی غیر موجودگی میں فریج پہ ہاتھ صاف کرتی ہے۔

حالانکہ اسے چوری کی عادت نہیں تھی اور نہ ہی ننھا سا جرم بھی اس کی فطرت کا حصہ تھا، لیکن صائمہ تائی کی ذہنیت کا بھلا کیا کیا جا سکتا تھا؟ وہ نشرہ کو ہمیشہ شک کی عینک سے دیکھا کرتی تھیں اور حتی المقدور اسے چوکے کے بھی لگاتیں، خاص طور پر اپنی فریج کے معاملے میں صائمہ تائی کی طرح بدلحاظ تھیں، جو منہ میں آتا بول دیتی تھیں۔

اتوار کے اتوار گھر میں راشن آتا تھا۔

اس دن صبح سویرے تایا اپنا سرخ و سفید چیک دار رومال سر پہ باندھ کر ، تھیلا بغل میں دبائے نکل جاتے تھے، سارے سستے بازار چھان کر، ہر کریانے کی دوکان میں گھس کر، ہر فروٹ ریڑھی سے چھان پھٹک کر اپنا مطلوبہ سامان لے کر آتے تھے، سودا سلف، سبزی، فروٹ سب اتوار کو ہی جاتا تھا، گوشت البتہ جمعرات کو ملتا تھا، بڑا قیمہ، مغز، پائے اور گوشت الگ الگ کلو کے حساب سے تلوا کر تایا جب گھر آتے تو صائمہ تائی چیل کی طرح جھپٹ پڑتی تھیں، نشرہ کے لئے حکم نامہ جاری ہوتا تھا۔

''پرات، طشتری اور بڑی پتیلی اٹھا لاؤ۔'' صائمہ تائی کی ہانک پر نشرہ مطلوبہ برتن اٹھا کر جلدی سے لے آئی تھی، تائی اپنی نگرانی میں ایک ایک سبزی الگ ٹوکری میں رکھواتی تھیں، گوشت بھی الگ سے دھلواتیں، فروٹ کے لئے وہ عموماً رسک نہیں لیتی تھیں، کم از کم فروٹ وہ اپنے مبارک ہاتھوں سے دھوتی تھیں، پھر خشک کر کے فریج میں محفوظ کر لیتیں، اگلے اتوار تک ہر روز فریج میں رکھے فروٹ کی گنتی ہوا کرتی تھی۔

''آج آٹھ سیب اور بارہ کیلے رہ گئے، کل پانچ سیب اور دس کیلے ہوں گے۔'' وہ ایک ایک کیلا سب کے لئے گن کر الگ سے رکھ لیتی تھیں، جب فروٹ باسکٹ میں گنا چنا، گلا سڑا فروٹ بچ جاتا تو اسے کمال مہربانی کے ساتھ اٹھا کر نشرہ کو عنایت کر دیا جاتا تھا، وہ اس مہربانی پر بھی نہال ہو جاتی تھی، آخر تائی کو اس کا خیال تو آتا تھا، عالیہ چاچی تو یہ تکلف نہیں کرتی تھیں، بلکہ وہ صائمہ تائی سے زیادہ کمینی اور کنجوس واقع ہوئی تھیں۔

آج پھر خوش قسمتی سے اتوار تھا۔

تایا صبح سویرے نکل گئے تھے پھر گیارہ کے قریب واپس بھی آ گئے تھے، نشرہ نے بذات خود سارا راشن سمیٹا تھا، تائی نے فروٹ دھو کر لٹکانے لگایا، حسب معمول گنتی بھی کی تھی، پھر مطمئن ہو کر اوپر چلی گئیں۔

نشرہ نے نیچے والوں کی مشین لگا رکھی تھی، وہ پچھلے برآمدے میں دھڑا دھڑ کپڑے دھو رہی تھی، پھر دھلے ہوئے کپڑے ڈرائیر میں ڈالتی، ایک چکر کے بعد کپڑے سوکھ کر باہر نکل آتے، وہ کول کمرے میں اٹھا کر پھیلاتی اور پنکھا چلا دیتی، الگنی پہ کپڑے ڈالنے کا سرما میں رسک لینا اسے گوارا

نہیں تھا۔

دھلائی کا کام اختتامی مرحلے میں تھا، جب اندر سے آتی بھیانک چیخ نے نشرہ کو حواس باختہ کر دیا تھا، اس کے ہاتھ سے کپڑوں کی بالٹی پھسل گئی تھی، وہ جلدی سے گیلے کپڑوں سمیت اندر کی طرف بھاگی تھی، یقین کامل تھا کہ صائمہ تائی سیڑھیوں سے پھسل گئی ہوں گی، آخر اوپر گئے ہوئے انہیں دو گھنٹے تو ہو چکے تھے۔

نشرہ دہلتی ہوئی اندر آئی تو تائی کی بھیانک کراہ کچن سے آتی سنائی دی تھی، نشرہ فوراً کچن میں پہنچی، تائی دونوں پہ کمر کی چلا رہی تھیں، ان کے ہاتھ میں فروٹ کی خالی باسکٹ موجود تھی، جس نے شاید سلیمانی ٹوپی پہن رکھی تھی، کیونکہ نشرہ نے خود اپنی گنہگار آنکھوں سے باسکٹ میں فروٹ کی اونچی سی پہاڑی دیکھی تھی، جبکہ اس وقت خالی ٹوکری ان دونوں کا منہ چڑا رہی تھی۔

باسکٹ پہ شب خون نجانے کس نے مارا تھا؟ نشرہ تو دھک سے رہ گئی تھی، تائی کے صدمے کا موجب بھی سمجھ آ گیا تھا، وہ تو خالی ٹوکری کو دیکھ کر غم سے مری جا رہی تھیں۔

''فروٹ کہاں گیا؟'' نشرہ نے بوقت بن کی انتہا کرتے ہوئے تائی کو برے وقت میں چھیڑ دیا تھا، صائمہ تائی خونخوار نظروں سے اسے گھور کر رہ گئی تھیں۔

''تمہارے پیٹ میں اور کہاں؟ ہاتھ ٹوٹ پڑیں تمہارے، سارا پھل نگلتے ہوئے ذرا حیا نہ آئی تمہیں، بڑی کمینی لڑکی ہو تم، پیٹ ہے یا کنواں؟ حرام زادی، سچ بتاؤ، فروٹ کہاں چھپا کر آئی ہو۔'' تائی نشرہ کو دیکھ کر جھپٹ پڑی تھیں، اتنا نقصان ان کی برداشت سے بہت باہر تھا، وہ نشرہ کو اتنی آسانی سے معاف نہیں کرنے والی تھیں۔

''میں نے؟'' نشرہ تو بھونچکی رہ گئی۔

''تائی! میں نے فروٹ کہاں چھپانا ہے؟ مجھے تو خبر نہیں۔'' وہ اس الزام پر رو دینے کو تھی، تائی نے تو سیدھا سیدھا چوری کا الزام لگا دیا تھا، نشرہ دھک سے کیوں نہ رہتی۔

''جھوٹ بولتی ہو مکارن، میرے نظر سے اوجھل ہوتے ہی تم نے فریج پہ حملہ کر دیا، میں کہتی ہوں نکالو سارا پھل، قلم ٹوٹے تم پر، اتنا مہنگا فروٹ تھا، انار، کیلے سیب، حرام زادی، سارا نگل گئی۔'' تائی نے چلا کر کہا تھا، وہ غصے میں شدید بدلحاظ ہو جاتی تھیں، یہ ان کی پرانی عادت ہوا کرتی تھی۔

''تائی! میں سچ بول رہی ہوں، مجھے کچھ پتا نہیں۔'' نشرہ روہانسی ہو گئی۔

''ایک چوری کرتی ہے، اوپر سے جھوٹ بولتی ہے، تیرے چونڈے میں آگ لگا دوں گی، جلدی بول نا؟'' وہ خونخوار بلا کی طرح اس کے سر پہ سوار تھیں اور یہ کوئی نئی بات تو تھی نہیں، تائی کا یہ پرانا وطیرہ تھا، آئے دن نشرہ کو ایسی تفتیش بھگتنا پڑتی تھی، اس نے بے بسی سے ٹھنڈے ہاتھ مسلتے ہوئے بتایا۔

''میں تو برآمدے میں کپڑے دھو رہی تھی۔''

''عینی صبح کی سہیلی کے گھر گئی ہے، نوی رات کا آیا نہیں، ولید ابھی تک سو رہا ہے، ورنہ وہی فریش جوس بنوا کے پی لیتا، نوکرانی ہمارے گھر آتی نہیں، پھر بتاؤ کس پہ الزام دھروں گی۔'' تائی کسی

خوفناک بلا کی طرح پھنکاری تھیں، نشرہ پھر سے روہانسی ہو گئی، تائی کی باتوں کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، وہ بے بس تھی۔

''یقین کریں تائی! مجھے کچھ پتا نہیں۔'' نشرہ بھرائی آواز میں بولی۔

''کھا پی کر ڈکار گئی جھوٹی۔'' تائی پھر سے چلائی تھیں، شور کی آواز سن کر اوپر سے چاچی نے بھی کھڑکی کھول کر نیچے جھانکا۔

''اس کی تلاشی لیں بھابھی۔'' اوپر سے مخلصانہ مشورہ آیا۔

''کیا پیٹ کی تلاشی لوں؟'' تائی چڑ کر رہ گئیں۔

''نہیں وہاں کے کمرے کی۔'' چاچی دور کی کوڑی لائی تھیں، تائی کی آنکھیں چمکیں، کبھی کبھی عالیہ عقل کی بات کرتی تھی۔

''یہ تو میں نے سوچا نہیں۔''

''کام کی باتیں آپ کم ہی سوچتی ہیں بھابھی۔'' عالیہ چاچی نے طنزیہ کہا تھا، تائی سنی ان سنی کر کے سٹور روم میں گھس گئی تھیں، نشرہ بھی ان کے پیچھے چلی آئی، تائی کسی جنون کے عالم ایک ایک چیز کی تلاشی لے رہی تھیں، پورے سٹور روم میں فروٹ کی ذرا خوشبو نہیں تھی، بس پرانی سیلن زدہ چیزوں اور ''کباڑہ'' کی ناگوار باس رچی ہوئی تھی۔

کچھ ہی دیر میں تائی ناک تک بیزار ہو گئی تھیں۔

عالیہ چاچی نے پھر سے کھڑکی کھول کر سر باہر نکالا۔

''کامیابی ہوئی؟'' چاچی کی آنکھیں چمک رہی تھیں، نشرہ کی درگت چاچی کو بڑا مزہ دیتی تھی۔

''کبھی چور ثبوت چھوڑتا ہے؟'' تائی نے ناک بھوں چڑھا کر نشرہ کو گھورا تھا، وہ اتنی آسانی سے جان چھوڑنے والی نہیں تھیں۔

''بڑی چوکنا ہو کر صفایا کرتی ہے نشرہ۔'' چاچی نے جلتی پہ تیل ڈالا۔

''میں بھی نکلوا کر چھوڑوں گی۔'' تائی خطرناک تیور لئے نشرہ کی طرف بڑھی تھیں، نشرہ بے چاری گھبرا گئی، تائی سے کچھ بعید نہیں تھا، غصے میں جھانپڑ لگانے سے گریز نہیں کرتی تھیں، وہ سہم کر پیچھے ہٹی۔

''قسم ہے تائی! مجھے کچھ خبر نہیں، میں تو کپڑے دھو رہی تھی۔'' نشرہ کپکپانے لگی۔

''تو فرشتے اٹھا کر لے گئے اتنا مہنگا فروٹ۔'' وہ حلق کے بل چلا اٹھی تھیں، پھر سہمی ہوئی نشرہ کی چٹیا پکڑ کر جھٹکا دیا تھا، نشرہ منہ کے بل گر پڑی تھی۔

''ندیدی! کمینی نجانے کس جرم کی سزا ہے ہماری جانوں کو چمٹی ہے، میرے بچوں کے منہ کا نوالہ تک جھپٹ لیتی ہے، منحوس ماری، مرتی بھی نہیں۔'' تائی پہ جن سوار ہو چکا تھا، اس پل وہ ولید کی موجودگی بھی بھول گئی تھیں، ولید نہ صرف گھر میں موجود تھا بلکہ اپنے کمرے میں بھی تھا اور تائی نے ولید کی موجودگی میں اتنا بڑا رسک لے لیا تھا، نشرہ کے گالوں پہ دھڑا دھڑ طمانچے مارتے انہیں احساس تک نہیں ہوا تھا کہ ولید شور کی آواز سن کر باہر آ سکتا ہے، اوپر سے عالیہ چاچی کی کنسرٹی تائی

کا جوش بڑھا رہی تھی۔

چاچی، تائی سے زیادہ چوکنا تھیں، جیسے ہی ان کی نظر نیند بھری آنکھوں والے ولید پر پڑی، ان کی زبان کو بریک لگ گئے تھے، ولید بکھرے بالوں اور سرخ ڈوروں سے اٹی آنکھوں کے ساتھ لاؤنج کا منظر دیکھ رہا تھا، اتنی اونچائی پہ کھڑی عالیہ چاچی کو اتنی دور سے بھی ولید کے چہرے پہ پھیلی برہمی دکھائی دے گئی تھی، ولید کو دیکھ کر بھی انہوں نے تائی کو ہوشیار نہیں کیا تھا بلکہ چپکے سے گردن پیچھے ہٹا لی تھی اور بے آواز کھڑکی کے دونوں پٹ بند کر دیئے تھے، عالیہ چاچی کو دونوں کے درمیان امپائر بننے میں کمال حاصل تھا۔

اب نیچے کی کارروائی تو ملاحظہ نہیں کی جا سکتی تھی پھر بھی ولید کے سامنے جیٹھانی کی پتلی حالت تصور کی آنکھ سے بھی مزہ لے رہی تھی، اتنے دنوں کا بنا بنایا امیج اچانک فلاپ ہو گیا تھا، عالیہ کو بڑا ہی لطف آیا۔

وہ کھڑکی کے پاس کھڑی مسکرا رہی تھیں، دل میں خیال آیا کہ سیڑھیاں اتر کر نیچے چلی جائیں، لیکن اپنے اس خیال کو جھٹک کر وہ کھڑکی سے کان لگا کر کھڑی ہو گئی تھیں، فی الحال نیچے عجیب سناٹا طاری تھا، یوں لگتا تھا، صائمہ تائی اچانک ولید کے سامنے دیکھ کر پتھر میں ڈھل گئی ہیں، آخر ان کی شائستگی کا سارا امیج جو اتر گیا تھا۔

معاً انہیں اپنے پیچھے دبی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

انہوں نے سرعت سے مڑ کر دیکھا تھا، سامنے ان کی لاڈلی حمرہ کھڑی تھی، لمبی لمبی جمائیاں لیتی، آنکھوں سے نکلتے پانی کو انگلی سے دبا دبا کر پونچھتی، نیند بھری آنکھوں اور سوجے چہرے کے ساتھ وہ خاصی بری لگ رہی تھی، یہ اور ہی حسینائیں ہوتی ہیں جو سو کر اٹھیں بھی تو قیامت ڈھائیں، دس دس دن منہ نہ بھی دھوئیں تو اپسرا لگیں، یہاں تو ایک ہفتہ پارلر کا چکر نہ لگتا تو چہرے کی ساری شگفتگی ماند پڑ جاتی تھی، سنہری رنگت کملا جاتی، بھنویں بڑھ کر جنوں سے مشابہ ہو جاتیں، تیکھے نقوش اور سنہری رنگت کا سارا حسن گہنا جاتا تھا۔

سو حمرہ کو مین ٹین رکھنے کے لئے عالیہ کمیٹی ڈال کر بھی بڑی رقم پس انداز کر کے بیٹی کے حسن کو برقرار رکھنے کے لئے اس کے جہیز کی قربانی دے رہی تھی، اچھی شکل کے ساتھ اچھا رشتہ مل جاتا تو جہیز کے جھنجٹ کی بھی ضرورت نہیں تھی، سو وہ زیادہ کوشش حمرہ کے نین نقش نکھارنے کے لئے کرتی تھیں، اس سے چھوٹی ثناء عالیہ کو کبھی بھی قابل توجہ نہیں لگی تھی، نامراد ساری ددھیال پہ پڑی تھی، سانولی رنگت، ناٹا سے لمبا قد، اوپر سے نقش ننھیالی، سو ثناء نے تو عالیہ کے سارے ارمان گہری نیند سلا ڈالے تھے، البتہ حمرہ کے لئے عالیہ کے دل میں بڑی گنجائش تھی، تبھی تو اس وقت حمرہ کو ہنستے دیکھ کر بھی انہوں نے غصہ نہیں کیا تھا، حالانکہ وہ ماں کے کن سوئیاں لینے پر صاف مذاق اڑاتی نظر آ رہی تھی۔

''امی! بند کھڑکی سے آپ کو کچھ دکھائی نہیں دے گا، میری مانیں تو نیچے چلی جائیں، لائیو سین دیکھنے کا اپنا ہی مزہ ہوا کرتا ہے۔'' حمرہ مزہ لیتے ہوئے مسکرائی تھی، عالیہ نے گھور کر لاڈلی دختر کو دیکھا تھا، جو دختر ضرور تھی لیکن نیک اختر کہیں سے نہیں تھی، اوپر سے گز بھر لمبی زبان تھی، جو چلنے پہ آ

جاتی تو رکتی نہیں تھی، اس وقت بھی ماں کی گھوریوں کو کسی خاطر میں نہ لا کر وہ پھر سے مسکرائی۔

"ویسے امی! آپ کو کن سوئیاں لینے پہ ایوارڈ ملنا چاہیے، نیچے چیونٹی بھی چلے تو آپ کو آواز آ جاتی ہے، بڑی غضب کی قوت سماعت پائی ہے آپ نے۔" حمرہ نے اب کہ ماں کو خاصا سراہا تھا۔

"بائی دا وے نیچے ہو کیا رہا تھا؟" اس نے بڑی راز داری کا مظاہرہ کیا۔

"تائی اور تایا کی جھڑپ چل رہی تھی؟ یا بیٹی تائی سے تکرار کر رہی تھی؟ یا پھر نوبی، نشرہ سے چھپ چھپ کے عشق فرما رہا تھا؟" حمرہ کی آنکھوں میں بھرپور شرارت تھی، عالیہ نے بیٹی کو پھر سے گھورا۔

"بکواس ہو گئی ختم؟" وہ ناک بھوں چڑھا کر پوچھ رہی تھیں۔

"صرف بک بک کرنا آتی ہے، زبان ہلانی آتی ہے یہ میں ہوں جو تمہارے عیبوں پر پردہ ڈال لیتی ہوں، ورنہ اتنی لمبی زبان کے ساتھ کوئی بھی تمہیں ایک منٹ برداشت نہ کرے۔" عالیہ پہلے سے بھری بیٹھی تھیں، ایک دم پھٹ پڑیں۔

"اوف امی!" حمرہ نے تنگ کر کہا۔

"آپ کو تو میری برائیاں کرنے کا موقع ملنا چاہیے، بات کہاں کی تھی ختم مجھ پہ کر دی، میں تو نیچے والوں کا احوال پوچھ رہی تھی۔" اس نے ناک چڑھا کر عالیہ کو موضوع کی طرف لانا چاہا تھا۔

"آپ کھڑکی سے کان لگا کر کیا سن رہی تھیں؟ مجھے بھی بتا دیں، میں تجسس سے مر رہی ہوں۔" حمرہ بے تابی سے بولی تھی، عالیہ کو نیچے کی کارروائی اچانک یاد آ گئی، جیٹھانی کی پتلی حالت کا مزہ حمرہ کی بکواس بھی بھلا گیا تھا، ان کی آنکھیں چمک سی گئیں۔

"تمہاری تائی تو آج بری پھنسی ہے۔" عالیہ مسکرا کر بتانے لگی۔

"کیسے؟" حمرہ کا اشتیاق بھی قابل دید تھا، اپنی شو باز تائی اور ان کی بیٹی بیٹی سے حمرہ خاصی خار کھاتی تھی۔

"بس سمجھو، ولید کے سامنے صائمہ بیگم کے سارے بھرم ٹوٹ گئے۔" عالیہ نے جیسے چٹخارا لیا۔

"میں کیسے سمجھ لوں؟ تفصیل بھی بتائیں نا۔" وہ اور بھی بے تاب ہوئی تھی، ماں کی طرح اسے بھی صائمہ کی درگت بننے کا انتظار رہتا تھا۔

"تمہاری تائی کی "اصلیت" ظاہر ہو گئی ہے، سمجھو تو تمہاری لائن کلیئر ہوئی۔" عالیہ کا انداز بڑا جوشیلا تھا، حمرہ کے اندر اچھل سی مچی تھی، ماں کا اشارہ سمجھنا مشکل نہیں تھا، پھر بھی اس نے انجان بننے کی بھرپور اداکاری کی، حالانکہ دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے۔

"کیا مطلب امی!" اس نے آنکھیں پٹپٹا کر پوچھا، گویا معصوم بننے کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے تھے، عالیہ نے بیٹی کو ساری تفصیل بتائی تھی، یہ بھی بتایا کہ صائمہ تائی کو انہوں نے کیسے بڑھکایا تھا، سو وہ بلاوجہ نشرہ سے الجھ پڑیں۔

"ہائے کیا سچ؟" حمرہ کی آنکھیں یہاں سے وہاں تک پھیل گئی تھیں۔

"تو میں کیا جھوٹ بول رہی ہوں۔" عالیہ نے فوراً برا مان لیا۔

"امی! ولید نے خود دیکھ لیا؟" وہ ماں کا منہ بنا دیکھ کر بھی نظر انداز کر کے سخت بے چینی سے بولی تھی، عالیہ بیٹی کی بے تابی کو اچھی طرح سمجھ رہی تھیں، سو ہونٹ پھیلا کر سر اثبات میں ہلانے لگیں۔

"اس کے تاثرات کیسے تھے؟" حمرہ کھلکھلا کر پوچھ رہی تھی۔

"بہت برے۔" عالیہ نے ہنسی دبائی۔

"تائی کا "نیک پروین" بننے والا سارا ڈرامہ فلاپ ہو گیا۔" حمرہ نے جیسے صائمہ تائی کا مذاق اڑایا تھا، عالیہ نے ہنس ہنس کر بھرپور ساتھ دیا۔

"تو اور کیا، ولید کے تیور کچھ اچھے نہیں تھے۔" عالیہ کا انداز راز دارانہ ہو گیا۔

"ہوں، یہ تو بڑا خوش آئند عمل ہے، ورنہ تائی تو یتیموں کی سرپرستی کا بیڑہ اٹھا کر ولید کے سامنے مدر ٹریسا بنی ہوئی تھیں، بہت اچھا ہوا جو ولید نشرہ کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی جان گیا۔" حمرہ جوش کے عالم میں نان اسٹاپ بولتی چلی گئی تھی۔

"اب دیکھیے گا، میں پتھر میں سوراخ کر کے کیسے ولید کو بیتی کے چنگل سے نکالتی ہوں۔" حمرہ نے جیسے چٹکی بجائی تھی، گویا یہ کام اس کے بائیں ہاتھ کا تھا، وہ بڑی پرجوش نظر آ رہی تھی، کیونکہ ولید، اس کی ماں کو پسند نہیں کرتا تھا ہاں صائمہ تائی کو ضرور پسند کرتا تھا کیونکہ جو بھی تھا نشرہ کے حوالے سے سارے کریڈٹ صائمہ تائی کے کھاتے میں جاتے تھے، نشرہ کی پرورش جیسے تیسے ہی سہی، صائمہ تائی نے کی تھی، سو خاندان کی نظر میں وہ بڑی خدا ترس اور بلند خاتون تھیں، یہی ایک اسٹرونگ پوائنٹ تائی کے ہاتھ میں تھا جو انجانے میں ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

☆☆☆

اس کی آنکھوں میں ناگواری کی لہر بہت دور سے بھی واضح ہو رہی تھی۔

فراخ پیشانی پہ ناگواری تھی، اس کے تاثرات میں بھی برہمی تھی، کچھ دیر تک تو ولید صورتحال سمجھنے کی کوشش کرتا رہا، چونکہ وہ نیند سے اٹھ کر آیا تھا، اس لئے کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا، لاؤنج کا منظر عجیب سا تھا، صائمہ مامی کا جلال کسی طور معمولی واقعہ کی طرف اشارہ نہیں کر رہا تھا، وہ کسی بھری بلی کی طرح نشرہ پہ جھپٹ رہی تھیں اور نشرہ کسی سہمی چڑیا کی طرح کھڑی تھی، نشرہ نے کوئی بڑی غلطی کا ارتکاب کیا تھا جو صائمہ مامی جیسی پولائٹ خاتون سارے اخلاق اور نزاکت کو ایک طرف رکھے چلا رہی تھیں۔

اس کی نیند بھری آنکھوں میں شدید الجھن تیر رہی تھی، آخر نشرہ سے کیا گناہ سرزد ہوا تھا؟ وہ جاننے کے لئے دو قدم آگے بڑھا تھا تب ہی صائمہ مامی کی نگاہ ولید پر پڑی، وہ لمحوں میں بھونچکی ہو گئی تھیں، جیسے کسی نے جادو کی چھڑی سے صائمہ مامی کو فریز کر دیا ہو، ان کے تاثرات سے لگ رہا تھا جیسے انہیں ولید کی گھر میں موجودگی کا پتا نہیں تھا، اگر پتا بھی تھا تب بھی ذہن سے لمحاتی طور پر محو ہو چکا تھا اور اب ولید کو اچانک سامنے دیکھ کر وہ عجیب سی بوکھلاہٹ کا شکار ہو رہی تھیں۔

ولید نے کچھ آگے بڑھ کر اپنے گمبھیر بھاری لہجے میں دریافت کیا۔

"مامی! کیا مسئلہ ہے؟" اس نے نشرہ سے نہیں، ڈائریکٹ صائمہ سے پوچھا تھا، اب جواب

بھی صائمہ تائی کو دینا تھا، آج وہ ولید کے سامنے بہت بری پھنس گئی تھیں، سمجھ نہیں آرہا تھا، ولید کو منظر سے کیسے غائب کریں۔

"نشرہ نے کیا کر دیا؟" جواب نہ پا کر بھی اس نے چبھتے لہجے میں کہا تھا، صائمہ تائی تھوک نگل کر گڑبڑا گئی تھیں، انہوں نے مارے بوکھلاہٹ کے اوپر کی طرف دیکھا تھا، کھڑکی کے پٹ بند تھے اور عالیہ ہمیشہ کی طرح آڑے وقت میں ڈاج دے کر منظر سے ہٹ چکی تھی، صائمہ تائی کو عالیہ چاچی کی غداری پہ جی بھر کے تاؤ آیا۔

"بڑی مکار عورت ہے، مجھے بڑھکا کر خود بھاگ گئی، میری بھی عقل گھاس چرنے چلی گئی، کیا ضرورت تھی ولید کی موجودگی میں عدالت لگانے کی۔" صائمہ تائی اپنی عقل کو کوستی بڑی شرمسار تھیں۔

"آپ نے بتایا نہیں۔" وہ اب بھی نشرہ کو دیکھے بغیر صائمہ تائی سے مخاطب تھا، انہوں نے بے ساختہ نگاہ چرائی۔

"یہ پھسل گئی تھی۔" صائمہ تائی نے گھبراتے ہوئے بتایا، ولید کی آنکھوں میں عجیب سا استہزاء بھر گیا تھا۔

"پھسل گئی تھی؟ اور آپ اسے اٹھانے کی بجائے مار رہی تھیں یا حیرت؟" ولید نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

"اس نے ڈنر سیٹ بھی توڑ دیا، بڑا قیمتی ڈنر سیٹ تھا، باہر سے منگوایا تھا۔" صائمہ تائی لکنت زدہ لہجے میں جھوٹ کی ملاوٹ کر رہی تھیں، ولید کی آنکھوں کا استہزاء بڑھتا رہا، جیسے تائی کا جھول نما جھوٹ اسے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

"ڈنر سیٹ توڑ دیا؟ اس کے کانچ کہاں ہیں؟" اس نے آنکھیں میچ کر ادھر ادھر بغور دیکھا، فرش پہ، تخت کے نیچے، صوفوں کے نیچے، دائیں بائیں ہر جگہ، ولید کو ایک بھی ٹوٹا کانچ دکھائی نہیں دیا۔

"نشرہ نے ایک ایک کانچ کا صفایا کر دیا ہے، ایک ٹکڑا بھی دکھائی نہیں دیا۔" ولید کی حیرت پہ صائمہ تائی دانت پیس کر رہ گئی تھیں۔

"ولید! یہ چورنی ہے، قیمتی سے قیمتی چیز چرا لیتی ہے، بڑی پرانی عادت ہے اس کی، بہت سمجھایا، پیار سے بھی مار سے بھی، لیکن یہ سمجھتی نہیں۔" مارے بوکھلاہٹ کے وہ الٹا سیدھا بول رہی تھیں، ولید لمحہ بھر کے لئے ٹھٹکا۔

"کیا چرایا ہے نشرہ نے؟" اس کے لہجے میں واضح چبھن تھی۔

"بہت کچھ چرا چکی ہے نشرہ، کیا کیا بتاؤں؟ پچھلے سال میرے بندے چرا لئے، عینی کا موبائل غائب کر دیا، تمہارے ماموں کی گھڑی نجانے کہاں گئی، تو بی کی چین؟" تائی فراٹے سے جھوٹ بول رہی تھیں، ولید نے انہیں روکا نہیں، وہ پر سوچ نظروں سے صائمہ تائی کو دیکھتا رہا۔

"اور کیا؟" اس کا انداز بلا کا سنجیدہ تھا، صائمہ تائی نے سمجھا، ولید ان کے جھوٹ کو سچ سمجھ رہا ہے، وہ کچھ پرجوش ہو گئی تھیں۔

"بیٹا! کچھ نہ پوچھو نشرہ کی فطرت ہی ایسی ہے، میری تربیت پہ داغ لگانے سے گریز نہیں

کرتی، لوگ تو مجھے ہی قصوروار ٹھہراتے ہیں۔" ان کا لہجہ بلا کا رقت آمیز ہو گیا، آنکھوں میں جھوٹ موٹ کا آنسو بھی بھر لائی تھیں۔

"تو ٹھیک ہی ٹھہراتے ہیں۔" وہ زیر لب بڑبڑایا۔

"ماں باپ سر پہ نہیں، کل بیٹی ہمارے ذمے ہی آئے گی۔" صائمہ تائی کا لہجہ بھرا گیا، وہ جلد از جلد ولید کو موضوع سے ہٹانا چاہتی تھیں۔

"اس میں کوئی شک نہیں۔" ولید نے جیسے تائید کی۔

"اسی لئے سمجھاتی ہوں، کبھی پیار سے، کبھی مار سے، کبھی ڈانٹ سے، تاکہ اگلے گھر جا کر "جائے" میں رہے، ماں باپ دادا کی عزت کو بٹہ نہ لگائے۔" صائمہ تائی نے دانت پیس کر سسکتی ہوئی نشرہ کو دیکھا، وہ ان کی گھوریوں کو سمجھ کر بھی اٹھنے مرنے کی بجائے ادھر کو سر جھکائے بیٹھی تھی، صائمہ تائی کا بس نہیں چل رہا تھا نشرہ کو اٹھا کر کسی کونے میں پھینک دیں، یا اس کی گردن کو دبا کر گھٹی گھٹی سسکیوں کو اس کے اندر ہی کہیں روک دیں۔

"فی الحال اس نے کیا چرایا ہے مامی؟" تائی کی حتی المقدور کوششوں کے باوجود وہ دوبارہ ان کو موضوع کی طرف لے آیا تھا، تائی جیسے دھک سے رہ گئی تھیں، ان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ ولید دوبارہ سے بات وہیں سے شروع کرے گا جہاں پہ ختم کی تھی، بلکہ بات اس نے ختم ہی کہاں کی تھی؟ وہ تو گھما پھرا کر وہیں لے آیا تھا۔

نشرہ نے دکھی نظروں سے گھٹنوں میں دیا سر اٹھا کر ولید کی طرف دیکھا، وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا، بلکہ تائی کی طرف سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا، جو لمحوں میں پھر سے بوکھلا گئی تھیں۔

"تمہارے ماموں فروٹ کا ڈھیر اٹھا لائے تھے، عینی نے کہا، تم ڈیلی فریش جوس لیتے ہو تو ہر قسم کا پھل منگوایا تھا، میرے نظر سے اوجھل ہوتے ہی نشرہ کی کمینگی نے کام کر دکھایا۔" مرتا کیا نہ کرتا؟ تائی کو وجہ بتانا ہی پڑی کیونکہ ولید وجہ جانے بغیر نہ ٹلنے والا تھا نہ جان چھوڑنے والا تھا، اس کی آنکھوں میں تحیر سا چھلک گیا۔

"نشرہ آدھے گھنٹے کی مدت میں باسکٹ کا صفایا کر گئی؟ یا حیرت، اس کی صحت سے لگتا تو نہیں۔" ولید گویا بھونچکا رہ گیا تھا، نشرہ نے پھر سے ولید کو سرخ آنکھوں سے دیکھا، ایک کرلاتا شکوہ نتھنے سے پانی کے قطرے کی صورت پلکوں کی حدیں توڑ کر نیچے کہیں گر گیا تھا، ولید نے بمشکل اس بھیگے منظر سے نگاہ چرائی۔

"تم نہیں جانتے بیٹا! ایسے ہی مجھے ذلیل کرتی ہے، جانے کہاں تازہ فروٹ پھینک آئی، بس مجھے بھونکنے پہ مجبور کرتی ہے۔" صائمہ تائی خود بھی کچھ دکھی سی ہو رہی تھیں، ولید نے سمجھ کر سر ہلایا، گویا ساری بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی، اس نے صائمہ تائی کو تسلی دیتے ہوئے نشرہ کی طرف دیکھا۔

"بہت ہی گھٹیا قسم کی حرکت ہے، اس سے پتا چلتا ہے کہ ظرف اور ضمیر کا ہونا کتنا ضروری ہے ہر انسان کے اندر۔" وہ مخاطب تو نشرہ سے تھا مگر دیکھ صائمہ تائی کی طرف رہا تھا، صائمہ تائی کے اندر ٹھنڈ پڑ گئی تھی، ان کی ایک جواس باختہ کام آ چکی تھی، ولید کی نشرہ سے تنفر کر کے ان کی آنکھوں میں عجیب سی چمک اتر آئی تھی، پچھلے بہت سے دن ہو چکے تھے ولید کی ہمدردیاں نشرہ کی طرف مڑ

روشانے عبدالقیوم

رہی تھیں، صائمہ تائی نے بڑے سلیقے سے ولید کی ہمدردیوں کا رخ موڑ لیا تھا۔

ولید ایک سلگتی نگاہ موجودہ منظر پہ ڈال کر دو قدم پیچھے ہٹا تھا، پھر اسی بکھرے حلیے میں پچھلی طرف مڑتا ہوا ڈرائنگ روم کے دروازے تک پہنچا تھا، اندر سے گفتگو کی بھنبھناہٹ باہر تک آرہی تھی، حالانکہ بولنے والے اپنے تئیں خاصے محتاط لگ رہے تھے، ولید نے وہیں کھڑے کھڑے جوتے کی نوک سے دروازے پہ ہلکا سا دباؤ ڈالا تھا، دروازہ "چرر" کی آواز کے ساتھ کھل گیا تھا، ولید نے وہیں کھڑے اندر کا منظر ملاحظہ کیا۔

دوسرے ہی پل اس نے صائمہ تائی کو آنکھ کے اشارے سے پاس بلایا تھا، تائی ناسمجھی کے عالم میں چلتی ہوئی بہرحال ولید کا اشارہ پا کر آگے بڑھ آئی تھیں، نشرہ بھی سر اٹھا کر ان دونوں کی طرف دیکھنے لگی، ولید نجانے کیا کرنے والا تھا؟

صائمہ تائی ڈرائنگ روم کے کھلے دروازے کے اندر پھیلے منظر کو دیکھ رہی تھیں، اسی حساب سے ان کی آنکھوں میں خجالت، شرمساری، کرب اور بے انتہا غصے کے تاثر ابھر رہے تھے، اندر کا منظر کم از کم صائمہ تائی کو کھڑے کھڑے بے ہوش کرنے کے لئے بہت کافی تھا۔

ڈرائنگ روم کے اندر دور تک سگریٹ کا دھواں پھیل رہا تھا، اس ناگوار غبار کے پیچھے ایسا منظر تھا جو فی الوقت صائمہ تائی کے لئے دیکھنا بڑا محال تھا، وہ بھی ولید کی موجودگی میں، جبکہ ولید کی آنکھوں میں کیسی چبھن اور استہزا ابھر رہا تھا۔

وہ اندر ہی اندر کٹنے لگیں، نشرہ سے نفرت اور بیزاری اپنی جگہ، کم از کم ولید کی بدگمانی کا بوجھ اٹھانا بڑا محال تھا، وہ بھی اس صورت میں، جب اکلوتی نند نے ولید کے لئے ڈھکے چھپے لفظوں میں بیٹی کا ذکر بھی کر دیا تھا، صائمہ تائی کو لمحوں میں بازی الٹتی محسوس ہو رہی تھی۔

انہیں عالیہ پہ شدید قسم کا غصہ آیا تھا، کیسا ڈھکا چھپا وار کیا تھا، دو منٹوں میں ان کا ولید کے سامنے بنا بنایا امیج بگڑ کر رہ گیا تھا اور اب اپنی ہی مسخ شدہ شکل ولید کی آنکھوں کے آئینے میں دیکھنا کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔

انہوں نے آنکھیں مسل مسل کر ایک مرتبہ پھر اندر کے منظر کو دیکھا تھا۔

نوی اپنے تین آوارہ دوستوں کے ساتھ کیلے، سیب اور انار کھاتا ارد گرد کے ہر منظر سے بے خبر تھا، سینٹرل ٹیبل پہ چھلکوں کی ڈھیری صائمہ تائی کو طنزیہ انداز میں دیکھ رہی تھی، وہ سر سے پیر دل تک شرمساری کے غلاف میں لپٹ گئی تھیں۔

معاً ان کے پیچھے نشرہ بھی آ کھڑی ہوئی تھی، ولید نے نگاہ موڑ کر نشرہ کی طرف دیکھا، نشرہ کی آنکھوں میں تشکر کی واضح چمک ولید کو مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی، وہ اسے وکٹری کا نشان بنا کر دکھاتا اپنے روم کی طرف بڑھ گیا تھا، جبکہ صائمہ تائی ابھی تک شرمسار اور ششدر کھڑی سوچ رہی تھیں کہ اب کیسے ولید کے سامنے صفائی پیش کریں۔

(باقی اگلے ماہ)

وہ بدنصیب عورتیں پچھتاوے اور دکھ کے آنسوں بہا رہی تھیں، وقت خاموش تماشائی بنا ان دونوں کو تھکا رہا تھا، ایک بدنصیب مرد کے لئے وہ دونوں رو رہی تھیں، ایک عورت جو ماں تھی اور دوسری محبوب بیوی، دونوں عورتیں اس مرد کے آنے سے پہلے اور بعد میں بہت مطمئن تھیں بس درمیان کا عرصہ ناقابل برداشت تھا جانے کیا ہوا کہ سب کچھ یک دم بدل گیا؟ ورنہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا، دو عورتیں ہمیشہ ایک ساتھ مطمئن ہوتی ہیں، مگر درمیان میں تیسرا فرد کوئی مرد ہو، جو آجائے تو وہ اطمینان غارت ہو جاتا ہے، چاہے وہ سوکنیں ہوں، چاہے وہ نند بھابھی ہوں یا چاہے وہ ساس بہو ہو، ایک مرد کا ہونا سب کا ان کا سکون چھین لیتا ہے، وہ عورتیں بھی دشمن بن جاتی ہیں۔

آج بھی ہمیشہ والا قصہ دہرایا جا رہا تھا، دو عورتیں ایک مرد کے لئے آنسوں بہا رہی تھیں، اس کے ہونے پر نہیں، بلکہ نہ ہونے پر۔

اس بہار میں
ایسا ہو
کہ
تم لوٹ آؤ
لیکن نہیں
اب یہ ممکن ہو کیسے؟
کہ
تم تو جا چکے ہو
اور
جو چلے جاتے ہیں
وہ واپس کب آتے ہیں؟
وہ صدا میں کب سنتے ہیں؟
جو چھوڑ جاتے ہیں
پھر وہ
دانستہ ہماری آواز پر پلٹ کر نہیں آتے
گزشتہ موسموں کی طرح
بہار نے
بھی
تمہاری یاد کے دیپ جلائے
تمہاری چاہ کے پنچھی گھر آئے
یہ کیسی بہار آئی ہے
کہ
پھر تمہاری یاد کی کونپلیں پھوٹ پڑی ہیں
کاش اب کے برس
تمہاری یاد نہ آتی
یا پھر یہ بہار.....
کاش

اب وہ دونوں پہلے کی طرح ایک دوسرے کے گلے سے لگی رو رہی تھیں۔

وہ مرد جو ایسا منظر دیکھنا چاہتا تھا وہ حسرت لئے چلا گیا، تو وہ دونوں پہلے کی طرح ایک ہو گئیں، دکھ سانجھا تھا۔

درمیان کا عرصہ اس مرد نے کسی قیامت کی طرح عذاب میں کاٹا تھا۔

ہمیشہ نقصان ہونے کے بعد بندے کو احساس کیوں ہوتا ہے، وہ کیوں نہیں سنبھلتا؟ کہ پھر پچھتانا پڑ جاتا ہے؟

☆☆☆

"جب دیکھو، کبھی کی نمک زیادہ ہے کبھی زیادہ ہے، یہ ٹماٹر سالن میں کیوں اتنے زیادہ ڈالے ہیں، سر پر کھڑی ہو کر نگرانی میں کھانا بناتی ہیں مجھ سے، حد ہوتی ہے ہر بات میں کیڑے نکالتی رہتی ہیں، بھئی میری زندگی جینے دیں مجھے، آپ نے تو جی لیا، شرجیل مجھے پھپھو کے ساتھ نہیں رہنا، سن لیا آپ نے یہ میں آخری بار کہہ رہی ہوں، ورنہ میں امی کے ہاں چلی جاؤں گی،

آپ ماں بیٹے کو تو میں انسان ہی نہیں لگتی۔" وہ سوں سوں کرتی شرجیل سے کہتے ہمیشہ کی طرح اہمیت نہ ملنے پر دھمکی دینے پر اتر آئی۔

شرجیل جو لنچ کے لئے آیا تھا، اب بیڈ پر بیٹھا جوتے کے تسمے باندھ کر جانے کی تیاریوں میں تھا سوچ میں پڑ گیا۔

شادی سے پہلے اماں یعنی شرجیل کی ماں اور بجیلا میں بے انتہا محبت تھی، دونوں بات بات پر گلے لگ جاتیں، ایک دوسرے کے منہ چوم لیتیں، ایسی محبت کے کیا دو سہیلیوں یا بہنوں میں ہوتی ہوگی، ان کی مثال زبان زد عام تھی۔

بجیلا اپنے گھر نہیں ٹکتی تھی، کالج سے آکر سیدھا پھپھو کے ہاں پہنچ جاتی، دونوں طرف ایک ہی حال تھا۔

شرجیل نے نوکری پر لگتے ہی گوری چٹی لڑکی سے شادی کا مطالبہ کر دیا ماں نے جھٹ سے بجیلا کا نام اکلوتے بیٹے کے سامنے رکھا، وہ تو تھا ہی فرمانبردار سانولی سلونی سی بجیلا سے شادی کے لئے راضی ہو گیا اور پھر لیا تو، جن کا دن ایک دوسرے کے چہرے کو دیکھے بغیر گزرتے ناں تھے آج وہ ایک دوسرے کی صورت دیکھنے کی روادار ناں تھیں، پہلے جس محبت کے قصے زبان زد عام تھے جس پھپھو بھتیجی کو خاندان والے لیلیٰ مجنوں کہہ کر چھیڑتے، آج وہ دونوں ایک دوسرے کی جانی دشمن بن گئی تھیں۔

درمیان میں شرجیل بیچارہ پس کر رہ گیا تھا، وہ ٹھنڈی آہ بھرتا کمرے سے باہر آ گیا۔

"ہاں ہاں میری بات کا جواب کیا دیں گے، پھپھو نے خوب بھرا ہوگا آپ کو کہ نوکرانی ہے بس کام لیتے رہو، اس کی خوشی کا خیال نہ رکھنا، میری خوشی بھلا کہاں ان سے برداشت ہوتی ہے۔" وہ روتے ہوئے جل کر کہتی پیچھے صحن میں آ گئی تھی۔

سامنے تخت پر پان بناتی اماں کے کان کھڑے ہو گئے وہ بھلا کہاں جواب دینے سے چوکتی تھیں جھٹ بولیں۔

"شرجیل بیٹا میں نے ناحق ظلم کمایا تم پر، اچھا تھا کسی بھلی عورت سے اپنی پسند کی شادی کر لیتے، میں نے یہ بلا سر منڈ دی، اب بھی وقت ہے دو بول لکھ کے چلتا کرو، عورتوں کی کمی نہیں میرے شہزادے کے لئے، اب دیکھو یہ نہیں کہ سارا دن دفتر میں مغز ماری کرتا ہے تھکن ہو گی، کراچی کے حالات کا بھی پتہ ہے مگر یہ ڈائن کہاں چپ ہو گی، بس اپنے آرام کا خیال ہے، شوہر جائے بھاڑ میں۔"

"ہاں ہاں میں یہ تو فساد کی جڑ ہوں، آپ تو دودھ کی دھلی ہیں ناں، جب دیکھو مجھے طعنے دیتی ہیں۔" اس سے پہلے کہ بجیلا کی بات کا جواب اماں دیتی شرجیل چلایا۔

"اللہ مجھے موت دے دے تاکہ دونوں کو سکون ملے، یہاں نہیں تو کم از کم قبر میں سکون سے تو رہوں گا، جب دیکھو چخ چخ۔" وہ غصے میں باہر چلا گیا، ساس بہو پھر شروع ہو گئیں۔

☆☆☆

اور پھر گاڑی ڈرائیو کرتے انہی مسائل کو سوچتے اس کی کار ٹرالر سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی، وہ مر گیا دعا قبول ہو گئی اور اب واقعی وہ دونوں پہلے کی طرح ہو گئیں، غم ایک تھا کچھ دن سوگ والا ماحول رہا رفتہ رفتہ دونوں نے سمجھوتا کر لیا، کبھی کبھار دونوں سوچتے سوچتے ایک دوسرے کو دیکھتیں تو نظریں اشک بار ہو جاتیں۔

واقعی اس نے ٹھیک کہا تھا، سارا فساد ہی اس کے ہونے کی وجہ سے تھا۔

☆☆☆

بہار زندگی

فرحت عمران

مکمل ناول

سنہری دھوپ کی حدت سارے لان میں پھیلی ہوئی تھی، دھوپ نے کئی روز بعد دیدار کروایا، ابھی اس نے فیض یاب ہونے کے لئے لان میں موجود تھے، ارشد اور شاہد آفس جا چکے تھے، عاذب آفس کی تیاری کر رہا تھا، جبکہ ابریق اور میزاب یونیورسٹی جا چکے تھے اور عروہ خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی، دادی بہو اور بیٹی کے ساتھ لان میں دھوپ سینک رہی تھیں۔

''عروہ کہاں ہے وہ نظر نہیں آ رہی ہے۔''

بہو سے باتوں میں محو ساجدہ کو اچانک پوتی کا خیال آیا تو انہوں نے پلٹ کر ساگ کاٹتی بیٹی سے پوچھا۔

''اماں! وہ ابھی جاگی ہی کہاں ہے؟''

عروہ کو چھٹی والے دن جلدی اٹھنا ناپسند تھا، اس کی صبح گیارہ بجے سے پہلے نہ ہوتی تھی وہ گریجویشن کے ایگزامز کے بعد رزلٹ کا انتظار کر رہی تھی، عائشہ کو عروہ کا دیر تک سونا قطعاً پسند نہ تھا، مگر وہ ان کی ایک نہ سنتی تھی۔

''غضب خدا کا، آدھا دن چڑھ آیا اور اس کی نیند پوری نہیں ہوئی۔'' ساجدہ نے ناگواری کا برملا اظہار حیرت سے ناک پر انگلی رکھ کر کیا، عائشہ چپکی رہیں ابھی کچھ کہنا ان کے غصے کو ہوا دینے کے مترادف تھا۔

''اماں! میں سوچ رہی ہوں، ہم اس سال سے آٹا کی بجائے گندم لینا شروع کر دیتے ہیں۔'' فاطمہ نے گفتگو کا موضوع بدلا، انہیں گندم کی روٹی جتنی پسند تھی اماں کو اتنی ہی ناپسند، ان سے گندم کی روٹی نہ کھائی جاتی تھی۔

''ہے فاطمہ! مجھ بوڑھی کا کچھ خیال کرو۔''

اماں نے صاف انکار کر دیا وہ اپنے دانتوں کا مسئلہ بیان کرنے لگیں، انہیں کمزور دانتوں اور داڑھ درد کا مسئلہ تھا، موضوع گفتگو بدلا تو عائشہ

http://readingcornerpk.blogspot.com

انہیں باتوں میں محو چھوڑ کر اٹھ گئیں۔

☆☆☆

''عروہ بیٹا! اٹھ جاؤ اب۔'' عائشہ نے پردے برابر کر کے کمبل سر تک تانے سوئی عروہ کے سر سے کمبل کھینچا، نیند میں محو عروہ نے جھنجلا کر کروٹ بدلی اور برا منہ بناتے ہوئے تکیہ چہرے پر رکھ لیا۔

''تم اٹھتی ہو یا میں تم پر پانی گراؤں۔'' عائشہ اپنی دانست میں اسے جگا کر واپس پلٹنے کو تھیں کہ اسے دوبارہ سوتا دیکھ کر غصے سے رک گئیں۔

''امی کیا ہے، مجھے کون سا کوئی کام کرنا ہے۔'' عروہ نے جھنجلا کر دور کی کوڑی لائی، عائشہ کے سر پر لگی اور پاؤں پر بجھی، ان کے ہاں صفائی اور دیگر کاموں کے لئے ملازمائیں تھیں، گھر کی عورتوں کا شعبہ صرف کوکنگ اور ملازمین کی نگرانی تھا، عروہ کے اچھے تک مشغلہ اور وراشدہ آدھے سے زائد کام نمٹا چکی ہوتی تھیں۔

''عاذب بھائی آفس چلے گئے؟'' اس کی بولتی ماں کی گھوری نے بند کر دی، وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر جمائی روکتے ہوئے اٹھ گئی۔

''ہر کوئی تمہاری طرح فارغ نہیں ہے، وہ تمہارے ابو اور ماموں سے کچھ دیر بعد چلا گیا تھا۔'' عائشہ ناراضگی سے کمبل تہہ کر کے بستر درست کرنے لگیں۔

''آپ بھی روایتی ماؤں کی طرح ہمیشہ بیٹے کی طرفداری کرتی ہیں۔'' عروہ بات مکمل کر کے تیزی سے واش روم میں گھس گئی، عائشہ کے لبوں پر اس کی بات پر دھیمی مسکراہٹ بکھر گئی۔

☆☆☆

''ایکسکیوزمی!'' ابریق اور میزاب یونیورسٹی کی کینٹین میں چائے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف تھے کہ ایک نرم نسوانی خوبصورت آواز نے ان کی توجہ کھینچی، دونوں نے چونک کر دیکھا، وہ ان کی نئی کلاس فیلو تھی، ان کی کلاسز سٹارٹ ہوئے اڑھائی ماہ ہو چکے تھے جبکہ رائمہ مائیگریٹ ہو کر دو ہفتے قبل ہی آئی تھی، وہ ابریق سے مخاطب تھی، میزاب نے اسے غصے سے گھورا۔

''جی فرمایئے۔'' ابریق نے شائستگی و نرمی کا مظاہرہ کیا تو میزاب کا غصہ بڑھ گیا، وہ اپنا غصہ ضبط کرنے کے لئے بلاوجہ اپنا بیگ کھول کر جھانکنے لگی۔

''مجھے آپ کے نوٹس چاہیے تھے تاکہ میں اپنی اسٹڈی کا نقصان پورا کر سکوں۔'' رائمہ نے نرمی سے گویا اپنی آمد کا مقصد بتایا، ابریق اور میزاب کلاس کے سی آر اور جی آر تھے، وہ اپنی ذہانت و قابلیت کی بناء پر تمام اساتذہ کے پسندیدہ سٹوڈنٹس تھے، ان کا فارمیسی کا آخری سال تھا، ان دونوں کا اصول تھا کہ وہ دوران تعلیم اپنے نوٹس کسی کو نہ دیتے تھے اور اپنا سال مکمل ہونے پر پرانے تمام نوٹس ڈیپارٹمنٹ کی فوٹو سٹیٹ دکان میں رکھوا دیتے تھے تاکہ ان کے جونیئر ان کے نوٹس سے فائدہ اٹھا سکیں، بلکہ ان کے چند اساتذہ ابتدائی رہنمائی کے لئے جونیئر سٹوڈنٹس کو انہی کے پاس بھیجتے تھے وہ دونوں بھی کھلے دل سے ان کی مدد کرتے تھے مگر اب مسئلہ صرف یہ تھا کہ ایک خوبصورت لڑکی ابریق سے ہیلپ مانگ رہی تھی حالانکہ میزاب بھی وہیں تھی اس کے لئے یہی بات ناقابل برداشت تھی، وہ ابریق پر صرف اپنا حق سمجھتی تھی۔

''او کے میں کل آپ کو لا دوں گا۔'' ابریق نے شگفتگی و نرمی بحال رکھتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا، میزاب نے بری طرح چونکتے ہوئے سر بیگ سے باہر نکالا اور ابریق کو زبردست گھوری سے نوازا، یہ ان دونوں کے اصول کے خلاف تھا، وہ دونوں تمام نوٹس مل کر تیار کرتے تھے، اس نے اصول توڑتے وقت میزاب سے مشورہ بھی نہ کیا تھا۔

''تھینکس۔'' رائمہ ممنونیت کا اظہار کرتی پلٹی تو میزاب نے اسے آواز دی۔

''آئی ایم سوری ہم اپنے نوٹس دوران تعلیم کسی کو نہیں دیتے ہیں۔'' میزاب نے لمحہ بھر میں اسے مایوس کر دیا، ابریق حق دق خاموش رہ گیا، اسے میزاب سے یہ امید نہ تھی کہ وہ اس کے اقرار کے بعد انکار کرے گی، وہ خجالت سے جوتے کی نوک گھورنے لگا۔

''میں یہاں نئی ہوں، میں نے سٹوڈنٹس سے آپ دونوں کی بہت تعریفیں سنی تھیں اسی لئے آپ سے ہیلپ لینے چلی آئی تھی، مجھے نہیں علم تھا کہ میں نے غلط سنا ہے۔'' وہ آہستگی سے جتلا کر اسے خفیف کر کے چلی گئی۔

''تم نے کیسے فوراً مجھ سے مشورہ کیے بغیر ہاں کر دی۔'' وہ اس کے جانے کے چند لمحوں بعد اپنی خفت پر قابو پاتے ہوئے ابریق پر چڑھ دوڑی۔

''اگر میں نے ہامی بھر لی تھی تو تمہیں انکار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔'' ابریق کو بھی غصہ آ گیا۔

''اچھا! ایک خوبصورت لڑکی کی ناراضگی کا خوف ہے جناب کو۔'' میزاب نے اس کے غصے کو چٹکیوں میں اڑاتے ہوئے گہرا طنز کیا اور خفگی سے بیگ اٹھا کر چلی گئی، دونوں کے جھگڑے میں چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی، وہ غصے سے میز پر مکا مارتے ہوئے جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆

''میزاب یار اب مان بھی جاؤ۔'' اس نے پورا دن یونیورسٹی میں بھی ابریق سے بات نہ کی تھی اور گھر آ کر بھی خفگی سے منہ پھلائے ہوئے تھی اس کی خفگی سہنا ابریق کے لئے بہت مشکل تھا وہ دونوں ہم عمر اور اکٹھا پڑھتے آئے تھے، ابریق کو ڈاکٹر بننے کا شوق تھا، مگر اس نے محض میزاب کی خاطر فارمیسی میں داخلہ لیا تھا، انہوں نے شعور کی پہلی منزل سے ایک دوسرے کو چاہا تھا مگر کبھی اظہار کی نوبت نہ آئی تھی وہ بنا کہے اک دوسرے کے حال دل سے آگاہ تھے۔

''میزاب سوری۔'' وہ ہنوز خفگی بھری لاپروائی سے جھولا جھول رہی تھی کہ ابریق نے اس کا جھولا پکڑ کر روک دیا، وہ ماتھے پر تیوری ڈالے جھولے سے اتر گئی۔

''تمہیں ضرورت کیا تھی خواہ مخواہ اتنا خوش اخلاقی دکھانے کی۔'' وہ غصے سے اس پر چڑھ دوڑی وہ ابریق کا کسی بھی لڑکی سے فری ہونا پسند نہ کرتی تھی۔

''اوہ تو تمہیں سارا غصہ اسی بات کا ہے۔'' ابریق نے شوخی سے اس کی بات پکڑی، وہ جھینپ کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

''میں سمجھ رہا تھا تمہیں نوٹس لیک آؤٹ ہونے کا ڈر ہے۔'' ابریق اسے شوخ والہانہ نگاہوں سے گھورتے ہوئے زچ کیے جا رہا تھا۔

''ہاں ہے یہی بات، اگر آئندہ تم نے کسی لڑکی سے بات بھی کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔'' وہ اگلے لمحے دوبارہ جنگلی بلی کا روپ دھارے اس پر جھپٹی تھی وہ دونوں یونہی تھے ایک پل لڑائی تو اگلے پل صلح، ان دونوں میں اتفاق بھی بہت تھا مگر کب لڑائی ہو جائے کچھ خبر نہ ہوتی۔

''شکر ہے تم مانی تو۔'' ابریق کی محبت کی لو دیتی آنکھوں نے اسے اپنے خول میں سمٹ

جانے پر مجبور کر دیا، وہ دھڑکنوں کے ارتعاش سے گھبرا کر وہاں سے جانے لگی۔

☆☆☆

"لیپا بیٹا تم نے اپنی پیکنگ مکمل کر لی۔" خلیل نے رائس پلیٹ میں ڈالتے ہوئے اکلوتی بیٹی سے پوچھا، جو سوچوں میں گم کھوئی کھوئی سی بے دلی سے ڈنر کر رہی تھی۔

"لیپا بیٹا! کیا بات ہے۔" لیپا نے بے دھیانی میں گم باپ کے سوال کا جواب نہ دیا تو فاخرہ نے اسے نرمی سے ٹوکتے ہوئے اس کا کندھا ہلایا۔

"کچھ نہیں ماما! بس ایسے ہی۔" لیپا چاول کھانے لگی اس کا انداز ٹالنے والا تھا۔

"بیٹا کوئی پریشانی ہے کیا؟" خلیل فکر میں گھر گئے۔

"نہیں ڈیڈی! بس ذرا فرینڈز سے بچھڑنے پر دل اداس ہے۔" لیپا کے لہجے میں نمی گھل گئی اور حلق میں چاول اٹکنے لگے۔

"بیٹا! ادھر تمہاری پھپھو بھی ہیں تم وہاں جا کر بھی نئے دوست بنا لینا۔" فاخرہ سے بیٹی کی آنکھوں میں آنسو نہ دیکھے گئے انہوں نے محبت سے اس کی پیشانی چوم کر اسے تسلی دی، خلیل ریلوے میں اونچے عہدے پر فائز تھے ان کا اکثر کہیں نہ کہیں ٹرانسفر ہوتا رہتا تھا وہ چھ سال سے ساہیوال میں سیٹل لائف گزار رہے تھے کہ ان کا اچانک راولپنڈی ٹرانسفر کر دیا گیا، لیپا تھرڈ ائیر (گریجویشن) کی اسٹوڈنٹ تھی اس کی کئی فرینڈز بن چکی تھیں جن سے بچھڑنے پر وہ اداس تھی۔

"جی ماما" اس نے آنسو پونچھتے ہوئے مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے ڈیڈی کی پریشانی کم کرنا چاہی، وہ ماں کی نسبت باپ سے زیادہ کلوز تھی اور ہر بات ان سے بلا جھجک کر لیا کرتی تھی، خلیل کے لبوں پر آسودہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

☆☆☆

پارٹی پورے عروج پر تھی، شہر کی تمام کریم اکٹھی تھی، ہر سو بڑی بڑی بیگمات کے زرو جواہر سے لدے وجود اور امراء و روساء کے بے فکرے قہقہے تھے، سیٹھ نذیر شہر کا بہت بڑا صنعتکار تھا، اس کا اکلوتا بیٹا بیرون ملک سے تعلیم مکمل کر کے لوٹا تھا، سیٹھ نے یہ پارٹی بیٹے کو اپنے سوشل سرکل میں متعارف کروانے کے لئے منعقد کی تھی، زاردن کی زبردست پرسنیلٹی نے کئی امیر گھرانوں کی لڑکیوں کی توجہ کھینچی تھی، کچھ نے اسے باقاعدہ کمپنی بھی دینا چاہی مگر وہ محتاط رہا، اسے ابھی پھونک پھونک کر قدم رکھنا تھا۔

"زاردن! تم یہاں کیوں بیٹھے ہو۔" اس کا دل پارٹی کے ہنگاموں اور ہلڑ بازی سے بیزار ہوا تو باہر لان میں نسبتاً پرسکون گوشے میں آ گیا، زاردن نے چونک کر نظر اٹھائی تو ایک اور دعوت نظارہ اس کا منتظر تھا، وہ جو کوئی بھی تھی بلاشبہ بے حد حسین تھی، اس کا ڈیپ گلے، سلیولیس لانگ شرٹ (جس کے دامن پر درمیان میں خاصا بڑا کٹ تھا) اور گہرا میک اپ اور لبھاتی ادائیں زاردن کی توجہ کھینچنا چاہ رہی تھیں، زاردن کی بیزاری بڑھ گئی۔

"میں ذرا کھلی فضا میں بیٹھنا چاہتا ہوں۔" زاردن نے اکتا کر نظریں بدل لیں وہ فطرتاً سادگی پسند تھا، اس نے باہر بے باکی کے کئی مظاہرے دیکھے تھے مگر اس کا دل کبھی بے باکی کی سمت مائل نہ ہو سکا تھا۔

"چلیں میں آپ کو کمپنی دیتی ہوں۔" وہ اس کے عین سامنے ٹک گئی غالباً وہ زاردن سے ہر صورت دوستی کرنا چاہتی تھی۔

"نو تھینکس۔" زاردن نے انتہائی رکھائی

سے اسے جانے کا اشارہ کیا، وہ احساس توہین سے سلگ کر پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

"ڈیڈی! کیا آپ نے "ملک اینڈ برادرز" کو لیدر سیمپل سے نئے معاہدے کیے تھے۔" "ملک اینڈ برادرز" سے ان کا معاہدہ فائنل نہ ہوا تھا، وہ اسی بات پر شاہد صاحب سے ڈسکس کر رہے تھے، عاذب دروازہ ناک کر کے اندر آ گیا۔

"آؤ بیٹا! ہم اسی پر غور کر رہے تھے۔" شاہد نے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا، عاذب کرسی سنبھال کر بیٹھ گیا۔

"بھائی جان آپ کیا کہتے ہیں۔" ارشد "ملک اینڈ برادرز" کو سیمپل بھجوانے کے حق میں نہ تھے، "ملک اینڈ برادرز" پر کرپشن کیس دو روز قبل منظر عام پر آیا تھا، وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ کسی مشکل میں پھنسیں، نیب "ملک اینڈ برادرز" کے تمام اثاثوں اور بزنس ڈیلنگ کی کڑی تفتیش کر رہی تھی، ارشد نے اپنا مدعا بیان کرنے کے بعد ان کی رائے مانگی۔

"ہوں۔" وہ متفکرانہ سوچ رہے تھے، ان کی ڈیلنگ ابھی طے نہ ہوئی تھی سو آغاز میں معاہدہ ختم کرنا آسان تھا، شاہد نے پرسوچ انداز میں ہنکارا بھرتے ہوئے ماتھا مسلا۔

"کیا میں بھی کوئی رائے دے سکتا ہوں۔" عاذب نے بازو کہنیوں کے بل میز پر ٹکاتے ہوئے دونوں پر باری باری نظر ڈالی۔

"بالکل بیٹا، کیوں نہیں۔" ارشد نے محبت پاش نظروں سے بھانجے کو دیکھا۔

"ماموں جان میرا خیال ہے کہ سیمپل بھجوانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" عاذب نے رائے دیتے ہوئے دانستہ توقف کیا، وہ دونوں ہمہ تن گوش تھے۔

"ملک اینڈ برادرز۔" ملک کی بہترین کمپنیز میں سے ہے ان کا اپنا ایک معیار اور نام ہے، نیب ان پر الزام ثابت کرے یا نہ کرے مگر انہیں سیمپل پسند آنے پر ہماری مارکیٹ ویلیو بڑھ جائے گی، بالفرض ان پر کیس درست بھی ہے تو ان کے بزنس ریکارڈ میں ہمارا نام کہیں نہیں ہے۔" عاذب نے سکون سے بات مکمل کی، وہ دونوں اس سے متفق ہو چکے تھے۔

"پھر سیمپل کب بھجوائے جائیں۔" ارشد نے چند لمحوں بعد مشورہ مانگا۔

"ماموں جان! ابھی عجلت نہ کریں، میں خود نیکسٹ ویک تک سیمپل بھجوا دوں گا۔" عاذب میز پر پھیلے پیپرز سمیٹنے لگا۔

☆☆☆

"ابریق پلیز! تم بھی آج چھٹی کر لو۔" میزاب نے ملتجی لہجے میں اس کی منت کی، میزاب دو روز سے بخار میں پھنک رہی تھی، سر پاشا کلاس کا امپورٹنٹ ٹیسٹ لے رہے تھے وہ دونوں سر پاشا کے چہیتے اسٹوڈنٹس تھے، میزاب بیماری کی وجہ سے ٹیسٹ مس کر رہی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ ابریق بھی ٹیسٹ نہ دے وہ ابریق کو خود سے آگے بڑھتا نہ دیکھ سکتی تھی، وہ یونیورسٹی کے لئے تیار ہو رہا تھا، میزاب مسلسل اس کے کان کھائے جا رہی تھی۔

"تم دعا کرو مجھے بھی بخار ہو جائے پھر میں نہیں جاؤں گا۔" ابریق بوٹ کے تسمے باندھتا ہوا شرارت پہ مائل تھا، آج کا ٹیسٹ خاص امپورٹنٹ تھا، ان نے کبھی کسی بھی کلاس میں از خود کوئی ٹیسٹ مس نہ کیا تھا، سو اس کا موڈ میزاب کی بات ماننے کا قطعاً نہ تھا۔

"ابریق پلیز میری خاطر۔" میزاب نے

منت کی، ان دونوں میں کمپٹیشن رہتا تھا، ابریق کے ٹیسٹ میں زیادہ نمبرز آ جاتے تو وہ سب کے سامنے اتراتا پھرتا۔

”سوری سویٹ کزن، مجھے دیر ہو رہی ہے۔“ ابریق اس کی منت سماجت کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھ گیا، وہ غصے سے پیر پٹختی اندر بڑھ گئی۔

☆☆☆

”لیہا! بیٹا تمہاری فاطمہ پھپھو کا فون آیا تھا۔“ وہ بیڈ پر نیم دراز پاؤں جھلاتی ٹی وی دیکھ رہی تھی، فاخرہ دروازہ ناک کرتی اندر داخل ہوئیں، وہ سیدھی ہو بیٹھی اور ریموٹ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر بالوں کی پونی ٹیل بنانے لگی، خلیل کو ابھی چند ضروری معاملات نمٹاتے دو ہفتے لگنے تھے، فاخرہ چاہتی تھیں کہ لیہا اسلام آباد فاطمہ کے ہاں ان کی آمد تک رہے تاکہ اس کی تعلیم کا حرج نہ ہو۔

”بیٹا! تمہاری پھپھو کہہ رہی تھیں کہ ابریق تمہارا داخلہ کسی بہترین کالج میں فوراً کروا دے گا۔“ فاخرہ اس کی اسٹڈی کے لیے فکر مند تھیں، انہوں نے نند سے ذکر کیا تو انہوں نے تسلی دی تھی اور وہ بے فکر ہو گئی تھیں۔

”تمہاری پیکنگ مکمل ہے نا۔“ اس کی شام کی فلائٹ میں بکنگ تھی، وہ دو روز سے پیکنگ میں مصروف تھی، اسے کبھی کچھ رکھنا بھول جاتا تو کبھی کچھ، فاخرہ نے اپنے سامنے اس کی پیکنگ مکمل کروائی تھی مگر وہ پھر بھی مطمئن نہ تھی، انہوں نے اٹھتے ہوئے احتیاطاً پوچھا، وہ کسی پارٹی میں جا رہی تھیں۔

”جی ممّا!“ لیہا نے سر ہلاتے ہوئے بال پیچھے جھٹکے تو پونی ٹیل گولائی میں گھوم گئی۔

”اوکے میں شام تک آ جاؤں گی اور تمہیں خود ایئر پورٹ چھوڑنے جاؤں گی۔“ لیہا نے کبھی تنہا سفر نہ کیا تھا، اسی لیے وہ پزل تھی حالانکہ وہ خاصی بولڈ اور پر اعتماد لڑکی تھی مگر اکیلے سفر کرنے کے تصور اور ایئر پورٹ پر بورڈنگ کارڈ اور دیگر معاملات نمٹانے سے ہی اسے ہول اٹھ رہے تھے، اسے ڈیڈی نے تمام پروسیجر سمجھا دیا تھا، لیکن اس کی گھبراہٹ ختم نہ ہو رہی تھی، فاخرہ نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے گرمجوشی سے خود سے لپٹا لیا، اس کے چہرے پر پھیلی گھبراہٹ کم ہونے لگی تھی۔

☆☆☆

کلاس میں خاصا شور تھا، کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی، موضوع گفتگو ابریق کے ٹیسٹ میں شاندار مارکس تھے، وہ ہفتہ بھر کے بخار کے بعد آج ہی یونیورسٹی آئی تھی چونکہ فری پریڈ تھا، سو بھی سٹوڈنٹس بے فکری سے محو گفتگو تھے، میزاب کا دل جل جل کر خاک ہوا جا رہا تھا، اس کا جی چاہا کہ وہ ابریق کو کچا چبا ڈالے اگر وہ اس کی بات مان لیتا تو آج اسے ابریق، ابریق کی پکار نہ سننا پڑتی اس پر طرہ ابریق کا اکڑ اکڑ کر مسکراتے ہوئے میزاب کو دیکھنا تھا، وہ مزید جل کر خاک ہو گئی۔

”یار ابریق تم مجھے اپنا ٹیسٹ دے دینا، میں نوٹس اسی سے تیار کروں گا۔“ ابریق کا گہرا دوست اسد ان دونوں کے ریلیشن شپ سے واقف تھا، وہ میزاب کی بیماری اور اس کا ابریق کو چھٹی پر فورس کرنے سے بھی آگاہ تھا اس نے شرارت سے ابریق کو آنکھ مارتے ہوئے میزاب کو مزید جلایا، وہ ابریق کی کامیابی پر بے حد خوش تھی مگر اسے اپنی غیر حاضری کا دکھ مارے جا رہا تھا، اگر وہ بیمار نہ ہوتی تو آج اس کا نام بھی ابریق کے نام کے ساتھ سٹوڈنٹس کی واہ واہ میں شامل

ہوتا، میزاب خود پر ضبط کیے بیٹھی رہی اس نے اسد کی بات سنی ان سنی کر دی تھی۔

”آف کورس یار، وائے ناٹ۔“ ابریق کے اصول سے اسد واقف تھا، وہ دوست کی شرارت سمجھ کر میزاب کو تپانے میں اس کا ہمنوا بن گیا میزاب کا ضبط ٹوٹ گیا وہ ان دونوں کی شرارت سمجھ گئی تھی مگر اس سے وہاں بیٹھنا دوبھر ہو گیا تھا۔

”کہاں چلیں تم۔“ میزاب کی بیسٹ فرینڈ نازش نے اسے اٹھتے دیکھ کر تعجب سے پوچھا، اگلا پریڈ سٹارٹ ہونے میں دس منٹ رہ گئے تھے اور سر تیمور وقت کے بے حد پابند تھے وہ اپنی کلاس میں کسی سٹوڈنٹ کی ایک منٹ کی تاخیر بھی برداشت نہ کرتے تھے، اسی لیے تمام سٹوڈنٹس ان کے پریڈ میں کبھی دیر سے نہ پہنچتے تھے اور پھر ان کا پریڈ تو اسی کلاس روم میں ہوتا تھا۔

”میں پانچ منٹ میں آتی ہوں۔“ میزاب نے ابریق کو حسب توفیق زبردست گھوری سے نوازتے ہوئے نازش کو جواب دیا، وہ اپنے دوست کے ساتھ مل کر اسے تپانے کی کوشش کر رہا تھا، اس کا خون غصے سے کھول اٹھا تھا، وہ تیزی سے باہر نکل گئی، لحہ بھر کو شور تھم گیا، ابریق کی شریر نظروں نے میزاب کے تیزی سے اٹھتے قدموں میں پھرتی بھر دی تھی۔

☆☆☆

”ویل ڈن عاذب بیٹا! تمہارا مشورہ ہمارے بہت کام آیا۔“ عاذب نے اسی روز سیمپل ملک اینڈ برادرز کو بھجوا دیے تھے، جو انہیں بے حد پسند آئے تھے، ملک اینڈ برادرز کے مالک سیٹھ نذیر ملک ایماندار اور محنتی انسان تھے ان کی کمپنی پر کرپشن کا کیس جعلی نکلا اور نیب نے ہائیکورٹ کی پہلی پیشی میں ہی کیس ختم کر دیا تھا، ملک صاحب نے سیمپل پسند آتے ہی پہلی فرصت میں انہیں کال کر کے آرڈر دے دیا جو انہیں دو ہفتوں میں تیار کرنا تھا، ملک صاحب انہیں اچھا خاصا معاوضہ بخوشی دے رہے تھے، ارشد بے حد خوش تھے، انہوں نے فوراً شاہد اور عاذب کو خوشخبری سنائی تھی۔

”تھینک گاڈ ماموں جان! اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی۔“ عاذب بھی اس ڈیل سے بہت خوش ہوا تھا، ملک اینڈ برادرز سے بزنس کرنے سے انہیں ترقی کے مزید مواقع مل سکتے تھے، ملک اینڈ برادرز کا دائرہ کار ساؤتھ ایشیا اور چند یورپی ممالک تک پھیلا تھا۔

”تم آج ہی اس آرڈر کی تیاری شروع کروا دو تاکہ تاخیر نہ ہو۔“ شاہد نے پر جوش لہجے میں بیٹے کو تاکید کی، ان کی کمپنی پچھلے دو عشروں سے کام کر رہی تھی مگر اتنی زبردست ڈیلنگ پہلی بار ہوئی تھی، وہ بھی بے حد خوش تھے۔

”آپ بالکل فکر نہ کریں ڈیڈی، میں آج ہی کام سٹارٹ کرواتا ہوں، ویسے بھی فرسٹ امپریشن از لاسٹ امپریشن، ایسا نہ ہو کہ وہ تاخیر کی صورت میں آرڈر کینسل کروا دیں۔“ عاذب نے سمجھداری سے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

”اسی خوشی میں گرما گرم چائے ہو جائے۔“ ارشد نے ہنستے ہوئے انٹر کام کی ٹیبل کی سمت ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے تائیدی انداز میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

”زاردون بیٹا! تمہاری آئندہ کی کیا پلاننگ ہے۔“ ملک صاحب لاؤنج میں بیٹھے اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے کہ انہوں نے قریب سے گزرتے زاردون کو روک لیا۔

جم خانہ سے ورزش کر کے لوٹا تھا، اس کے کسرتی بدن پر ٹراؤزر اور ٹی شرٹ تھی اور چہرے

"تمہارا دن ہی بارہ بجے سے پہلے نہیں ہوتا ہے۔" اس نے بظاہر عام سے لہجے میں اس کی آفر رد کر دی، وہ خفت سے سرخ پڑ گئی اس نے چور نگاہ نانی کے چہرے پر ڈالی، وہی اس کی نیند کی سب سے بڑی دشمن تھیں، وہ لاتعلقی سے ناشتہ کر رہی تھیں، اس نے بے ساختہ سکون بھری سانس لی باقی افراد خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔

"بیٹا! تم کل یونیورسٹی سے چھٹی کر کے اس کا ایڈمیشن کروا دو۔" فاطمہ نے بیٹی کی حمایت کرتے ہوئے ابریق کو تاکید کی، اس نے فرمانبرداری سے سر ہلا دیا۔

☆☆☆

"گڈ مائی سن، ویل کم ٹو یور آفس۔" زاروان نے باپ کا آفس جوائن کر لیا تھا، ملک نذیر کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی وہ اسے فیکٹری کے تمام ورکرز سے ملوا کر اور فیکٹری کا چکر لگا کر آفس میں آئے تھے، زاروان مسکرا دیا، وہ کورنش بجا لانے کے انداز میں اپنی چیئر کی طرف اشارہ کیے کھڑے تھے۔

"تھینک یو سو مچ ڈیڈی۔" زاروان نے اس کی کرسی سنبھال لی، وہ اس کے سامنے میز پر ٹک گئے۔

"میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا بیٹا! دولت کمانا مشکل اور اجاڑنا آسان ہے، وہ لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں جو دولت کو وقت پر سنبھال لیتے ہیں۔" انہوں نے اس کی مسکراتی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بڑے پتے کی بات کی تھی، انہوں نے بہت محنت اور کئی سالوں کی انتھک کوششوں کے بعد یہ مقام پایا تھا۔

"ڈیڈی میں آپ کی امیدوں پر پورا اترنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔" زاروان نے ان کا مان بڑھا دیا، ان کی آنکھوں میں آسودگی اور طمانیت ابھر آئی۔

☆☆☆

"کروا آئے اپنی کزن کا داخلہ۔" ابریق نے اگلے روز ہی یونیورسٹی سے چھٹی کر کے اس کا داخلہ شہر کے بہترین کالج میں کروا دیا تھا، وہ سارا دن مصروف رہا اس کا میزاب سے بھی سامنا نہ ہو سکا تھا اور میزاب کو اسی بات پر رہ رہ کر نجانے کیوں شدید غصہ آ رہا تھا، وہ سخت چڑچڑی ہو رہی تھی، اس سے ابریق کا سامنا ہوتے ہی اسے بھرپور طنز سے نوازا تھا، وہ سارے دن کی بھاگ دوڑ سے کافی تھک چکا تھا میزاب کے طنز نے اس کی تھکاوٹ بڑھا دی وہ کچھ کہہ کر اسے مزید غصہ نہ دلانا چاہتا تھا سو خاموشی سے اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ گیا۔

"ہوں۔" میزاب نے اس کے جانے کے بعد غصے سے پیر پٹختے ہوئے عروہ کے کمرے کا رخ کیا۔

"کیا ہوا ہے تمہارا منہ کیوں سوجا ہوا ہے۔" وہ رسالہ پڑھتی عروہ کے قریب دھپ سے گری تو وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"تمہارا سر۔" وہ کاٹ کھانے کو چڑھ دوڑی عروہ بیچاری بھونچکا اسے گھور کر رہ گئی۔

☆☆☆

وہ یونیورسٹی سے کچھ دیر قبل لوٹی تھی، اسے اپنی اسائنمنٹ مکمل کرنا تھا سو وہ کتابیں لیے لان میں آ گئی، اس نے پڑھنے کے لیے بک کھولی تو اسے ہر صفحے پر ابریق کا مسکراتا چہرہ نظر آیا، اس کی آنکھوں میں درد کے سائے لرزنے لگے اور لب ضبط سے بھینچ گئے وہ ہمیشہ ابریق کے ساتھ مل کر اسائنمنٹ تیار کرتی تھی، اس پل اس نے شدت سے خود کو ابریق کے بنا ادھورا محسوس کیا،

اس نے بوجھل دل سے بک بند کر کے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑ کر سردی کی شدت کم کرنا چاہتی، سرما کی خنک شام دھیرے دھیرے کائنات پر پھیل رہی تھی۔

"میزاب!" ادھر سے گزرتے ابریق کی نظر کھوئی کھوئی میزاب پر پڑی تو قدم آگے بڑھنے سے انکاری ہو گئے، میزاب کے تن مردہ میں جان پڑ گئی، سکون تہہ در تہہ دل کی دھرتی پر اترنے لگا، اس نے ان سنی کر کے بک کھول لی وہ اس کی مصنوعی لاتعلقی پر مسکراتے ہوئے اس کے سامنے ٹک گیا۔

"میزاب کیا مجھے تمہیں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔" اس نے میزاب کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے گمبھیر لہجے میں استفسار کیا، وہ اپنی جگہ سن بیٹھی اسے یک ٹک دیکھے گئی، وہ لیہا کو مہمان ہونے کی حیثیت سے خصوصی پروٹوکول دے رہا تھا، میزاب اس کے معاملے میں خاصی پوزیسو تھی، اسی لیے وہ اس سے دو روز سے خفا تھی، میزاب کے دل نے بے ساختہ اک بیٹ مس کی۔

"میزاب!" اس نے آنکھیں چرائے ہوئے خواہ مخواہ بک کھول کر اس میں منہ چھپا لیا تھا، ابریق نے نرمی سے بک نیچے کر کے اس کا من موہنا چہرہ اونچا کیا۔

محبت و حیا کی سرخی نے اس کے حسن کو دو آتشہ کر دیا تھا، ابریق کے لیے اس کے چہرے سے نظریں ہٹانا محال ہو گیا، اس کی نگاہوں کے بھرپور ارتکاز سے میزاب کے وجود میں دھڑکنوں نے اودھم مچا دیا۔

"سوری یار! تم میری وجہ سے ہرٹ ہوئی ہو۔" اس نے اپنے کان پکڑ کر معذرت کی، وہ اسے ستانے کا تصور تک نہ کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کی خفگی سہہ سکتا تھا، لیہا بھی گھر میں اسی سے نزدیک تھی وہ کالج سے آ کر اس سے ساری باتیں شیئر کرتی اور وہ مروت و لحاظ میں اس کی باتیں سنی جاتا، جس سے میزاب کی بدگمانی بڑھتی گئی۔

"ابریق!" میزاب نے تڑپ کر اس کے ہاتھ نیچے کیے، وہ اسے اپنے سامنے شرمندہ نہ دیکھ سکتی تھی، غلطی اس کی تھی کہ اس نے دل میں خواہ مخواہ بدگمانی پال لی تھی، محبت میں بدگمانی زہر قاتل ہوتی ہے، وہ تو سرتاپا صرف اسی کا تھا۔

"تم وعدہ کرو آئندہ میرے بنا اسائنمنٹ مکمل نہ کرو گی۔" دونوں کا ٹاپک یکساں تھے ابریق نے اطمینان بھری دلکش ہنسی سے اپنی بکس کھول لیں، وہ اس کی سنگت چاہتا تھا میزاب کے لیے یہی کافی تھا، اس کے چہرے پر محبت کا مان بکھر گیا۔

☆☆☆

"آپا ہمیں یہاں مزید ایک ہفتہ لگ جائے گا، خلیل کو کوئی ضروری کام پڑ گیا ہے، آپ لیہا کا خیال رکھیے گا۔" خلیل صاحب کو گھر جلنے کی طرف سے بلا تھا انہوں نے لاہور میں پراپرٹی خریدی ہوئی تھی وہ چاہتے تھے کہ وہ پراپرٹی بیچ کر اگلے ماہ سے جوائننگ دیں، فاخرہ نے فون پر فاطمہ کو ہدایت کی، وہ ان کی اکلوتی اولاد تھی ان کا پریشان یا اداس ہونا فطری تھا، فاخرہ بھی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھیں جبکہ خلیل اور فاطمہ دو بہن بھائی تھے اور دونوں کو قدرت نے اکلوتی اولاد سے نوازا تھا۔

"بھابھی آپ بالکل فکر نہ کریں بھلا یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔" فاطمہ کو بیٹی کی شدید خواہش تھی مگر اللہ کی مرضی نہ تھی وہ ابریق کی پیدائش پر کچھ پیچیدگی کی بنا پر دوبارہ ماں نہ بن سکیں، انہوں نے دلاسا دینے کے بعد الوداعی

کلمات ادا کرتے ہوئے فون بند کر دیا۔

"کیا لیہا یاد آ رہی ہے۔" فاخرہ نے فون بند کر کے آنکھیں موندیں تو پاس بیٹھے خلیل پوچھے بنا نہ رہ پائے تھے، ان کے لبوں پر رنجیدہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"لیہا کے جانے سے گھر کتنا سونا سونا ہو گیا ہے نا۔" ان آواز میں نمی گھل گئی۔

"ہاں یہ تو ہے۔" خلیل بھی اداس ہو گئے، انہوں نے تائید کرتے ہوئے اپنی عینک درست کی، ماحول پر یکدم بوجھل پن آن گرا تھا۔

☆☆☆

"عاذب بھائی!" اسے آفس کے لئے جلدی نکلنا تھا سو وہ ناشتہ کیے بنا آفس جانے لگا عاذب گاڑی پورچ سے نکال رہا تھا کہ لیہا پھولی سانسوں سے دوڑتے ہوئے اسے آوازیں دیتی ہوئی آ گئی، اس نے گاڑی روک دی۔

"آپ مجھے کالج چھوڑ دیں۔" وہ سوال جواب کیے بنا دھونس جتاتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئی، عاذب کا دل جب سے اسے دغا دے گیا تھا وہ اس لڑکی سے کترانے لگا تھا، وہ سارا دن آفس میں مصروف رہتا اور گھر آ کر ڈنر کرتے ہی اپنے کمرے میں گھس جاتا، وہ ڈنر پر دانستہ ایسی جگہ بیٹھتا جہاں سے لیہا کا چہرہ واضح نظر نہ آئے، ان کے درمیان ایک آدھ بار سلام دعا سے زیادہ بات چیت نہ ہوئی تھی، وہ ابریق سے خاصا فرینک تھی اور اپنی فرمائشیں بھی اسی سے پورا کرواتی تھی، بلکہ وہ تو گھر میں فرینک ہی صرف ابریق سے تھی اس کی باقی سب سے گفتگو تکلفاً ہوتی تھی، وہ گاڑی میں بیٹھی تو عاذب لمحہ بھر کو بوکھلا گیا وہ اسے کالج ڈراپ کرنے پر لیٹ ہو سکتا تھا۔

"لیہا! مجھے آفس جلدی پہنچنا ہے آپ ابریق سے کہیں۔" وہ اس کی قربت سے گھبرا رہا تھا، وہ اپنے دل کو بمشکل سمجھا پایا تھا ابھی اس کے لئے لڑکی ڈھونڈ رہی تھیں، عاذب نے نرمی سے اسے ٹوکا، لیہا کا منہ لٹک گیا، اس کی کالج وین چھٹی پر تھی، ابریق میزاب کے ساتھ یونیورسٹی بس پر یونیورسٹی جاتا تھا، عاذب کے انکار کا مطلب اس کی چھٹی تھا اور وہ چھٹی نہ کرنا چاہتی تھی۔

"اٹس او کے میں چھوڑ دیتا ہوں۔" اس کی نظر جونہی لیہا کے اترے چہرے پر پڑی اس کا دل باغی ہو گیا، وہ اس کی اتری شکل نہ دیکھ سکتا تھا۔

"تھینک یو سو مچ عاذب بھائی!" وہ گلاب کی نازک کلی کی مانند خوشی سے کھل اٹھی، عاذب کے لبوں پر لفظ بھائی نے رنجیدہ مسکراہٹ بکھیر دی، وہ درد دل دباتا گاڑی گیٹ سے باہر نکالنے لگا۔

☆☆☆

نہ شکایتیں نہ گلہ کرے کوئی شخص ایسا ہوا کرے
جو میرے لئے ہی سجا کرے جو مجھ ہی سے باتیں کیا کرے
کبھی روئے جائے بے پناہ، کبھی بے تحاشا اداس ہو
کبھی چپکے چپکے دبے قدموں، میرے پیچھے آ کر ہنسا کرے
میری چاہتیں، میری قربتیں، کوئی یاد رکھے قدم قدم
میں طویل سفر میں ہوں اگر، میری واپسی کی دعا کرے

اس نے جونہی سبز فیتہ کاٹا ماحول تالیوں کے شور سے گونج اٹھا، مقامی کالج میں ماسٹرز کلاسز کے لئے الگ ڈیپارٹمنٹ تعمیر ہوا تھا جس

میں شہر کے مخیر حضرات نے جی کھول کر حصہ ڈالا تھا، ملک نذیر نے اس ضمن میں خاصا پیسہ خرچ کیا تھا کالج کی پرنسپل نے ڈیپارٹمنٹ کی تعمیر مکمل ہونے پر انہیں بطور مہمان خصوصی مدعو کیا تھا، انہوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کی بناء پر پرنسپل سے معذرت کر لی کہ انہیں ذاتی تشہیر خاص پسند نہ تھی مگر پرنسپل کا اصرار بڑھتا گیا، ناچار انہیں زارون کو بھیجنا پڑا زارون کا پرنسپل نے اپنے سٹاف اور چند طالبات کے ساتھ مل کر گرمجوشی سے استقبال کیا، اسے سٹیج پر لے آئیں، جہاں زارون نے مختصراً تعلیم نسواں پر زور دیا اس کی مختصر تقریر کے بعد ریفرشمنٹ کا بندوبست کیا گیا تھا۔

"واؤ یار کتنا ہینڈسم بندہ ہے۔" وہ ریفرشمنٹ کے بعد سٹیج سے اتر کر جانے لگا تو اس کے کانوں سے کسی کی دبی سرگوشی ٹکرائی، وہ اپنی مردانہ وجاہت سے واقف تھا اور لوگوں سے تعریفیں بھی وصولتا رہتا تھا، اس کے لبوں پر احساس تفاخر بکھر گیا، لڑکیاں اس پر دیوانہ وار مرتی تھیں۔

"تو میں کیا کروں۔" اس کے لئے اپنی تعریف نئی نہ تھی یہ اکتایا اور کوفت زدہ لہجہ نیا تھا، آج تک کسی نے اسے نظر انداز نہ کیا تھا، اس کے بڑھتے قدم لمحہ بھر رک گئے اور نظر ساری دنیا سے بیزار بیٹھی عروہ پر پڑی، وہ رائل بلیو شیفون کے وائٹ ہلکے کامدار سوٹ اور وائٹ پرل کی جیولری میں میک اپ کے نام پر صرف لپ اسٹک لگائے بے حد حسین لگ رہی تھی، زارون کا دل پہلی مرتبہ لڑکھڑایا، وہ یورپ میں حسن کی فراوانی دیکھ چکا تھا مگر اس کی سج دھج تو سب سے نرالی تھی، عروہ کا رزلٹ آ چکا تھا اور وہ اسی کالج سے ماسٹرز کرنا چاہتی تھی اسے اس کی بیسٹ فرینڈ زوبیہ نے ڈیپارٹمنٹ کے افتتاح کی خوشخبری سنائی تو وہ دونوں مارے اشتیاق کے چلی آئیں، زوبیہ کافی دیر سے زارون کی وجاہت کی تعریفوں میں رطب اللسان تھی جس سے عروہ کوفت محسوس کر رہی تھی۔

"عروہ تم کتنی بدذوق ہو یار۔۔۔" زوبیہ نے اسے ٹوکتے ہوئے آنکھیں میچ کر تاسف سے بات ادھوری چھوڑ دی، غالباً اسے زارون کے شایان شان الفاظ نہ مل سکے تھے، وہ بمشکل حسن کی دیوی سے نظر چرا کر پلٹ گیا اسے یہاں اپنا اور اس معصوم حسن کا تماشا نہ لگوانا تھا۔

☆☆☆

ساجدہ اور حنیف کو قدرت نے ارشد اور عائشہ سے نوازا تھا، انہوں نے دونوں بچوں کو ناز و نعم سے پالا تھا، ارشد اور فاطمہ کی اکلوتی اولاد نرینہ ابریق تھا جبکہ عائشہ اور شاہد کی دو بیٹیاں، میزاب عروہ اور ایک بیٹا عاذب تھا، شاہد کے والد حنیف کے دوست تھے، عائشہ شادی کے بعد جلدی سسرال سے الگ ہو گئی تھیں، شاہد نے کئی بزنس سٹارٹ کیے مگر قسمت نے یاوری نہ کی، بالآخر انہوں نے بیوی کے کہنے پر اپنا سرمایہ ارشد کے بزنس میں انویسٹ کر دیا، خوش قسمتی شاہد کو ساجھے داری راس آ گئی اور ان کا بچا کھچا سرمایہ مزید برباد ہونے سے بچ گیا، عائشہ نے ابتداء میں سسرال کے قریب الگ گھر لیا تھا پھر وہ ساس سسر کی ڈیتھ کے بعد میکے ہی آن بسی تھی، بچوں نے جلد ایک دوسرے کو قبول کر لیا تھا، عاذب سب سے بڑا تھا، میزاب اور ابریق میں محض ایک ماہ کا فرق تھا میزاب اکثر ابریق پر اپنے بڑے پن کا رعب جھاڑتی تھی مگر ابریق اس کے رعب میں نہ آتا، عروہ سب سے چھوٹی اور گھر بھر کی لاڈلی تھی، ساجدہ نے شوہر کی ڈیتھ کے

بعد بچوں کو زمانے کی سرد و گرم ہوا سے بچائے رکھا تھا۔

☆☆☆

"ارشد میری ایک بات مانو گے۔" ساجدہ بیگم کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا، وہ روبصحت ہو کر آج ہی گھر آئیں تھیں، تمام افراد خانہ انہی کے گرد جمع تھے، فاطمہ کے ہاتھ سے سوپ پیتی ساجدہ نے بیٹے سے التجا کی، انہوں نے اشارتاً مزید سوپ پینے سے انکار کر دیا، فاطمہ پیالہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر ٹشو سے ان کا منہ صاف کرنے لگیں۔

"بیٹا تم ابریق اور میزاب کا میری زندگی میں نکاح کر دو بھلے رخصتی میرے بعد کرتے رہنا۔" وہ دونوں انہیں بے حد پیارے تھے ان کی دلی خواہش تھی کہ وہ اک رشتے سے جڑ جائیں، انہوں نے برسوں اپنی دلی مراد کو لبوں تک آنے سے روکے رکھا تھا وہ دونوں کی اسٹڈی کمپلیٹ ہونے تک یہ ذکر نہ چھیڑنا چاہتی تھیں مگر انہیں بیماری نے سہارا دیا تھا۔

"آپ کو کچھ نہیں ہو گا امی۔" ارشد نے محبت سے انہیں اپنی پناہ میں سمیٹ لیا، ابریق کی شوخ نگاہیں بار بار میزاب کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں میزاب سے وہاں بیٹھنا دو بھر ہو گیا وہ نامحسوس طریقے سے اٹھ گئی۔

"بیٹا تو مجھے ٹال رہے ہو نا۔" انہوں نے گلہ آمیز آبدیدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"بالکل نہیں امی، میں آپ کی درازی عمر کی دعا مانگ رہا ہوں۔" انہوں نے نرمی سے وضاحت دی، عائشہ کی بھی یہی دلی خواہش تھی ابریق انہیں بھی بہت پیارا تھا۔

"فاطمہ تم مجھے بتاؤ کیا تمہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض ہے۔" انہوں نے بہو کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"امی میں نے ابھی ابریق کے لئے کسی لڑکی کا یوں نہیں سوچا ہے مگر میزاب گھر کی دیکھی بھالی بچی ہے مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔" فاطمہ نے مکمل صاف گوئی سے ساس کا ہاتھ محبت سے تھام لیا۔

"بس پھر آج شام ہی ابریق اور میزاب کا نکاح ہو گا۔" انہوں نے مطمئن ہوتے ہوئے اپنا فیصلہ سنا ڈالا، ان کی عجلت پر سبھی حیران رہ گئے جبکہ ابریق کا دل خوشی سے لڈیاں ڈالنے کو چاہا تھا۔

"شاہد میں تم سے میزاب مانگتی ہوں ابریق کے لئے۔" اچانک ساجدہ نے کچھ خیال آنے پر داماد سے باقاعدہ رشتہ مانگا۔

"آپ مجھے شرمندہ مت کریں امی، آج شام کو نکاح ہو گا۔" شاہد نے شرمندگی بھری انکساری سے رضامندی دے دی اور پھر اسی شام دونوں کا نکاح کر دیا گیا تھا۔

☆☆☆

صبح سحر کے وقت سب کی آنکھ فاطمہ کی دلدوز چیخ سے کھلی تھی، ساجدہ بیگم تہجد کے وقت اٹھنے کی عادی تھیں، وہ نماز فجر کے بعد وظائف و اذکار میں کافی دیر تک مشغول رہتیں، صبح فاطمہ نماز فجر کے لئے جاگیں تو انہیں سوتا سمجھ کر وضو کرنے چلی گئیں، ان کے کمرے کا دروازہ ہنوز بند تھا، فاطمہ نماز فجر سے فارغ ہوئیں تو انہیں وسوسے ستانے لگے۔

"بھابھی! امی کبھی اتنی دیر تک نہیں سوئیں۔" عائشہ نے آ کر ان کے کمرے کا بند دروازہ دیکھتے ہوئے تشویش بھری حیرت کا اظہار کیا، وہ دونوں اکٹھی اندر گئیں فاطمہ آگے تھیں ان کی جونہی امی پر نظر پڑی ان کے حلق سے چیخیں برآمد ہوئیں، عائشہ دہل کر آگے بڑھیں، وہ بے سدھ کارپٹ پر اوندھی پڑی تھیں ان کے قریب گلاس بھی گرا ہوا تھا، وہ رات کے کسی پہر پانی پینے کے لئے اٹھیں مگر موت نے انہیں مہلت نہ دی، لمحہ بھر میں سبھی ان کے کمرے میں جمع ہو گئے، رات کو سبھی ان کی نکاح کی عجلت پر حیران تھے اور اب سب کو ان کی عجلت کی وجہ سمجھ میں آ گئی تھی، انہیں اشارہ غیب مل گیا تھا کہ ان کا وقت رخصت قریب ہے۔

یونیورسٹی سے ان دونوں کے تمام کلاس فیلوز اور ٹیچرز اطلاع ملتے ہی تعزیت کے لئے آ گئے تھے، وہ دونوں نکاح کی خوشی کو صحیح طرح انجوائے بھی نہ کر پائے تھے کہ انہیں ساجدہ بیگم کی دائمی جدائی کا صدمہ سہنا پڑ گیا تھا۔

☆☆☆

زمانے کو جلنے دو چلو اک ساتھ چلتے ہیں
نئی دنیا بسانے کو چلو اک ساتھ چلتے ہیں
ہمیں جیون کا ہر لمحہ تمہارے نام کرنا ہے
یہی وعدہ نبھانے کو چلو اک ساتھ چلتے ہیں
سنا ہے مل کے چلنے سے مقدر جاگ جاتے ہیں
یہی بات آزمانے کو چلو اک ساتھ چلتے ہیں

وہ گھنٹہ بھر سے آفس کے لئے تیار ہو رہا تھا مگر اپنی تیاری سے مطمئن نہ ہو پا رہا تھا، اس نے اپنا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد تیاری سے مطمئن ہو کر پرفیوم کا سپرے کیا، پرفیوم کی خوشبو برآمدے کے آگے راہداری تک پہنچ چکی تھی، اس نے رسٹ واچ کلائی پر باندھی اور اپنا لیپ ٹاپ و موبائل لے کر گاڑی میں آفس کی طرف روانہ ہو گیا۔

صبح کے وقت سڑکوں پر ٹریفک رواں دواں تھی، سب کو اپنی منزل پر پہنچنے کی بے قراری تھی، وہ مصروف شاہراہ سے یوٹرن لینے کے لئے جونہی رکا، وہ بے یقینی سے قریبی گاڑی میں جھانکنے لگا، بلاشبہ وہی تھی، کالج یونیفارم میں حسن و سادگی کا حسین امتزاج لگ رہی تھی، وہ اپنے ساتھ موجود لڑکی سے باتوں میں محو تھی، دفعتاً اس کی نظر اٹھی، زاروون کو اس کی آنکھوں میں ہیجان کے رنگ ابھرتے نظر آئے جو اگلے لمحے معدوم ہو گئے وہ اس کے چہرے کی گمبھیر سنجیدگی سے اس کے تاثرات نہ بھانپ سکا، اگلی گاڑی ٹریفک کلیئر ہوتے ہی جا چکی تھی، اس نے بوجھل سانس لیتے ہوئے گاڑی آفس کی راہ پر ڈال دی۔

☆☆☆

"ابریق بیٹا تم اپنی ممانی کو گھر کے لئے کچھ شاپنگ کروا لاؤ۔" فاخرہ اور خلیل کو گھر مل چکا تھا، وہ اسے اپنی پسند سے ڈیکوریٹ کروا کر شفٹ ہونا چاہتے تھے، فاخرہ دن میں کئی چکر بازار کے لگا تیں، اس روز فاطمہ کی طبیعت کچھ ناساز تھی انہوں نے ابریق کو ساتھ بھیج دیا، وہ انہیں لے کر مارکیٹ چلا گیا۔

"ممانی یہ کلاک کیسا ہے؟" ابریق کو شاپ میں ایک وال کلاک پسند آیا تو اس نے فاخرہ کو دکھایا، فاخرہ کو بھی کلاک بے حد پسند آیا تھا۔

"بہت پیارا ہے تم یہ پیک کروا لو، میں ذرا کوئی اور چیز دیکھ لوں۔" فاخرہ اسے کہہ کر گھریلو اشیاء کے سیکشن کی طرف بڑھ گئیں جہاں کچن کے تمام آئٹمز تھے، ان کی شاپنگ میں چار گھنٹے لگ گئے تھے۔

"ابریق تمہاری فیوچر پلاننگ کیا ہے؟" وہ شاپرز سے لدی پھندی گاڑی کی طرف بڑھیں۔

"میں فارماسوٹکس میں ایم فل کر کے اپنی فارماسوٹیکل کمپنی بنانا چاہتا ہوں۔" ابریق نے تمام سامان پچھلی سیٹ پر رکھ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی فاخرہ بھی فرنٹ سیٹ پر آن بیٹھیں۔

"زبردست بیٹا! تم اپنا بزنس کرنا چاہتے

ہو۔" فاخرہ نے اسے بے حد توصیفی نگاہوں سے دیکھا، ابریق نے گاڑی گھر کے رستے پر ڈال دی تھی۔

"جی ممانی ایسا ہی ہے۔" ابریق کی نگاہیں سامنے روڈ پر مرکوز تھیں وہ محتاط ڈرائیونگ کر رہا تھا، فاخرہ کو اس کی سحر انگیز شخصیت اور باوقار انداز متاثر کر گیا تھا۔

"تم اپنے ڈیڈی کا بزنس کیوں نہیں سنبھالتے ہو۔" گاڑی میں چند لمحے خاموشی رہی جسے فاخرہ نے توڑا تھا، ان کی گہری پر سوچ نظریں اسی پر جمی تھیں، وہ کروڑوں کی پراپرٹی کا تنہا وارث تھا، تعلیم، وجاہت، ذہانت اور قد بت میں بھی کوئی کمی نہ تھی، ان کے ذہن و دماغ میں سوچیں ابھرنے لگیں، وہ آئیڈیل شخصیت کا مالک تھا، لیبا کے لئے بھی ایسا ہم سفر ہی ہونا چاہیے تھا، وہ انہیں اپنی اکلوتی بیٹی کے لئے بے حد مناسب لگ رہا تھا، مسئلہ صرف اس کے نکاح کا تھا۔

"ممانی یہ میرا شوق ہے۔" ابریق نے ان کی بات کا برا مانے بغیر نرمی سے جواب دیا، ان کا ذہن شاطرانہ انداز میں سوچنے لگا کوئی بھی ابریق کو داماد بنا کر فخر محسوس کر سکتا تھا، ان کے لبوں پر پراسرار و مبہم مسکراہٹ بکھر گئی۔

☆☆☆

"تم بے ایمانی کر رہی ہو عروہ۔" لیبا کی زور دار چیخ نما آواز پورے ہال میں بکھر گئی وہ عروہ اور میزاب کے ساتھ مل کر لڈو کھیل رہی تھی، عروہ نے بے ایمانی کرتے ہوئے موقع پاتے ہی اپنی ایک گوٹ کھسکائی تھی، لیبا نے جونہی اس کی بے ایمانی بھانپی اس نے شور مچا ڈالا، میزاب کے معاملے کی کچھ خبر نہ تھی سو وہ دونوں کی لڑائی میں خاموش تماشائی بنی بیٹھی تھی۔

"میں نے کوئی بے ایمانی نہیں کی ہے۔" عروہ صاف مکر گئی، وہ لیبا سے ہمیشہ لڈو میں ہار جاتی تھی، اس نے جیتنے کا غلط حل نکالا تھا، عروہ بھی اسی کی طرح اونچی آواز میں بولی وہ دب کر ہارنا نہ جانتی تھی، وہ ڈھٹائی سے اپنی بے ایمانی پر ڈٹ گئی۔

"یہاں تمہاری ایک گوٹ تھی وہ کہاں ہے؟" لیبا نے خفیف گھر پر انگلی رکھی، اس نے خود عروہ کی گوٹ یہاں دیکھی تھی، وہ بھلا کیسے بھول سکتی تھی۔

"میزاب باجی آپ بتائیں لیبا کو پچھلے پانچ منٹ سے کوئی چھکا آیا ہے۔" لیبا نے اپنی لڑائی میں میزاب کو بھی گھسیٹ لیا جو لاتعلق سے بیٹھی دونوں کا تماشا دیکھ رہی تھی، میزاب کو یاد آ گیا اس نے عروہ کی گوٹ چھ دیر قبل ماری تھی اور اسے واقعی ہی ابھی تک چھکا بھی نہ آیا تھا، عروہ نے اس کی آنکھوں میں چھپی سوچ پڑھ کر اسے آنکھوں میں نکرنے کا اشارہ کیا، میزاب سخت تذبذب میں پڑ گئی عروہ اسے متواتر اشارے کیے جا رہی تھی کیونکہ لیبا کا رخ میزاب کی طرف تھا اسی لئے وہ عروہ کے اشارے نہ دیکھ پائی۔

"السلام علیکم!" میزاب کے کچھ کہنے سے پہلے عاذب آفس سے لوٹ آیا، وہ کوٹ اتار کر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہیں ہال میں صوفے پر ٹک گیا۔

"وعلیکم السلام!" تینوں نے باجماعت جواباً سلامتی بھیجی، اس کی آمد سے لڑائی ختم گئی، میزاب بھاگ کر بھائی کے لئے پانی کا گلاس لے آئی۔

"بتائیں نے میزاب باجی۔" وہ عاذب کو پانی دے کر آئی تو لیبا نے لڑائی کا ٹوٹا سلسلہ جوڑا۔

"ہم دوبارہ بھائی کے ساتھ کھیلتے ہیں۔" عروہ نے بے ایمانی کی انتہا کرتے ہوئے لڈو پلٹ دی جبکہ اس کی بات پر عاذب چونک گیا۔

"پارٹنر پارٹنر بھائی۔" عروہ نے معصومیت سے عاذب کو دیکھ کر آنکھیں پٹپٹائیں، میزاب اور لیبا بھی اسے دلچسپی سے دیکھنے لگیں۔

"میں تمہارے ساتھ نہیں کھیلوں گی۔" عروہ نے بھن کا بازو پکڑ کر لیبا کو اکڑ دکھائی آخر اس نے اس سے جیت جانے کا سنہرا موقع چھین لیا تھا، میزاب اور لیبا کی دو جبکہ عروہ کی ایک گوٹ (بے ایمانی کے بعد) رہ گئی تھی۔

"مجھے بھی تمہارا پارٹنر بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" دوسری سمت لیبا تھی جو کبھی کسی کے رعب میں نہ آئی تھی اسے عروہ کی بلاوجہ کی اکڑ ایک آنکھ نہ بھائی اس نے دوبدو جواب دیتے ہوئے عاذب کا بازو پکڑ لیا، عاذب ساکت رہ گیا۔

☆☆☆

یونہی اداس ہے دل بے قرار تھوڑی ہے
مجھے کسی کا کوئی انتظار تھوڑی ہے
نظر ملا کے میں تم سے گلہ کوئی کروں کیسے
تمہارے دل پہ میرا اختیار تھوڑی ہے
مجھے بھی نیند نہ آئے اسے بھی چین نہ ہو
ہمارے بیچ بھلا اتنا پیار تھوڑی ہے
خزاں ہی ڈھونڈتی رہتی ہے دربدر مجھ کو
میری تلاش میں پاگل بہار تھوڑی ہے
نہ جانے کون یہاں اپنا کے چھوڑ جائے
یہاں کسی کا کوئی اعتبار تھوڑی ہے

"عروہ وہ لڑکا کتنا ہینڈسم و خوبرو تھا نا؟" وہ دونوں شام کو اکثر واک کے لئے کالونی کی روڈ ناپا کرتی تھیں، شام کو کالونی کی مین روڈ پر اکا دکا لوگ ہوتے تھے، لیبا کو واک کا چکر مکمل کر کے کالونی کے آخری سرے پر موجود کوٹھی کے لان سے جھانکتی کاسنی پھولوں کی بیل سے پھولوں کا گچھا توڑتے ہوئے اچانک یاد آیا، لیبا لان سے جھانکتے آم کے درخت کی سب سے نچلی ٹہنی سے آم توڑنے کی کوشش کر رہی تھی اس کی بات پر اس کے ہاتھ لمحہ بھر کو رک گئے، اسے بھی وہ اجنبی یاد تھا، اس نے پہلے بھی اسے کہیں دیکھا تھا مگر کہاں؟ اسے لاکھ یاد کرنے پر بھی یاد نہ آیا تھا، اس کے دل میں خوشگوار ہلچل مچ گئی تھی، وہ اپنے دل و دماغ سے اجنبی کا خیال کھرچ چکی تھی مگر لیبا کو نہ جانے کیسے اس کا خیال آ گیا تھا، اس نے پلٹ کر لیبا کو دیکھا جو اپنے دھیان میں مگن پھولوں کا گچھا سونگھ رہی تھی اس کے چہرے کی معصومیت و بھولپن نے اسے پرسکون کر دیا۔

"تمہیں وہ آج کیسے یاد آ گیا۔" اس نے بظاہر عام مگر کھوجنے والے انداز میں پوچھا، کہیں وہ اس کا بھید تو نہ پا گئی تھی، ان دونوں میں خاصی دوستی ہو گئی تھی، وہ کالج سے آ کر سارا وقت عروہ کے ساتھ گزارتی تھی۔

"اوہو، تو تمہیں بھی یاد ہے وہ۔" لیبا نے اس کے دل کی چوری پکڑ لی تھی، اس نے اسے شوخی سے چھیڑا، ان دونوں کے درمیان زاروں کا ذکر پہلی مرتبہ آیا تھا۔

"وہ بہت ہینڈسم ہے یہ ماننے کی بات ہے۔" عروہ نے کھلے دل سے اعتراف کر لیا لیبا نے اسے معنی خیز شوخ گہری نگاہوں سے گھورا تھا۔

"نہ جانے وہ کسی سے محبت کرتا ہو یا میرڈ ہو؟" عروہ لیبا کی شوخ گھوری سے خائف رخ موڑ گئی، دل میں اٹھتے وسوسے اسے ہراساں کرنے لگے تھے، دل کسی ضدی بچے کی طرح مچلے جا رہا تھا، اس نے ذہن میں بار بار آنے والے خیال کو جھٹک کر خود کو بہلانے کی کوشش کی تھی لیکن دل اسے اک انجانی دنیا میں لے جانے

پر بضد تھا، جہاں خواب و سراب تھے، وہ خود کو سرابوں کے حوالے نہ کرنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

"عاذب بھائی! آپ میرے ساتھ ذرا مارکیٹ تک چلیں۔" وہ آفس سے ابھی لوٹا ہی تھا کہ لیبا عجلت میں چلی آئی، اس کے ہاتھ میں دو شاپنگ بیگز تھے، وہ جتنا لیبا سے کتراتا تھا، وہ اتنا بے تکلفی سے اس کے سامنے آ جاتی، دراصل اسے یہ غلط فہمی ہو چکی تھی کہ وہ ابریق سے انچ ہے، اس کے ابریق سے فرینک نیس بھی کم ہو چکی تھی حالانکہ ابریق اسٹڈی میں بے حد بزی ہونے سے اسے ٹائم نہ دے پا رہا تھا۔

"سوری لیبا! میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔" عاذب سے معذرت کر لی، وہ اس سے جان چھڑانا چاہتا تھا، لیبا کو اپنے شوز بدلوانا تھے۔

"تم ابریق کے ساتھ چلی جاؤ۔" لیبا کے چہرے پر مایوسی پھیل گئی، اسے شوز چینج کروانے کے ساتھ ہینڈ بیگ بھی خریدنا تھا، عاذب سے اس کی مایوسی نہ دیکھی گئی تو اسے نہ چاہتے ہوئے بھی مشورہ دے ڈالا۔

"اگر وہ گھر ہوتے تو میں آپ کے پاس کبھی نہ آتی۔" لیبا نے روٹھے لہجے میں رکھائی بھرا جواب دیتے ہوئے پلٹ گئی، نہ جانے عاذب کو اس سے کیا دشمنی تھی وہ اس سے ہمیشہ کتراتا رہتا تھا، وہ سخت بددل ہو کر گئی تھی۔

"اوہ، تو تم میرے پاس مجبوری میں آئی تھی۔" عاذب کی رنجیدہ نظروں نے اس کا دور تک پیچھا کیا تھا۔

"تم گئی نہیں پھر۔" وہ غصے سے تن فن کرتی کمرے میں داخل ہوئی، اس نے شاپرز بیڈ پر پٹخے اور خود دھپ سے بیڈ پر ڈھے گئی، ڈائجسٹ کے مطالعے میں مگن عروہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

"منع کر دیا تمہارے بھائی محترم کے پاس وقت نہیں ہے۔" لیبا کا غصے سے برا حال تھا اس نے غصے سے یوں دانت کچکچائے جیسے دانتوں تلے عاذب ہو۔

"وہ تھک گئے ہوں گے تم کل چلی جانا۔" عروہ نے فوراً بھائی کی حمایت کی، عاذب صبح کا گیا شام گئے گھر لوٹتا تھا، اس کا واپسی پر تھکن سے برا حال ہوتا تھا، وہ ڈنر کے بعد جلدی سو جاتا تھا، عاذب ویسے بھی خواتین کی شاپنگ سے خار کھاتا تھا۔

"تمہارے بھائی خود کو سمجھتے کیا ہیں؟" لیبا کا غصہ کسی طور کم ہونے کا نام ہی نہ لے رہا تھا اس نے کراؤن کے سہارے اٹھتے ہوئے تکیے سے عروہ سے پوچھا۔

"تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے عروہ، بھائی بہت اچھے اور فرینڈلی نیچر کے ہیں۔" عروہ نے تحمل سے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا، وہ دونوں بہنیں عاذب کی بے حد لاڈلی تھیں اور اس سے بے حد دوستی بھی تھی، اسے اپنے بھائی کے خلاف ایک لفظ بھی سننا مشکل لگ رہا تھا۔

"تم بہتی ہو تو مان لیتی ہوں ورنہ وہ لگتے نہیں ہیں۔" لیبا نے کندھے اچکاتے ہوئے ڈائجسٹ کھول لیا عروہ کو اس کی بات سخت ناگوار گزری مگر وہ چپ رہی۔

☆☆☆

"یار تم دونوں کتنے بے مروت ہو، تم نے اپنے نکاح کی مجھے بھی خبر نہ ہونے دی۔" ابریق اور میزاب لائبریری میں کمبائن اسٹڈی کر رہے تھے، ان کے فائنل سمسٹر کے ایگزامز قریب تھے، ان دونوں کے مشترکہ دوست اسد نے آ کر ان کے سر پر دھاکا کیا، انہوں نے کسی کلاس فیلو کو اپنے نکاح کی خبر نہ دی تھی، نجانے اسد کو کہاں سے خبر ہو گئی، وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

"یار! میں تمہیں بتانے ہی والا تھا۔" ابریق نے اسد کے غصے سے لال بھبوکا چہرے کو دیکھتے ہوئے اپنی خفت مٹانا چاہی، اس نے اسد سے کبھی کوئی بات نہ چھپائی تھی، یہ پہلا موقع تھا اس کی خفگی اور غصہ بالکل جائز تھا، دراصل وہ دونوں ایگزامز کے قریب کوئی "سکینڈل" کریٹ نہ کرنا چاہتے تھے، اکثر کلاس فیلوز تو ان کی کزن شپ سے بھی لاعلم تھے۔

"ہاں، تم تو دو ہفتے سے بتانے ہی والے تھے۔" اسد نے اس کی بات چٹکیوں میں اڑائی، ان کے نکاح کو دو مہینے گزر چکے تھے، اسے ان دونوں سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ اپنی خوشی اس سے شیئر نہ کریں گے، وہ ان سے سخت خفا تھا۔

"دیکھو نا اسد! ہم نانی جان کی اچانک ڈیتھ سے کافی ڈسٹرب تھے ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم تمہیں نہ بتاتے۔" میزاب نے زبان کھولی، وہ دونوں ساجدہ کی ڈیتھ پر اتنا افسردہ تھے کہ ان کا دل اپنی خوشی صحیح طرح محسوس ہی نہ کر پائے۔

"ہوں۔" اسد نے پل بھر میں خفگی بھلا دی ان کی بات بھی معقول تھی ساجدہ بیگم تو اسد سے بھی ابریق کی طرح محبت کرتی تھیں۔

"خیر میری طرف سے تم دونوں کو نئے سفر کی بہت مبارک ہو۔" اسد نے خلوص دل سے دونوں کو مبارکباد دی تھی، وہ دونوں مسکرا دیے۔

☆☆☆

"شعیب کو اندر بھیجیں۔" زارون نے انٹر کام پر اپنی پرسنل سیکریٹری کو تاکید کی اور ٹیبل کے گرد گھوم کر دائیں سائیڈ رکھے صوفے پر آن بیٹھا۔

"میں نے تم سے کوئی کام کہا تھا۔" شعیب دو منٹ بعد اس کے سامنے تھا، وہ دونوں کلاس فیلوز تھے، شعیب اسی کی کمپنی میں جاب کرتا تھا، وہ بے حد ذہین نوجوان تھا، زارون نے اسے بہترین سیلری پر رکھ لیا تھا۔

"یار مجھے کچھ دن دو یا اتنا آسان کام نہیں ہے۔" شعیب نے لاچارگی سے اس کی عجلت پر اسے ٹوکا، زارون نے اسے عروہ کو ڈھونڈنے کا ٹاسک دیا تھا، اس نے شعیب کو عروہ کے کالج اور سبجیکٹ کا نام بتایا تھا، اس نے عروہ کو اسی کالج کے یونیفارم اور سبجیکٹ کے مخصوص دوپٹے کی وجہ سے پہچانا تھا اور شعیب کو تفصیلاً اس کا حلیہ بتا کر اسے ڈھونڈنے کی ذمہ داری سونپی تھی۔

"تو جلدی کچھ کر یار!" زارون نے منت بھری نظروں سے التجا کی، وہ عجب مجنوں سا ہوتا جا رہا تھا، اسے ہر سمت اور ہر شے میں عروہ کا چہرہ نظر آتا تھا، گھر میں اسے پسند کی لڑکی اپنانے کی مکمل آزادی تھی مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ لڑکی پسند کرنے کے باوجود اس سے انجان و ناواقف تھا، اس کے دل کی ایسی حالت پہلے تو کبھی نہ ہوئی تھی۔

"ریلیکس یار!" شعیب نے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر اسے حوصلہ دیا، وہ اس کا شریک راز تھا اور اس کی ہر ممکن مدد کی بھرپور کوشش کر رہا تھا مگر اسے فی الحال کامیابی نہ ملی تھی، وہ دوبارہ کالج کے کلرک کے پاس گیا تھا جس نے اسے کسی بھی لڑکی کا ایڈریس یا ملوانے سے صاف انکار کر دیا تھا وہ کلرک کو اعتماد میں لینے میں ناکام رہا تھا، زارون نے سرد آہ بھری شعیب نے نرمی سے اس کا ہاتھ دبا کر چھوڑ دیا۔

☆☆☆

"و لیکن تم نے کچھ عجلت کا مظاہرہ نہیں کیا۔"

مرد حضرات آفس، بچے یونیورسٹی و کالج اور عائشہ اپنے کمرے میں تھیں، فاطمہ ناشتے کے بعد کچن کا سامان سمیٹ رہی تھیں، فاخرہ کچن میں فاطمہ کی مدد کے خیال سے چلی آئیں وہ اپنے گھر ایک آدھ روز میں شفٹ ہو رہی تھیں، جلیل صاحب نے شہر کے پوش ایریا میں ایک جدید طرز تعمیر کا حامل بنگلہ خریدا تھا، فاخرہ کئی روز سے ابریق کا گہری نگاہوں سے جائزہ لے رہی تھیں، انہیں ساجدہ بیگم پر بھی سخت غصہ تھا جو عجلت ان کی بیٹی کا حق غاصب کر گئی تھیں، ان کا شاطرانہ ذہن حالات کو اپنے قابو میں کرنا چاہتا تھا اسی لئے وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھیں تاکہ وہ فاطمہ کے ذہن میں بھی اپنا خیال انڈیل سکیں، فاخرہ نے ان کا ہاتھ بٹاتے ہوئے اچانک گفتگو کا دھارا بدلا۔

"کس بات کی عجلت بھابھی۔" فاطمہ کے برتن صاف کرتے ہاتھ رک گئے وہ الجھی نظروں سے فاخرہ کو دیکھنے لگیں جن کے چہرے پر سوچ کی گہری لکیر تھی جیسے وہ کچھ خاص بات کرنا چاہتی ہوں۔

"ابریق اور میزاب کے نکاح کی۔" فاخرہ نے بظاہر عام سے لہجے میں بات مکمل کر کے ان کا ردعمل جانچنا چاہا تھا، فاطمہ نے بھی ان کے سامنے میزاب سے اپنی دلی وابستگی کا اظہار نہ کیا تھا اور نہ ہی انہوں نے کبھی میزاب کو انہیں خصوصی پروٹوکول دیتے دیکھا تھا، انہیں ان دونوں کے تعلقات کا بالکل اندازہ نہ تھا، دراصل وہ انہیں اندر سے ٹٹولنا چاہ رہی تھیں۔

"عجلت کیسی بھابھی! جب بچے جوان ہو جائیں تو انہیں بیاہنا تو ہوتا ہی ہے۔" فاطمہ کے چہرے پر نرم دھیمی مسکراہٹ بکھر گئی ان کے لہجے میں محبت و شفقت چھپی تھی۔

"کیا تمہیں میزاب پسند تھی۔" وہ آسانی سے ہمت ہارنے والوں میں سے نہ تھیں وہ جس نتیجہ تک پہنچنا چاہتی تھیں تاکہ وہ جانے سے پہلے اپنا ترپ کا پتا پھینک سکیں۔

"بھابھی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ مجھے بطور خاص پسند نہ تھی مگر وہ گھر کی دیکھی بھالی بچی ہے اسی لئے مجھے کوئی اعتراض بھی نہ تھا۔" فاطمہ کے لہجے کی نرمی ابھی بھی برقرار تھی، ان کی سمجھ میں فاخرہ کی گفتگو کا مقصد نہ آ رہا تھا، وہ کچھ الجھ گئی تھیں، انہوں نے کبھی یوں بطور خاص انہیں نہ کریدا تھا، دونوں کے درمیان واضح پراسرار جیسی بھری خاموشی پھیل گئی، فاطمہ کی الجھن بڑھنے لگی۔

"بھابھی آپ یہ سب کیوں پوچھ رہی ہیں؟" فاطمہ نے کن انکھیوں سے انہیں دیکھتے ہوئے بظاہر عام لہجے میں چہرے پر مسکراہٹ طاری کرتے ہوئے اپنی الجھن دور کرنا چاہی تھی وہ ان لوگوں میں سے نہ تھیں جو دوسروں کی باتوں میں چھپے معنی از خود اخذ کر کے رائی کا پہاڑ بنا لیتے ہیں، وہ وسیع جو اور صاف نیچر کی مالک تھیں ان کی عادت تھی کہ وہ دل میں آئی بات دباتی نہ تھیں، ان کے خیال میں دل میں وسوسے پال کر بغض پیدا کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ دوسرے بندے سے صاف بات کر کے حقیقت جان لی جائے۔

"فاطمہ تم تو عقلمند تھی اگر اماں عجلت دکھا رہی تھیں تو تمہیں تو کم از کم سمجھداری سے کام لینا چاہیے تھا۔" فاخرہ نے موقع پاتے ہی کاری ضرب لگائی، وہ بالآخر اپنے دل کی جلن و کڑھن کو زبان پر لے آئیں۔

"کیا مطلب بھابھی!" فاطمہ کے ماتھے پر ناگواری کی کئی سلوٹیں پڑ گئیں، انہوں نے لہجے میں تلخی گھلنے سے بمشکل روکی تھی، وہ حقیقتاً سخت متذبذب تھیں۔

"مطلب یہ فاطمہ! اگر تمہیں گھر کی بچی کو ہی اکلوتی بہو بنانا تھا تو لیہا بھی تو تمہاری بچی تھی۔" بالآخر بلی تھیلے سے باہر آ گئی، فاطمہ کا دل دھک سے رہ گیا، فاخرہ نے اکلوتی بہو ہونے کے ناطے بہت ناز برداریاں اٹھوائی تھیں وہ چاہتی تھیں کہ لیہا بھی کسی کی اکلوتی بہو بنے، وہ ان کی نازوں و نعم میں پلی بڑھی بچی تھی ان کی خواہش تھی کہ اس کے ناز و نعم سسرال میں بھی قائم رہیں، فاخرہ انہیں سوچوں میں گھرا چھوڑ کر وہاں سے چلی گئیں۔

☆☆☆

"شکر ہے ابریق ارشد کو بھی ہمارے لئے ٹائم ملا۔" وہ اپنے کمرے میں سخت بور ہو رہا تھا، بابا، ماموں اور عاذب بھیا ابھی تک آفس سے نہ لوٹے تھے وہ اکیلا تنہائی سے اکتا کر عروہ اور لیہا کے مشترکہ کمرے میں آ گیا جہاں میزاب بھی موجود تھی مونگ پھلی کا دور چل رہا تھا اور وہ تینوں کسی تازہ دیکھی مووی پر زور و شور سے تبصرہ کر رہی تھیں، اس پر سب سے پہلے پڑنے والی نگاہ لیہا کی تھی، وہ مسکراتا ان کے قریب بیٹھ گیا اور ہاتھ بڑھا کر مونگ پھلیاں مٹھی میں بھر لیں میزاب عجب سی خود میں سمٹ گئی۔

"کیوں کیا میں تمہیں ٹائم نہیں دیتا ہوں۔" ابریق نے مسکرا کر لیہا کا گلہ دور کرنا چاہا وہ اسٹڈی میں بزی ہونے سے لیہا کو پہلے جیسی کمپنی نہ دے پاتا تھا، اس کا شکوہ بجا تھا، لیہا کے چہرے پر بچگانہ معصومیت تھی جس نے میزاب کو خفیف کر دیا، اسے بے ساختہ ابریق سے اپنی فرمائش یاد آ گئی تھی۔

"چلیں پھر آج آئسکریم کھانے چلتے ہیں۔" لیہا نے خوشدلی سے فرمائش کی وہ اپنے کپڑوں سے مونگ پھلی کے چھلکے جھاڑتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

"او کے چلو۔" ابریق تیار ہو گیا۔

"میزاب آپی اور عروہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں نا۔" لیہا نے ان دونوں کو ٹس سے مس نہ ہوتے بیٹھا دیکھ کر حیرانی سے کہا، ان کا جانے کا بالکل موڈ نہ تھا میزاب کو کھانے کی تیاری میں امی کا ہاتھ بٹانا تھا اور عروہ کا پسندیدہ ڈرامہ لگنے والا تھا۔

"نہیں تم جاؤ۔" دونوں نے نرمی سے انکار کیا۔

"پھر میں بھی نہیں جا رہی ہوں۔" وہ روٹھ کر منہ پھلاتے ہوئے دوبارہ بیٹھ گئی۔

"ارے تم تو جاؤ۔" دونوں بہنیں ہکا بکا ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگیں، میزاب نے اسے ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا۔

"پھر آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔" لیہا نے جھٹ فرمائش کر ڈالی میزاب نے ابریق پر نظر ڈالی جس کی خاموش نگاہیں بھی لیہا کا تقاضا دہرا رہی تھیں ناچار اسے اٹھنا پڑا، ابریق کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"تھینک یو میزاب آپی!" لیہا جھٹ اس کے گال چومتی اس سے لپٹ گئی جبکہ اندر آتی فاخرہ بھی آخری دو جملوں سے ہی ساری چویشن سمجھ گئی تھیں، انہیں اپنی نادان بیٹی پر شدید غصہ آیا تھا، وہ دل میں کڑھتی پلٹ گئیں۔

☆☆☆

"لیہا تمہیں کس دن عقل آئے گی بیٹا۔" فاخرہ نے موقع ملتے ہی بیٹی کو آڑے ہاتھوں لیا، وہ واپسی پر سب گھر والوں کے لئے آئس کریم لائے تھے، لیہا کا قیام عروہ کے کمرے میں تھا انہوں نے لیہا کو سونے سے پہلے اپنے کمرے میں بلوایا تھا۔

"کیا ہوا ہے مما!" انہوں نے اسے آتے

تمی لتاڑتے ہوئے خشمگیں نظروں سے گھورا تو وہ پریشان ہو گئی، خلیل واش روم میں تھے، فاخرہ مطمئن تھیں کہ انہیں بچی سے بات کرنے کے لئے تنہائی میسر تھی۔

"تمہیں بھلا کیا ضرورت تھی میزاب کو ساتھ لے جانے کی۔" وہ دبے دبے لہجے میں غصے سے دھاڑیں، لیبا حیرت کی زیادتی سے گنگ رہ گئی، فاخرہ نے اسے کبھی نہ ڈانٹا تھا اسے ماں کی محض میزاب کو ساتھ لے جانے پر ناراضگی سمجھ نہ آئی وہ ناسمجھی سے ماں کو دیکھے جا رہی تھی جن کا چہرہ غصے کی زیادتی سے سرخ پڑ گیا تھا، ان کی آنکھوں میں چھپی غصے کی لالی نے لیبا کو سراسیمہ کر دیا تھا۔

"مما! ابریق مجھے لے کر جا رہے تھے تو مجھے میزاب آپی کے بغیر جانا مناسب نہ لگا۔" ابریق نے اسے جانے کی آفر کی تو اسے واقعی ہی تنہا جانا آکورڈ لگا تھا اسی لئے اس نے میزاب کو بھی جانے پر راضی کیا تھا، اس نے نرمی سے سچائی بیان کی۔

"کیا وہ تمہیں گود میں اٹھا کر لے گئی تھی۔" ان کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا، انہیں سمجھ نہ آئی کہ وہ اپنی نادان ومعصوم بچی کو کیسے سمجھائیں، لیبا کے ماتھے پر ناگواری کی لہریں ابھر آئیں، اسے ماں سے یہ توقع نہ تھی۔

"مما! آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔" وہ ناگواری سے انہیں ٹوک گئی۔

"بیٹا! تم سمجھدار ہو، تمہیں ابریق کے ساتھ اکیلے ہی جانا چاہیے تھا۔" فاخرہ کا دل بچی کی نادانی اور بھولپن پر اپنا سر پیٹ لینے کو چاہا جو ان کی بات نہ سمجھ رہی تھی یا پھر وہ سمجھنا نہ چاہتی تھی۔

"مما! آپ بالکل غلط سوچ رہی ہیں۔" وہ لمحہ بھر میں بات کی تہہ تک پہنچ گئی اسے ماں کی بات اور تقاضے نے ششدر کر دیا تھا، وہ میزاب اور مما جانتے ہوئے بھی انجان بن رہی تھیں... غصے سے تن فن کرتی اٹھ کر چلی گئی، فاخرہ نے اپنا سر پکڑ لیا، ان کا ذہن تیزی سے تانے بانے بن رہا تھا، رفتہ رفتہ ان کے چہرے سے تشویش کم ہونے لگی۔

"وہ ناسمجھ و نادان ہے، وقت کے ساتھ سمجھ جائے گی۔" ان کے چہرے پر گہرا اطمینان اور لبوں پر آسودہ مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

☆☆☆

"عاذب بھائی! کیا آپ مجھ سے خفا ہیں۔" اس روز خلیل اور فاخرہ اپنے گھر شفٹ ہو رہے تھے، عاذب کا دل لیبا کے جانے کے تصور سے ہی صبح سے اداس تھا، سارا دن سامان کی منتقلی میں گزر گیا تھا، فاخرہ ہفتے بھر سے روزانہ جا کر وہاں ملازماؤں سے صفائی کروا رہی تھیں، ان کی دوبارہ فاطمہ سے بات نہ ہو سکی تھی، فاطمہ کا رویہ بھی پہلے جیسا تھا جس سے وہ کچھ اخذ نہ کر پائی تھیں اور نہ ہی انہیں اپنی بے پناہ مصروفیات میں ان سے جواب لینے کا موقع مل سکا تھا، وہ اسی پر مطمئن تھیں کہ وہ فاطمہ کے ذہن میں بات ڈال چکی ہیں، عاذب اداس تنہا اپنے کمرے میں لیٹا تھا کہ لیبا چلی آئی۔

"نہیں لیبا! میں تم سے کیوں خفا ہوں گا۔" وہ اٹھ بیٹھا اور نرمی سے اس کا گال تھپکا وہ کسی ننھے بچے کی مانند لگ رہی تھی اس کے چہرے کی معصومیت و بھولپن تھا۔

"آپ مجھ سے کھنچے کھنچے کیوں رہتے ہیں۔" وہ ذرا مطمئن نہ ہوئی، اس نے بے یقینی سے سوال کیا، اس کی آنکھیں بے یقینی سے مزید پھیل گئیں وہ اسے بھلا کیا بتاتا، وہ تو اس کے

سائے سے بھی گھبراتا تھا۔

"لیبا بیٹا!" فاخرہ اسے آوازیں دے رہی تھیں سب گھر والے انہیں الوداع کہنے گیٹ پر جمع تھے، صرف عاذب غائب تھا، لیبا نامحسوس طریقے سے کھسک کر اس کے کمرے میں آ گئی، جلد ہی اس کے نام کی پکار پڑنے لگی تو اسے جانا پڑا۔

"آپ ہمارے گھر ضرور آیئے گا عاذب بھائی۔" لیبا نے پر زور اصرار کیا اس نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

☆☆☆

"فاطمہ! اماں بی کافی تیز اور چالاک عورت تھیں، انہوں نے بیٹی کو بھی یہیں سیٹل کروا لیا اور نواسی کو بھی تمہاری جائیداد کا مالک بنا ڈالا، بھی پھر تو وہ مال بیٹیاں لے اڑیں، تمہارے ہاتھ بھلا کیا آیا۔" خلیل اور فاخرہ نے نئے گھر کی خوشی میں دعوت دی تھی، مہمان جا چکے تھے البتہ عائشہ اور فاطمہ بچوں سمیت رات ٹھہرنے کے لئے رک گئی تھیں، نوجوان پارٹی لاؤنج میں براجمان خوب انجوائے کر رہی تھی۔

مرد حضرات کاروباری وسیاسی گفتگو میں محو تھے جبکہ عائشہ اور فاطمہ فاخرہ کے ساتھ کچن میں چائے تیار کر رہی تھیں، عائشہ چائے مردوں کو دینے گئیں تو فاخرہ کے دل کی جلن زبان پر کھلے لفظوں آ گئی، فاطمہ کی خاموشی نے ابھی انہیں ڈھارس دی تھی وہ انہیں کسی بات پر نہ ٹوکتی تھی اور نہ ہی کبھی ناگواری کا اظہار کیا تھا، یقیناً فاخرہ کا حوصلہ بڑھتا جا رہا تھا، عائشہ نوجوان پارٹی کے لئے چائے لینے آئیں تو فاخرہ نے چپ سادھ لی، فاطمہ کے چہرے پر گہری سوچ کر واضح چھاپ دی۔

عائشہ کی اپنی سسرال میں کسی سے نہ بنی تھی، وہ الگ ہو کر ان کے ہاں آ گئی تھی اماں بی نے انہیں گھر اور کاروبار میں حصہ دیا تھا۔

"بھابی سچ کہہ رہی ہیں۔" پتھر پر قطرہ قطرہ بوند گرے تو اس میں بھی جونک لگ جاتی ہے وہ تو پھر گوشت پوست کی نرم انسان تھیں، انہیں فاخرہ کی بات بالکل درست لگی تھی، اماں بی نے عائشہ کو ان کا حق بھی دے ڈالا تھا، وہ ایسا سوچتے ہوئے اماں بی کی تمام تر محبتیں اور شفقتیں بھول گئی تھیں انہیں یہ بھی خیال تک نہ آیا کہ اگر وہ دونوں ماں بیٹی مل کر ان کے خلاف محاذ بنا لیتیں تو وہ ان کا کیا بگاڑ سکتی تھیں، ارشد اپنی ماں کے بے حد فرمانبردار تھے ان کی ذہنی رو بھی فاخرہ کی طرح سوچنے لگی تھی۔

☆☆☆

کچھ دور ہمارے ساتھ چلو
ہم دل کی کہانی کہہ دیں گے
سمجھے نہ جسے تم آنکھوں سے
وہ بات زبانی کہہ دیں گے
پھولوں کی طرح ہونٹوں پہ
اک شوخ تبسم بکھرے گا
دھیرے سے تمہارے کانوں میں
ایک بات پرانی کہہ دیں گے
اظہار وفا تم کیا جانو۔۔۔!
اقرار وفا تم کیا جانو۔۔۔!
ہم ذکر کریں گے غیروں کا
اور اپنی کہانی کہہ دیں گے

"عاذب بھائی! آپ کو فیس بک سے دلچسپی ہے۔" چائے کا دور کب کا ختم ہو چکا تھا، سب سونے جا چکے تھے، اسے نیند نہ آ رہی تھی اس نے ٹائم پاسنگ کے لئے لیپ ٹاپ پر فیس بک کھول لی، وہ فیس بک میں منہمک تھا کہ لیبا کی اشتیاق بھری استفہامیہ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی،

عاذب نے چونک کر اسے دیکھا شاید اسے بھی نیند نہ آرہی تھی، وہ لاؤنج میں روشنی دیکھ کر چلی آئی تھی، وہ لیپ ٹاپ پر جھک گئی، عاذب کے حواس ساتھ چھوڑنے لگے، بڑی بڑی دلکش آنکھیں، صراحی دار گردن، گداز ہونٹ، سرخ و سفید رنگت وہ بلاشبہ بے حد حسین تھی عاذب کا دل اداسی کی دبیز تہہ میں ڈوبنے لگا۔

"لیبا آپ ابھی تک سوئی نہیں ہیں۔" عاذب نے ہوش میں آتے ہوئے اس کے دلکش سراپے سے بمشکل نظریں چراتے ہوئے کھوئے لہجے میں سوال کیا، وہ نجانے کیوں بار بار اس سے ٹکرا جاتی تھی، وہ اس سے گریز کی راہیں اپناتا مگر وہ گریز کی دیواریں گرانے پر تلی ہوئی تھی۔

"نہیں۔" وہ مختصرا جواب دے کر میس پک میں کھوئی رہی، اس نے محبت کھوئی تھی مگر اس کے چہرے پر کہیں احساس نارسائی نہ تھا، وہ ہر وقت ہنستی کھلکھلاتی رہتی، وہ اس کے چہرے کو بغور کھوج رہا تھا کہ اس نے چونک کر عاذب کو دیکھا، عاذب نے گڑبڑا کر نظریں پھیر لیں، لیبا ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی۔

"عاذب بھائی! کیا میں آپ کو بری لگتی ہوں؟" لیبا ماں کی طرح منہ پھٹ اور صاف بات کہہ دینے کی قائل تھی وہ عاذب کے روکھے رویے کو بالکل نہ سمجھ پائی تھی وہ نیچر لی اپنی دونوں بہنوں سے بالکل مختلف تھا، وہ دونوں جلد گھل مل جانے والی تھیں اس نے عاذب کو بھی کسی سے فری ہو کر باتیں کرتے نہ دیکھا تھا۔

"نہیں۔" اس کے سوال نے عاذب کو مزید گڑبڑا دیا، اسے اس لڑکی کا سامنا کرنا دنیا کا مشکل ترین امر لگتا تھا، اگلے پل نجانے کیا ہوا لیبا کچھ بھی کہے سنے بنا اٹھ کر چلی گئی، عاذب ناسمجھی سے اسے کا نقش پا دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

تو میری سوچ ہی کوئی اور تمہیں سوچے
تو کیوں؟
تو میرے لبوں کا نغمہ ہے کوئی اور تمہیں گنگنائے
تو کیوں؟
تو میری نظر کا آئینہ ہے کوئی اور تمہیں دیکھے
تو کیوں؟
تو صرف میری دعا ہے کوئی اور تمہیں مانگے
تو کیوں؟
تو صرف میری زندگی ہے کوئی اور طلب کرے
تو کیوں؟
تو میرے دل کی تمنا ہے تجھے کوئی اور آرزو کرے
تو کیوں؟
تو میری خواہش ہے تجھے کوئی اور پائے
تو کیوں؟

"زاردون میں تمہاری جلد شادی کرنا چاہتی ہوں بیٹا اگر تمہاری کوئی پسند ہے تو مجھے بتا دو۔" ملک صاحب بزنس ٹور پر دو ہفتے کے لئے بیرون ملک گئے ہوئے تھے زاردون نے نہایت ذمہ داری سے ان کی غیر موجودگی میں ان کا بزنس سنبھالا ہوا تھا، ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ کرتے زاردون کو پانی پیتے اچھو لگ گیا، وہ ماں کی بات پر ٹکر ٹکر ان کی صورت دیکھنے لگا، اس کے پاس ماں کو اپنی پسند کے متعلق بتانے کو کچھ نہ تھا اور پسند کے بغیر زندگی گزارنا اس کے لئے سوہان روح تھا۔

"ماما! مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ ان کی بات سنی ان سنی کرتا اٹھ کر کوٹ پہننے لگا۔

"بیٹھو زاردون۔" انہیں اس کی بے نیازی پر تپ چڑھ گئی وہ ان کی کسی بات کو سنجیدگی سے نہ لے رہا تھا اور شادی کا نام سنتے ہی بدکنے لگا تھا، ان کے سوشل سرکل میں ان کی نظر میں کئی رشتے

تھے بلکہ کئی بیگمات تو انہیں اپنی بچیوں کے لئے واضح اشارہ دے چکی تھیں لیکن وہ بیٹے کی مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کرنا چاہتی تھیں ان کا غصہ بالکل فطری تھا، ناچار اسے بیٹھنا پڑا۔

"مجھے اپنی پسند بتاؤ۔" وہ اس کے گریز سے بھانپ چکی تھیں کہ وہ کسی کو پسند کرتا ہے، انہوں نے سیدھے الفاظ میں پوچھا تو وہ سنجیدگی سے سر جھکا گیا، وہ خود اس کے متعلق کچھ نہ جانتا تھا اور نہ ہی شعیب نے اسے کوئی معلومات فراہم کی تھیں وہ ماما کی خود پر جمی نظروں سے گھبرا کر پہلو بدلنے لگا۔

"زاردون!" ممانے اس کی خاموشی سے چڑ کر تنبیہی انداز میں ٹوکا۔

"ممّا! میں خود اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہوں۔" زاردون نے بالآخر مجرمانہ انداز میں اعتراف کر لیا۔

"بیٹا! زندگی یوں نہیں گزرتی ہے۔" وہ پریشان ہو گئیں، وہ شوہر اور بیٹے کے آفس جانے کے بعد سارا دن گھر میں تنہا بور ہو جاتی ہیں انہیں سوشل ایکٹیویٹیز سے زیادہ دلچسپی نہ تھی اور وہ اپنی تنہائی اور بوریت دور کرنے کے لئے زاردون کی جلد شادی کرنا چاہتی تھیں مگر وہ اکلوتی اولاد پر اپنی مرضی نہ تھوپنا چاہتی تھیں۔

"ممّا مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ ان کی مزید کوئی بات سنے بغیر آفس چلا گیا، جبکہ وہ پریشانی سے سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

☆☆☆

"سمانی! آپ بیٹھیں میں کرتی ہوں۔" فاطمہ کچن میں کھانا تیار کر رہی تھیں ابراہیم نے بریانی اور کوفتہ کی فرمائش کی تھی، کچن سے اٹھتی اشتہا انگیز خوشبوئیں میزاب کو کھینچ لائیں، فاطمہ نے اس کی آمد کا کچھ خاص نوٹس نہ لیا، ان کے انداز میں میزاب کے لئے مخصوص محبت و گرمجوشی بھی مفقود تھی، وہ کافی دیر سے مصروف تھیں تھکن ان کے چہرے سے مترشح تھی، وہ بریانی کو دم پر لگا کر کوفتے کا مصالحہ بنانے لگیں، تو میزاب نے ان کے ہاتھ سے سالن کا چمچہ لے لیا اس سے ان کی تھکن نہ دیکھی گئی۔

"تم رہنے دو میں کر لوں گی۔" فاطمہ نے تقریباً جھپٹنے کے انداز میں چمچ واپس لے لیا ان کا لہجہ دھیما مگر کھردرا تھا، میزاب متحیر رہ گئی، انہوں نے پہلے بھی اس سے اس لہجے میں بات نہ کی تھی، فاطمہ کے چہرے سے چھلکتی بھری بے زاری نے میزاب کو طولی کر دیا، وہ نجانے کیوں اسے بدلی بدلی لگ رہی تھیں، وہ پہلے کی طرح نہ تو عائشہ کے پاس گھنٹوں بیٹھ کر لایعنی باتیں کرتی تھیں اور نہ ہی اس کے لئے گرمجوشی دکھاتی تھیں۔

فاطمہ بے نیازی کی انتہا پر تھیں وہ اسے یکسر نظر انداز کیے کھانا بنانے میں یوں مگن تھیں جیسے وہ موجود نہ ہو، میزاب بوجھل دل سے لوٹ گئی۔

☆☆☆

موسم بے حد خوشگوار تھا، ٹھنڈی میٹھی ہوا ہر طرف جھوم رہی تھی، خوشبوؤں کے قافلے ہوا کے دوش پہ پھیلے ماحول کو معطر کر رہے تھے، آسمان سے بوندا باندی گرنے لگی، وہ بارش کی دیوانی تھی اور اسے بارش میں نہانا بے حد پسند تھا، وہ وسیع لان کے کنارے برآمدے کی سیڑھیوں پر کھڑی بلر سے کندھا ٹکائے اسوچوں میں گم تھی بوندا باندی جلدی تھم گئی، وہ نپے تلے قدم اٹھاتی لان میں چیئر پر آن بیٹھی، دن ڈھلنے کو تھا۔

ہوا کے شریر جھونکے نے اس کے بال بکھیر دیئے، اس نے بال سمیٹ کر کیچر میں مضبوطی سے جکڑے، آسمان پر پرندے اپنے آشیانوں کی سمت محو پرواز تھے، اس نے چیئر کی بیک سے سر

لگا کر آنکھیں بند کر لیں، بند پلکوں کے پیچھے عاذب کا وجیہہ چہرہ مجسم سے آن ٹھہرا، اس نے گھبرا کر فوراً آنکھیں کھول دیں۔

"لیہا!" سامنے برآمدے میں عاذب کھڑا اسے ہاتھ کے اشارے سے بلا رہا تھا۔

بلیک پینٹ اور لائٹ براؤن شرٹ میں اس کا دراز قد نمایاں تھا، گوری رنگت، کھڑی ناک، سلیقے سے جمے بال اور تیکھے نقوش، وہ نجانے خوبرو وجیہہ حقیقتاً تھا یا اسے ہی لگ رہا تھا۔

"لیہا!" وہ بے یقینی سے اسے دیکھے جا رہی تھی کہ اس نے دوبارہ ہاتھ سے اشارہ کیا وہ دعوت کے بعد دوبارہ ان کے ہاں نہ آیا تھا اور نہ ہی اس نے پلٹ کر اس کی کوئی خبر لی تھی وہ بے یقین نہ ہوتی تو کیا کرتی، وہ یقین کی منزلوں سے گزر کر اس کی سمت بڑھنے کو تھی کہ وہ یکدم غائب ہو گیا۔

"ہاہ۔" اس کا دل دھک سے رہ گیا وہ حیرت کی انتہا پر تھی کیا گمان اتنے پر فریب یا طاقتور ہو سکتے ہیں کہ انسان انہیں حقیقت سمجھ بیٹھے، وہ دیوانوں کی طرح لپک کر برآمدے میں پہنچی، وہ پاگلوں کی طرح برآمدے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کئی بار بھاگی مگر وہ وہاں ہوتا تو نظر آتا تھا۔

"عاذب!" وہ تھک کر برآمدے میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی، آنسو اس کی آنکھوں سے جل جل بہنے لگے، وہ جس حقیقت سے فرار حاصل کرنے کو خود کو کئی بار جھٹلا چکی تھی، وہ فریب نہ تھا، اسے یکطرفہ محبت، شدت سے رلانے لگی، اسے لاکھ یاد کرنے پر بھی کوئی ایسا پل یاد نہ آیا تھا جب عاذب نے اس سے فرینکلی گفتگو کی ہو اس کی یادداشت میں کوئی ایسی ساعت محفوظ نہ تھی، جب عاذب نے اسے بھرپور کمپنی دی ہو، وہ تو اس کے سائے سے بھی بھاگتا تھا اور وہ...... وہ کتنی نادان تھی کہ اس نے بنا سوچے سمجھے محبت کی خاردار وادی میں قدم رکھ دیا تھا اور دل...... دل اس کی سنگت کا شدت سے تمنائی تھا اور آنکھیں...... آنکھیں اس کی دید کی پیاسی تھیں، اس کے آنسو تیزی سے اس کے گالوں پر بہنے لگے۔

☆☆☆

"میزاب بیٹا! تم مجھے کچھ پریشان لگ رہی ہو۔" عائشہ نے بیٹی کا بجھا چہرہ دیکھ کر محبت بھری تشویش سے استفسار کیا، وہ کچھ بجھی بجھی سی رہنے لگی تھی، فاطمہ کا رویہ بھی ان سے کچھ کھنچا کھنچا تھا، وہ بھابی کے بدلے رویے سے پریشان تھیں کہ میزاب کی پریشانی بھانپ نہ سکیں۔

"مما! فاطمہ ممانی کا رویہ کچھ بدل گیا ہے نا۔" میزاب نے ماں کی ہمدردی پا کر اپنا دل کھول کر رکھ دیا، عائشہ کی پریشانی بڑھ گئی، وہ میزاب سے بھی کھنچی کھنچی رہنے لگی تھیں انہیں بالکل خبر نہ تھی، آخر ایسا کیا ہو گیا ہے کہ وہ بدل گئی ہیں عائشہ کا ذہن بری طرح الجھ گیا۔

"نہیں بیٹا! تمہاری غلط فہمی ہے، وہ تو تمہیں بے حد چاہتی ہیں۔" عائشہ بیٹی کو پریشان نہ کرنا چاہتی تھیں اسی لئے مصلحتاً جھوٹ کا سہارا لیا۔

"مما! آپ مانیں یا نہ مانیں، کہیں کچھ غلط ضرور ہے۔" میزاب نے ماں کی بات رد کر دی، وہ روزانہ فاطمہ سے ملنے جاتی تھی انہوں نے دوبارہ اس سے روڈلی بات نہ کی تھی مگر پہلے جیسی پرجوش محبت بھی قصہ پارینہ بن گئی تھی، پھر میزاب اسے کیسے اپنا وہم مان لیتی، ایسا دو چار بار نہیں کئی بار ہوا تھا۔

"تم فضول باتوں کو ذہن پر سوار نہ کیا کرو۔" وہ غصے سے بیٹی کو ڈپٹتی نماز عصر کے لئے اٹھ گئیں غالباً وہ خود کو جھٹلانا چاہتی تھیں مگر بعض

حقیقتیں اتنی تلخ اور بھیانک آمیز سچائی لئے ہوتی ہیں کہ بے بس ہو جاتا ہے میزاب بھی نماز عصر کی تیاری کرنے لگی، نماز کا وقت تنگ پڑ رہا تھا۔

☆☆☆

"بھابھی مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔" فاطمہ ملازمہ سے سارے گھر کی صفائی کروا رہی تھیں، وہ ملازمہ کو فرش پر کپڑا لگانے کی ہدایت کر کے ذرا ستانے لاؤنج میں صوفے پر بیٹھیں تو عائشہ نے انہیں تنہا پا کر گھیر لیا، ان کی تبدیلی مزاج وہ بھی محسوس کر چکی تھیں جسے انہوں نے اپنا وہم سمجھ کر جھٹلا دیا تھا لیکن اگر ایک بات کو دو لوگ بیک وقت محسوس کر رہے ہوں تو وہ وہم نہیں ہوتی اس میں کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہوتی ہے۔

"کہو۔" فاطمہ انہیں ترچھی نظروں سے دیکھتی خود کو ہر طرح کی صورتحال کے لئے تیار کرنے لگیں، ان دونوں نے سدا محبت و اتفاق سے وقت گزارا تھا پھر ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ ان کی تبدیلی مزاج کو محسوس نہ کرتیں۔

"بھابھی! میں چاہتی ہوں کہ میزاب کی جلد رخصتی کر دوں۔" عائشہ نے تمہید باندھی، ماؤں کے دلوں پر بیٹیوں کے دکھ کسی وحی کی طرح اترتے ہیں ان کا دل میزاب کے ساتھ ان کے بدلے مزاج کا سن کر بری طرح کھٹک چکا تھا، دال میں ضرور کچھ کالا تھا، انہوں نے فاطمہ سے ان کے بدلے مزاج کا پوچھنے کی بجائے ڈائریکٹ میزاب کی رخصتی کا فیصلہ کر لیا تھا، وہ نہیں چاہتی تھیں کہ بات زیادہ بڑھنے سے میزاب پر برا اثر پڑے۔

"کیا؟" فاطمہ کے سان و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ رخصتی کی بات کریں گی، ان کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔

"میزاب اور ابریق کا فائنل ایگزام قریب ہے اس کے بعد دیکھیں گے۔" فاطمہ کا انداز صاف ٹالنے کا تھا، عائشہ نے بھابی کے ساتھ برسوں گزارے تھے، وہ ان کی مزاج آشنا تھیں، ان کا شک درست تھا ان کا دل اندر سے دکھ کر رہ گیا۔

"بھابھی! بچے رخصتی کے بعد ایگزام دے لیں گے۔" عائشہ نے اپنے دکھ پر قابو پاتے ہوئے تقاضا جاری رکھا، وہ بھرم نہ کھونا چاہتی تھیں، بعض اوقات بھرم ٹوٹنے سے رشتے ناطے روئی کے گالوں کی طرح بکھر جاتے ہیں۔

"مجھے اپنے بچے کا اکیڈمک ریکارڈ خراب نہیں کرنا ہے۔" انہوں نے دلیل ڈھونڈ کر صاف انکار کر دیا، عائشہ چپکی رہ گئیں۔

☆☆☆

"نذیر! آپ زاوردن سے بات کریں کہ وہ اپنی ضد چھوڑ دے۔" وہ صبح ہی وطن لوٹے تھے وہ فریش ہو کر لاؤنج میں بیٹھے نیوز چینل سرچ کر رہے تھے کہ صدیقہ ان کے لئے چائے لے آئیں، انہوں نے ان کی واپسی کا بے چینی سے انتظار کیا تھا، زاوردن ان کی کوئی بات نہ مانتا تھا۔

"کون سی ضد بیگم۔" انہوں نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے ٹی وی آف کر دیا اور ہمہ تن گوش ہو گئے جواباً وہ انہیں ساری بات بتانے لگیں۔

"ہوں۔" نذیر صاحب نے پوری بات سن کر پر سوچ ہنکارا بھرا، ان کے ماتھے پر سوچ کی کئی سلوٹیں تھیں اور ذہن کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں۔" ان کی خاموشی طویل ہوگئی تو صدیقہ نے زچ ہو کر پوچھا۔

"صدیقہ وہ ہماری اکلوتی اولاد ہے ہمیں

اس پر زبردستی نہیں کرنی چاہیے۔" نذیر چائے پی چکے تھے انہوں نے کپ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے بیگم کو مسکرا کر دیکھا۔

"وہ آپ کے بے جا لاڈ پیار سے ہی بگڑا ہے۔" صدیقہ بیگم کپ اٹھا کر خفگی سے پاؤں پٹختی ہوئی چلی گئیں۔

☆☆☆

"عروہ! کیا تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے۔" وہ فری پریڈ میں کالج کینٹین میں اپنی بیسٹ فرینڈ کے ساتھ کولڈ ڈرنک پی رہی تھی کہ اس نے اچانک پوچھا۔

وہ گھبرا گئی تھی نازش سموسے کھانے میں مگن تھی اس نے کن اکھیوں سے اس کا جائزہ لیا اس کے چہرے سے جھلکتے انداز لاپرواہی نے اسے سنبھلنے کا موقع دیا۔

"نہیں۔" اس نے سموسے نگلتے ہوئے دو ٹوک انکار کیا تو وہ چمکدار براؤن شکوہ کناں آنکھیں تصور میں در آئیں، اس نے گھبرا کر بعجلت سموسہ نگل لیا۔

"پتا ہے عروہ محبت انسان کو خود سے یونہی غافل کر دیتی ہے جیسے آج کل تم خود سے بھی بے نیاز رہنے لگی ہو۔" نازش نے سموسے کھا کر خالی پلیٹ اور بوتل سائیڈ پر رکھ کر ہاتھ جھاڑے، وہ پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مان لو عروہ شاید محبت تمہارے اندر بس چکی ہے۔" وہ اس کی بہترین دوست تھی اس کی مزاج آشنا، وہ اس سے مزید انکار نہ کر سکی وہ اس کی نظریں جھک گئیں چہرے پر پھیلی شرمیلی مسکراہٹ نے اسے مزید حسین بنا دیا تھا، وہ براؤن چمکدار آنکھیں تصور میں آئیں تو دل تیزی سے دھڑک اٹھا وہ محبت سے ہار چکی تھی، اس نے محبت کی حقیقت لیبا کے سامنے جتلائی تھی مگر دوست کے سامنے اقرار کر بیٹھی تھی، نازش نے محبت سے اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔

☆☆☆

"فاطمہ! تم عائشہ اور میزاب سے کھنچی کھنچی کیوں رہنے لگی ہو۔" وہ نماز عشاء کے بعد معمول کے وظائف سے فارغ ہو کر سونے کے لئے لیٹ گئیں، ارشد اس کے فراغت کے منتظر تھے جب ارشد صاحب نے پوچھا۔

"اوہ، تو آپ سے میری شکایت کی گئی ہے۔" سونے کے لئے لیٹی فاطمہ کے ابرو تن گئے ان کا دل و دماغ فاخرہ کی مٹھی میں تھا، وہ انہی کے ذہن میں سوچنے لگی تھیں وہ جتنا اس پہلو پر سوچتیں ان کے پچھتاوے میں اتنا ہی اضافہ ہو جاتا تھا، انہیں ساجدہ بیگم کی چالاکی پر بھی تاؤ آتا تھا حالانکہ انہوں نے ساری زندگی ساس اور نند کی عزت کی تھی، ان کے دل کا بغض بڑھ گیا۔

"واٹ؟ کیا کہا تم نے؟" وہ حیرت کی زیادتی سے اپنی جگہ اچھل پڑے وہ عائشہ کے ساتھ روزانہ شام کی چائے پیتے ہوئے گھنٹوں باتیں کرتی نہ تھکتی تھیں، میزاب انہیں چائے بنا کر دیتی تھی کبھی کبھار ارشد جلدی گھر آ جاتے تو وہ بھی ان کے ساتھ چائے اور گفتگو میں شریک ہو جاتے انہوں نے آغاز میں کچھ خاص نوٹس نہ لیا لیکن اب زیادہ دن گزر گئے تھے، وہ عائشہ سے بھی نہ ملتے تھے انہوں نے برسبیل تذکرہ بات چھیڑی تھی فاطمہ کے غصے سے تنے ابرو انہیں چونکا گئے، کہیں کچھ دال میں کالا تھا، فاطمہ فطرتاً نرم دل اور صلح جو طبیعت کی مالک تھیں انہوں نے کبھی ان سے عائشہ یا اماں کی روایتی بہوؤں کی طرح کوئی شکایت نہ لگائی تھی انہیں فاطمہ کی یہی عادت بے حد پسند تھی۔

"عائشہ نے آپ سے کیا کہا ہے؟" ان

کے تیور و انداز ہی نہیں الفاظ اور لہجہ بھی تیکھا تھا اماں نے بھی انہیں گھریلو معاملات میں الجھا کر کے گھریلو سیاست میں نہ جھونکا تھا، اسی لئے انہوں نے بھی کسی گھریلو معاملہ میں دخل نہ دیا تھا یہ نہ تھا کہ وہ لاپرواہ عادت و طبیعت کے مالک تھے بلکہ وہ اماں کے خوش اسلوبی سے ہر معاملہ حل کرنے سے گھریلو معاملات سے بے فکر و آزاد تھے، انہیں ماں کی کمی شدت سے محسوس ہوئی، انہیں احساس کوتاہی بھی کچوکے لگانے لگا تھا، وہ ماں کے بعد بہن سے بھی غافل رہنے لگے تھے۔

"بتائیں نا، کیا بات ہوئی ہے؟" وہ ندامت میں گھرے چپ سادھے بیٹھے تھے، فاطمہ ان کی خاموشی سے چڑ کر رہ گئیں وہ انہیں تاسف سے دیکھ کر رہ گئے۔

"فاطمہ مجھے تو عائشہ سے ملے کافی دن گزر گئے ہیں۔" ان کے دل پہ بہن کی یاد نے چٹکی بھری وہ بس یہی کہہ سکے ان کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ فاطمہ کے دل پر اطمینان و ندامت بیک وقت چھانے لگی، وہ مطمئن تھیں کہ ارشد حقیقت سے لاعلم ہیں اور انہیں ندامت اپنی عجلت پر ہوئی تھی، حالانکہ وہ بخوبی جانتی تھیں کہ عائشہ کی عادت غیبت کی بالکل نہیں ہے بلکہ انہیں میزاب بھی اسی لئے پسند تھی کہ وہ عادتوں میں ماں کا پرتو ہے۔

"وہ آپ کی غلط فہمی ہے میں کسی سے کھنچی کھنچی نہیں رہتی ہوں۔" فاطمہ کی ندامت لمحہ بھر میں زائل ہو گئی، وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ارشد ان سے بدگمان ہوں وہ سلیقے سے معاملہ سنبھالا چاہتی تھیں تاکہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، جواباً ارشد نے انہیں بے یقینی بھری نظروں سے دیکھا، وہ دل میں بہن سے بات کرنے کا مصمم ارادہ کر کے سونے کیلئے کروٹ بدل گئے، فاطمہ کی پرسوچ نظریں انہی پر جمی تھیں، انہیں جلد معاملہ بگڑنے سے قبل سلجھانا تھا۔

☆☆☆

"لیبا بیٹا! تم اپنی کیئر کیا کرو میری جان۔" وہ کالج سے آتے ہی سو گئی تھی اس کی آنکھ شام کو کھلی وہ ملگجے کپڑوں اور الجھے بالوں سمیت فریش ہوئے بغیر لاؤنج میں آ گئی، جہاں فاخرہ ٹی وی دیکھتے ہوئے اپنے ناخنوں کی شیپ بنا رہی تھیں، وہ دوپہر کو پارلر سے فیشل مینی کیور اور پیڈی کیور کروا آئی تھیں ان کا چہرہ فیشل سے تر و تازہ لگ رہا تھا، انہوں نے اپنا ہیئر سٹائل بھی چینج کیا تھا، نیا ہیئر سٹائل ان پر بے حد جچ رہا تھا، لیبا نے سستی سے صوفے پر ٹانگیں پھیلائیں تو وہ اسے ٹوکے بنا نہ رہ سکیں، وہ اس کے لئے کچھ سوچ بیٹھی تھیں مگر وہ نادان لڑکی کچھ سمجھنے پر تیار ہی نہ تھی۔

"مما! آپ میرے لئے ایک کپ چائے کا بنوائیں میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" وہ جمائی روکتے ہوئے اٹھ گئی، وہ چند لمحوں بعد آئی تو اس کا حلیہ نسبتاً بہتر تھا، اس کی شہابی رنگت کسی سنگھار کی محتاج نہ تھی، اس کی جلد چکنی اور بال قدرتی لمبے اور سلکی تھے، وہ حسن و سادگی کا مرقع مگر خود سے غافل تھی، وہ اس کا تفصیلی جائزہ لے رہی تھیں۔

"مما!" لیبا ان کے جائزہ لینے پر جز بز انہیں متنبہ کر گئی، لیبا من موجی لڑکی تھی وہ خلاف موڈ کی کوئی بات گوارا یا برداشت نہ کرتی تھی اسی اثناء میں ملازمہ چائے بنا کر لے آئی۔

"لیبا! بیٹا تم اپنے پھپھو کے ہاں کسی ویک اینڈ رہنے چلی جانا۔" وہ گرم لوہے پر ضرب در ضرب لگانے کی قائل تھیں تاکہ لوہا جلد ٹوٹ جائے، ان کے ذہن میں آئیڈیا آیا تو انہوں نے چائے پیتی بیٹی کو دیکھا، گھونٹ گھونٹ چائے پیتی

لیہا کا ہاتھ لرزا اور گرم چائے اس کی زبان جھلسا گئی۔

"دھیان سے بیٹا۔" فاخرہ نرمی سے اسے ٹوک کر رہ گئیں، درد دل نے لیہا کی آنکھوں میں نمی پھیلا دی، وہ عاذب کا سامنا نہ کرنا چاہتی تھی۔

"سوری مما! مجھے نہیں جانا میری اسٹڈی ڈسٹرب ہو گی۔" لیہا قطعیت سے کہتی چائے ادھوری چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"لیہا...... لیہا بیٹا رکو۔" وہ اسے پکارتی رہ گئیں مگر وہ ان کی ہر پکار نظر انداز کر کے جا چکی تھی، وہ غصے سے کھول اٹھیں، انہوں نے دانت کچکچا کر اس کے کمرے کے بند دروازے کو گھورا تھا ان کی گرفت ریموٹ کنٹرول پر سخت ہو گئی۔

☆☆☆

"میزاب تم اپنی پریشانی مجھ سے شیئر نہ کرو گی تو کس سے کرو گی۔" وہ دونوں لائبریری کی سیڑھیوں پر بیٹھے تھے میزاب کافی دیر سے فارمولا حل کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، ابریق کافی دیر سے اسے دیکھ رہا تھا وہ فارمولا درست اپلائی کر کے بھی سلو کرنے میں ناکام تھی، وہ کند ذہن نہ تھی، ابریق نے اس کے سامنے سے نوٹ بک اٹھا کر بنا کہے نومیریکل حل کر کے نوٹ بک اس کے سامنے رکھ دی تھی، اس نے سر اٹھا کر ابریق کی آنکھوں میں جھانکا، آج محبت بھری آنکھوں میں اس کے لئے پہلی بار شکوہ مچل رہا تھا، میزاب نے ماں اور نانی سے زندگی کا یہی اصول سیکھا تھا کہ عورت مرد کو گھریلو سیاست سے دور رکھ کر اسے پریشانی و ٹینشن سے بچائے۔

"تم زیادہ سمارٹ نہ بنو، میں ابھی حل کرنے ہی والی تھی۔" میزاب نے شوخی بھری شریر مسکراتی آنکھوں سے اسے گھورا، ابریق کے چہرے پر اطمینان کی لہر ابھر آئی۔

"چلیں، پوائنٹ کا ٹائم ہونے والا ہے۔" میزاب نے گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے ساتھ شوخی سے اس کا کندھا ہلایا، یونیورسٹی آف کا وقت ہونے کو تھا۔

"چلیں جناب!" ابریق بھی مسکرا دیا، میزاب کے لئے اس کا اطمینان ہی کافی تھا۔

☆☆☆

"زارون بیٹا! آج شام کو اکٹھے گھر چلیں گے۔" ملک نذیر اور زارون فیکٹری کا معمول کا وزٹ کر رہے تھے وہ زارون کی کارکردگی سے خوش و مطمئن تھے، اس نے ورکرز سے خاصی علیک سلیک کر لی تھی، ملک کی رائے میں ورکرز سے اچھی علیک سلیک بے حد ضروری ہے، زارون اپنے آفس جانے لگا تو انہوں نے پیچھے سے آواز لگائی۔

"مگر پاپا آپ کی گاڑی؟" وہ دونوں الگ الگ گاڑیوں میں فیکٹری آتے تھے، زارون نے الجھ کر پوچھا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر نرمی سے اس کی بات ٹوکی۔

"بیٹا آج رات گاڑی پارکنگ میں رہے گی۔" وہ سر ہلا کر چلا گیا اور شام کو انہیں ساتھ لئے پارکنگ میں آ گیا وہ زارون کی گاڑی میں آن بیٹھے۔

"بیٹا تم اپنی ماں کی بات مان کیوں نہیں لیتے ہو۔" زارون نے گاڑی روڈ پر ڈالی، ٹریفک کا خاصا رش تھا جیسے ہر فرد گھر جلد پہنچنا چاہتا ہو، زارون نے گاڑی رش سے نکال کر نسبتاً پرسکون روڈ پر ڈالی تو ملک نذیر نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"آپ اسی لئے میرے ساتھ ہیں ڈیڈی۔" زارون کا لہجہ قدرے تیکھا ہو گیا۔

"بیٹا تم کب تک اس لڑکی کے لئے شادی

نہ کرو گے۔" ملک نذیر کو بھی غصہ آ گیا، انہوں نے غصے سے مگر دھیمے لہجے میں اسے ڈپٹا۔

"وہ جب تک مجھے مل نہیں جاتی ہے۔" زارون نے ان کی ڈانٹ کی بالکل پرواہ نہ کی، ملک صاحب بیٹے کی قطعیت بھرے لہجے پر اسے خاموش تاسف بھری نظروں سے دیکھ کر رہ گئے۔

☆☆☆

شام ہونے کو تھی، مما اسے کئی بار آوازیں دے چکی تھیں، سردی بڑھ چکی تھی، وہ گرم کپڑوں اور سویٹر سے بے نیاز لان میں چیئر پر بیٹھی تھی، اس کا ارادہ اندر جانے کا نہ تھا دل تنہائی کا متمنی تھا، اس دشمن جان کی یادوں نے دل و دماغ کو جکڑ رکھا تھا، اسے عاذب سے ملے کئی روز گزر چکے تھے دل اس کی ایک دید کے لئے ضدی بچے کی طرح مچلے جا رہا تھا، ذہن پر دور ایک شبیہ ابھری جو رفتہ رفتہ حقیقت بن کر آنکھوں میں ٹھہرنے لگی، وہ یک ٹک ان دونوں کو دیکھے جا رہی تھی۔

"کیسی ہو لیہا؟" عروہ آتے ہی سلام دعا کے بعد خوشی سے اس سے لپٹ گئی، لیہا مارے خوشی کے روہانسی ہو گئی تھی، وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی چھپاتے ہوئے عروہ سے گرمجوشی سے جواباً لپٹ گئی۔

"کیسے ہیں آپ عاذب؟" وہ عروہ کا سوال گول کر کے عاذب کے سامنے کسی داسی کی طرح مودب کھڑی تھی، محبت کی آنچ سے پگھلتا اس کے نرم لہجے نے ان دونوں کو چونکا دیا، عروہ اور عاذب ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے عاذب نے سماعت بھر لیہا کو گہری نظر سے دیکھا، لیہا کا دل شدت سے چاہا کہ یہ پل ٹھہر جائیں وہ یونہی اس کے سامنے کھڑا رہے، وہ اک ٹرانس میں بے خودی سے عاذب کو دیکھ رہی تھی۔

"ہوں ہوں۔" عروہ نے خواہ مخواہ کھانس کر اسے ہوش دلایا وہ خجل ہو کر حیاء سے سرخ پڑ گئی، حیاء کی گلابی نے اس کے حسن کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔

"اندر چلیں۔" اسے حق میزبانی یاد آیا تو اس کی ندامت بڑھ گئی، عاذب دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا، لیہا انہیں لئے رہائشی حصے میں آ گئی۔

"نجانے عاذب میرے بارے میں کیا سوچتا ہو گا؟" وہ خفت زدہ سوچ رہی تھی وہ ان دونوں کو لئے ڈرائنگ روم میں آ گئی۔

"السلام علیکم!" وہ تینوں باتوں میں مگن تھے فاخرہ بھی انہیں دیکھ کر آ گئیں عاذب اور عروہ نے بیک وقت انہیں کھڑے ہو کر سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!" فاخرہ نے ساڑھی کا فال درست کرتے ہوئے نخوت بھرے انداز میں سلام کا جواب دیتے ہوئے انہیں سر تا پا گھورا، عاذب اور عروہ کے چہروں پر سنجیدگی چھا گئی۔

"کیسے آنا ہوا تمہارا؟" انہوں نے کھڑے کھڑے ناگواری سے استفسار کیا، انہیں ان دونوں کی آمد پسند نہ آئی تھی، انداز سراسر جان چھڑانے والا تھا۔

"آنٹی ہم یہاں سے گزر رہے تھے تو لیہا سے بھی ملنے چلے آئے۔" عروہ نے سنجیدگی و آہستگی سے مرے مرے لہجے میں جواب دیا، عاذب احساس توہین سے سلگ رہا تھا اسے ان کی کاٹ دار نگاہیں جسم کے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں، درحقیقت عروہ کو اپنی دوست کے گھر جانا تھا، عاذب اسے واپسی پر لے کر قریب سے گزر رہا تھا تو عروہ نے لیہا سے ملنے کی فرمائش کر ڈالی تھی۔

"کیا یہ سچ کہہ رہی ہے لیہا۔" فاخرہ نے اس کی بات سننے کے بعد لیہا سے مشکوک انداز

میں تصدیق مانگی تو وہ جز بز ہو گئی، اسے باتوں میں مگن بالکل دھیان نہ رہا کہ وہ ان سے آمد کا مقصد پوچھ لیتی، وہ مما کے بدسلوک رویے کی وجہ سے قاصر تھی مما تو بہت خوش اخلاق اور مہمان نواز تھیں پھر ان دونوں سے اتنی بدسلوکی اور ہتک آمیز رویہ کیوں؟

''مما عروہ جب چاہے یہاں آسکتی ہے۔''

وہ ماں کے رویے سے خائف بمشکل غصہ دبائی ہوئی نرمی سے گویا ہوئی، اسی اثناء میں ملازمہ چائے اور دیگر لوازمات سے بھی ٹرالی لے آئی۔

''ہوں۔'' فاخرہ کے لبوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ بکھر گئی، عاذب کی برداشت جواب دے گئی وہ تیزی سے چائے پیتے بنا چلا گیا۔

''اللہ حافظ لیہا!'' عروہ نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا اور الوداعی کلمات کہہ کر تیزی سے بھائی کے پیچھے لپکی۔

''لیہا!'' وہ عروہ کو گیٹ تک رخصت کرنے جانے لگی تو فاخرہ کا غصہ آسمان کو چھونے لگا، مگر اس نے ان کے غصے کی قطعاً پرواہ نہ کی اور عروہ کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھ گئی، فاخرہ کی غصیلی نظروں نے دونوں کا دور تک تعاقب کیا، مگر وہ بھی انہی کی بیٹی تھی۔

''سوری عاذب ایکچو ئیلی مما......'' عروہ پورچ میں گاڑی میں آبیٹھی لیہا نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے عاذب سے معذرت کرنے کے لئے کھڑکی سے اندر جھانکا لیکن وہ اس کی پوری بات سنے بغیر گاڑی زن سے بھگا لے گیا، عروہ عاذب سے شرمندہ تھی وہ اسی کے بے حد اصرار پر یہاں آیا تھا حالانکہ اسے آفس میں ضروری کام تھا اور اسے جلدی واپس آفس پہنچنا تھا، لیہا بے بسی سے نمی بھری آنکھوں سے گاڑی دور جاتا دیکھتی رہی۔

☆☆☆

اسی روز سنڈے تھا، ارشد اور ابریق چھٹی والے دن دیر تک سوتے رہتے تھے، ارشد کو خلاف معمول نیند نہ آرہی تھی، وہ فریش ہو کر عائشہ کے پورشن چلے آئے، وہ سب ناشتہ کر چکے تھے، وہ بہت دنوں بعد بہن سے ملے تھے ان کا دل ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے بہن سے دوری پر نادم تھا، عائشہ ان کے لئے ناشتہ تیار کر کے لے آئیں ساگ کے ساتھ گرما گرم پراٹھے نے ان کی بھوک جگا دی، عائشہ انہیں ناشتہ دے کر چائے بنانے چلی گئیں۔

''عائشہ! ہم اماں کے بعد ایک دوسرے سے کتنا دور ہو گئے ہیں۔'' وہ بھائی کے لئے چائے بنا کر لائیں تو ارشد نے ان کے ہاتھ سے چائے کا کپ تھام لیا ان کے لہجے سے رنجیدگی چھلک رہی تھی۔

''بھائی ہم ساتھ ہیں۔'' عائشہ نے محبت سے ان کا مان بڑھایا ان کے چہرے پر بھی ہمہ وقت دھیمی مسکان گہری سنجیدگی میں ڈھل چکی تھی وہ ان سے نظریں چرا گئے دل میں احساس کوتاہی شدت سے جاگ اٹھا، کہیں اک کمی تھی جو انہیں اپنی گرفت میں لئے یہاں کھینچ لائی تھی۔

''عائشہ! تم فاطمہ سے کھنچی کھنچی رہنے لگی کیوں؟'' ارشد نے ان کے چہرے کو بغور کھوجتے ہوئے حقیقت جاننا چاہی تھی، فاطمہ تو انہیں ٹال چکی تھیں لیکن ان کا دل مطمئن نہ تھا اسی لئے وہ بہن کے روبرو تھے انہیں اپنی بے پناہ مصروفیات میں وقت نہ مل سکا تھا۔

''بھائی وہ......''

''اوہ تو یہاں میری شکایتیں لگائی جا رہی ہیں۔'' عائشہ ان سے کوئی مناسب بہانہ کرنے کو تھیں کہ فاطمہ آگئیں وہ ارشد کے تعاقب میں آئی

تھیں وہ دانستہ ان کی باتیں سننے کو رک گئی تھیں، انہوں نے زمانے بھر کی تلخی لہجے و آنکھوں میں سمو لی۔

''فاطمہ!'' ارشد غصے سے فاطمہ پر گرجے جبکہ عائشہ اپنی جگہ سن بیٹھی رہیں۔

''آپ بھی مجھے ڈانٹیں گے آخر بہن نے میرے خلاف پٹیاں جو پڑھا دی ہیں۔'' فاطمہ ان کے غصے کی پرواہ کیے بغیر بولیں ان کا بس نہ چل رہا تھا وہ عائشہ کا خون پی جاتیں بدگمانی نے ان کی آنکھوں اور دل سے محبت و اعتماد چھین لیا تھا۔

''بھابھی! میں نے کوئی پٹی نہیں پڑھائی ہے آپ کو......'' عائشہ نے بات مزید بگڑنے سے پہلے سنبھالنے کے لئے اپنی صفائی دینا چاہی۔

''ہاں ہاں تم تو پارسا ہو میں ہی بری ہوں۔'' فاطمہ نے ان کی بات کاٹ کر اندر کی کھولن نکالی، ارشد ہکا بکا ان کا نیا روپ دیکھ رہے تھے۔

''میری ایک بات آپ دونوں کان کھول کر سن لیں، ابریق کی شادی لیہا سے ہوگی میزاب سے نہیں۔'' وہ بات مکمل کر کے دونوں کو کڑی نظروں سے دیکھتی غصے سے تن فن کرتی چلی گئیں، عائشہ دکھ سے ڈھے گئیں ان کا وہم بدترین حقیقت کا روپ دھار کے سامنے آچکا تھا، ارشد کا منہ حیرت و بے یقینی سے کھلے کا کھلا رہ گیا، جبکہ برآمدے میں ڈسٹنگ کرتی میزاب کا دل کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا تھا۔

☆☆☆

''آپی!'' وہ نہ جانے کب سے برآمدے کی سیڑھیوں کے پاس گھٹنوں کے گرد بازو باندھے ٹکٹکی باندھے غیر مرئی نقطے کو دیکھتی سوچوں میں غلطاں تھی، اس نے تھکن سے فاطمہ ممانی کی آنکھوں سے محبت دیکھی تھی، اسی لئے ان کی نفرت سہنا سوہان روح تھی اور ابریق سے جدائی کا تصور ہی جان نکال دینے والا تھا، عروہ اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے اس کے قریب تک گئی، دونوں کی نظریں ملیں، عروہ کی آنکھوں میں چھپی تشویش نے اس کی آنکھیں نم کر دیں، وہ جو بہن کو تسلی دینے آئی تھی اس کے تمام الفاظ کہیں گم ہو چکے تھے، اس نے میزاب کو بچوں کی مانند سینے سے لگا لیا، میزاب کسی مہربان آغوش کی منتظر تھی، اس نے اپنے آنسوؤں کو بہنے دیا، عروہ محبت سے اس کی کمر سہلانے لگی، دور کچن سے انہیں دیکھتی عائشہ کے دل سے اک ہوک اٹھی تھی۔

☆☆☆

''تم اپنے دماغ کا فتور نکال دو اور اپنی اولاد کی بھلائی سوچو۔'' ارشد نے دو روز سے فاطمہ سے قطع کلامی کر رکھی تھی، فاطمہ اپنی من مانی پر تل چکی تھیں مگر وہ ارشد کی مکمل رضامندی اور انہیں رام کیے بغیر کچھ نہ کر پاتیں اسی لئے وہ انہیں منانے لگیں، ارشد بیوی کے بدلے طور طریقے سے سخت خائف تھے، انہوں نے سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے تیکھے چتونوں سے انہیں گھورا۔

''آپ میری بات سمجھنے کی کوشش تو کریں ارشد۔'' فاطمہ اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھیں، وہ الٹا انہیں پر جھنجلا اٹھیں اور خفگی سے منہ پھلا لیا۔

''شادی بیاہ کوئی گڈی گڈے کا کھیل نہیں ہے یہ عمر بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ ہوتا ہے فاطمہ، میں اپنی بہن کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ ابریق بھی ایسا ہی چاہے گا۔'' ارشد نے قطعیت بھرے فیصلے لہجے میں بات ختم کر کے ٹی وی آن کر لیا، وہ آفس

سے آکر بنا کھانا کھائے کمرے میں ریسٹ کے لیے آگئے تھے، ان کی تو فکر سے بھوک پیاس اڑ گئی تھی وہ آفس میں بھی بجھے بجھے سے رہے تھے اور فاطمہ کو کسی بات کا احساس نہ تھا، نہ رشتوں کے تقدس اور نہ ہی اکلوتی اولاد کی خوشیوں کا، وہ الٹا انہیں غلط سمجھ رہی تھیں۔

"السلام علیکم! میں کیا چاہوں گا ڈیڈی!؟" ابریق کے کانوں نے ان کا آخری جملہ اچک لیا، اس کے چہرے پر الجھن تھی، وہ باپ کے پریشان چہرے کو دیکھ کر تشویش زدہ تھا، اس نے والدین کے مابین کشیدگی بھانپ لی تھی اور انہیں سنجیدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"ابریق تمہیں میزاب کو رخصت کروانا ہے یا اسے طلاق دینی ہے۔" ارشد نے سنجیدگی سے استفسار کیا، وہ ہکا بکا رہ گیا، وہ حیرانگی سے غیر متوقع سوال پر بت کی مانند ساکت تھا۔

"دیکھا، دیکھا تم نے فاطمہ۔" ارشد اس کی کیفیت سے ہی اپنے سوال کا جواب پا گئے تھے انہوں نے فاطمہ کو شرمندہ کرنا چاہا مگر وہ رتی بھر پشیمان نہ ہوئیں بلکہ انہوں نے خفگی سے منہ پھیر لیا۔

"تم اپنے دل سے لیہا کا خیال نکال دو فاطمہ، ابریق کا نکاح ہوا ہے منگنی نہیں۔" وہ چند لمحوں بعد اٹھ کر جانے لگیں، ارشد کی تنبیہہ بھری آواز نے ان کا دور تک پیچھا کیا تھا، ابریق بھول چکا تھا کہ وہ یہاں کیا کرنے آیا ہے۔

☆☆☆

"پھپھو! میزاب کہاں ہے؟" وہ آندھی طوفان کی طرح غصے سے تن فن کرتا ہوا آیا تھا، اس نے لاؤنج میں بیٹھی عائشہ سے پوچھا وہ نماز عشاء کے بعد وظائف میں مشغول تھیں، عائشہ نے تسبیح سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسے متحیر نظروں سے دیکھا، دل تو ویسے ہی وسوسوں کی آماجگاہ بن چکا تھا، ابریق کوئی جواب نہ پا کر بنا جواب لیے تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگا، بالائی منزل پر وسیع لاؤنج میں جھولا رکھا گیا تھا، جس سے دائیں سمت لان صاف نظر آتا تھا، میزاب کو پورے گھر میں یہ جگہ بے حد پسند تھی وہ گھنٹوں جھولے پر بیٹھ کر لان کی ہریالی اور نیلگوں آسمان کو محویت سے دیکھتی رہتی تھی، ابریق اسے کمرے میں نہ پا کر عائشہ کے پاس آیا پھر اسے میزاب کی پسندیدہ جگہ کا خیال آیا تو وہ ادھر آ گیا۔

"میزاب!" وہ حسب توقع سوچوں میں گم دور نیلے آسمان پر نظریں لگائے ہوئی تھی، چودھویں کا چاند آسمان کے تھال پر تمکنت سے سجا تھا، ابریق اس کے سر پر جا پہنچا، اس نے ایک جھٹکے سے ہولے سے ہلتا جھولا روک دیا تھا، سوچوں میں گم میزاب بری طرح چونکی تھی، ابریق کی آنکھوں میں غصے کی سرخی اور چہرے پر خفگی و برہمی تھی۔

"تم نے مجھ سے یہ سب کیوں چھپایا؟" ابریق نے خفگی سے منہ بگاڑتے ہوئے خود کو ناسمجھی سے گھورتی میزاب کا ہاتھ جھٹکا، زنجیر اس کے ہاتھ سے ذرا سا لڑکھڑا کر چھوٹ گئی تھی، اس کے انداز پر بھی میزاب کو بھانپ گئے کہ وہ حقیقت جان چکا ہے، وہ طویل بوجھل سانس بھرتی اٹھ کر ٹیرس میں آ گئی۔

"بے وقوف لڑکی! تم تنہا اتنے روز پریشان رہی اور مجھے کچھ بتایا تک نہیں۔" وہ اس کے پیچھے چلا آیا، محبت بھرے نرم دھیمے پرشکوہ لہجے نے اس کی آنکھوں میں نمی بھر دی، وہ اس سے نمی چھپانے کو دانستہ رخ موڑ گئی۔

"میزاب تم بالکل بے فکر ہو جاؤ ہمیں دنیا کی کوئی طاقت بھی جدا نہیں کر سکتی ہے۔" وہ

رو دیے اور اسے خبر نہ ہو ایسا کبھی نہ ہو سکتا تھا، ابریق نے اس کے سامنے آ کر اس کے پلکوں پہ سجے موتی اپنی پوروں پہ چن لیے، میزاب نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا، ابریق کے محبت بھرے لہجے اور مان بھرے استحقاق نے اس کی آنکھوں کی چمک بڑھا دی تھی، اس کے لبوں پر مسکراہٹ چھب دکھا کر غائب ہو گئی، یوں جیسے آسمان پر گھرے بادلوں میں چھپا چاند اپنی اک جھلک دکھلا کر چھپ جاتا ہے، ابریق مبہوت سا اسے دیکھے گیا، میزاب نے دھڑکتے دل سے نظریں چرا کر تاروں سے سجے آسمان پر ٹکا دیں۔

☆☆☆

ساتھ ٹوٹ جاتے ہیں بھیڑ میں
زمانے سے ہاتھ چھوٹ ہی جاتے ہیں
دوست زرد رتوں میں سلوٹیں سی پڑتی ہیں
اک ذرا سی رنجش سے، شک کی زرد ٹہنی پر
پھول بدگمانی کے اس طرح کھلتے ہیں
زندگی سے بھی پیارے، اجنبی سے لگتے ہیں، غیر
بن کے
ملتے ہیں
عمر بھر کی چاہت کو آسرا نہیں ملتا، دشت بے یقینی
میں راستہ نہیں ملتا
معذرت کے لفظوں کو روشنی نہیں ملتی، لذت
پذیرائی پھر کبھی نہیں ملتی
پھول رنگ وعدوں کی منزلیں سسکتی ہیں راہ
مڑنے لگتی ہیں
بے رخی کے گارے سے بے دلی کی مٹی سے
فاصلے کی اینٹوں سے اینٹ جڑنے لگتی ہے خاک
اڑنے لگتی ہے
خواب ٹوٹ جاتے ہیں، واہموں کے سائے سے
عمر بھر کی محنت کو، پل میں ٹوٹ جاتے ہیں
اک ذرا سی رنجش سے، ساتھ چھوٹ جاتے ہیں
بھیڑ میں زمانے کی، ہاتھ چھوٹ جاتے ہیں
ساتھ ٹوٹ جاتے ہیں

کمرشل ایریا میں معروف شاہراہ پر بے حد رش تھا، ٹریفک کا شور اور آفس کی تھکاوٹ نے اس پر کوفت و بیزاری طاری کر دی تھی، وہ سارا دن آفس میں بزی رہا تھا اسے عروہ نے صبح آفس آتے ہوئے اپنا ریڈی میڈ سوٹ چینج کروانے کے لیے دیا تھا، عاذب نے گاڑی بمشکل جنریشن سے باہر گاڑیوں کی طویل قطار میں جگہ بنا کر لاک کی اور سوٹ لے کر اندر چلا گیا۔

"عاذب آپ؟" وہ سوٹ چینج کروا کر چند ثانیے بعد لوٹا تو باہر آتے ہوئے عجلت میں کسی سے ٹکراتے بچا تھا، ابھی وہ مدمقابل سے سوری کرنے کو تھا کہ اسی کی غلطی تھی، ایک جانا پہچانا لہجہ اس کے کانوں سے ٹکرایا تھا، لائٹ لیمن کلر پر بلیک کڑھائی کے سوٹ میں ملبوس لیہا بے حد فریش لگ رہی تھی اس کے دائیں شانے پر دوپٹہ سلیقے سے دھرا تھا، کانوں میں پڑے بڑے بڑے بلیک آویزے اس کے حسن کو چار چاند لگا رہے تھے، وہ نہ چاہتے بھی رک گیا، وہ اپنی بے عزتی بھولا نہ تھا، وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اپنے محسنوں اور بے عزتی کرنے والوں کو کبھی نہیں بھلاتے ہیں۔

"عروہ کیسی ہے؟" لیہا نے اس کے وجیہہ چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے اک جذب سے پوچھا، عروہ کا تو بس بہانہ تھا ورنہ وہ تو اس سے بات کرنا چاہتی تھی، اسے ممی کی بد سلوکی پر ندامت بھی تھی۔

"وہ آپ کو بہت یاد کرتی ہے۔" عاذب نے نہ چاہتے ہوئے بھی رسماً اسے عروہ کی خیریت سے آگاہ کرنے کے بعد مروت جھاڑی، اسے اپنی توہین کا احساس ڈسنے لگا، لیکن اس میں

لیپا کا کوئی قصور نہ تھا، اسی لیے وہ فارمیلٹی نبھا رہا تھا۔

"میں کسی روز چکر لگاؤں گی۔" لیپا کا موڈ عاذب سے باتیں کرنے کا تھا جبکہ وہ عجلت میں تھا۔

"سوری لیپا میں ذرا جلدی میں ہوں۔" وہ معذرت کرتا آگے بڑھ گیا لیپا بوجھل قدموں اور مضمحل دل سے کلیکشن سینٹر کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

"جی جی جی بھائی جان بالکل آپ کی بات درست ہے۔" فاخرہ کچھ دیر قبل دوست کے ہاں سے لوٹی تھیں لیپا پاپا کو اپنی شاپنگ دکھا کر جا چکی تھی، اس کی عادت تھی وہ مارکیٹ سے آ کر اپنی تمام شاپنگ ڈیڈی کو ضرور دکھاتی تھی، فاخرہ فریش ہو کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی اپنا میک اپ صاف کر رہی تھیں، دفعتاً خلیل کے موبائل پر کال آئی، وہ سلام دعا کے بعد سے بس جی جی کیے جا رہے تھے، مخالف سمت سے انہیں کوئی بات کرنے کا موقع ہی نہ دیا جا رہا تھا، فاخرہ کے اندر کھد بد ہونے لگی انہوں نے ہاتھوں پر کلینزنگ کریم لگاتے ہوئے کن انکھیوں سے شوہر کو دیکھا جو انہیں ہی کڑی نظروں سے گھور رہے تھے وہ جز بز ہو کر پہلو بدل گئیں۔

"جی آپ بالکل بے فکر ہو جائیں میں فاخرہ کو اچھی طرح سمجھا دوں گا۔" انہوں نے کھا جانے والی نظروں سے بیوی کو گھورتے ہوئے مخالف سمت یقین دہانی کروائی، فاخرہ کو بے چینی و تجسس نے گھیر لیا، انہیں شوہر کے کڑے و جارحانہ تیوروں نے سہما دیا تھا، وہ ساری عمر اپنی من مانی کرتی آئی تھیں، خلیل نے ان کی ہر خواہش پوری کر کے انہیں آسودہ زندگی دی تھی، نتیجتاً وہ ہٹ دھرم و ضدی ہو گئیں وہ اپنی بات منوانے کی اتنی عادی ہو چکی تھیں کہ وہ اکثر خلیل کی خواہشات بھی پس پشت ڈال دیتیں، خلیل جورو کے غلام کی مانند ان کی ہر خواہش پوری کر کے خوشی محسوس کرتے تھے، فون بند کرنے تک ان کے چہرے پر شدید تناؤ پھیل چکا تھا۔

"فاخرہ! مجھے تم سے اتنے گھٹیا پن کی امید نہ تھی۔" وہ موبائل آف کر کے غصے و پشیمانی سے بیوی پر گرجے، وہ پہلی بار انہیں اتنے شدید غصے میں دیکھ رہی تھیں، انہوں نے ہمیشہ خلیل کا مشفق روپ دیکھا تھا۔

"کیا مطلب؟" فاخرہ ہکلاتے ہوئے کہہ گئیں، ان کا دل سوکھے پتے کی مانند کانپنے لگا اور حلق خوف سے سوکھ گیا، خلیل بے بسی و [illegible] سے دونوں مٹھیاں بھینچے اپنے غصے کی شدت کم کرنے کی ناکام سعی کر رہے تھے، ان کا غصہ کسی طور کم ہونے کا نام نہ لے رہا تھا۔

"فاخرہ! تم یہ کیا حماقت کرنے چلی تھیں تم نے کم از کم پہلے مجھے اعتماد میں لیا ہوتا۔" خلیل کے لہجے سے بے بسی و ندامت مترشح تھی، انہیں گمان نہ تھا کہ فاخرہ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد میں ہر حد پھلانگ سکتی ہیں ان کے لیے کسی کی خوشیاں چھین لینا چنداں مشکل امر نہ تھا، غصے کی لالی ان کے چہرے پر بکھری تھی اور خون کنپٹیوں میں جوش مار رہا تھا، فاخرہ کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا وہ تشویش زدہ ان کے غصے کی وجہ سمجھنے میں ناکام تھیں اور انہیں خلیل سے غصے کی وجہ پوچھنے کی ہمت بھی نہ ہو رہی تھی، ان کے کلینزنگ کرتے ہاتھ ساکت تھے۔

"خلیل! آپ پلیز مجھے بتائیں تو آخر ہوا ہے؟" بالآخر انہیں ہمت کرنا پڑی، خلیل کا غیر معمولی ردعمل انہیں سہما رہا تھا، ان کا دل انجانے خدشے سے دہل کر وسوسوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا

جبکہ ذہن کی سوئی کسی انہونی کے زیر اثر اٹکی ہوئی تھی، انہوں نے نرمی سے خلیل کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ان کا غصہ کم کرنا چاہا۔

"میں لیپا کی شادی ہرگز ابریق سے نہ کروں گا اور اگر تم نے اس ضمن میں کسی قسم کی من مانی کرنا چاہی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔" خلیل نے غصے و نفرت سے ان کا ہاتھ جھٹک دیا، وہ دکھ و اذیت کی انتہا پر تھے، وہ فاخرہ کی ہر بات بخوشی مانتے تھے اور فاخرہ نے ان سے اس موضوع پر مشورہ تک کرنا گوارا نہ کیا تھا، ان کا غصہ فطری تھا، انسانی فطرت ہے وہ عمل کا ردعمل من چاہا مانگتی ہے اگر دوسرا فرد ہمیں اگنور کرے تو دکھ و اذیت روح تک اتر جاتی ہے انہیں فون پر ارشد نے فاطمہ اور فاخرہ کی تمام ملی بھگت سے آگاہ کر دیا تھا، فاخرہ حیرت کی زیادتی سے گنگ ہو گئیں، وہ تمام صورتحال قابو میں کر کے اپنے انداز میں خلیل سے بات کرنا چاہتی تھیں مگر بات سلجھنے سے پہلے ہی بگڑ چکی تھی، وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں صورتحال سمجھ گئیں، وہ فاطمہ کی حرکت کا بھی اندازہ لگا سکتی تھیں ان کا ہوشیار و چالاک ذہن کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا وہ لاکھ چاہ کر بھی خلیل کا غصہ کم نہ کر پائیں، ان کے تنے اعصاب نے فاخرہ کی سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں سلب کر دیں، انہوں نے ڈرتے ڈرتے نظروں سے اپنے مجازی خدا کو دیکھا۔

"خلیل وہ میں......"

"بس تم صرف یہ یاد رکھو کہ لیپا کی شادی ابریق سے نہ ہوگی، تم نے تمام عمر اپنی من مانی کی میں نے تمہیں کچھ نہیں کہا لیکن تمہیں کچھ تو خوف خدا ہونا چاہیے۔" خلیل نے ان کی بات کاٹ دی ان کے لہجے کی نفرت اور نگاہوں کے تنفر نے فاخرہ کی رہی سہی ہمت بھی ختم کر دی ان کے پاس خلیل کو مطمئن کرنے کے لیے ہزار دلیلیں تھیں مگر وہ سب دلیلیں لفظ "خوف خدا" کے سامنے بھول گئیں، خلیل کروٹ بدل گئے جبکہ ان کے کانوں میں "خوف خدا" کی بازگشت گونجنے لگی۔

☆☆☆

"زارون بیٹا تم کب تک ماں کو تڑپاؤ گے۔" مما نے اسے پھر گھیر لیا تھا، وہ ماں کے مطالبے سے بچنے کے لیے صبح کا گیا رات کو لوٹتا اور ڈنر کر کے اپنے کمرے میں جا گھستا، وہ مما کو ناشتہ اور ڈنر کے وقت نظر آتا تھا اس کی کوشش ہوتی کہ وہ جیسے تیسے جلد از جلد کھانا کھا کر اپنے کمرے میں جا گھسے، وہ معمول سے ذرا لیٹ گھر لوٹا تھا، مما اور ڈیڈی ڈنر کر چکے تھے، مما اسی کے انتظار میں لاؤنج میں بیٹھی تھیں ان کے ہاتھ میں موبائل تھا، وہ غالباً انتظار کی کوفت سے تنگ آ کر اسے ہی کال کرنے لگی تھیں، وہ جونہی لاؤنج میں آیا انہوں نے بلا تمہید نمی بھری آنکھوں سے اس سے شکوہ کیا، وہ گود میں پوتے پوتیاں کھلانے کو بے چین تھیں اور وہ شادی کے نام تک سننے کا روادار نہ تھا، ناچار وہ مما کے قریب آ گیا، وہ ماں کو پریشان نہ دیکھ پایا۔

"مما! میں آپ کو کیوں تڑپانے لگا بھلا۔" زارون کا لہجہ دھیما اور افسردگی لیے ہوئے تھا، وہ دھواں دھواں آنکھیں لیے پنجوں کے بل ان کے سامنے ٹک گیا، وہ ماں کے سامنے ہارنے لگا تھا، اس نے اجنبی لڑکی کو سارے شہر میں ڈھونڈا تھا مگر وہ نہ ملی تھی شعیب نے بھی اس کی مدد میں معذوری ظاہر کر دی تھی، کالج انتظامیہ اپنا ریکارڈ خراب نہ کرنا چاہتی تھی۔

"زارون! میری جان۔" مما تڑپ اٹھیں، وہ ماں تھیں ان سے اپنی اکلوتی اولاد کا یاسیت بھرا

لیجہ برداشت نہ ہوا تھا، اداس چہرہ، سرخ آنکھیں، سنجیدہ لب (جنہیں مسکرائے اک مدت گزر گئی تھی) مما نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر ماتھا چوما۔

"مما! مجھے آپ کا ہر فیصلہ منظور ہے۔"

زارون کی آنکھوں کی ویرانی بڑھ گئی، مما کا دل تڑپ اٹھا، وہ اپنا من چاہا فیصلہ سن کر بھی خوش نہ ہو پا رہی تھیں حالانکہ وہ اسے ہر حال میں منانے کا تہیہ کر چکی تھیں، لیکن دل اس کی خوشیوں کے لئے تڑپ رہا تھا، انہوں نے زارون کی آنکھوں میں جھانکا وہ ماں سے نظریں چراتا اٹھ گیا مما کے چہرے پر اداسی پھیل گئی ان کا رواں رواں زارون کے لئے دعا گو تھا۔

☆☆☆

"ویل ڈن عاذب ویل ڈن۔" ارشد صاحب نے انٹرکام پر اسے فوراً اپنے آفس بلوایا تھا، وہ جونہی آیا انہوں نے اٹھ کر فرطِ جذبات سے اسے اپنے سینے سے لگا لیا ان سے خوشی سنبھالے نہ سنبھل رہی تھی، خوشی بھی تو معمولی نہ تھی، ملک اینڈ سنز سے ان کا معاہدہ مکمل ہوا تو انہوں نے اپنی دوبئی برانچ کے لئے ارشد سے مزید سیمپل منگوائے، ملک صاحب نے ان کے تمام سیمپل پسند کر لئے تھے، آرڈر مکمل ہوا تو ملک نے انہیں امریکہ میں اپنی برانچ کے لئے شیئرنگ بزنس کی آفر کر دی تھی، وہ چاہتے تھے کہ امریکہ برانچ کی تمام مصنوعات ارشد صاحب کی فیکٹری تیار کرے، ان کے قدم اس کامیابی پر زمین پر نہ ٹک رہے تھے، یہ کروڑوں کا منافع تھا جو اربوں تک جا سکتا تھا، وہ امریکہ برانچ کے لئے تمام مصنوعات کے آرڈر کی تیاری کا حکم دے چکے تھے عاذب اس خوشخبری سے بے خبر تھا وہ شاہد کو خوشخبری سنا چکے تھے۔

"ماموں خیریت؟" عاذب ان کے سینے سے لگے لگے ان کی خوشی میں خوش ہوتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"عاذب ملک نے اپنی امریکن برانچ کی تمام مصنوعات کا آرڈر بھی ہمیں دے دیا ہے۔" ارشد کی آواز خوشی سے کپکپا گئی۔

"واقعی ماموں جان۔" عاذب اتنی بڑی کامیابی پر بے یقین تھا اس کا چہرہ خوشی سے سرخ پڑ گیا۔

"بالکل مائی سن۔" انہوں نے محبت سے اسے الگ کرتے ہوئے اس کا گال نرمی سے تھپتھپایا اور اسے لے صوفے پر آ بیٹھے۔

"عاذب بیٹا میں اور تمہارے ڈیڈی ملک اینڈ سنز پر ٹیکس کیس کی وجہ سے انہیں سیمپل بھجوانے میں متذبذب تھے مگر تمہارا مشورہ صائب نکلا۔" ارشد صاحب انٹرکام پر تین کپ چائے کا آرڈر دینے کے بعد اس سے گویا ہوئے۔ شاہد بھی فیکٹری راؤنڈ مکمل کر کے آنے والے تھے ان کا موڈ اکٹھے چائے پینے کا تھا، وہ حقیقتاً ٹیکس کیس کی وجہ سے ملک گروپ کو سیمپل نہ بھجوانا چاہتے تھے یہ عاذب ہی تھا جس نے دن رات محنت کر کے وقت سے پہلے ان کا آرڈر مکمل کر کے انہیں بھجوایا تھا، ملک صاحب کی کامیابی کا راز وقت کی پابندی تھا اور ارشد کمپنی کے وقت کی پابندی سے متاثر ہو کر ان سے مزید بزنس کا فیصلہ کر چکے تھے، ملک اینڈ سنز سے بزنس انہیں بے حد راس آیا تھا ان کی کمپنی نے دنوں میں کافی ترقی کی تھی اور وہ کمپنی کی نئی برانچ لاہور میں چاہتے تھے، عاذب نرمی سے مسکرا دیا۔

"ماموں جان میں سوچ رہا تھا کہ ہم ملک صاحب کو چند نئے سیمپل بھی بھیج دیں تا کہ اوکاڑہ والی پارٹی بھی ہمارے ہاتھ سے نہ نکلے"

عاذب نے سنجیدگی سے ان کی رائے مانگی، آرڈر کافی زیادہ تھا، تمام پراڈکٹ اسی کمپنی میں تیار کرنا مشکل تھا وہ کچھ آرڈر اوکاڑہ سائٹ پر بھی تیار کرنا چاہتا تھا، اوکاڑہ سائٹ کی پارٹی کافی پرانی اور بااعتبار تھی۔

"اگر تمہیں مناسب لگتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" ارشد صاحب نے تائیدی انداز میں سر ہلا کر رضامندی دی، اوکاڑہ پارٹی نے کئی مواقع پر انہیں ارجنٹ آرڈر تیار کر کے دیا تھا، دوبئی پراڈکٹ کی بروقت تیاری میں بھی اس پارٹی کا بڑا ہاتھ تھا۔

"یار بڑے موقع پر آئے ہو۔" شاہد واپس آئے تو ارشد نے ان کی طرف چائے کا کپ بڑھایا، ملازم کچھ دیر پہلے چائے دے کر گیا تھا۔

"شاہد کا خیال ہے ملک صاحب کو گھر انوائیٹ کیا جائے۔" ارشد بزنس مین تھے اور وہ کاروباری ذہنیت رکھتے تھے، انہیں ملک صاحب سے بزنس میں بہت پرافٹ ہوا تھا وہ انہیں دعوت دے کر فیملی ٹرمز بڑھانا چاہتے تھے۔

"ان سے تعلقات بڑھانے سے ہمارا بزنس مزید پھلے پھولے گا۔" شاہد نے متفق ہوتے ہوئے ان کی بات آگے بڑھائی تھی، عاذب خاموشی مگر دلچسپی و تائید سے ان کی گفتگو سن رہا تھا پھر ارشد صاحب چائے ختم ہونے تک ملک صاحب کو گھر جلد انوائیٹ کرنے کا پروگرام بنا چکے تھے۔

☆☆☆

محبت خودرو پودے کی مانند انسان کے اندر اپنی جڑیں گاڑھ کر بہت جلد تناور درخت بن جاتی ہے، انسان لاکھ چاہے بھی تو محبت کی جڑیں اپنے اندر سے کاٹ کر نہیں پھینک سکتا ہے، وہ لاکھ حقیقت پسند بنے، خود کو جھٹلائے یا جائے فرار ڈھونڈے، محبت خود کو منوا کر رہتی ہے، انسان دنیا بھر سے جیت جائے مگر محبت سے نہیں جیت سکتا، یہ انسان کے اندر گھات لگائے تو پھر انسان محبت کے ہاتھوں مجبور و بے بس ہو جاتا ہے۔

عروہ کالج سے لوٹی تو میزاب کو خالی الذہن گود میں بک رکھے دور خلاؤں میں گھورتے پایا، اس کے چہرے کی اداسی اور آنکھوں میں پھیلی ویرانی نے عروہ کو دکھی کر دیا۔

"کیا محبت انسان کو یونہی رولتی ہے؟" اس کے اندر سوال ابھرا تو دل نے بے ساختہ اک ہوک بھری، وہ بھی تو محبت کی ڈسی ہوئی تھی، فرق صرف یہ تھا کہ میزاب حقیقت میں جیتی تھی اور وہ اک سراب کے پیچھے بھاگ رہی تھی، وہ کالج جاتے ہوئے روزانہ بلا ارادہ اس چوک پر زارون کو ڈھونڈتی تھی جہاں لیہا نے زارون کو گاڑی میں جاتے دیکھا تھا، وہ ہر چہرے میں محبوب کا چہرہ کھوجتی تھی اور ہر لہجے میں اسی لہجے کو سننے کی متمنی تھی۔

"عروہ تم کب آئی بیٹا۔" عائشہ کی نرم آواز نے اسے چونکا دیا وہ بنا سلام کیے لمبی سانس بھرتی یونیفارم چینج کرنے کے لئے چلی گئی، عائشہ کی تشویش زدہ نظروں نے اس کا دور تک تعاقب کیا، وہ چند روز سے چپ چپ اور بجھی بجھی رہنے لگی تھی عائشہ نے اس کی سنجیدگی بھری خاموشی و اداسی کو بہن کی پریشانی سے محمول کیا، لیکن اس کی آنکھوں کی وحشت ویرانی سے ان کا دل کانپ گیا تھا، ان کی آنکھوں میں سوچ کی گہری لکیر تھی۔

☆☆☆

"خلیل پلیز آپ میری بات تو سنیں۔" فاخرہ نے فکرمند لہجے میں کہتے ہوئے ان کی آنکھوں پہ دھرا بازو ہٹایا، وہ ان سے سخت خفا تھے،

انہوں نے فاخرہ سے قطع کلامی اختیار کر رکھی تھی، وہ ڈیوٹی سے گھر آ کر لیہا کے پاس کچھ وقت گزارتے اور اپنے کمرے میں جا کر سو جاتے، وہ فاخرہ کے لیے یکسر اجنبی بن گئے تھے، آخر انہیں فاخرہ کی وجہ سے بہنوئی کے سامنے خفت اٹھانا پڑی تھی یہ تو ارشد صاحب کا احسان تھا کہ انہوں نے نرمی سے ساری بات بتائی تھی ورنہ وہ ان کی بے عزتی بھی کر سکتے تھے، یہ کوئی معمولی بات نہ تھی وہ تو حیران تھے کہ فاخرہ کے ذہن میں یہ سودا کیسے سمایا اور اس نے کمال ہوشیاری سے فاطمہ کو بھی اپنا ہمنوا بنا لیا تھا، وہ بیوی کی فطرت و عادت سے آگاہ تھے مگر انہیں فاطمہ سے ایسی حماقت کی قطعاً کوئی امید نہ تھی، فاخرہ کمرے میں آئیں تو وہ سوتے بن گئے، فاخرہ کی بازی الٹ چکی تھی اور وہ ہارے جواری کی طرح تہی داماں اور سخت شرمندہ تھیں۔

"فاخرہ تم نے میرا مان اور بھروسہ توڑا ہے، مجھے تم پر اندھا اعتماد تھا، تم نے میری محبت کا غلط استعمال کیا ہے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔" خلیل کے لہجے اور آنکھوں میں ہزاروں شکوے مچل رہے تھے، ان کا بائیس برس کا ساتھ تھا، فاخرہ اپنی ذات کے زعم میں لیہا کی آئندہ زندگی کا فیصلہ خود کرنے لگی تھیں، انہوں نے خلیل سے مشورہ تو درکنار انہیں دودھ سے مکھی کی طرح باہر نکال دیا تھا، وہ لیہا کے باپ تھے انہیں بھی اپنی اکلوتی اولاد کے متعلق فیصلہ کرنے کا اتنا ہی حق حاصل تھا جتنا فاخرہ کو، ان کے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی سی چبھن تھی، جب انسان کا مان و اعتماد کرچی کرچی ہو جائے تو وہ اندر سے کھوکھلا ہو جاتا ہے، فاخرہ ان کی سنگدلی پر آنسو بہائے جا رہی تھیں وہ اپنی صفائی دینا چاہتی تھیں مگر وہ انہیں کوئی موقع نہ دے رہے تھے وہ تو ان کی آواز تک سننے کے روادار نہ تھے، وہ ماں ہو کر اولاد کی خوشی سے بے خبر تھی۔

"پلیز لائٹ آف کر دو۔" انہوں نے چند ثانیے بعد آنسو بہاتی فاخرہ کو مخاطب کیا، یہ واضح اشارہ تھا کہ وہ ان کی کوئی بات نہ سننا چاہتے تھے، فاخرہ بوجھل دل سے اٹھ گئیں، ان کی غلطی بہت بڑی تھی، انہیں یقین تھا کہ وہ خلیل کا غصہ کم ہوتے ہی انہیں منا لیں گی، وہ ان سے کبھی خفا نہ ہوئے تھے، فاخرہ کے دل پر بوجھ آن گرا تھا۔

☆☆☆

اوائل جنوری کے دن تھے، سردی اپنے پورے جوبن پر تھی، دھوپ سمٹ چکی تھی اور شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے گھر کا ماحول کسی بندھی روٹین کے تحت چل رہا تھا، اداسی جیسے ماحول کا مستقل حصہ بن چکی تھی، خلیل نے خود کو گھر سے باہر زیادہ مصروف کر لیا تھا، وہ پہلے شام ہوتے ہی گھر آ جاتے تھے مگر اب ان کی واپسی رات دس بجے سے پہلے نہ ہوتی تھی، وہ فاخرہ سے کچھ کہے سنے بغیر ڈنر کر کے سو جاتے تھے، بلکہ وہ اکثر ڈنر بھی گھر سے باہر کرنے لگے تھے، لیہا کالج سے آ کر اپنے کمرے میں مقید ہوتی تو ڈنر کے لیے باہر نکلتی اور پھر وہ ڈنر کرتے ہی دوبارہ کمرے میں مقید ہو جاتی، فاخرہ کے حصے میں صرف تنہائی اور پشیمانی آئی تھی، وہ انجانے میں سراسر گھاٹے کا سودا کرنے لگی تھیں اس روز فاخرہ سارے گھر میں تنہا بولائی سی پھر کر تھک گئیں تو لیہا کے کمرے میں چلی آئیں، لیہا انہیں نظر انداز کیے دلچسپی سے میگزین کی ورق گردانی کرتی رہی، ان کا دل اپنوں کی حد درجہ بے اعتنائی سے پارہ پارہ ہونے لگا۔

"لیہا بیٹا! کیا تم اپنی ماں سے بھی بات نہ کرو گی۔" وہ اس کی روکھائی بھری ناراضگی سے پگھل گئیں، وہ ان کی اکلوتی اولاد تھی، وہ سب کچھ اسی کی خوشیوں کی خاطر کر رہی تھیں اور لیہا ہی ان سے بات کرنا تو دور ان کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہ تھی، وہ اندر سے ٹوٹ چکی تھی ان کی ذات کا زعم اڑن چھو ہو چکا تھا، وہ تو صرف اپنوں کی توجہ پانے کے لیے تڑپ رہی تھیں۔

"ممّا! آپ نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں ابریق سے شادی کر لوں گی۔" وہ لاکھ خود سر اور منہ پھٹ سہی مگر اسے ماں کے رندھے لہجے نے نرم کر دیا تھا، وہ ان سے سخت ناراض تھی، اس نے ناراضگی بھلا کر ان سے پھوٹے منہ سے گلہ کیا، وہ ماں ہو کر اس کی خوشی نہ جان سکی تھیں اور انجانے میں کئی دل دکھاتے جا رہی تھیں، وہ ماں کی فطرت سے واقف تھی مگر اسے ان سے ہرگز ایسی توقع نہ تھی، فاخرہ نے شرمندگی سے نظریں پھیر لیں۔

"ممّا! آپ کم از کم مجھ سے تو میری مرضی پوچھ لیتیں۔" اس سے ماں کا پشیمان چہرہ نہ دیکھا گیا اس نے نرمی بھری محبت سے کہتے ہوئے ہاتھ میں تھاما میگزین سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور کرٹن برابر کرنے لگی ان کی زبان گنگ تھی جیسے وہ قوت گویائی کھو چکی ہوں۔

"ممّا آپ بالکل غلط کرنے لگیں تھیں، ابریق کے لیے میزاب کے لیے اور میرے لیے بھی۔" لیہا نے ان کے قریب جگہ بناتے ہوئے محبت سے ان کے ہاتھ تھام لیے ان کا تنفس ہموار ہو چکا تھا، انہوں نے چونک کر لیہا کو دیکھا جس کے چہرے پر بہت خوبصورت رنگ بکھرے تھے، وہ ڈھیلے ڈھالے لائٹ سکن کلر کے لانگ کرتے اور ریڈ کلر کی جینز میں ملبوس بالوں کو ربڑ بینڈ میں مقید کیے خود سے بھی لاپرواہ لگ رہی تھی، اس کی خوبصورت آنکھوں میں جھلملاتا سنہرا عکس اسے بہت انوکھا اور نیا روپ دے رہا تھا وہ انہیں پہلے کبھی اتنی حسین نہ لگی تھی، اس کی صراحی دار گردن پر ابھری سبز رگیں بھلی لگ رہی تھیں۔

"تمہارے لیے بھی۔" ان کے لب پھڑپھڑائے، وہ اسی کے کامیاب اور خوشحال مستقبل کے لیے سب کچھ کر رہی تھیں، وہ یہ کیا کہہ رہی تھی وہ متذبذب تھیں۔

"ممّا جو شخص آپ کی منزل نہ ہو اس کے ساتھ ساری عمر بتانا کسی عذاب سے کم نہیں ہوتا ہے۔" وہ کتنی سمجھداری سے بات کر رہی تھی، وہ بھلا کب اتنی بڑی ہوئی کہ زندگی کو سمجھنا شروع کر دیا، وہ بے چینی سے پہلو بدل گئیں۔

"ممّا شادی تو دو دلوں کا میلاپ ہوتا ہے، میرا دل ابریق سے کبھی نہ مل پاتا۔" وہ اٹھ کر گلاس ونڈو کے پاس کھڑی ہو گئی باہر لان میں سرد ہواؤں کا بسیرا تھا۔

"تو؟" فاخرہ کے لب ہلے اس کے لہجے میں کچھ ایسا خاص تھا کہ وہ چونک کر پوچھنے پر مجبور ہو گئی تھیں، ان کے ذہن میں عاذب کا سراپا لہرایا، انہیں اس پل شدت سے وہ لمحہ بھی یاد آیا جب انہوں نے ان دونوں کو بے عزت کر کے بھیجا تھا۔

"عاذب!" دور کھڑی لیہا کے لبوں سے سرگوشی نما آواز ہوا کے دوش پر ان کے کانوں سے ٹکرائی، انہوں نے بے ساختہ آنکھیں موند لیں۔

عاذب اس روز کے بعد دوبارہ ان کے ہاں نہ آیا تھا اور ان کا رابطہ تو صرف فاطمہ تک ہی محدود ہو گیا تھا، انہیں ابریق کے آگے کوئی دوسرا نظر ہی نہ آتا تھا، مگر دل کسی سود و زیاں کی پرواہ کیے بغیر محبت کی خار دار وادی میں قدم رکھ دیتا ہے، فاخرہ نے لیہا کو دیکھا جس کے چہرے پر انوکھی چمک اور لبوں پر دل موہ لینے والی دھیمی مسکان تھی۔

☆☆☆

"زارون بیٹا ارشد صاحب نے ہمیں اپنے گھر ڈنر پر انوائیٹ کیا تھا۔" زارون نے مما کی تنہائی کے خیال سے انہیں وقت دینا اور گھر جلدی آنا شروع کر دیا تھا، وہ مما اور ڈیڈی کے کمرے میں مما سے خوش گپیوں میں مصروف تھا، ملک نذیر صاحب اکنامک میگزین کا مطالعہ کر رہے تھے، انہوں نے اچانک یاد آنے پر گلاسز اتارتے ہوئے زارون کو آگاہ کیا، وہ بیوی کو پہلے بتا چکے تھے، ارشد نے انہیں فیملی سمیت کل فون پر بصد اصرار اپنے گھر ڈنر پر انوائیٹ کیا تھا اور وہ ڈنر پر جانے کی ہامی بھی بھر چکے تھے۔

"ڈیڈی ڈنر کب ہے؟" زارون نے مونگ پھلی چھیل کر مما کے منہ میں ڈالی تھی، ملک صاحب اس کی بچکانہ معصومیت پر محبت سے مسکرا دیے۔

"اسی ویک اینڈ کو۔" انہوں نے مختصر جواب دیا۔

"ڈیڈی! آپ مما کے ساتھ چلے جایئے گا، میری سیچرڈے ایوننگ میں امپورٹنٹ میٹنگ ہے۔" زارون نے فوراً معذرت کر لی، اس کی آفس منیجر اور سٹاف سے امپورٹنٹ میٹنگ تھی جسے وہ کسی قیمت پر منسوخ نہ کرنا چاہتا تھا۔

"تمہاری میٹنگ کتنی دیر رہے گی۔" مما نے مونگ پھلی چھیل کر اس کا خول ہاتھ سے پھونک مار کر جھاڑا، زارون ان سوشل ہو گیا تھا، اس کی تمام تر ایکٹیویٹیز آفس تک محدود ہو کر رہ گئی تھیں، اس نے جمخانہ جانا بھی چھوڑ دیا تھا، وہ نہ جانے کس سے فرار حاصل کرنا چاہتا تھا، مما کے ابرو قدرے تن گئے تھے۔

"دو اڑھائی گھنٹے میٹنگ چلے گی پھر مجھے گھر آتے مزید ایک گھنٹہ لگ جائے گا۔" زارون نے ماں کے تیور بھانپ کر شرافت سے بتایا، وہ ڈنر پر نہ جانا چاہتا تھا کیونکہ اسے پبلک گیدرنگ میں بالکل انٹرسٹ نہ رہا تھا۔

"تمہاری واپسی ساڑھے نو بجے ہو گی، ہم تیار ہوں گے تمہارے آتے ہی روانہ ہو جائیں گے۔" مما نے اس کے بہانے کو چٹکیوں میں اڑاتے ہوئے تائید طلب نظروں سے شوہر کو دیکھا، وہ اس کی آدم بیزاریت سے تنگ آ چکی تھیں۔

"تمہاری مما ٹھیک کہہ رہی ہیں بیٹا۔" نذیر صاحب نے فوراً تائید کی، ان کی ارشد بھٹی سے بزنس ٹرمز کافی بڑھ گئی تھیں، وہ کاروباری، محنتی اور لین دین کے معاملے میں کھرے اور ایماندار تھے، ملک صاحب کی پراڈکٹ امریکہ میں بہت پسند کی گئی تھی وہ بھی ڈنر مس نہ کرنا چاہتے تھے تاکہ ان سے مزید بہتر تعلقات استوار ہوں۔

"اوکے ایز یو وش۔" زارون نے جائے فرار نہ پا کر مسکینیت سے ہامی بھری، مما نے محبت سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔

☆☆☆

"مما آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔" گھر کا ماحول خاصا کبیدہ خاطر تھا، ارشد انہیں منا منا کر تھک چکے تھے مگر ان کی سوئی لیہا پر اٹکی ہوئی تھی، انہیں میزاب کی محبت اور آنکھوں کی نمی، ابریق کی محبت و تڑپ بھی نظر نہ آتا تھا، میزاب نے ان کے ہاں آنا چھوڑ دیا تھا حالانکہ دونوں پورشنز کا لان مشترکہ تھا، وہ تو لان میں بھی نہ نکلتی تھی، ابریق کو خبر ہوئی تو وہ پہلے تو میزاب سے خوب لڑا اور اب فاطمہ کے سر پر کڑے تیور لیے بدتمیزی و بد لحاظی سے کھڑا تھا، اس کی آنکھوں کی لالی اندرونی کرب کی غماز تھی۔

"تم ماں سے بات کرنے کی تمیز بھی بھلا

بیٹھے ہو۔" وہ الٹا خفگی سے اس پر بگڑیں، ابریق کی اجڑی حالت دیکھ کر ایک بار ان کے دل کو دھکا لگا مگر انہوں نے خود کو سمجھا کر مضبوط کر لیا وہ صرف لیہا کو بہو بنانا چاہتی تھیں، عائشہ اور اماں بی نے ہمیشہ انہیں لوٹا تھا، وہ کبھی کبھی اماں بی کی چالاکی اور اپنی سادہ لوحی اور حماقت پر غصے سے کھول اٹھتیں، وہ ہر وقت اندر سے کڑھتی رہتی تھیں جبکہ ارشد خوشی بہ رضا بہن کے آگے لٹنے کو تیار تھے ان کا بس چلتا تو فیکٹری بھی عائشہ کے نام کر دیتے، اماں بی نے گھر کی رجسٹری تو کمال ہوشیاری سے اپنے نام کروا کر عائشہ کو جائیداد میں حصہ تو دے ہی دیا تھا، ان کا ذہن ان دنوں بدگمانی کی انتہا پر تھا، وہ بدگمانی کی آنکھ سے دیکھتیں اور کان سے سنتیں تھیں، انہیں اماں اور عائشہ کی بے لوث محبت نرا ڈھکوسلہ لگتی تھی، وہ تو مری ساس کو بھی دل میں کوسنے سے باز نہ آتی تھیں، سچ ہے انسان سے زیادہ کوئی خسارے میں نہیں رہتا ہے، ابریق کی آنکھوں کی سرخی مزید بڑھ گئی۔

"مما آپ بھی ایک بات یاد رکھ لیں میں ہرگز میزاب کو طلاق دے کر لیہا سے شادی نہیں کروں گا وہ میرے لیے چھوٹی بہن جیسی ہے۔" ابریق غصے سے تن فن کرتا بات مکمل کر کے چلا گیا، فاطمہ کی نخوت بھری نظروں نے اسے سرتاپا گھورا، وہ ارشد کو منانے میں ناکام رہی تھیں اور بیٹا بھی خفا ہو گیا تھا لیکن وہ کسی قیمت پر بھی ان کی بات ماننے کو تیار نہ تھیں، وہ ہٹ دھرم یا ضدی ہرگز نہ تھی، انہیں صرف اپنی جائیداد کو بچانا تھا، انہوں نے وسیع و عریض بنگلے نما کوٹھی پر طائرانہ نگاہ ڈالی اور اپنے فیصلے پر سختی سے جم گئیں جبکہ ادھر سے گزرتا عاذب اپنی جگہ پتھر بن چکا تھا۔

☆☆☆

محبت میں بدگمانی جونک بن کر محبت کو چاٹ جاتی ہے، بعض اوقات آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا بھی غلط ہوتا ہے، وہ لب بھینچے ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتا اندھا دھند گاڑی مختلف سڑکوں پر بھگائے جا رہا تھا، دل کو کسی پل قرار نہ تھا، اس کی آنکھوں کے سامنے مختلف مناظر گڈمڈ ہونے لگے، اسے ابریق اور لیہا کا ایک دوسرے کی پرواہ کرنا، لیہا کا ہر وقت ابریق سے چپکے رہنا، کالج سے آ کر ہر بات اسی سے شیئر کرنا، ابریق کا نکاح، لیہا کی شفلنگ سب کچھ یاد آ رہا تھا۔

"ابریق کو لیہا سے محبت ہوتی تو وہ ہرگز میزاب سے نکاح نہ کرتا۔" اک اور سوچ اس کے ذہن سے ٹکرائی تو وہ تیزی سے گاڑی کو گھما گیا اسے اپنی بے وقوفی اور حماقت کا شدت سے احساس ہونے لگا تھا، اس نے گاڑی کی سپیڈ بڑھا دی، اک جنون تھا جو اسے تڑپا رہا تھا۔

عاذب کو نئے گھر دعوت پر لیہا کا بطور خاص اسے کمپنی دینا یاد آیا تو درد دل نے اسے بے حال کر دیا گاڑی کی سپیڈ خطرناک حد تک بڑھ رہی تھی، مگر اسے کسی بات کی پرواہ نہ تھی اس نے لیہا سے دانستہ فاصلے بڑھائے تھے، اسے لیہا سے جنریشن پر ملاقات یاد آ گئی، اس کی آنکھوں کی چمک اسے دیکھتے ہی بڑھ گئی تھی، وہ اپنی مما کی بدسلوکی پر بھی نادم تھی، اسے کیا کچھ یاد نہ آ رہا تھا۔

اس نے درد دل سے بے حال گاڑی سائیڈ پر روک دی اور سر اسٹیئرنگ پر جما دیا، آنکھوں میں سود و زیاں کی لالی تھی اور اپنی حماقتوں پر پچھتاوا، ابریق میزاب کے لیے پاگل ہوا جا رہا تھا، وہ فاطمہ ممانی سے لڑ پڑا تھا اور وہ...... وہ محبت میں بدگمان ہوتے جا رہا تھا، محبت تو خلوص و اعتماد کا دوسرا نام ہے اور اس نے خلوص

واحتمادی بھلا ڈالا تھا، بھلا کوئی یوں بھی کرتا ہے، اسی کے پچھتاوے بڑھنے لگے تھے۔

☆☆☆

''کہاں جا رہے ہو ابریق۔'' عاذب نے سڑک کنارے چلتے ابریق کے قریب گاڑی روک دی، ابریق چونک کر دو قدم تیزی سے پیچھے ہٹا، دل پہ چھایا بدگمانی کا غبار چھٹا تو ہر چہرہ آئینے کی طرح شفاف نظر آنے لگا تھا، اس نے ابریق کا سامنا ترک کر دیا تھا اور اس سے گفتگو بھی برائے نام ہوتی کی عاذب کی بشاشت بھری چہکتی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی، عاذب آفس کے لئے تیار ہو کر نکلا تو گھر سے کچھ دور اسے ابریق مل گیا۔

''آؤ۔'' وہ متامل خاموش تھا کہ عاذب نے فرنٹ ڈور کھول دیا، اس کی عاذب سے بے حد بے تکلفی کبھی بھی نہ رہی تھی مگر وہ دونوں اکٹھے ہوتے تو وہ گھنٹوں کسی بھی ٹاپک پر گفتگو کرتے تھے، ان میں جھجک نہ تھی، پھر نہ جانے کیا ہوا کہ عاذب اس سے کترانے لگا، وہ عاذب سے فری ہونے کی کوشش کرتا تو وہ ملائمت سے معذرت کرتا اٹھ جاتا، رفتہ رفتہ وہ بھی اپنے خول میں سمٹنے لگا تھا، عاذب اسے منتظر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، اس کے چہرے پر ابریق کی جھجک نے ہلکی خفت ابھر آئی، ابریق آہستگی سے چلتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔

''عاذب بھائی! آپ مجھے ایچ سیکٹر ڈراپ کر دیں۔'' ابریق کا یونیورسٹی پوائنٹ مس ہو گیا تھا، اسے ایچ سیکٹر سے یونیورسٹی بس پکڑنا تھی، عاذب نے گاڑی مطلوبہ راہ پر ڈال دی۔

''یار تمہارے ایگزامز کب تک ہیں۔'' عاذب نے سابقہ بے تکلفی سے کہتے ہوئے اسٹیئرنگ گھمایا، یونیورسٹی پوائنٹ میں خاصا وقت تھا سو گاڑی کی سپیڈ نارمل تھی۔

''دو ماہ رہ گئے ہیں۔'' ابریق نے مختصر جواب دیا وہ ہنوز سامنے سڑک پر نظریں جمائے ہوئے تھا، عاذب کو شدید ندامت نے گھیر لیا، وہ اس سے کھنچا کھنچا تھا اور اس میں سارا قصور عاذب کا تھا۔

''سوری ابریق! مجھے تھوڑی مس انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی تھی۔'' عاذب نے سٹاپ پر گاڑی روکی تو ابریق سلام کر کے گاڑی سے اتر گیا، عاذب نے دور جاتے ابریق کو آواز دی اس کے معذرت خواہانہ انداز نے ابریق کو قدرے خفیف کر دیا۔

''عاذب بھائی! مجھے اپنی مس انڈر اسٹینڈنگ کا نام ضرور بتایئے گا۔'' ابریق کی بس آ چکی تھی وہ اپنی سابقہ جون میں لوٹتے ہوئے شرارت سے مس پر زور دیتا بس پر سوار ہو گیا، عاذب اس کی شرارت پر جھینپ گیا۔

☆☆☆

کھڑکی کے پار رات دھیرے دھیرے بھیگ رہی تھی، وہ راکنگ چیئر کی پشت سے سر ٹکائے بیٹھے خود احتسابی کے کڑے دور سے گزر رہی تھیں، انہوں نے تمام عمر اپنی منوائی تھی، والدین کے بے جا لاڈ پیار نے انہیں خاصا خود سر بنا دیا تھا اور شوہر کی بے پناہ محبت نے مغرور، ان کی خود سری اور مغروریت نے انہیں سدھارنے کی بجائے مزید بگاڑا تھا وہ انجانے میں اپنی ہی اولاد کے آگے گڑھا کھودنے لگی تھیں، انہیں کتنا مان تھا، خلیل پر کہ وہ بلا چون و چرا مان جائیں گے، انہیں لیہا پر اندھا یقین تھا کہ وہ ان کی بات نہ ٹالے گی، ان کا مان و یقین بے بنیاد اور سراسر غلط تھا، ان کی پیشانی پر عرق ندامت کی بوندیں چمکنے لگیں، انہیں اپنی خود غرضی پر دکھ پچھتاوا ندامت، افسوس سبھی کچھ تھا۔

خلیل کا غصہ کم ہونے کا نام نہ لے رہا تھا اور ان کا غصہ بے جا بھی نہ تھا، وہ اوروں کی خوشیاں چھین کر خود کیسے خوش رہ سکتی تھیں، خلیل اپنے بہنوئی کی بہت عزت کرتے تھے بقول ان کے فاخرہ نے انہیں ارشد بھائی سے نگاہیں ملانے کے قابل نہیں چھوڑا ہے، وہ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باعث ابھی تک فاطمہ سے بات نہ کر سکے تھے ان کا ارادہ جلد فاطمہ کے ہاں جانے کا تھا۔

وہ لاکھ خود غرض سہی مگر بے حس و بے رحم نہ تھیں وہ کسی کی خوشیوں سے نہ کھیل سکتی تھیں اور پھر ان کی اپنی بچی کی خوشیوں کا بھی سوال تھا، رات کافی بیت چکی تھی، وہ سونے کے لئے لیٹ گئیں، خلیل کروٹ بدلے لحظہ نیند تھے، ان کے ہلکے خراٹے کمرے میں گونج رہے تھے۔

☆☆☆

ارشد اپنی کسی بزنس پارٹی کو فیملی سمیت گھر ڈنر پر انوائیٹ کر چکے تھے، انہوں نے صبح آفس جاتے ہوئے فاطمہ کو دو روز بعد کے ڈنر کے متعلق بتایا تھا، فاطمہ کے سنتے ہی ہاتھ پاؤں پھول گئے، ارشد گروپ اینڈ کمپنیز کو اسی بزنس پارٹی سے بے پناہ فوائد ملے تھے ارشد ان سے بہتر تعلقات کے لئے انہیں گھر بلوا رہے تھے، فاطمہ ڈنر میں کوئی کسر نہ چھوڑنا چاہتی تھیں ان کی عائشہ سے بات چیت بند تھی انہوں نے فون کر کے فاخرہ کو ان کے انکار کے باوجود کچھ دیر کے لئے گھر بلوا لیا۔

''منیر!'' فاطمہ کا فون آیا تو ڈرائیور لیہا کو پک کرنے کے لئے نکل رہا تھا انہوں نے بجلت اسے آواز دے کر روکا اور اسی حلیے میں روانہ ہو گئیں۔

''مما ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' لیہا خلیل کی نسبت ماں کو دل سے معاف کر چکی تھی اور اسے ان سے کوئی گلہ بھی نہ رہا تھا، اس نے گاڑی میں انہیں اچانک دیکھا تو وہ حیران ہوئی مگر اس نے مصلحتاً خاموشی اختیار کیے رکھی منیر نے کار کچھ دیر بعد گھر کی مخالف سمت موڑی تو لیہا الجھن سے پوچھے بنا نہ رہ پائی تھی۔

''بیٹا! تمہاری پھپھو کسی کی دعوت کرنا چاہ رہی ہیں وہ میرا مشورہ لینا چاہتی ہیں۔'' فاخرہ نے متانت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے روڈ پر نگاہیں مرکوز رکھیں غالباً ان میں ہمت نہ تھی کہ وہ اس ذکر پر لیہا سے نظریں ملا سکیں، ان کے لہجے کی مخصوص رعونت قصہ پارینہ بن چکی تھی، لیہا کا دل بچل کر سکڑا، گھر آ چکا تھا، منیر کے دوبارہ ہارن دینے پر ہی گیٹ کھول دیا گیا تھا۔

''مما پلیز ذرا جلدی کیجئے واپسی میں۔''

لیہا نے گاڑی سے اترتے ہوئے سامنے سے آتی فاطمہ کو دیکھا، اس کی التجا نے فاخرہ کو افسردہ کر دیا، وہ سر ہلاتی فاطمہ سے ملنے لگیں، وہ فاطمہ کی ہمراہی میں لاؤنج میں آ گئیں، ملازم ان کے کھانے سے انکار پر چائے لے آیا، پھپھو مما سے مشورہ کرنے لگیں، لیہا ان کی گفتگو سے اکتا کر لان میں چلی آئی۔

ان کی ذہنی رو عاذب کی سمت بھٹک گئی اس نے کلائی پر بندھی گھڑی میں ٹائم دیکھا، دوپہر کے اڑھائی بج رہے تھے، وہ دشمن جان گھر پہ نہ تھا، اس کا دل یکدم عروہ سے ملنے کو مچل اٹھا۔

''آپ؟'' وہ برآمدے میں اترتی سیڑھیوں پر پہنچی تو عاذب گھر کی انٹرنس ڈور سے بعجلت باہر نکل رہا تھا، لیہا کے لبوں سے ہلکی سرگوشی نکلی، اپنی دھن میں آگے بڑھتا عاذب چونک کر رک گیا، وہ کالج یونیفارم میں ملبوس بے حد منفرد و حسین لگ رہی تھی، وہ دونوں بے خودی میں ایک دوسرے کو

دیکھے گئے، وہ دونوں اک دوسرے کی آنکھوں سے دور مگر دل کے بے حد قریب تھے، وہ دل کے رشتے میں بندھے نازک ڈور سے کھنچے چلے گئے۔

"ہوں ہوں۔" نہ جانے کتنے پل بیت گئے تھے، ابریق نے مصنوعی سنجیدگی سے ہنکارا بھرتے ہوئے انہیں ہوش دلایا وہ دونوں چونک گئے، ابریق کے وجیہہ چہرے پر شوخی و شرارت بھی تھی، لیبا مارے گھبراہٹ کے سر جھکا گئی، وہ دونوں اک دوجے کی دعا تھے مگر دونوں ہی کہنے سے گھبراتے تھے، انہیں انجانا خوف لاحق تھا، ابریق ان کے قریب آ گیا، اس کے ہاتھ میں آفس فائل تھی۔

"کیسی ہو لیبا؟" عاذب کی آنکھوں میں چھپا سوال ابریق نے پڑھ لیا تھا۔

"ہم زندگی گزار رہے ہیں ابریق، چاہے جیسی بھی گزرے۔" لیبا نے دل کی دہائی دباتے ہوئے عاذب کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے ابریق کو جواب دیا، عاذب تڑپ کر خاموشی سے لب بھینچ کر رہ گیا، جانے زندگی ان کے ساتھ کیا کرنے چلی تھی وہ اس کی حاصل تمنا اور تمام تر دعاؤں کا مرکز تھی مگر بے بسی کی انتہا تھی کہ وہ اسے کچھ بتا نہ سکتا تھا، وہ فاخرہ آنٹی کی بدسلوکی بھولا نہ تھا۔

"عروہ کہاں ہے؟" اک نامحسوس خاموشی کا وقفہ طویل ہونے لگا تو لیبا نے پوچھا۔

"ٹیرس پر۔" ابریق کا مصروف انداز میں مختصر جواب آیا وہ عاذب پر بناء نگاہ ڈالے وہاں سے چلی گئی محبت میں محبوب کی بے رخی و بے مروتی کسی کڑی سزا سے کم نہیں ہوتی ہے عاذب کو پہلی بار اس کا ادراک ہوا تھا، ابریق عاذب کے بناء بتائے اس کی مس انڈر اسٹینڈنگ کا نام جان گیا تھا، اس سے عاذب کی نگاہوں میں چھپی اداسی پوشیدہ نہ رہی تھی۔

☆☆☆

نرم سبک رو ہوا اس کے بالوں سے اٹھکیلیاں کر رہی تھی، وہ نہا کر نکلی تو بال سکھانے ٹیرس پر آ گئی اس کی نگاہیں عین سامنے وسیع خالی پلاٹ پر تھیں جہاں خود رو پودے اور گھاس پھوس ہریالی کی صورت بکھری تھی، کہیں جا بجا جھاڑی نما درخت بھی تھے، سامنے درخت پر دو فاختائیں بیٹھی تھیں، وہ عالباً لمبی پرواز سے لوٹی تھیں، ٹیرس پر کھڑا ہو کر ریلنگ سے جھک کر اردگرد گھروں کی طرز تعمیر، آتے جاتے لوگوں پر تبصرے و بحث عروہ اور اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا، وہ دونوں بلا تکان کافی دیر اسی مشغلے میں لگی رہتی تھیں، فاختہ کا جوڑا اڑ کر دوسرے درخت کی اونچی ٹہنی پر جا بیٹھا، ان دونوں کی اس درخت کے متعلق شدید لڑائی ہوتی تھی، لیبا کہتی تھی کہ وہ انار کا درخت ہے جبکہ وہ اسے خود رو جھاڑی نما درخت کہتی تھی، دونوں شدید بحث کرتیں اور پھر بناء کسی نتیجے پر پہنچے بحث ادھوری چھوڑ کر کسی نئے ٹاپک کو ڈسکشن شروع ہو جاتی۔

اس نے گیلے بال تولیے سے زور سے رگڑتے ہوئے ذہن سے لیبا کی پرچھائی ہٹانا چاہی، بال رگڑتے ہوئے اس کی نظر سامنے اٹھی تو وہ نگاہ ہٹانا بھول گئی، لیبا اس سے آتے ہی لپٹ گئی، وہ بے مروت و بد لحاظ نہ تھی، گھر میں جو بھی کلیش چل رہا تھا اس کا اثر ان دونوں کی دوستی پر ضرور پڑا تھا، مگر اسے مروت و تہذیب سے منہ نہ موڑنا تھا، اس نے جواباً گرمجوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے گال پر نزاکت بھرا بوسہ دیا۔

"یار تم میرے بھیجے کم از کم اس درخت کا نام ہی کسی سے پوچھ لیتیں۔" لیبا اس سے الگ ہو کر ریلنگ پر جھک گئی، بشاشت و خوشگوار یت اس کے روم روم سے جھلک رہی تھی، اسے ادھر آتے ابریق نے دیکھا تھا، یقیناً لیبا کو ابریق نے ہی بتایا تھا، وہ ہولے سے ہنس دی، لیبا کی لایعنی باتیں شروع ہو چکی تھیں جو یقیناً جلد ختم ہونے والی نہ تھیں، عروہ کو بے ساختہ اس کے سنگ گزرا وقت یاد آ گیا تھا، لیبا نے جواب نہ پا کر گردن موڑی۔

"وقت کتنی جلد بدل جاتا ہے۔" عروہ کے چہرے پر سوچ کی گہری لکیر تھی، دونوں کی نظریں ملیں اور پلٹ کر سامنے سبزے پر ٹک گئیں۔

"تمہارے خوابوں کے شہزادے کا کیا حال ہے؟" دونوں کے بیچ واضح چبھتی خاموشی تھی جسے لیبا کی سنجیدہ شوخی بھری آواز نے چیرا، عروہ چونک کر مڑی، اس نے تو اپنے دل کا بھید صرف نازش کو دیا تھا پھر اسے کیسے خبر ہوئی؟ وہ متحیر تھی۔

"ہم تو اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں جناب!" لیبا نے شان بے نیازی سے اپنے ہاتھ جھاڑے، عروہ لب بھینچ کر رہ گئی، وہ تو خود کچھ نہ جانتی تھی سے کیا بتاتی، بے خبری بعض اوقات نعمت ہوتی ہے مگر کبھی کبھار عذاب جان بن جاتی ہے۔

"محبت ہمیشہ چھپ کر وار کیوں کرتی ہے محبت تو انسان کو اتنا بہادر بنا دیتی ہے کہ انسان سارے زمانے سے لڑ پڑتا ہے، کوئی ہاتھ میں تیشا لے لیتا ہے تو کوئی مجنوں بن کر جنگل کا رخ کرتا ہے پھر یہ خود کیوں بزدل ہوتی ہے۔" لیبا نے دکھ سے سوچتے ہوئے آسمان پر نظریں گاڑ دیں، فاختہ کا جوڑا تھوڑی دیر سستا کر اگلی منزل کی جانب محو پرواز تھا۔

"لیبا کتنی پیاری لڑکی ہے کاش یہ میری بھابھی بن جاتی۔" عروہ نے اس کے من موہنے معصوم چہرے پر اک نظر ڈالی، نہ جانے کیوں اس کا دل یہ بات ماننے سے انکاری تھا کہ لیبا میزاب کی جگہ لینا چاہتی تھی، وہ ابریق سے بے تکلف ضرور تھی مگر میزاب سے بھی ہنسی مذاق کر لیتی تھی، اسے لیبا کے چہرے پر ریا کی جھلک نہ دکھائی دیتی تھی۔

"میں تو تیار ہوں مگر وہ گھامڑ بھی مانے تو نا۔" نہ جانے اس نے کیسے عروہ کی سوچ پڑھ لی تھی، لیبا نے ٹیرس پر رکھے گملے میں سے گلاب کا پھول توڑ کر عروہ کے کھلے لمبے نیم گیلے بالوں میں لگا دیا، عروہ کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا، لیبا غضب کی چہرہ شناس نکلی تھی۔

"لیبا!" وہ جب تک بات کی تہہ میں پہنچتی تو فاخرہ آنٹی اسے آوازیں دیتی آ گئیں تھیں، ان کے ہمراہ عائشہ بھی تھیں، یقیناً وہ ان سے مل چکی تھیں۔

"عائشہ! تم بھی میری طرف چکر لگاؤ نا۔" فاخرہ کے لئے بیٹی کی خوشی سے بڑھ کر کچھ نہ تھا، انہوں نے وقت رخصت عائشہ سے محبت بھرا اصرار کیا عائشہ نے متانت سے مسکرا کر حق میزبانی نبھاتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا، انہیں واپسی کی جلدی تھی، عروہ کو لیبا سے کھل کر بات کرنے کا موقع بھی نہ مل سکا، خوشی اس کے روم روم میں بسی تھی، وہ دونوں ان سے مل کر گاڑی میں بیٹھ گئیں، لیبا کے چہرے پر اس کے دل کی خوشی کا پتہ دیتی گہری معنی خیز مسکراہٹ بھی تھی۔

☆☆☆

وہ بہت الجھی ہوئی تھیں، فاخرہ کا بدلا رویہ اور بات بے بات چونکنا انہیں کھٹک رہا تھا، وہ بمشکل پورا گھنٹہ بیٹھی تھیں اور انہوں نے بلا مبالغہ کوئی بیسیوں دفعہ جلدی جانے کا شور مچایا تھا، وہ

ان سے کچھ چھپا رہی تھیں، فاطمہ ان سے سکون و تسلی سے بیٹھ کر لیہا اور ابریق کے رشتے کی بات کرنا چاہتی تھیں انہیں فاخرہ کو ارشد اور ابریق کے واضح انکار اور ان کے لئے دیئے انداز کے بارے میں بھی بتانا تھا، وہ دانستہ اس موضوع کو چھیڑنے سے گریز کر گئیں۔ فاخرہ انہیں مینیو لسٹ اور تمام اشیاء کے نام بتا کر چلی گئیں۔ فاطمہ پہلے اماں اور عائشہ کے ساتھ مل کر کسی کی دعوت کرنا ہوتی تو انتظام کر لیتیں، انہیں پہلی بار تنہا دعوت کا انتظام کرنا تھا اسی لئے وہ قدرے پراساں تھیں۔

"آپ دونوں میرے آنے سے چپ ہوئے ہیں، آپ باتیں کریں میں ہی یہاں سے چلی جاتی ہوں۔" فاطمہ کا الجھ گئی تھیں فاخرہ کا مبہم رویہ ان کی سمجھ سے بالاتر تھا، وہ سوچوں میں گم سٹنگ روم میں کسی ٹاک شو پر زور و شور سے تبصرہ کرتے ابریق اور ارشد کے پاس آ کر بیٹھ گئیں تو وہ دونوں خاموش ہو گئے تھے۔ فاطمہ پریشان تو تھیں ہی، ان کی خاموشی پر چڑ گئیں۔

"بیٹھو فاطمہ!" ارشد نے ان کا ہاتھ تھام لیا، وہ نروٹھے بچے کی طرح منہ پھلائے بیٹھ گئیں ابریق ڈیڈی کو موبائل نیٹ پر ایک مشہور چینل کے ٹاک شو کے کلپس دکھا رہا تھا، وہ مما کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے موبائل بند کر کے جیب میں ڈال لیا۔

"کوئی پریشانی ہے تمہیں؟" وہ ان کے پریشان چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھے بنا نہ رہ سکے تھے، وہ فاطمہ سے ضرور تا بات کرتے تھے، ابریق کی اپنی مصروفیات تھیں، ان سے فاطمہ کی تشویش دیکھی نہ گئی تھی۔

"ہوں آں۔" وہ چونک کر ہکلانے لگیں ان کے چہرے کی رنگت متغیر ہو گئی جیسے کسی نے ان کا بھید پا لیا ہو، ابریق کی کھوجتی نظریں بھی انہی پر تھیں۔

"میں ذرا کچن دیکھ لوں۔" وہ بہانہ بنا کر چلی گئیں، کہیں کوئی گڑبڑ ضرور تھی، جسے وہ کسی سے شیئر نہ کرنا چاہتی تھیں، ارشد گاہے بگاہے عائشہ کی طرف چکر لگا لیتے تھے فاطمہ گھر میں تنہا اپنے محاذ پر ڈٹی تھیں، ارشد نے تشویش سے تھوڑی سی تسلی۔

☆☆☆

"مما! عاذب بھیا کی بھی شادی کروا دیں۔" سب سٹنگ روم میں لحاف میں گھسے چلغوزے کھا رہے تھے، عاذب نے عروہ کے سامنے سے چلغوزے اٹھائے تو اس نے بھائی کی ہتھیلی پر زور سے ہاتھ مارا۔

"ہائیں۔" وہ بھونچکا رہ گیا، عروہ کی آنکھوں میں شوخی و شرارت اور چہرے پر مبہم مسکراہٹ تھی، میزاب بھی اسٹڈی چھوڑ کر دونوں کی نوک جھونک دلچسپی سے سننے لگی اس کے ایگزامز قریب تھے اور وہ دن رات اسٹڈی میں جتی تھی تاکہ اپنا اکیڈمک ریکارڈ بحال رکھ سکے، وہ تین سال کی مارکس شیٹ میں ابریق سے چار نمبر پیچھے تھی ڈیپارٹمنٹ کی تاریخ میں پچھلے چودہ سالوں سے لڑکے گولڈ میڈلسٹ تھے اسے اس سال ابریق سے میڈل جیتنا تھا، عاذب ہولے سے ہنس دیا۔

"تمہاری نظر میں کوئی لڑکی ہو تو بتاؤ۔" عائشہ نے مبہم شریر لہجے میں عاذب کو چھیڑتے ہوئے عروہ کو دیکھا، عاذب سنجیدہ نظر آنے لگا۔

"مما لڑکی مجھ سے پوچھیں، بھائی تو مشرقی لڑکے ہیں یہ بھی انکار نہیں کریں گے۔" عروہ مائل بہ شرارت تھی، وہ ہنوز غیر سنجیدہ تھی، عاذب کے تصور میں لیہا کا سراپا لہرایا۔

"آفس کورس بیٹا بتاؤ۔" شاہد صاحب نے

بھی گفتگو میں حصہ لیا، فاطمہ گھر میں تنہا محاذ پر ڈٹی تھیں ارشد اور ابریق ان سے پہلے جیسا برتاؤ رکھے ہوئے تھے ان کے نہ رویے بدلے تھے اور نہ نیتیں، انسان ہمیشہ شیطان سے پہلی چوٹ نیت پر کھاتا ہے شکوک وسوسے نیت میں دراڑ ڈال کر شیطان کا کام آسان کر دیتے ہیں، شاہد کو امید تھی کہ قدرت ان کے ساتھ برا نہ کرے گی، وہ میزاب اور عاذب کو اکٹھے شادیاں کرنا چاہتے تھے۔

"لیہا!" لفظ تھا یا بم، جو سب کے سروں پر پھٹا تھا، اس نے متعلقہ نگاہوں سے سب کو دیکھا جو حیرت کے مجسمے بن گئے تھے، جبکہ عاذب تو سانس تک لینا بھول گیا تھا، عروہ سب کو دلچسپی سے لیہا کی باتیں بتانے لگیں۔

"کیا اس نے مجھے کھامڑ کہا؟" عاذب جیسے ہوش میں آ کر دھیرے سے چلایا۔

"بیگم آپ کے برخوردار کو لیہا سے شادی پر نہیں، اس کے کھامڑ کہنے پر اعتراض ہے۔" شاہد صاحب نے شگفتگی سے عاذب پر چوٹ کی، وہ احتجاجاً واک آؤٹ کر گیا۔

"فاطمہ نہیں مانے گی۔" سب کے چہرے جیتی خوشی سے چمک اٹھے، عائشہ نے ذہن میں ابھرنے والی سوچ کو زبان دی تو میزاب کے مسکراتے لب بھینچ گئے۔

☆☆☆

"خلیل پلیز مجھے معاف کر دیں، میں غلطی پر تھی۔" خلیل کا موڈ کافی دنوں بعد بے حد خوشگوار تھا، وہ لیہا سے کافی دیر خوش گپیوں میں مگن رہے تھے، فاخرہ بھی درمیان میں مداخلت کر لیتیں، خلیل انہیں مکمل نظر انداز کیے ہوئے تھے، انہوں نے لیہا سے چائے کی فرمائش کی تو وہ ان کے لئے چائے بنانے چلی گئی، فاخرہ نے موقع پاتے ہی رندھے لہجے میں معافی مانگی، وہ سخت شرمندہ تھیں، خلیل کا دل پگھل گیا، وہ ظالم نہ تھے وہ تو صرف انہیں راہ راست پر لانا چاہتے تھے۔

"لیہا بیٹا! اپنی مما کے لئے بھی چائے لے آؤ۔" خلیل نے شگفتگی دشوخی سے فاخرہ کو دیکھتے ہوئے ہانک لگائی، فاخرہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا، وہ مسکرا رہے تھے، فاخرہ کی آنسوؤں میں تیزی آ گئی۔

"ارے۔" خلیل نے دھیمی سرگوشی کرتے ہوئے ان کے آنسو پونچھے۔

"آپ مجھ سے خفا تو نہیں ہیں نا۔" وہ کبھی فاخرہ سے ناراض نہ ہوئے تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی ان پر کوئی روک ٹوک کی تھی، وہ زندگی میں پہلی بار فاخرہ سے خفا ہوئے تو ان کی جان پر بن آئی، وہ انہی کی محبت کے زعم میں جا من مانی کرنے کی عادی تھی، جب ان کی محبت کا غرور ٹوٹا تو دل من مانی کرنا بھی بھول گیا، فاخرہ نے تصدیق چاہی۔

"میں تم سے خفا نہیں تھا بس تم پہ مجھے غصہ تھا۔" خلیل کو غصہ بہت کم مگر شدید ترین آتا تھا انہیں فاخرہ کی خود غرضی نے بہت دکھ دیا تھا ان کا مان توڑ ڈالا تھا، انہوں نے نرمی سے مسکراتے ہوئے فاخرہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں آج ہی فاطمہ سے بھی معافی مانگ لوں گی۔" خلیل مانے تو انہوں نے جیسے کوئی معرکہ سر کر لیا تھا، خلیل نے ان کا ہاتھ تھپتھپا کر تائید کی، اسی اثناء میں لیہا چائے لے کر آ گئی، اس نے دونوں کو باری باری کپ تھمائے اور ان دونوں کے درمیان چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی، ماحول خوشگوار تھا، وہ طمانیت سے مسکرا دی۔

☆☆☆

ان کے قدم سامنے بڑھتے جا رہے تھے ان

کی چال میں واضح جھجک اور سست روی تھی، وہ انٹرنس ڈور کے قریب رک گئیں، فاخرہ نے فون کر کے ان سے رو رو کر معذرت کرتے ہوئے معافی مانگی تھی وہ بے حد نادم تھیں کہ وہ انجانے میں کسی کی بددعائیں سمیٹ رہی تھیں، فاطمہ نے مڑ کر پیچھے دیکھا، ارشد اور ابریق نے مسکرا کر انہیں حوصلہ دیا انہوں نے ڈور پہ ہاتھ رکھا تو ڈور ہلکی سی چرچراہٹ سے کھل گیا سامنے وسیع لاؤنج بھائیں بھائیں کر رہا تھا، بالائی منزل سے جھولے کی چرچراہٹ کی آواز میزاب کی موجودگی کی غماز تھی، وہ آہستگی سے اندر داخل ہو گئیں، دائیں سمت کچن میں عائشہ مصروف تھیں، وہ کسی کے قدموں کی آہٹ پہ چونک کر مڑیں اور اگلے پل خوشی سے گنگ ساکت رہ گئیں ان کی تمام دعائیں اور وظائف مستجاب ہو گئے، فاطمہ اک حقیقت کی طرح ان کے سامنے تھیں ان کی نظریں فاطمہ کے کندھے سے پرے ارشد بھائی پر گئیں جو نرمی سے مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے انہیں حقیقت کی یقین دہانی کروا رہے تھے، وہ آ کر فاطمہ کے گلے لگ گئیں، ان کے لئے فاطمہ کی آمد کسی معجزے سے کم نہ تھی، ان کا رواں رواں رب کا شکر گزار تھا، فاطمہ سخت نادم تھیں عائشہ انہیں مزید شرمندہ نہ کرنا چاہتی تھیں، وہ ان سے خوشدلی سے باتیں کرنے لگیں، جلد ہی لاؤنج میں قہقہے گونجنے لگے، عائشہ نے انہیں بناء کہے معاف کر دیا تھا وہ بڑی تھیں اور انہیں بڑا پن دکھانا تھا، میزاب نے قہقہوں کی آواز لاؤنج میں جھانکا تو وہ پلکیں جھپکنا بھول گئی، اس کے چہرے پر آسودگی پھیل گئی۔

"سنا ہے لوگ یونیورسٹی کا چودہ سالہ ریکارڈ توڑنا چاہتے ہیں۔" وہ نجانے کب آ کر اس کے جھولے پہ رکھے نوٹس اٹھا کر جھولا جھولنے لگا تھا، میزاب چونک کر پلٹی وہ اس کے نوٹس سامنے پھیلائے الٹ پلٹ رہا تھا، چہرے پہ محبت و شوخی تھی، میزاب اس سے کترانے لگی تھی، اسے اپنی عزت نفس بے حد عزیز تھی، وہ ان چاہی بن کر کسی پر خود کو مسلط نہ کرنا چاہتی تھی، سکون تہہ در تہہ اس کی ذات میں اترنے لگا، وہ ابریق کے لئے بہت تڑپی تھی، اس نے راتوں کو جاگ جاگ کر اسے رب سے اپنے لئے مانگا تھا۔

"آف کورس تم دیکھ لینا میں اس سال چار نمبر کا مارجن اوور کر لوں گی۔" اس کے لہجے میں اعتماد و شوخی در آئی، وہی اعتماد جو اس کی ذات کا حصہ تھا لیکن وہ اسے اب کھونے کو تھی، اس نے ابریق کے قریب اپنی جگہ بنائی۔

"میری دعا ہے کہ تم زندگی کے ہر میدان میں کامیاب ٹھہرو۔" ابریق نے محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر خلوص نیت سے اسے دعا دی، میزاب کی پلکیں بار حیاء سے جھک گئیں، لاؤنج میں گونجتے قہقہے دونوں کو جلترنگ لگ رہے تھے۔

☆☆☆

گاڑی انصاری ہاؤس کے سامنے رکی تو مستعد چوکیدار نے سرعت سے گیٹ کھول دیا، زارون گاڑی سے اترتے ہوئے ٹھٹھک کر رک گیا، سامنے لان سے آتی بلاشبہ عروہ ہی تھی، وہ لائٹ سکن کلر کے سوٹ میں لائٹ لپ اسٹک لگائے دل میں اتر جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔

"سنیں۔" وہ لان سے ہو کر ارشد ولا کے انٹرنس ڈور کی طرف اپنی دھن میں گردوپیش سے بے نیاز جا رہی تھی کہ کسی کے پکارنے پر پلٹی، اب اس کے حیرت زدہ ہونے کی باری تھی، اس نے اسے روزانہ شہر کی سڑکوں پر اک اک گاڑی میں تلاشا تھا اور وہ ملا بھی تو کہاں، اس کے اپنے گھر

میں، اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، مما گاڑی سے اتر کر ان کے قریب آ گئیں، وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے بت کی مانند کھڑے بناء پلکیں جھپکائے اک دوجے کو دیکھ رہے تھے، زارون آہٹ پر ہوش میں آیا۔

"السلام علیکم آنٹی!" عروہ نے خفت سے سرخ پڑتے ہوئے سوبر سی خاتون کو سلام کیا، اسے اپنی پوزیشن سخت آکورڈ لگ رہی تھی، مما بناء پوچھے جان چکی تھیں کہ وہ زارون کی تلاش ہے۔

"وعلیکم السلام!" انہوں نے محبت سے اس کی پیشانی چومی، زارون کی والہانہ نگاہیں اس پر یوں جمی تھیں جیسے وہ دوبارہ گم ہو جانے گی، ارشد اور شاداں ان کی آمد کی اطلاع پاتے ہی انٹرنس ڈور پر پہنچ گئے تھے، عروہ کھسک کر اپنے پورشن میں آ گئی، فاطمہ نے بھائی اور بھابھی کی بھی دعوت کر ڈالی تھی، اسے لیہا کو خوشخبری سنانا تھی، وہ دھڑکتے دل اور خوشی سے گلنار چہرہ لئے رب کی مشکور تھی۔

☆☆☆

"عروہ! آج میں عائشہ آنٹی اور پھپھو سے اس درخت کا نام پوچھ کر ہی رہوں گی۔" وہ ٹیرس پر ریلنگ پر جھکی ہوئی سامنے سبزے پر نگاہیں مرکوز کیے ہوئے تھی، اس کی پشت پر آہٹ ابھری تو اس نے بناء پلٹے کہا، عروہ فاطمہ پھپھو کی طرف کسی کام سے جلد واپس آنے کا کہہ کر گئی تھی۔

"عروہ کی بچی، میں تم سے کچھ کہہ رہی ہوں۔" قدموں کی آہٹ اس کی پشت پر آ کر رک گئی، مگر جواب ندارد تھا، وہ جھنجلا کر پلٹی تو اپنے پیچھے کھڑے عاذب سے بمشکل ٹکراتی بچی۔

"اوہ آپ؟" اس کا دل عاذب کی موجودگی کے تصور سے ہی دھڑکنے لگا، دھڑکنوں کے تیز ارتعاش نے اس پر گھبراہٹ طاری کر دی، اس کی پلکوں کی چلمن گھبراہٹ میں تیزی سے لرزنے لگی، اس نے انگلیاں مروڑتے ہوئے راہ فرار اختیار کرنا چاہی تو عاذب اس کی راہ میں آ گیا۔

"لیہا! آئی ایم سوری یار میں مس انڈر اسٹینڈنگ کا شکار ہو گیا تھا۔" عاذب نے اس کے حسین چہرے کو آنکھوں میں سموتے ہوئے جذب سے معذرت کی، لیہا نے الجھ کر نظریں اٹھائیں۔

"لیہا میں سمجھا کہ تم ابریق میں انٹرسٹڈ ہو۔" عاذب نے قدرے نادم ہو کر مجرمانہ انداز میں اقرار کیا، محبت میں بہت طاقت ہوتی ہے وہ محبوب کی ہر غلطی معاف کر دیتی ہے، وہ حقیقتاً سخت شرمندہ تھا، وہ مہمانوں سے مل کر اسی کے کہنے پر عروہ کو ڈھونڈنے آیا تھا۔

"اوہ۔" لیہا نے اس کے گریز اور بے رخی کی وجہ جان کر بے ساختہ طویل سانس بھری تھی، محبت میں اتنی وسعت اور گہرائی ہوتی ہے کہ وہ محبوب کی ہر خطا معاف کر دیتی ہے، اس نے عاذب سے سچی محبت کی تھی اور اس میں اسے معاف کرنے کا بھی حوصلہ تھا۔

"اب تو آپ کو یقین آ گیا نا کہ میں آپ کو چاہتی ہوں۔" وہ بے دھیانی میں شکوہ کر گئی، اس نے اسے رلایا بھی تو بہت تھا۔

"تم مجھے چاہتی ہو۔" عاذب نے شوخی سے اس کی بات پکڑ کر اس پر اپنی آنکھیں ٹکائیں، لیہا نے شرما کر زبان دانتوں تلے دبائی، وہ تیزی سے سائیڈ سے ہو کر نیچے بھاگی، عاذب کے جاندار قہقہے نے اس کا پیچھا کیا تھا، خوشیاں دونوں کی منتظر تھیں، محبت کی بہار ان پر خوب برسنے کو تیار تھی۔

☆☆☆

دل نے دستر خوان بچھایا دعوت عشق ہے
قبول تو آ جا جاناں دعوت عشق ہے

شکور اس کی آمد سے بے خبر مگن متوقع کی مناسبت سے گاتا گا رہا تھا ماہ نم گانے کے بولوں پر گڑبڑا کر رہ گئی۔

"شکور بھائی جان کہاں ہیں؟" اس نے جلدی سے شکور سے پوچھا۔

"وہ تو جی گھوڑوں کی طرف گئے ہیں۔" مصروف سے شکور نے جلدی سے بتایا اور ماہ نم الٹے پاؤں ہی باہر نکل آئی۔

"باورچی کہیں کا۔" سیفی کے ایک اور خطاب میں اضافہ کرتے ہوئے باہر جاتی ماہ نم کو بغور دیکھا اور پھر جلدی سے اپنے سیل فون پر کسی کا نمبر ملا کر جلدی جلدی کچھ ہدایات دینے لگا شکور کچھ سمجھتا اور کچھ نہ سمجھتا اپنے کام میں مگن رہا۔

ماہ نم بھی یونہی چلتی ہوئی پھل دار باغ کو دیکھتی ہوئی ہارس گراؤنڈ کی جانب بڑھ گئی جس کے چاروں طرف بانس کا مضبوط جنگلا بنا کر لگایا گیا تھا وہ اس جنگلے کے قریب آ کر یونہی کھڑی ہو گئی گھوڑوں کی ہنہناہٹ کی آواز آ رہی تھی اسے اردگرد کی خاموشی اور نامحسوس سی چہل پہل مزہ دے رہی تھی وہ وہیں پر رک گئی کاکا جان نظر آ جاتے تو وہ انہیں وہ لسٹ تھما دیتی جو اس نے کچن روم دیکھتے ہوئے چند ضروری اشیاء کی بنائی تھی۔

زندگی بھی ایک پہیلی سی ہے اور جب آپ اسے سلجھا لیتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ اچھا اس سوال میں پوشیدہ یہ جواب تھا اس کی زندگی بھی تو پہیلی ہی بنتی جا رہی تھی اور اب وہ خود کو ایک فارم ہاؤس پر یوں کھڑے اس پہیلی کا پوشیدہ جواب پا کر حیران سی کھڑی ہوئی تھی۔

"نہ جانے پھپھو کا کیا حال ہوگا؟" اور

مکمل ناول

قرۃ العین رائے

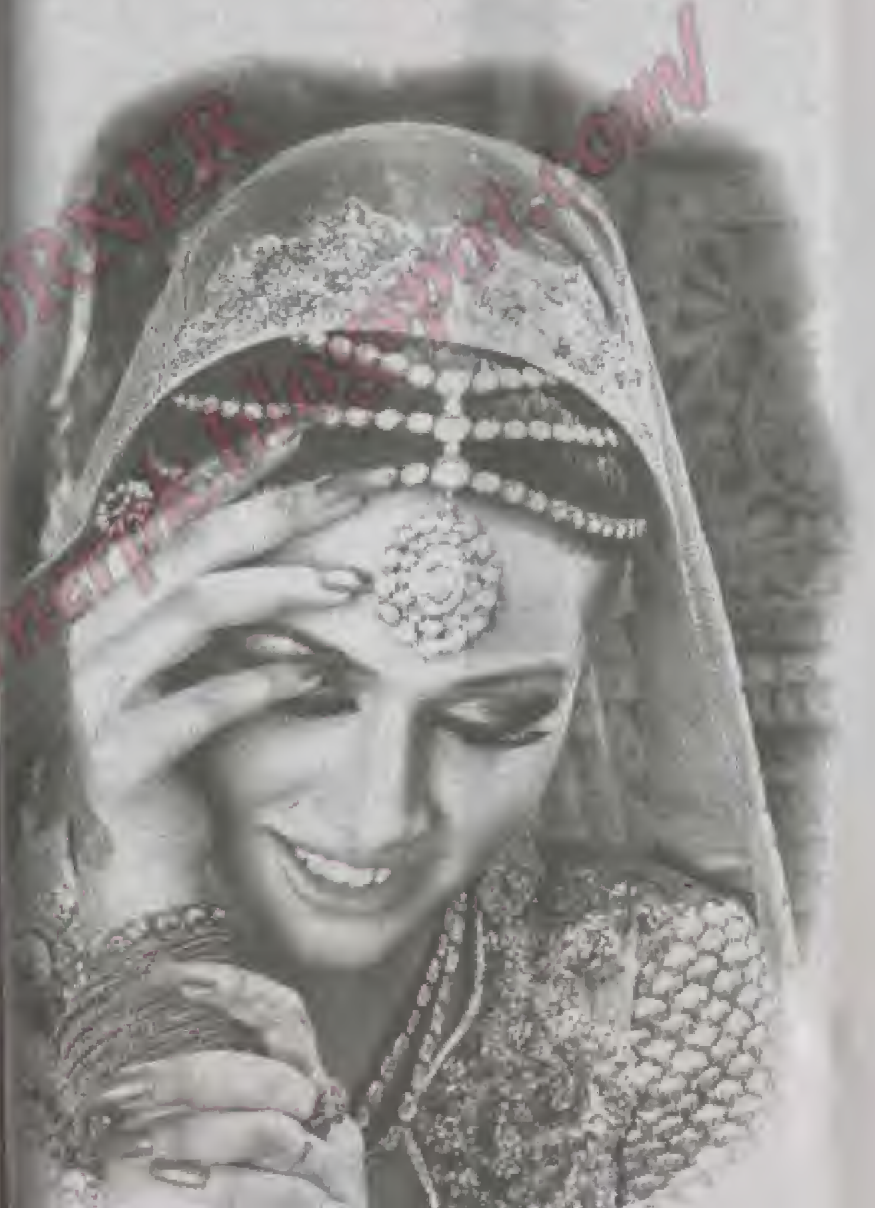

چچا...... کیا ان کے دل میں میرے لئے کبھی بھی رحم نہیں جاگا ہوگا اپنے سفاک رویے پر وہ بھی نادم نہیں ہوں گے؟" خاموش سوچوں میں غلطاں تھی اردگرد سے یکسر بے خبر۔

جبھی اسے اپنے بے حد قریب گھوڑے کی تیز ہنہناہٹ سنائی دی اور وہ اپنے خیالات سے چونک کر بے اختیار پیچھے ہٹی گراؤنڈ میں ایک خوبصورت توانا براؤن کلر کا گھوڑا موجود تھا جس کی باگ کسی نوکر نے سنبھال رکھی تھی کاکا جان اسے دیکھ کر اس کے قریب آئے۔

"وہ میں یونہی آپ کو دیکھتی ادھر چلی آئی یہ لسٹ بنائی تھی آپ کو دینا چاہ رہی تھی۔" ان کے سوالیہ انداز پر وہ جلدی سے بولی تھی۔

"آپ کا گھر ہے بٹیا رانی، میں ابھی آتا ہوں سیفی بابا آجائے ذرا یہ بہت اڑی کر رہا ہے کاٹھی نہیں ڈالنے دے رہا بہت عضیلا ہے اب اسے سیفی بابا ہی سنبھالیں گے۔" گھوڑے کی جانب دیکھتے ہوئے کاکا جان نے اپنے نرم لہجے میں کہا گھوڑا بہت بدک رہا تھا باگ تک نہیں پکڑنے دے رہا تھا بے چارے ملازم نے نہ جانے کیسی باگ سنبھال رکھی تھی ماہ نم کو اس سارے منظر میں بے حد دلچسپی محسوس ہوئی خاص طور پر وہ اس گھوڑے سے سیفی کو ہارتے ہوئے دیکھنے کی خواہش مند تھی نہ جانے کیوں جبھی اسے سیفی گراؤنڈ میں داخل ہوتا دکھائی دیا بلیو جینز کے اوپر سفید شرٹ جس پر اس نے براؤن سلیولیس جیکٹ پہن رکھی تھی یہ لباس اس کے مضبوط اور کسرتی جسم کو بے حد نمایاں کر رہا تھا بلیو جینز کے نیچے لانگ شوز تھے اور آنکھوں پر سن گلاسز لگائے وہ پراعتماد چال چلتا گراؤنڈ میں داخل ہوا تھا۔

"یہ انسان ہے یا چھلاوہ؟" ماہ نم سوچ کر رہ گئی تھی ابھی کچھ دیر پہلے کچن میں باقاعدہ شیف والا حلیہ بنائے ایک ماہر کک کی طرح کوکنگ کر رہا تھا اور اب کسی انگریزی فلم کا ہیرو جیسا حلیہ بنائے گھوڑے کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"گھوڑے پر خاص طور پر اڑیل گھوڑے پر پہلا امپریشن بہت جاندار پڑنا چاہیے اور تم ڈرے ہوئے سے اس کی لگام تھامے کھڑے ہو تمہیں تو وہ کسی گنتی میں شمار کرنے والا نہیں۔" سیفی نے ملازم کے قریب آتے ہوئے کہا اور ماہ نم کو اس کا حلیہ بدلنے کی لاجک سمجھ آئی۔

"عجیب بات ہے۔" وہ بڑبڑائی، دلچسپی میں مزید اضافہ ہوا تھا چاہ کر بھی وہ وہاں سے نہ جا پائی، کاکا جان بھی اس کے قریب آکر مؤدب سے کھڑے ہو کر گراؤنڈ کی جانب دیکھ رہے تھے سیفی نے ان کی موجودگی کو نظر انداز کیا ہوا اس کی ساری توجہ صرف اپنے گھوڑے پر تھی گلاسز اتار کر اس نے شرٹ کے اوپر کے دو کھلے بٹنوں کے پاس اڑسے اور لگام ملازم کے ہاتھ سے لے لی گھوڑا بے چین تھا اور تنگ کر کھڑا نہیں ہو رہا تھا اس کی ہنہناہٹ میں غصہ اور وارننگ دونوں محسوس کیے جاسکتے تھے۔

"ایزی کارلس...... ایزی۔" سیفی نے لگام تھام کر اسے پچکارا گھوڑا مزید بدکا تھا اور ماہ نم کو یقین ہو چلا تھا کہ وہ سیفی کو اپنی پیٹھ پر سواری کا اعزاز بھی بخشنے والا نہیں۔

ایک بار پھر کی گئی کوشش پر گھوڑے نے اپنی اگلی دونوں ٹانگیں اٹھا کر زمین پر ماری اگر سیفی برق رفتاری سے ایک سائیڈ پر نہ ہو جاتا تو اس کی دونوں ٹانگیں اس کے سینے کو لگتیں ماہ نم کا دل دھڑکا تھا یہ سب اتنا آسان نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہی تھی۔

"اللہ خیر رکھے۔" کاکا جان بے ساختہ بولے تھے۔

سیفی کی چھوٹی سی پونی سے بال نکل کر بکھر گئے تھے جسے اس نے بے نیازی سے کانوں کے پیچھے اڑسا تھا۔

"ایزی کارلس...... ایزی...... ایزی مائی بے بی۔" سیفی اسے پیار سے پچکار ضرور رہا تھا لیکن اس کی باڈی لینگوئج میں ایک خاص غرور پن اور ہلکا سا غصہ چھلک رہا تھا جیسے وہ گھوڑے کو باور کرا رہا ہو کہ میں تم سے زیادہ ضدی اور اڑیل ہوں لگام کو اس نے ہلکا لیکن بھرپور جھٹکا دیا تھا۔

"ایزی مائی بے بی۔" ہر ہنہناہٹ کے جواب میں سیفی اسے پیار سے پکارتے ہوئے اس کے ساتھ چکر لگا رہا تھا اور پھر کچھ دیر کی مزید تگ و دو کے بعد کارلس نے سیفی کی ضد کے آگے ہار مان لی تھی اور سیفی نے پاس کھڑے ملازم سے کاٹھی لے کر اس پر رکھی ایک ہی جست میں اس پر سوار ہونے میں دیر نہیں لگائی تھی، ماہ نم کو اس کے چہرے پر در آنے والی فاتحانہ مسکراہٹ بھائی نہیں تھی اور وہ اسی وقت مڑ گئی اور سیفی نے اس کے چہرے پر چھائی مایوسی کو اتنی دور سے بھی بھانپ لیا تھا جس پر اس کی مسکراہٹ اور گہری ہوگئی تھی۔

وہ اور کاکا جان آگے پیچھے ہی اندر داخل ہوئے راستے میں وہ اپنی لسٹ میں شامل سامان کے متعلق بتاتی آئی تھی اور اب اس کا ارادہ اپنے کمرے میں جانے کا تھا۔

"کاکا جان سیفی بابا نے باربی کیو کا بھی انتظام کر رکھا ہے تکوں کی تیاری وغیرہ وہ کر گئے ہیں دعوت کا انتظام سوئمنگ پول کے پاس کرنا ہے ماہ نم بی بی کے لئے انہوں نے حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نگرانی میں آپ کے ساتھ مل کر انتظام دیکھے اور سیکھیں یہ رہے۔" شکور نے اسے سیڑھیوں کی جانب بڑھتا دیکھ کر سیفی کا پیغام دونوں کو ہی پہنچا دیا اور وہ سن کر خاموشی سے واپس پلٹ آئی۔

ایک ملازمہ ہی تو ہوں میں اس کی شکور کے منہ سے ادا ہونے والا حکم کا لفظ جو اس نے جلدی سے بدلا تھا کے متعلق سوچتے وہ کاکا جان کے ساتھ انتظام دیکھنے چل پڑی نہ جانے کیوں دل کو ٹھیس لگی تھی وہ کاکا جان کو انتظام کرتے دیکھتی رہی وہ اس سے مشورے بھی مانگ رہے تھے اور وہ انہیں جہاں ضرورت پڑتی دے بھی رہی تھی شام تک تمام انتظام مکمل ہو چکا تھا ڈھلتے سورج کی لالی میں سوئمنگ پول اور خوبصورت پھولوں سے آراستہ باغ بے حد بھلے لگ رہے تھے وہ اداس اور کھوئے کھوئے سے انداز میں منظر کو دیکھتی اندر چلی آئی ملازمین کے کھانے کا وقت ہو رہا تھا کچن کا دوسری سائیڈ کا دروازہ جو پچھلی طرف کھلتا تھا وہاں پہ سب کھانا لے جانے کے لئے کھڑے تھے شکور ہی سب کو دے رہا تھا سارا نظام اتنے منظم اور اچھے طریقے سے چل رہا تھا کہ اسے کچھ بھی تبدیلی کرنے کی خاص ضرورت محسوس نہیں ہو رہی تھی اس لئے وہ سب بس خاموشی سے دیکھ اور سمجھ رہی تھی واقعی کاکا جان اپنے مالکوں سے بے حد مخلص اور ان کے وفادار تھے، مغرب کی نماز پڑھنے کی غرض سے وہ اپنے کمرے کی جانب چل پڑی تھی جبھی سیفی مکمل تیاری کے ساتھ نیچے اترتا ہوا نظر آیا وہ اپنی بلیک شرٹ کے بازو پر کف لنکس لگاتا ہوا اتر رہا تھا فرنچ ہیر کٹ بال تھے شرٹ کے اگلے دو بٹن بھی کھلے ہوئے تھے جس میں گلے میں پہنی چین نمایاں نظر آرہی تھی جسم پر پرفیوم کا بے حد چھڑکاؤ کیا گیا تھا وہ کافی ٹپ ٹاپ سے تیار ہوا لگ رہا تھا ماہ نم نے اسے نظر انداز کر کے خاموشی سے اوپر جانا چاہا۔

"کہاں؟" وہ اس کے سوال پر ٹھٹکی تھی

لیکن اس کے سنجیدہ تاثرات دیکھتے ہوئے مختصراً بولی تھی۔

"نماز پڑھنے جا رہی ہوں۔"

"پڑھ کر آ جانا کھانا اپنی موجودگی میں لگوانا اور بعد میں کافی بھی خود بنا کر بھجوا دینا تمہیں آنے کی ضرورت نہیں، کافی بنانی آتی ہیں نا؟" اس نے محض سر اثبات میں ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔

"پارٹی رات گئے تک چلے گی گیسٹ روم کو چیک کر لینا شاید میرے ایک دو دوست ٹھہر جائیں لاؤنج میں ٹی وی موجود ہے تمہیں اسے دیکھتے ہوئے اپنا وقت گزار سکتی ہو۔" اس نے اب بھی محض سر ہی ہلایا تھا اور وہ ایک بار پھر اس کے ملگجے حلیے پر نظر ڈالتا نیچے اترتا چلا گیا تھا، وہ اسے ایک ملازمہ کی طرح ٹریٹ کر رہا تھا نہ جانے کیوں اسے انسلٹ کا احساس ہوا تھا حالانکہ حقیقت تو یہی تھی وہ اپنے پراگندہ خیالات کو جھٹکتی ہوئی کمرے میں چلی آئی اور پھر سب کام اس نے اپنی نگرانی میں کرا دیے تھے شکور کی اور ایک دو اور ملازموں کی خوب دوڑیں لگ رہی تھیں عشاء کی نماز بھی اس نے لاؤنج میں ہی پڑھی جہاں وہ پڑھ رہی تھی اس کی بائیں جانب بڑی سی فرش تک آتی گلاس ونڈو تھی جس کا رخ سوئمنگ پول کی جانب تھا کسی تیز گانے کی دھن پر جھومتے ہوئے سیفی کی نظر اس لڑکی کی جانب اٹھی تھی۔

"پکا مولانی ہے۔" اس کے دل میں یہی خیال آیا تھا اور اپنی دوست ثمینہ کے کسی بے تکے مذاق پر قہقہہ لگا کر اس کا خیال جھٹک دینا چاہا۔

صوفے پر بیٹھے بیٹھے اب اسے اونگھ آنے لگی تھی وہ رات جلدی سونے کی عادی تھی تبھی شکور کافی کا آرڈر لے کر آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت سا شاپنگ بیگ بھی تھا۔

"یہ سیفی بابا نے بھجوایا ہے آپ کے لیے انہوں نے اپنی دوست کے سے کہہ کر آپ کے لیے کپڑے منگوائے ہیں کہہ رہے تھے کہ آپ دنوں سے ایک ہی جوڑا پہن رکھا ہے آپ ضرورت ہوگی دوپہر کو میرے سامنے ہی فون کیا تھا۔" نان سٹاپ بولتے ہوئے شکور نے دانت نکوستے ہوئے بیگ اس کی جانب بڑھایا، اس نے خاموشی سے تھام کر وہیں قریب صوفے پر رکھ دیا اور خود کافی بنانے اٹھ گئی وہ بیگ لینے مجبور تھی اسے واقعی ایک جوڑے میں گزارا کرنا مشکل ہو رہا تھا، کافی وغیرہ بنا کر اس نے بھجوائی تھی کاکا جان کب کے اپنے کمرے میں جا چکے تھے ان کا کوارٹر کوٹھی کے قریب ہی تھا، گھٹنوں میں درد کی وجہ سے وہ اتنی دیر تک کام نہیں کر سکتے تھے اور ان کی طبیعت کے پیش نظر ہی سیفی نے ماہ نم کو روک رکھا تھا ملازمین کے ساتھ مل کر اس نے کچن کا پھیلاوا سمیٹا تھا صغریٰ برتن دھو کر خشک کر کے ان کی جگہ پر رکھتی جا رہی تھی اور اسے خاندانی قصے بھی سناتی جا رہی تھی جسے ماہ نم بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی۔

باہر کچھ آوازیں ابھری تھیں اور پھر معدوم ہو گئی تھیں رات کافی ہو چکی تھی تبھی شکور نے آ کر سیفی کا نیا حکم سنایا تھا سب جا کر سو سکتے ہیں ماہ نم شاپنگ بیگ لے کر اپنے کمرے کی جانب چل دی تبھی اس نے سیفی کو اپنے بیڈ روم میں جاتے دیکھا جو اس سے دو کمرے آگے تھا مختار صاحب نیچے والے کسی کمرے میں رہتے تھے وہ ہارٹ پیشنٹ تھے اور سیڑھیاں چڑھنے سے پرہیز کرتے تھے اور آج تو وہ صبح سے ہی کسی میٹنگ کو اٹینڈ کرنے اسلام آباد گئے ہوئے تھے شاید کل ان کی واپسی تھی کاکا جان نے صبح ناشتے کی ٹیبل پر ان کی

غیر موجودگی کی وجہ بتائی تھی ان کی صبح پانچ بجے فلائٹ تھی وہ منہ اندھیرے ہی چلے گئے تھے بقول کاکا جان کے ان کے کاروبار کا سلسلہ کافی وسیع تھا اور اس کی دیکھ بھال میں وہ کافی مصروف رہتے تھے۔

دروازے کو اندر سے لاک لگا کر اس نے بیڈ پر بیگ کو رکھتے کھولا اور جیسے جیسے وہ کپڑوں کو باہر نکالتی چلی گئی غصے سے اس کا برا حال ہوتا چلا گیا اس بدتمیز انسان سے ایسی ہی کسی بے ہودگی کی امید کی جا سکتی تھی، اس کا دماغ کھول کر رہ گیا تھا اور دوسرے ہی لمحے وہ تن فن کرتی سیفی کے کمرے کا دروازہ دھاڑ سے کھول کر اس کے کمرے میں موجود تھی وہ جو صوفے پر آڑا ترچھا بیٹھا ہوا تھا اسے دیکھ کر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟ جاؤ یہاں سے۔" کھردرے لہجے میں وہ بولا تھا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں تمہارے کمرے میں آنے کا، میں تمہیں تمہاری یہ بے ہودہ نوازش لوٹانے آئی ہوں۔" اس نے بیگ کو فرش پر پھینکتے ہوئے نہایت غصے سے کہا اور مزید بولی۔

"آئندہ میرے ساتھ اس قسم کی بدتمیزی کرنے کا سوچنا بھی مت میرے حالات مجھے یہاں لے کر آئے ہوئے ہیں لیکن اسے میری کمزوری سمجھنے کی غلطی بھی مت کرنا میں کچھ اور نہ کر سکی تو اپنی جان تو دے ہی سکتی ہوں مجھے اپنی عزت اپنا وقار اپنی جان سے بڑھ کر ہے۔" غصے میں جو منہ میں آیا وہ بولتی چلی گئی۔

"جسٹ گیٹ آؤٹ فرام مائی روم۔" جواب میں وہ غصے سے چلایا تھا اور ہاتھ میں پکڑی بوتل بھی سامنے دیوار کو دے ماری تھی، ماہ نم اس کی دھاڑ کا جواب انگلی اٹھا کر دیتے ہی گئی تھی وہ اس کے ردعمل سے ڈری نہیں تھی یہی ثابت کرنے کے لیے اسے ایک دو اور کھری کھری سنانے کے لیے رکی اندر سے وہ اس کے غصے سے خائف ضرور ہوئی تھی۔

اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ کر وہ جو غصے میں کھڑا ہو چکا تھا ایک دو قدم لڑکھڑاتے ہوئے اپنی سرخ آنکھوں کے ساتھ اس کے قریب آیا اور اس کا بایاں بازو دبوچ کر اسے کمرے سے نکالتے ہوئے غرایا تھا۔

"نکل جاؤ میرے کمرے سے۔"

ماہ نم کو یکبارگی صورت حال کا اندازہ ہوا اور وہ فوراً اپنے کمرے میں آ کر اسے لاک لگا کر اپنے بیڈ پر آن بیٹھی تھی، ماہ نم کو سیفی کی سرخ آنکھوں کو یاد کر کے جھرجھری آئی تھی پہلی بار اس نے کسی انسان کو نشے کی حالت میں دیکھا تھا اسے سیفی سے نفرت محسوس ہوئی تھی اور خوف بھی نشے میں انسان اپنے حواسوں میں کب رہتا ہے پورا جانور بن جاتا ہے اور اگر وہ اس کے ساتھ کچھ ایسا ویسا کر جاتا رات کے اس پہر کون تھا جو اسے بچاتا اور وہ تو پھر اس کی منکوحہ بھی تھی بے شک وہ دونوں دل سے اس کاغذی رشتے کو قبول نہیں کرتے تھے لیکن حقیقت تو یہی تھی وہ کپکپا کر رہ گئی تھی اور بیڈ کے ایک کونے میں سمٹ کر چادر سر تک تانے سونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

☆☆☆

نماز ادا کرنے کے بعد وہ یونہی بڑی سی گلاس ونڈو کے سامنے جا کھڑی ہوئی نرم نرم سی دودھیا سحر میں باغ کا منظر بے حد پرسکون اور دل آویز لگ رہا تھا تبھی اس کی نظر جاگنگ کرتے سیفی پر پڑی وہ ایک دم تازہ دم جاگنگ میں مصروف تھا، رات جس طرح اس نے ڈرنک کر رکھی تھی اس وقت اس کے انداز سے ذرا بھی اس خمار کا شائبہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔

رات کا خیال آیا تو رات والا منظر پھر اس کی یاد میں تازہ ہوا اور وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

نشہ تو انسان کو جانور بنا دیتا ہے اچھے بھلے کی تمیز کھو دیتا ہے اچھا بھلا انسان بھی، لیکن رات وہ جس طرح غصے میں بغیر سوچے سمجھے اس کے کمرے میں جا کر اسے وارن کرنے گئی تھی اس نے اس کی بدتمیزی کا کوئی بھی جواب نہیں دیا تھا بس اسے کمرے سے نکال باہر کیا حالانکہ جتنا وہ اسے جانتی تھی وہ فلرٹ اور عیاش نوجوان یہ تو اس کے لئے سنہری موقع تھا وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن اس نے اس کی عزت کا مان رکھا تھا دن کی روشنی میں دل اسے سیفی کے متعلق کچھ اور ہی بتا رہا تھا دکھا رہا تھا اپنے خیالات سے گھبرا کر وہ نیچے کچن کی جانب چلی آئی ابھی لوگ اٹھ چکے تھے کاکا جان ہاتھ میں تسبیح لئے شاید کافی بنانے کا انتظام کر رہے تھے، ماہ نم آگے بڑھ کر کافی مگ میں چھینٹے کی صفیہ اور شکور بھی آ چکے تھے رات دیر تک کام کرنے کے باعث دونوں ہی تھکے اور خاموش تھے۔

"شکور، رحمو سے کہہ کر سوئمنگ پول کے پاس سے صفائی کروا دو سیفی بابا نے اپنے سٹوڈیو جانا ہے وہاں کی فوراً صفائی کروا دو پہلے۔" کاکا جان نے زیر لب تسبیح کرتے ہوئے شکور کو ہدایت دی اور وہ سر ہلاتا ہوا چلا گیا۔

"سیفی بابا وہیں ناشتہ کریں گے؟ کوئی نئی تصویر بنانی ہے؟" صفیہ نے یونہی پوچھا۔

"ایک بات پوچھوں، ایک مصور بھی ہے اصل میں یہ شخص ہے کیا؟" نہ چاہتے ہوئے بھی ماہ نم پھر سیفی کے متعلق سوچنے لگی تھی۔

"سر آ گئے؟" دل کی آواز کو نظر انداز کرنے کے لئے اس نے یونہی کاکا جان سے مختار صاحب کے متعلق پوچھا۔

"نہیں، شاید وہ دوپہر تک آ جائیں۔" کاکا جان نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا کافی تیار ہو چکی تھی۔

"شکور سیفی بابا کے کمرے میں کافی دے آؤ وہ کمرے میں جا چکے ہیں۔" کاکا جان نے کچن میں آتے شکور سے کہا۔

"میں بھی کہوں کاکا جان سیفی بابا کی طبیعت میں یوں ٹھہر کر بیٹھنا تو نہیں ہے وہ کیسے یہاں پر رکے ہوئے ہیں پر اب سمجھا ان کا موڈ تصویریں بنانے کا ہو گا۔" شکور نے یونہی تبصرہ کیا۔

"ہوں اور اللہ کرے کچھ دنوں تک بناتے رہیں۔" کاکا جان نے فوراً کہا تھا چونکہ ماہ نم کو اب وہاں پر اپنے لائق کوئی کام نظر نہ آیا وہ وہاں کی گرتی ہوئی بارش گراؤنڈ کی طرف چلی آئی اس وقت گراؤنڈ میں دو تین گھوڑے چکر لگا رہے تھے ان کی دیکھ بھال کرنے والے نوکر ساتھ تھا اسے یہ سب دیکھنا دلچسپ لگا تو وہ یونہی جنگلے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

"کل میں نے نینا سے تمہارے لئے کچھ لیڈیز کپڑے لانے کو کہا میرا اس معاملے میں تجربہ زیرو ہے اور چونکہ وہ ایسے ہی کپڑے پہنتی ہے جیسے تم" بے ہودہ نوازش" کہہ رہی تھی تو وہ ویسے کپڑے لے آئی غلطی شاید اس کی بھی نہیں میں نے اسے یہ کہا تھا کہ چند لیڈیز کپڑے لے آئے وہ بھی شاید میں اسے شاپنگ کا کہہ رہا ہوں تو وہ اپنی مرضی کے اپنے کپڑے خرید لائی پارٹی میں وہ مجھے کچھ کہنا تو چاہ رہی تھی مگر میرا دھیان نہیں گیا آئی تھنک وہ شاید رات یہاں Spend کرنے کا سوچ کر نائٹی اور شارٹ بلوز وغیرہ لے آئی تھی۔" اس کے قریب آ کر بلا تمہید کے وہ بولا تھا اور یوں اچانک اس کی آواز سن کر وہ اچھل ہی پڑی تھی اور اس کی بات سمجھ کر وہ شرم سے سرخ پڑی تھی۔

"اپنی ورڈ کپڑے میں اسے بھجوا چکا ہوں اور بتا بھی چکا ہوں کیسے کپڑے چاہیے آئی ہوپ اب وہ ایسی کوئی بے تکی حرکت نہیں کرے گی دوپہر تک آ جائیں گے چیک کر لینا۔" وہ جس طرح سے آیا تھا پوری بات کر کے اسی طرح سے پلٹ گیا تھا اس کا رخ اپنے سٹوڈیو کی طرف تھا اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ اور بیزار ہو گیا تھا لہٰذا وہ دوبارہ اندر کی جانب چلی آئی تھی، ناشتہ کر کے وہ یونہی بیڈ روم میں چلی آئی تھی بھوک وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

☆☆☆

اپنی مرضی سے کہاں اپنے سفر پہ ہم ہیں
رخ ہواؤں کا جدھر کو ہے ادھر کو ہم ہیں

لیکن وہ شاخ سے گرے سوکھے پتے کی مانند تمام عمر ہواؤں کے رخ پر نہیں جینا چاہتی تھی بعض اوقات اس کا بڑا دل چاہتا وہ پھپھو سے بات کرے لیکن وہ ایسا کر پائی اسے ڈر نہیں تھا لیکن وہ پھپھو کے لئے کوئی مشکل کھڑی نہیں کرنا چاہتی تھی اور یقیناً وہ کڑی نگرانی میں تھیں ورنہ موقع دیکھ کر وہ خود ہی اسے فون کر لیتیں، فی الحال وہ اس بڑے سے فارم ہاؤس پر ایک سڑے ہوئے بکے ہوئے شخص کے ساتھ بیکار زندگی گزارنے پر مجبور تھی یہ اس کی اندر آتے ہوئے رائے تھی اس کی چال سست اور دھیمی تھی تبھی اس کے پیچھے مختار صاحب بھی داخل ہوئے۔

انہیں دیکھ کر اسے خوشگوار سی حیرت ہوئی وہ اتنے امیر کبیر اور گریس فل شخصیت تھے لیکن غرور اور اپنے اکڑو بیٹے جیسے کوئی تاثر ان کی شخصیت میں نہ تھے ہمیشہ اسے ان سے ایک پر شفقت دوستانہ تاثر ملتا تھا۔

"السلام علیکم! کیا حال ہے بیٹا؟" ان کے سلام میں پہل کرنے پر قدرے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے اس نے جلدی سے جواب دیا۔

"وعلیکم السلام! سر میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟" فارمیلٹی نبھائی تھی۔

"بالکل ٹھیک نہیں ہوں اور اس وقت تک نہیں ہوں گا جب تک آپ مجھے انکل کہنا شروع نہیں کرتیں۔" انہوں نے قدرے گھور کر جواب دیا تھا۔

"سوری انکل۔"

"کاکا ایک کپ کافی پلا دے اور برخوردار کہاں ہیں۔" لاؤنج میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے قریب آتے کاکا جان سے پوچھا تھا۔

"سٹوڈیو میں۔" انہوں نے خیر مقدمی مسکراہٹ کے ساتھ مختصر جواب دیا تھا اور انہوں نے سر ہلا دیا تھا۔

"اور بیٹا کیا ہو رہا ہے؟" وہ پھر سے ماہ نم کی جانب متوجہ ہوئے تھے اور قریبی صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"بور ہو رہی ہوں آپ نے مجھے ایسے ہی یہاں پر خانہ پری کی جاب دی ہے کاکا جان تو بہت پہلے اور بہت عرصے سے انتظام سنبھالے ہوئے ہیں میرے لائق کوئی کام نہیں۔" اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا وہ ان سے کافی ریلیکس ہو کر ہر پرابلم شیئر کرنے لگی تھی۔

"تو آپ جاب مت کرو یہ تو آپ کی ضد کے آگے میں نے کہہ دیا تھا، اچھا میں آپ کو آپ کی جاب کی Requlerments بتاتا ہوں۔" وہ سیدھے ہو کر بیٹھے اور بولے۔

"یہاں پر میری ایک لائبریری ہے، آپ نے کتابیں پڑھنی ہیں وہاں، مالی کو بتانا ہے کہ آج کل کے موسم میں کون سے امپورٹڈ فلاورز کی نیرسری لگانی چاہیے، میں جب یہاں ہوں تو اچھی سی کافی

بنا کر دیتی ہے، آئی تھنک آپ کو کوکنگ پسند ہے تو روزانہ اچھی سی ڈش بناتی ہے میں ہوں گا تو لازمی اس ڈش کی تعریف ہوگی اس سٹرو سے امید مت رکھیے گا، یہ رہا میرا لیپ ٹاپ اس کے ذریعے آپ نت نئی ڈشز سیکھ سکتی ہیں مالی کو بتا سکتی ہیں پلانٹس کے بارے میں وغیرہ وغیرہ، انٹریئر ڈیکوریشن کیجیے اگر مجھے ٹائم ملا تو شطرنج کھیلنے آتی ہے وہ کھیلنے میں کر کے کتنے سارے کام ہیں تمہارے جاب میں کرنے کے لئے کیا تم خود کو نا اہل ثابت کرنا چاہ رہی ہو یہ سب نہ کر کے۔'' ان کے شریر اور دوستانہ انداز پر وہ کھل کر مسکرائی تھی۔

''کاکا جان کافی عرصے سے اس مکان کا انتظام بہت اچھے طریقے سے سنبھالے ہوئے ہیں لیکن یہ گھر تبھی ہے جب اس مکان کے در و دیوار کسی خاتون سے آشنا ہوں جو کہ بہت سالوں سے نہیں ہے۔'' آخری بات انہوں نے قدرے سنجیدگی سے ادا کی تھی اور وہ سیفی کی والدہ کے متعلق سوال کرتے کرتے رک گئی تھی، اسے یہ سوال مخل از وقت اور پرسنل لگا تھا جبھی سیفی بھی اندر آیا تھا اس کے ہاتھ مختلف رنگوں سے بھرے ہوئے تھے جنہیں وہ کپڑے سے صاف کرتا ہوا داخل ہوا تھا اور سامنے ان دونوں کو دیکھنے کے باوجود یکسر نظر انداز کیے وہ سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا تھا ماہ نم کو اس کی بدتمیزی کھلی تھی اور مختار صاحب کے چہرے پر ایک تاریک سایا ابھرتا دیکھا تھا۔

''میں اپنی نالائقی پر شرمندہ ہوں واقعی بہت سارے کام ہیں میرے کرنے کے لئے ابھی میری جاب کیا ہے کافی بناؤں یا شطرنج کھیلیں گے۔'' ماحول پر عجیب سا تناؤ چھایا تھا اس کا اثر زائل کرنے کے لئے وہ مسکرا کر بولی تھی۔

''کافی پلا دیں شطرنج پھر کبھی میں بس کچھ دیر میں ہی شہر چلا جاؤں گا، چین سے ایک ڈیلی گیشن آیا ہوا ہے شام کو ان سے میٹنگ ہے بس تم دونوں کو دیکھنے چلا آیا تھا اور یہ آپ لے جاؤ انٹرنیٹ انسان کو نہ اکیلا ہونے دیتا ہے اور نہ بور۔'' اس نے قریب پڑے بیگ کی جانب اشارہ کیا جو ڈرائیور اٹھا کر لایا تھا۔

''تھینکس میں کافی بنا لاؤں آئی لائیک آلسو کافی لیپ ٹاپ چاہے آج کے انسان کو تنہائی محسوس ہونے نہ دے لیکن کافی ساتھ نہیں پی سکتا اور میں اکیلی کافی پینا پسند نہیں کرتی۔'' اس نے اٹھتے ہوئے بیگ کی جانب اشارہ کیا اور وہ اس کے اعتماد اور جواب پر خوش ہوئے تھے اور وہ ان کا دھیان بٹا گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ دوپہر کے کھانے کا مینو بنا رہی تھی جبھی باہر سے کسی کے بولنے کی آواز سنائی دی تھی اور پھر شکور نے بتایا کہ سیفی بابا کے کچھ کلائنٹس تصویر لینے آئے تھے، اوہ تو وہ ایک پروفیشنل پینٹر تھا وہ بھی بس یونہی امیر زادوں کی طرح الٹی سیدھی لکیریں کھینچ کر خود کو شوقیہ مصور ظاہر کرتا ہو گا، وہ اپنے کام میں مگن رہی تھی۔

آج اس کا سندھی بریانی بنانے کو دل چاہ رہا تھا صفیہ کو ساتھ لگائے وہ کچن میں مصروف تھی کاکا جان اور شکور فارم ہاؤس میں لگیں سبزیوں کا جائزہ لینے گئے تھے۔

''یہ کیا ہے سیفی بابا؟'' صفیہ نے جلدی سے سیفی کے بڑھے ہاتھ سے رقم لیتے ہوا پوچھا تھا۔

''نظر نہیں آ رہا پیسے ہیں رحمو کی بیٹی کی شادی قریب ہے یہ اسے دے آؤ پچاس ہزار ہیں کہنا شادی کی تیاری کرے باقی پیسے پھر دوں گا، شکور کو کہنا کہ بریانی میں ڈالنے کے لئے فارم ہاؤس سے تازہ ٹماٹر، دھنیا وغیرہ توڑ کر لائے۔''

ماہ نم اس کی گفتگو پر چونکی تھی اگرچہ اس کی طرف پیک کیے وہ اپنے کام میں مصروف تھی اور ابھی بریانی کی تیاری ابتدائی مراحل میں تھی محض چاول اور چکن اور چند مصالحہ جات دیکھ کر اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ کیا بن رہا ہے، حالانکہ یہ مرغ پلاؤ کی تیاری بھی تو ہو سکتی تھی۔

''بریانی میں ہی کیوڑہ اور چھوٹی الائچی ڈالی جاتی ہے، اف پناہ ہے اس شخص سے۔'' اس کی سوچ کو جیسے اس نے پڑھ لیا تھا یہ جملہ اسے ہی سنایا گیا تھا اور پھر وہ چلا گیا تھا۔

واقعی وہ ایک ماہر کک تھا اور کوکنگ کا بے حد شوقین اسے بخوبی اندازہ ہو چکا تھا۔

''بی بی جی میں یہ ذرا رحمو کو دے آؤں۔'' صفیہ نے اسے متوجہ کیا تھا۔

''رحمو کون؟'' ماہ نم پوچھے بنا رہ نہ پائی۔

''مالی ہے جی آپ کو سب نوکروں سے ملوایا تھا تھا اس کی بیٹی کی شادی ہونے والی ہے اور اپنے سیفی بابا ہم غریبوں کا بہت خیال رکھتے ہیں جی ہر ایک کی ضرورت کی خبر رکھتے ہیں ابھی پچھلے دنوں ذاکر ڈرائیور جی اس کے بیٹے کا اپنڈکس کا آپریشن تھا تو سارا خرچ سیفی بابا نے اٹھایا تھا اور اچھے ہسپتال میں علاج کروایا تھا۔'' صفیہ عجب سے بولی تھی۔

''تو تمہیں یہ پیسے کیوں دیے خود کیوں نہیں دیے رحمو کو؟'' ماہ نم کے ذہن میں ابھرنے والے سوال کو اس نے صفیہ سے پوچھا تھا۔

''خواہ مخواہ میرے سامنے شو آف کر رہا ہے مدد کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ کو خبر نہیں ہونی چاہیے مگر یہ خود پسند انسان۔'' ماہ نم نے سوچا۔

''کاکا جان یا میرے ذریعے ہی دیتے ہیں انہیں کسی کو اپنے سامنے جھکا ہوا سر وہ کیا کہتے ہیں احسان مند نظر آنا اچھا نہیں لگتا شروع سے ہی ایسا کرتے ہیں جب ان کی کوئی تصویر بک جاتی ہے تو بعض دفعہ وہ بھی ساری رقم یونہی کسی کی حاجت پوری کرنے کے لئے دے دیتے ہیں اللہ ان کو خوش رکھے ہم غریبوں کا بڑا خیال کرتے ہیں جی۔'' صفیہ نے اس کی سوچ کی نفی کرتے ہوئے بتایا تھا اور اب کی دفعہ وہ خاموش ہی رہی تھی۔

''میں جی یہ رحمو کو دے آؤں اور ٹماٹر وغیرہ بھی لے آؤں۔'' صفیہ نے اجازت طلب انداز میں پوچھا اور اس نے سر ہلا کر اجازت دے دی۔

☆ ☆ ☆

بریانی بہت لذیذ بنی تھی، اس کے ہاتھ میں بہت لذت تھی ہر کسی نے تعریف کی سوائے اس کھڑوس کے وہ خاموشی سے کھانا کھا کر اٹھ گیا تھا انکل مختار اور کاکا جان نے اس کے کھانے کی بے حد تعریف کی تھی لیکن نہ جانے کیوں وہ سیفی کی جانب سے منتظر تھی کہ وہ بریانی کے متعلق کوئی تعریفی جملہ بولے گا لیکن وہ اس سے تعریف کیوں سننا چاہتی تھی شاید وہ خود ایک کک تھا نہ جانے دل اس کی ویلیو پر مطمئن کیوں نہیں ہوا تھا۔

الوژن صرف مادی چیزوں کے تو نہیں ہوتے انسان اور ان کی شخصیت کے متعلق بھی آپ کو الوژن ہو سکتے ہیں بظاہر جسے ہم جو سمجھ رہے ہوتے ہیں اصل میں وہ ہوتا نہیں سیفی کے متعلق وہ جتنا جان پائی تھی اس کی ناپسندیدگی میں نمایاں کمی واقع ہوئی تھی ایسا نہیں تھا کہ وہ اس کے متعلق کچھ جان کر اور قریبی مشاہدے کی بنا پر اپنی رائے تبدیل کر گئی تھی لیکن دل اس کے متعلق سوچنے لگا تھا اور اپنے احساسات سے باخبر ہو کر وہ قدرے پریشان تھی بس ایسی ہی الٹی سیدھی سوچیں سوچتے ہوئے وہ دوپہر کو ٹینا کے ڈرائیور کے

ہاتھ آئے گئے شاپنگ بیگ میں سے کپڑے نکال کر دیکھے تھے اس نے چار پانچ کمیس شلوار سوٹ تھے جدید تراش خراش کے بوتیک سے لیے گئے وہ نہایت خوبصورت، دیدہ زیب ملبوسات تھے اسے سیفی کا ذکر کیے ہوئے کا منظر یاد آ گیا کیسے اس نے اسے کمرے سے نکال دیا تھا وہ نفس کا غلام نہیں تھا وہ جان چکی تھی اور اس کی یہی پہلی خوبی اسے اچھی لگی تھی کپڑوں کو سمیٹ کر وہ جلدی سے سونے کے لیے لیٹ گئی تمام خیالات کو جھٹکتے ہوئے۔

☆☆☆

ایک پل کو ٹھٹکا تھا مگر پھر جلد ہی اپنے احساسات پر قابو پا کر ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہے ہماری بیٹی۔" انکل نے اس کے نکھرے روپ کو سراہا تھا۔

دراصل اس نے سیفی کے منگوائے کپڑوں میں سے بوتیک کا ایک سوٹ زیب تن کر رکھا تھا یہ نیوی بلیو کلر کا سوٹ تھا جس پر مختلف رنگوں کے گلاب کے پھول کاڑھے گئے تھے اور ساتھ میں ست رنگی دوپٹہ تھا جس کو اس نے ہمیشہ کی طرح سلیقے سے سر پر جما رکھا تھا۔

انکل کے تبصرے پر وہ جھینپی تھی اور جلدی سے ناشتے سے فارغ ہو کر کچن میں چلی آئی انکل اپنے آفس چلے گئے تھے ابھی وہ دوپہر کا مینو سیٹ کر رہی تھی کاکا جان کے ساتھ مل کر جب سیفی آیا تھا بنا کچھ کہے وہ کیبنٹ چیک کر رہا تھا کاکا جان اب اس کی جانب متوجہ تھے۔

"شام کو کچھ دوست آ رہے ہیں میرا ارادہ شیش تاؤک، افغانی قورمہ اور سالم فروٹ بنانے کا ہے باربی کیو کا انتظام تو لازمی ہے، ہوں مصالحہ جات تو تقریباً ہیں چند ایک چیزیں مس ہیں میں لسٹ بنا دیتا ہوں ذاکر سے کہیے سامان لے آئے اور ذرا شام کو سٹوڈیو کے پاس ہی دعوت کا انتظام کروا دیجیے گا میں ذرا کارلس کو دیکھنے جا رہا ہوں۔" مڑ کر اس نے کاکا جان کو مخاطب کرتے ہوئے سب کہا تھا اور وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے چلے گئے تھے۔

"یاد آیا موروں کو ویکسین کروا دی گئی ہے اور ہرن کا پنجرہ اپنی موجودگی میں صاف کروائے مجھے صاف نہیں لگا۔" سوال کے ساتھ ایک اور ہدایت ملی تھی۔

"جی سیفی بابا کل ہی کروائی ہے اور صفائی میں کروا دوں گا۔" کاکا جان جلدی سے بولے تھے۔

"ٹھیک ہے کاکا جان۔" وہ ان کو بہت احترام دیتا تھا۔

"شکورا کوکنگ میں خود کروں گا سہ پہر کے بعد آج کچن کی تفصیلی صفائی کر لینا۔" قدرے پرے کھڑے شکور کو بھی ہدایت جاری کی گئی تھی اور پھر وہ پلٹ گیا۔

نہ جانے ماہ نم کو اپنا یوں اگنور ہونا اچھا نہیں لگا تھا بددلی سی ہو کر وہ لائبریری چلی آئی تھی اور اتنی معلوماتی اور نایاب کتابیں دیکھ کر چھائی بیزاری اڑنچھو ہو گئی تھی "راجہ گدھ" کو شیلف سے نکال کر پڑھنے میں محو ہو چکی تھی اور پھر وہ کتاب پڑھنے میں ایسی مگن ہوئی کہ وقت گزرنے کا خیال ہی نہ رہا ناول اتنا خوبصورت اور جاندار تھا اور پھر تخیل کی پرواز بے حد بلند ہونے کے باوجود زمین سے جڑی ہوئی تھی وہ پڑھنے میں مگن تھی جب کوئی تیزی سے لائبریری میں داخل ہوا تھا اور وہ جو آرام دہ حالت میں بیٹھی ہوئی تھی سامنے اسے دیکھ کر تیزی سے کھڑی ہوئی تھی۔

چند بے پرواہ لٹیں چہرے کا احاطہ کیے ہوئے لمبی موٹی چوٹی بائیں کندھے سے آگے جھولتی ہوئی اس کے لاپرواہ حسن کو بڑھاوا دے رہی تھیں۔

"اوہ مجھے علم نہیں تھا کہ آپ یہاں پر ہیں۔" اس کی بوکھلاہٹ دیکھ کر شاید اس نے تبصرہ کیا تھا اور کتابوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔

اور وہ کتاب ہاتھ میں پکڑے خاموشی سے باہر نکل گئی تھی سیفی نے مڑ کر اسے باہر جاتے دیکھا اور اپنی مطلوبہ کتاب ہاتھ میں پکڑے اسی کرسی پر آن بیٹھا اس کی ہلکی سی گرماہٹ نے چند لمحے کسی اور وجود کے یہاں ہونے کا احساس دلایا تھا اور نہ جانے کیوں سیفی کے لبوں پر دھیمی سی مسکان ابھری تھی۔

کاکا جان نے اطلاع دی تھی کہ انکل مختار میٹنگ اٹینڈ کرنے کے سلسلے میں شہر سے باہر گئے ہیں کام کچھ خاص نہیں تھا وہ اپنے کمرے میں چلی آئی اور کتاب پڑھتے پڑھتے ہی سو گئی رات پارٹی کیسی رہی اور سیفی نے کچن میں کیا کک کیا اس کے بارے میں جاننا اس کے لیے ضروری نہیں تھا صبح اٹھ کر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ اپنے معمول کے مطابق کچن میں چلی آئی جہاں پر صرف صفیہ موجود تھی۔

"باقی سب کہاں ہیں؟"

"سیفی بابا تو باہر ورزش کر رہے ہیں دیر سے سوئے تھے تو دیر سے ہی اٹھے شاید سوئمنگ کر رہے ہیں شکور بھی وہیں ہے۔" صفیہ نے دانت نکالتے اس کے سوال کا جواب دیا اور سوئمنگ کو اپنے لہجے میں ادا کیا۔

"میں نے کاکا جان کے متعلق پوچھا ہے۔" ماہ نم نے سنجیدہ تاثرات سے کہا۔

"وہ تو جی سیفی بابا کے کچھ دوست گیسٹ روم میں ٹھہرے ہیں شاید ادھر ہی ہوں گے رات دیر تک پارٹی چلی سب نے پی کر خوب شور مچایا توبہ جی توبہ بابا تو خود اتنے اچھے ہیں مگر ان کے دوست توبہ سب آوارہ لفنگے اور چھچھورے ہیں۔"

"مہمانوں کے لیے بھی ناشتہ بنے گا اس کی تیاری کر لو۔" اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے ماہ نم نے کہا تھا۔

"مہمان کتنے جی ایک لڑکی ہے جو ادھر ہے اور ایک شاید سیفی بابا کا دوست ہے جو سٹوڈیو میں ٹھہرا ہے آپ کے ہوتے وہ اپنے دوستوں کو گھر کے اندر آنے کی اجازت نہیں دیں گے جبھی تو پارٹی اب باہر سٹوڈیو کے پاس ہوتی ہے ورنہ تو یہاں گھر میں ہی خوب ہلا گلا ہوتا تھا جی۔" صفیہ کو بہت زیادہ بولنے اور ہر قسم کی معلومات دینے کا بے حد شوق تھا۔

"سیفی اور اس قسم کی اخلاقی قدریں؟" وہ طنزیہ انداز میں سوچ رہی تھی۔

"کوئی شک؟" اب کے دل نے جواب دیا تھا۔

"ہوں۔" مختصر جواب دیتی وہ باہر نکلی تھی جبھی ایک لڑکی کسی کمرے سے برآمد ہو کر اس کی جانب آتی نظر آئی چونکہ وہ اسے دیکھ چکی تھی اور اسی کی جانب آ رہی تھی جبھی ماہ نم کو رکنا پڑا۔

"اے سنو، ایک کپ کافی بنا دو؟" وہ شاید اسے کوئی ملازمہ سمجھ رہی تھی انداز کافی استحقاق بھرے تھے اور حلیہ قابل اعتراض اسٹریکنگ کیے کھلے بے ترتیب بال سلیولیس ٹاپ اور باریک بلیک ٹائٹس پہنے اپنے ہر اعضاء کو نمایاں کیے ہوئے تھی ٹاپ کا گلا آگے پیچھے سے کافی کھلا تھا اس کا حلیہ دیکھ کر ماہ نم نظریں جھکا گئی تھی، وہ جان چکی تھی کہ رات جو سیفی کے دوست یہاں رک گئے تھے یہ ان میں سے ایک ہے ماہ نم اس لڑکی کو سیفی کی دوست کے روپ میں دیکھ کر ایک بار پھر

اس کے متعلق اچھی رائے قائم کرتے کرتے رہ گئی تھی۔
"تم کون ہو؟ ہائے یہ ڈریس تو میں نے سیفی کے کہنے پر بھجوائے تھے واؤ وہ اپنی ملازموں کے لیے بھی ایسی شاپنگ کرتا ہے۔" قدرے لڑکھڑاتے ہوئے اس نے کہا تھا وہ شاید ابھی بھی پوری طرح اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

"یہ جی سیفی بابا کی بیوی ہیں چند دن پہلے ہی سادگی سے نکاح ہوا ہے بڑے صاحب کی بھانجی ہیں رخصتی ابھی نہیں ہوئی ہے خوب دھوم دھڑکے سے رخصتی ہوگی پھر آپ سب لوگ دعوت میں بلائے جائیں گے۔" صفیہ جو ان کی آوازیں سن کر یہیں چلی آئی تھی ماہ نم کو ملازمہ کہہ دینا بہت برا لگا تھا جبھی جھٹ بولی تھی اور ماہ نم اس کی جلد بازی پر بس اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

"واٹ؟ تمہارا دماغ ٹھیک ہے سیفی نے شادی کرلی وہ بھی اس مولانی سے؟" سر پر سلیقے سے اوڑھے دوپٹے کو نشانہ بناتے وہ چلائی تھی، اسے اس خبر نے اچھا خاصا شاک لگایا تھا مندی مندی آنکھیں حد سے زیادہ کھل چکی تھیں۔

"وہ تو شادی کے نام سے بھاگتا تھا، میں الو کی پٹھی دو سال سے اس کے پیچھے خوار ہو رہی ہوں۔"

"سیفی سیفی یہ نوکرانی کیا بکواس کر رہی ہے؟ یہ مڈل کلاس کی لڑکی تمہاری وائف ہے، تم میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہو، دو سال سے تمہارے پیچھے خوار ہو رہی ہوں، ہر بہترین رشتہ ٹھکرا کر تمہاری منتیں کر رہی ہوں کہ مجھ سے شادی کرلو مگر تمہارا ایک ہی جواب کہ عورت ذات پر اعتبار نہیں بس دوستی کی حد تک ٹھیک ہے شادی نہیں کبھی نہیں اور اب اس سے شادی اوہ آئی گوٹ اٹ، تم نے ڈرنک کی ہوگی اور اس نے تمہیں پھنسا لیا ہوگا، پھر بلیک میل کر کے نکاح کروالیا ہوگا، شکل سے ہی گھنی لگ رہی ہے، مگر تم تو ڈرنک میں بھی حواس نہیں کھوتے کتنی بار اس موقع کا فائدہ اٹھانا چاہا تمہاری قربت حاصل کرنا چاہی تم ہر بار دامن بچا گئے اور اب شادی آئی کانٹ بلیو اٹ۔" ایک ڈرنک کا اثر اوپر سے صفیہ کے منہ سے ماہ نم کا تعارف سن کر وہ لڑکی تو گویا صدمے اور حیرت سے پاگل ہوگئی تھی سیفی جو تاول کندھے پر رکھے نکھرا نکھرا گھر میں اندر آ رہا تھا اسے دیکھتے ہوئے اول فول بکتی چلی گئی۔

"جسٹ شٹ اپ مینا، کیا بکواس کر رہی ہو، شی از مائی وائف اور میں نے پورے ہوش و حواس کے ساتھ اس سے نکاح کیا ہے اور اس نے کبھی اپنی نسوانیت کی تذلیل کر کے کسی بھی طرح میری قربت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی اور یہ مجھے اسی حلیے میں دل و جان سے قبول ہے اور اب میں تمہارا منہ توڑ دوں گا اگر تم نے ایک لفظ بھی مزید میری بیوی کے متعلق کہا کاکا جان سلیمان سٹوڈنو میں ٹھہرا ہوا ہے اسے کہیے اسے ابھی اور اسی وقت یہاں سے لے کر چلا جائے۔" سیفی نے ماہ نم کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے غراتے ہوئے کہا تھا، ماہ نم اس سارے ہنگامے پر حیران پریشان کھڑی رہ گئی تھی۔

"اور اب میں تمہاری شاپنگ کیے کپڑے بھی اپنی بیوی کے تن پر دیکھنا پسند نہیں کروں گا۔" آخری جملے پر زور دیتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"اس انسلٹ کو میں بھولوں گی نہیں آئی ول ناٹ فارگیٹ دس۔" وہ چلائی تھی۔

"جسٹ گیٹ لاسٹ صفیہ باہر کا راستہ دکھاؤ۔"

کاکا جان تو پہلے ہی باہر نکل گئے تھے سیفی کے کہنے پر۔

اس کی بے ہودہ باتیں سن کر ماہ نم کو لگا جیسے وہ جھلستی دھوپ میں کھڑی تھی اور پھر سیفی اس کے آگے آن کھڑا ہوا اور اسے سائے کا احساس ہوا تھا اس کے توانا وجود سے وہ نظریں چرا گئی تھی۔

"گندے ہاتھ مت لگانا مجھے یو.....!" صفیہ کو گالی دیتی وہ لڑکی لڑکھڑاتی ہوئی باہر چلی گئی اور سیفی دھپ دھپ دو دو سیڑھیاں پھلانگتا اپنے کمرے کی جانب چلا گیا وہ جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی وجود کا بوجھ اٹھانا مشکل ہو رہا تھا قریبی صوفے پر وہ بے جان ہو کر ڈھے گئی کتنے گھٹیا الزام لگائے تھے اس بے ہودہ لڑکی نے۔

"آپ وہ کپڑے صفیہ کو دے دیجئے گا آپ کے لئے میں خود شاپنگ کر کے آتا ہوں۔" آنسوؤں سے لبریز ماہ نم کی بادامی آنکھیں دیکھ کر وہ قریب آ کر بولا لباس تبدیل ہو چکا تھا بلیو جینز پر سفید ٹی شرٹ پہنے اور ہاتھ میں کار کی چابی تھی۔

"سیفی بابا بڑے صاحب نے ابھی آپ کو باہر آنے جانے سے منع کیا ہے۔" شکور نے ڈرتے ڈرتے حالات کی سنگینی سے آگاہ کرنا چاہا ماہ نم اب بھی دکھ کے زیر اثر خاموش بیٹھی رہی تھی۔

"شٹ تمہیں یا تمہارے بڑے صاحب کو لگتا ہے کہ میں اس چوہے دان میں دشمن کے ڈر سے بیٹھا رہوں۔" سیفی شکور پر الٹ پڑا اور تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا۔

"کاکا جان سیفی بابا چلے گئے ہیں میں نے روکنا چاہا لیکن وہ بہت غصے میں تھے۔" شکور نے کاکا جان کو دیکھتے ہی اطلاع دی اور کاکا جان بے حد پریشان ہو گئے۔

"شکور گارڈ سے کہو فوراً سیفی بابا کے پیچھے جائیں۔" انہوں نے فوراً شکور کو دوڑایا اور خود پریشان سے اندر چلے آئے پھر وہ مختار صاحب کو فون کر کے ساری صورت حال سے آگاہ کرنے لگے۔

"جی اچھا؟" فون رکھتے ہوئے وہ بولے تھے۔

"بڑے صاحب میٹنگ نمٹا کر آ چکے ہیں اور اب ادھر آ رہے ہیں اللہ کرے سیفی بابا انہیں راستے میں ہی مل جائیں اور ان کی بات مان کر واپس آ جائیں۔"

"دشمن کے شر سے بچانا میرے مولا وہ لوگ گھات لگائے ہوگئے میں جانتا تھا اور زیادہ دن یہاں رکے گے نہیں ایک تو میٹنگ کی مصروفیت اور پھر وہ بیٹیا کی پریشانی کے خیال سے یہاں پر تھے ورنہ جتنا گرم خون ان کا ہے کسی سے ڈر کر وہ یوں بیٹھنے والے نہیں۔" کاکا جان ٹہلتے ہوئے بڑبڑا رہے تھے۔

ماہ نم کے چند لمحوں کے لئے صدمے سے اس کے حواس مفلوج ہو کر رہ گئے تھے نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا جبھی لاؤنج میں پڑا فون چنگھاڑا تھا نہ جانے کیوں اس کی آواز بڑی منحوس لگی وہ ابھی تک صوفے پر ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی ہوئی تھی کاکا جان نے فوراً ریسور اٹھایا تھا اور پھر ان کے خدشات کی تصدیق ہو گئی ریسور چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا ان کے ہاتھ، چہرے کی رنگت یکدم سفید پڑ گئی تھی۔

"جی ہم آ رہے ہیں۔" بس یہی سرسراتی آواز برآمد ہوئی تھی ان کے منہ سے۔

"بٹیا رانی! بڑے صاحب کا فون تھا، سیفی بابا کو گولیاں لگی ہیں ہمیں فوراً شہر ہسپتال روانہ ہونا ہے۔" کاکا جان نے ماہ نم کے قریب آ کر اطلاع دی تھی ان کی آواز گلوگیر تھی اور ماہ نم گھبرا کر صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اسے اپنی جان جسم سے نکلتی محسوس ہوئی تھی مگر کیوں؟ اس کا

جواب سوچنے اور دینے کا وقت نہیں تھا وہ لوگ اسی وقت گاڑی میں روانہ ہو گئے تھے، پیچھے گارڈز کی گاڑی بھی تھی تمام راستے کاکا جان اور ماہ نم کے لبوں پر سیفی بابا کی جان بچنے کی دعائیں رہی تھیں گولیاں کس نے چلوائیں ہیں وہ بہت اچھی طرح سے جانتی تھی۔

☆☆☆

یہ ایک چھوٹا سا پرائیویٹ ہسپتال تھا لیکن اندر سے تمام جدید سہولیات سے آراستہ تھا آپریشن تھیٹر کے باہر مختار صاحب بھی مل گئے جن کے چہرے پر زردی کھنڈی ہوئی تھی، اور وہ صدیوں کے بیمار نظر آ رہے تھے۔

"پانچ گولیاں لگی ہیں آپریشن ہو رہا ہے۔" ان کے قریب آنے پر وہ بس اتنا ہی بول پائے تھے، ماہ نم کا دل دھڑکنا بھول گیا ایک پل کو وہ ان سے نظریں بھی نہیں ملا پا رہی تھی آج ان کا بیٹا موت و زیست کی کشمکش میں اس کی وجہ سے تھا، تبھی ایک انسپکٹر ان کی جانب آیا تھا اور حادثے کے متعلق تفتیش کرنے لگا تھا۔

"انسپکٹر صاحب مجھے کسی پر شک نہیں، ویسے بھی یہ ایک اتفاقی حادثہ ہے سیفی شکار پر لے جانے والی اپنی بندوق صاف کر رہا تھا اس بات سے بے خبر کہ وہ لوڈڈ ہے بس پھر نہ جانے کیا ہوا کہ گولیاں چلتی چلی گئیں۔" مختار صاحب نے انسپکٹر کے سوالات کے جواب میں یہ کہہ کر ماہ نم کو حیران پریشان کر ڈالا تھا وہ سب جانتے تھے کہ یہ گولیاں چچا افتخار نے ہی سیفی کو جان سے مارنے کے لئے چلوائیں ہیں لیکن اس پر شک تو کیا انہوں نے سرے سے ہی بیان بدل ڈالا تھا وہ اتنے اثر و رسوخ والے تھے کہ بڑی آسانی کے ساتھ اس کیس کو پایہ تکمیل پہنچا کر چچا کو سزا دلوا سکتے تھے مگر وہ تو کچھ اور ہی کہہ رہے تھے ماہ نم کو بالکل سمجھ نہ آیا آخر کیوں۔

"لیکن سر!" انسپکٹر نے کچھ کہنا چاہا۔

"آپ کو جو بھی لگے ان سب سے بالاتر اسے حادثہ ہی سمجھا جائے اور بس اور یقیناً آپ یہ کام باخوبی کریں گے۔" مختار صاحب نے بارعب انداز میں کہا اور جو وہ سمجھانا چاہ رہے تھے انسپکٹر سمجھ گیا تھا یقیناً وہ ان سے اچھی طرح واقف تھا تبھی اتنے مودب انداز میں پیش آ رہا تھا۔

"جی سر میں سمجھ گیا ہوں ہو جائے گا بس جب سیفی بابا صاحب ہوش میں آئیں گے ان کا بیان ریکارڈ کر کے یہ کیس ختم کر دیا جائے گا۔" انسپکٹر یہ بات کہہ کر ان سے ہاتھ ملا کر چلا گیا تھا۔

"انکل آپ نے اصل بات کیوں چھپائی؟" ماہ نم پوچھے بنا رہ نہ پائی تھی۔

"میں جانتا ہوں بچے، ہم سب جانتے ہیں یہ کام چچا کے سوا کسی کا نہیں میں ان کے خلاف گواہی میں دوں گی لیکن یوں کرنے سے تو ہم انہیں اور شیر کر دیں گے وہ ہمیں کمزور سمجھ کر اور شہ پا جائیں گے۔" وہ مزید بولی تھی وہ بے حد مضطرب تھی۔

"میں نے کسی وجہ سے یہ سب کہا ہے تھانہ، عدالت اور پھر میڈیا اس بات کو بہت اچھالیں گے ان کے ہاتھ چند دن کمانے کا بہترین ذریعہ نکل آئیں گے اور میں اپنے گھر کی عزت اور تمہیں رسوا نہیں کر سکتا سیفی بھی ایسا ہرگز نہیں چاہے گا اور فی الحال تمہارے چچا شیر ہوئے ہیں یا نہیں میں ابھی اس بات کو سوچ نہیں پا رہا بس میرا سیفی بچ جائے پھر دیکھیں گے تم فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" آخر میں اس کے سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے انہوں نے کہا تھا اور اس نے خود کو ان کے ایک اور احسان کے تلے دبے محسوس کیا تھا اس کی آنکھیں پھر سے اشکبار ہوائی تھیں۔

وہ تینوں کافی دیر آپریشن تھیٹر کے قریب رکھے صوفوں پر سے ایک پر خاموش بیٹھے تھے وقت کچھوے کی چال چلتا ہوا ان کے اضطراب میں اضافہ کر رہا تھا ہسپتال میں اپنی نوعیت کی گہماگہمی تھی نرسز، ڈاکٹرز اور مریضوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا لیکن وہ تینوں نے جیسے قدرت کے ریموٹ سے سٹاپ کر دیے گئے تھے سوائے آنکھوں کے جن سے وقتاً فوقتاً آنسو رواں تھے کاکا جان اور مختار صاحب کی تو سمجھ آتی تھی لیکن ماہ نم کا بھی پورا وجود آنسو بن چکا تھا اتنے تکلیف دہ ماحول میں دل پر ہونے والی واردات نے اسے ختم کر دیا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ان چاہا شخص اس کی چاہت بن گیا تھا دل کے انکشاف نے اسے حیران پریشان کر ڈالا تھا اور اب دل اس کے جدا ہونے کے خوف سے سہما ہوا تھا۔

وقت نہ جانے کتنا گزر چکا تھا جب ڈاکٹر صدیقی آپریشن تھیٹر سے نکلے تھے مختار صاحب بے اختیار اٹھ کر ان کی جانب آئے تھے۔

"گولیاں نکال دی گئیں ہیں لیکن خون بہت زیادہ بہہ چکا ہے اور زخم بھی کافی گہرے ہیں یہ بارہ گھنٹے بہت اہم ہیں بارہ گھنٹے کے اندر اگر اسے ہوش آ جاتا ہے تو ہم اس کی زندگی کی امید کر سکتے ہیں دوا کا کام ہو چکا ہے اب دعا کیجئے یار اللہ سے دعا کرو انشاءاللہ وہ کرم کرے گا۔" صدیقی صاحب نے مختار صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ابھی کچھ دیر بعد اسے آئی سی یو میں شفٹ کر دیا جائے گا فی الحال آپ لوگ اسے باہر سے دیکھ سکتے ہیں پھر باری باری جایئے گا لیکن ابھی نہیں۔" تسلی دیتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئے۔

مختار صاحب کی ٹانگوں نے جواب دے دیا تھا کاکا جان جو خود بھی بے جان ہوئے تھے ہاتھ تھام کر صوفے پر آن بیٹھے تھے۔

"میں راستے میں تھا جب (اختر باڈی گارڈ) کا فون آیا کہ سیفی کی گاڑی پر گولیوں کی بوچھاڑ کی گئی ہے وہ چونکہ تھوڑی دیر سے نکلے تھے اس لئے ان کی گاڑی قدرے پیچھے تھی ان کے پہنچنے تک دشمن اپنا وار کر کے فرار ہو چکا تھا یہ ایک غیر آباد جگہ تھی یقیناً وہ لوگ اس کا پیچھا کر رہے تھے میں نے ہی اختر کو صدیقی کے ہسپتال پہنچنے کا کہا یہ میرا بہت اچھا دوست ہے میرے پہنچنے تک آپریشن شروع ہو چکا تھا، کاکا جان اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں زندہ نہیں رہ پاؤں گا۔" مختار صاحب بتاتے ہوئے آخر میں رو پڑے۔

"کچھ نہیں ہوگا اسے وہ ضدی ہے لیکن اس کا دل بڑا نرم ہے ہمیں یوں چھوڑ کر نہیں جا سکتا ہے جانتا ہوں میں اپنے سیفی بابا کو اللہ کرم کرے گا۔" کاکا جان گلوگیر سے بولے تھے اور ماہ نم تو بس چپ چاپ بیٹھی رہ گئی تھی۔

"انکل یہ سب میری وجہ سے......"

"نہ بچے نہ تقدیر کے لکھے کو کبھی اپنے کھاتے میں نہیں ڈالتے بس تم اس کے لئے دعا کرو، میں تمہیں بھی قصوروار نہیں سمجھتا اور نہ سمجھوں گا ایسے مت سوچو۔" وہ فوراً اس کی بات کاٹ کر بولے تھے، باری باری جا کر وہ اسے آئی سی یو میں دیکھ آئے تھے، ماہ نم میں ہمت نہیں تھی اس کا سامنا کرنے کی، اس جھگڑالو، ضدی اور خود سر انسان کو یوں بے بس، بے خبر دیکھنے کا، نہ جانے وہ اس کا سامنا نہیں کر پا رہی تھی، یا پھر خود کا سامنا کرنے سے بچنا چاہ رہی تھی۔

☆☆☆

"وہ تم سے بے حد محبت کرتا ہے۔" ان کے جملے نے ماہ نم کو چونکا دیا تھا، بے یقین نظروں

سے اس نے دیکھا تھا شاید اسے سمجھنے میں غلطی ہوئی تھی۔

"یہی سچ ہے بیٹا وہ تم سے بہت پہلے سے محبت کرتا ہے تم وہ واحد عورت ذات ہو جسے اس نے دل سے چاہا ہے اور اس چاہت کو اپنے دل میں چھپا کر رکھا ہے لیکن عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔" مختار صاحب بے حد اپ سیٹ تھے صوفے پر بیٹھے افسردگی سے بولے تھے کاکا جان ان کے لئے چائے لینے گئے تھے رات کا دوسرا پہر شروع ہو چکا تھا کبھی میں کافی کمی واقع ہو چکی تھی وہ جو دل میں اس کی زندگی کے لئے دعا گو تھی مختار صاحب کے منہ سے ادا ہونے والے جملوں پر ساکت اور بے یقین سی بیٹھی تھی۔

"ایک رات وہ حد سے زیادہ ڈرنک کیے گھر آیا میں اور کاکا وہیں موجود تھے جب وہ سیدھا کچن گیا اور چھری سے اپنے ہاتھ پر کٹ لگانے لگا اس پر عجیب سا جنون طاری تھا ہر کٹ پر بس وہ یہی بڑبڑا رہا تھا کہ یہ ہاتھ اس پر اٹھا کیسے میں نے سب کے سامنے اس کے نازک گال پر تھپڑ کیسے دے مارا میں نے اور کاکا جان نے اسے بڑی مشکل سے قابو کیا تھا ہوش کھوتے کھوتے بھی بس وہ یہی کہے جا رہا تھا کہ آئی لو یو ماہ آئی جسٹ لو ماہم۔

ہم دونوں نے بھول کر بھی اس سے اس بات کا ذکر نہیں کیا کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ وہ اپنے خول میں سمٹ نہ جائے محبت سے منکر نہ ہو جائے، پھر اس رات تم دونوں سے اچانک فارم ہاؤس پر ملاقات ہوئی تمہاری آپ بیتی سنی اور میں نے آناً فاناً تم دونوں کا نکاح کر دینے کا فیصلہ کیا اس سے بہترین موقع شاید نہ ملتا ورنہ وہ تو کبھی بھی شادی نہ کرتا اس رات اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر وہ شخص ماہم کا احسان اتار نے تمہیں لینے گیا تھا شہر والی کوٹھی میں جو رہتا ہے اس نے بتایا تھا کہ مجھے کسی کا فون جس پر سیفی بابا نے پہلے انکار کیا اور پھر ایک زور سے بولے "کیا ماہم تم انتظار کر رہی ہے؟" پھر تمہاری پریشانی میں ہی وہ تمہیں لینے گیا حالانکہ اس وقت تمہارے انکار پر اس کی حالت ہو گئی وہ اس نے کبھی ظاہر نہیں ہونے دی تمہارے سے زیادہ میں نے اس کے گرد تنگ کیا اور نکاح کے بعد بھی تمہیں وہیں فارم ہاؤس پر رہنے کی تجویز دی یہ اس کی محبت ہی ہے جو تمہاری فکر میں اتنے دنوں سے فارم ہاؤس پر ہوا تھا ورنہ بزدلوں کی طرح گھر میں چھپنے کا سوچ بھی نہیں سکتا وہ تمہیں چاہتا ہے، تمہاری کیئر کرتا ہے لیکن اس کا اعتراف وہ کبھی نہیں کرے گا، پلیز بیٹا اسے روک لو میری تو وہ کبھی نہیں سنتا لیکن تمہاری پکار اسے روک لے گی۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیے تھے اور ماہم کے آنسو بھی تیزی سے بہنے لگے تھے آج شاک کا دن تھا انکشافات کا دن تھا دل کے اقرار نے اسے حیران کر ڈالا اور اب انکل مختار کے انکشاف نے بے حد حیرت سے دوچار کر دیا تھا۔

کاکا جان چائے لے آئے تھے لیکن ماہم کا دل کسی بھی کھانے پینے کی چیز دیکھنے کو بھی نہ چاہ رہا تھا ڈاکٹر صدیقی راؤنڈ پر تھے خاص طور سیفی کی کنڈیشن چیک کرنے آئے تھے لیکن ان کے چہرے پر چھائی سنجیدگی ان تینوں کو کوئی آس دلا نہ پائی تھی۔

☆☆☆

وہ ڈرتی ڈرتی اس کے کمرے میں آئی اور اس حالت میں اسے دیکھ کر اس کا دل کٹ کر رہ گیا

"تم تو غصہ کرتے، اکڑتے ہی اچھے ہو یوں بے جان سے بالکل اچھے نہیں

ہے۔" اس کے بیڈ کے قریب آ کر وہ دل میں اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

"اور یہ مجھے اسی حلیے میں دل و جاں سے قبول ہے۔" ماتھے تک ہر وقت لپیٹے رہنے دوپٹے کی وجہ سے ثمینا نے اسے ملانی کہتے ہوئے طنز کیا تھا جس کا جواب اس نے دیا تھا، وہ جان ہی نہ پائی کہ وہ سب کے سامنے اس سے اعتراف محبت کر رہا ہے، آئی سی یو میں اسے بیڈ پر بے ہوش لیٹے دیکھ کر وہ بس اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

"میں تمہارا منہ توڑ دوں گا اگر تم نے میری بیوی کے متعلق اب کوئی اور گھٹیا بات کہی۔" ایک اور جملہ یادداشت میں گونجا۔

"میری بیوی۔" کتنا واضح اقرار کیا تھا اس نے ان دونوں کے رشتے کا کیوں نہ وہ سمجھ پائی کیوں نہ وہ جان پائی۔

گھنی مونچھوں تلے گلابی ہونٹ جو اب سفید ہو چکے تھے دیکھتے ہوئے اس نے خود کو کوسا تھا۔

اس کے دونوں بازوؤں پر ڈرپس لگی ہوئی تھیں سانس کا زیروبم بے حد آہستہ تھا اسے وحشت ہونے لگی تھی اس پورے ماحول سے۔

سائیڈ ٹیبل پر پڑے جائے نماز کو بچھا کر وہ اپنے رب کے آگے سجدہ ریز ہو گئی تھی۔

"اے اللہ میرے شوہر کو زندگی عطا فرما دے لوٹا دے اسے مجھے میں وعدہ کرتی ہوں مرتے دم تک اسے چھوڑ کر نہ جاؤں گی اپنی محبت کے لئے اس کی محبت کے لئے جو تم نے ہم دونوں کے دلوں میں ڈالی ہے بدل ڈالوں گی اسے تیرے حکم سے تیرے فضل سے بس ایک بار اسے واپس لوٹا دے میرا شوہر مجھے واپس کر دے میں وہی تھی جو تیرے اتنے مضبوط بندھن کے بیچ سیفی نہ جان پائی تو نے ہر مشکل سے مجھے نکالا ہے میں نے ہی تجھ سے دعا کی تھی کہ مجھے تقدیر کے غلط ہاتھوں میں نہ سونپنا اور تو نے میری سنی بھی تو اس بزدل کی جگہ تو نے سیفی کو میرا محافظ بنا کر بھیجا مالک اب بھی میری فریاد سن لے ہم نے تو ابھی سفر کا آغاز بھی نہیں کیا اور راستے میں چھوڑ کر جا رہا ہے میری فریاد سن میرے مولا اسے زندگی عطا کر دے۔" ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے اس کے ہاتھ دعا کے لئے بلند تھے اور وہ بس دعا کیے چلی جا رہی تھی اسے اپنی ہوش نہیں تھی نہ جانے کتنا وقت بیت گیا جب کسی نے نرمی سے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اس کی زندگی کی نوید سنائی تھی۔

"اسے ہوش آ گیا ہے تمہاری دعائیں قبول کر لی گئیں ہیں۔" اشکبار نظروں سے اس نے مختار انکل کو دیکھا اور ایک بار شکرانہ بجا لانے کے لئے وہ سجدہ ریز ہو گئی تھی، زندگی بدل گئی تھی زندگی کا مفہوم بدل گیا تھا اب دونوں کے لئے۔

☆☆☆

"جا سکتی ہو تم مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہمدردی کی تو بالکل نہیں۔"

"یہ ہمدردی نہیں میرا فرض ہے۔" وہ تحمل مزاجی میں بولی تھی، دل میں آیا تھا کہ کہہ دے کہ یہ ہمدردی نہیں چاہت ہے، وہ اسے چاہنے لگی تھی اور اس کایا پلٹ کا ذمہ دار تو بس رب کائنات ہی تھا جس نے اس کے دل میں سیفی کے لئے محبت کا بیج بو دیا تھا لیکن یوں اچانک اظہار اور رشتے کو قبول کرنا وہ بھی ایسی حالت میں سیفی کبھی دل سے قبول نہیں کرے گا، اسے پہلے آشنائی پھر دوستی اعتماد اور پھر محبت کا رشتہ استوار کرنا ہو گا سو اللہ کا نام لے کر اس نے اپنی اصل منزل کی جانب پہلا قدم بڑھا دیا تھا۔

تقریباً ایک ہفتے بعد اسے اس کی ضد پر ڈسچارج کر دیا گیا تھا اور اس کی ضد پر ہی اسے فارم ہاؤس پر ہی لایا گیا تھا خود سر اور ضدی تو وہ تھا ہی اب چڑچڑا بھی ہو رہا تھا وہ تو اپنے کمرے میں ہی بالائی منزل پر جانے کو بضد تھا تبھی ماہ نم کو مداخلت کرنا پڑی تھی کہ نیچے کا گیسٹ روم کھلوا دیا جائے انکل مختار نے میل نرس رکھنے کی بات کی تھی کیونکہ دو گولیاں اس کے دائیں بازو ایک کو لہے کے پاس اور دو پسلیوں میں لگی تھیں وہ چلنے جلنے تک سے عاری تھا اور پھر خون بہہ جانے کے باعث بے حد نقاہت بھی تھی لیکن ماہ نم نے پر اعتماد انداز میں منع کر دیا تھا کہ اس کی ضرورت نہیں کاکا جان وہ اور بہت سے نوکر ہیں اس کا خیال رکھنے کو انکل اس کی بات کو سمجھ گئے تھے جبکہ سیفی نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

''کاکا جان کہاں ہیں میری دیکھ بھال وہ خود کیا کریں۔'' ماہ نم کی ہتھیلی پر پڑیں ٹیبلٹس دیکھ کر وہ پھر بولا تھا لینے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔

''تو تم مجھ سے بھاگنا چاہ رہے ہو پر اب ایسا ممکن نہیں۔'' وہ دل میں اسے مخاطب کر کے ہلکا سا مسکرائی تھی۔

''کاکا جان اب بوڑھے ہو چکے ہیں اتنے بڑے فارم ہاؤس کی نگرانی کریں اور تمہاری دیکھ بھال بھی یہ ان کے بس کی بات نہیں دوائی کھا لو۔'' ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

''او کے پھر میرے لئے میل نرس کا انتظام کر دو۔'' اس نے دوائی لینے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا اور یونہی لیٹا رہا تھا۔

''آخر تمہیں میرے یہاں ہونے سے کیا پرابلم ہے؟'' وہ تھوڑا الجھی تھی۔

''پرابلم.... آئی ہیٹ دس، ہمدردی کجا مجھے تو عورت سے ہی شدید نفرت ہے اور تم کل سے میرے اردگرد منڈلا کر کیا ثابت کرنا چاہ رہی ہو جسٹ گیٹ آؤٹ فرام مائی روم۔'' وہ اچانک پھٹ پڑا تھا۔

اتنی تذلیل پر ماہ نم اپنی جگہ پر جم سی گئی تھی احساس توہین سے اس کے گال سرخ پڑ گئے تھے وہ جسے آسان منزل سمجھ کر بڑھی تھی راستہ تو بہت خار زار تھا۔

''جسٹ گیٹ لاسٹ۔'' وہ پھر دھاڑا اور ماہ نم تیزی سے اس کے کمرے سے نکلتی چلی گئی تھی اسے بری طرح سے رونا آیا تھا اگر وہ پہلے والی ماہ نم ہوتی تو اس کی بدتمیزی کا جواب منہ توڑ طریقے سے دیتی دو حرف بھیج کر ایک طرف ہو جاتی لیکن اب ایسا ممکن نہیں تھا جسے آپ چاہتے ہیں اس کی خامیوں کے باوجود وہی آپ کی یوں تذلیل کرے دل کو کب برداشت ہوتا ہے۔ روتی ہوئی سیڑھیوں سے نکلی تھی جب کاکا جان نے اسے دیکھا۔

وہ باہر سیڑھیوں میں بیٹھی تھی، کاکا جان کو سیفی کے متعلق کچھ ہدایت دیتے اس کی جانب آئے تھے مختار صاحب کی بے حد ضروری میٹنگ تھی مجبوراً انہیں جانا پڑا تھا اتنا بڑا بزنس وہ کسی کے سپرد چھوڑ نہیں سکتے تھے ایک ہفتے سے وہ آفس نہیں گئے تھے لیکن اب جانا ناگزیر ہو گیا تھا۔

''بٹیا رانی!'' انہوں نے پاس آ کر اسے پکارا تھا گو وہ ایک کم گو انسان تھے اور اپنے مالک کے بے حد وفادار لیکن ان کے وجود سے شفقت پھوٹتی تھی اور انداز بے حد دوستانہ محسوس ہوتے تھے۔

''کاکا جان اس نے کہا تھا کہ میں اسے دل و جاں سے قبول ہوں لیکن اب میں اسے کیسے بتاؤں کہ وہ بھی مجھے قبول ہے وہ تو میرے وجود کو اپنے اردگرد دیکھ نہیں پا رہا آخر اتنی نفرت کیوں مجھ سے۔'' روتے ہوئے اس نے کاکا جان سے پوچھا تھا نہ جانے وہ اتنی آسانی سے ان سے اپنے دل کی بات کیسے کر گئی تھی۔

''وہ آپ سے نفرت نہیں کرتا عورت ذات سے نفرت کرتا ہے۔'' وہ سنجیدہ سے گویا ہوئے تھے۔

''مگر کیوں؟'' وہ اس الجھی ڈور کو اب سلجھانا چاہتی تھی، منزل تک پہنچنے کے لئے پیچیدہ راستے سے آگاہی ضروری تھی۔

''اس کا جواب تو شاید ستائیس سالوں پر محیط ہے، آئیں وہاں بیٹھتے ہیں۔'' کاکا جان بولے تھے اور باغ میں رکھی کرسیوں کی جانب اشارہ کیا وہ خاموشی سے ان کے پیچھے چلتی ہوئی وہاں آن بیٹھی تھی اور پھر کاکا جان اسے بتاتے چلے گئے۔

☆☆☆

زیبا کو ویسی تو نوکری سیکرٹری کی ملی تھی لیکن اپنی اداؤں کے جال میں پھنسا کر بہت جلد وہ مسز مختار بن گئی تھی اس کا تعلق ایک لوئر مڈل کلاس سے تھا اور یہ عجیب اتفاق کی بات تھی کہ مختار اور زیبا دونوں ہی اپنے والدین کی اکلوتی اولادیں تھے وہ غربت سے نجات پانا چاہتی تھی اس لئے مختار سے شادی کر لی جو کہ شکل و صورت میں اس سے کمتر تھے وہ ایک حسین ترین عورت تھی اور اپنی تعریف کی بے حد بھوکی ایک سال میں ان کے گھر اسفند علی نے جنم لیا زیبا کو شروع سے ہی وہ اپنے پاؤں کی زنجیر لگتا تھا کم صورت شوہر اس کے حسن کا پجاری تھا لہٰذا اس کے کہنے پر ایک آیا کو بچہ پالنے کے لئے دے دیا گیا ہر وقت دوستوں کے ساتھ پارٹی پکنک تفریح کلب، ہلا گلا بس یہی تو زیبا کی زندگی تھی پھر اسے ایک پارٹی میں شکیل ملا وہ بے حد مالدار اور وجیہہ انسان تھا تب زیبا مختار کے ساتھ شادی کے فیصلے پر پچھتانے لگی کہاں مختار کا چھوٹا سا کاروبار جس سے وہ اسے مہینے میں ایک دو تین بار شاپنگ کروا سکتا تھا اور گھمانے کے لئے سال، چھ مہینے بعد ناردرن ایریاز میں لے جا سکتا تھا اور کہاں شکیل جو ایک دن میں اپنی محبوبہ پر لاکھوں اڑا سکتا تھا اور شاپنگ کے لئے دبئی لے کر جا سکتا تھا دولت کی ریل پیل نے زیبا کو لالچی فطرت کو اپنی طرف کھینچ لیا مختار احمد پہلے ہی زیبا کی گھر اور بچے سے لاپرواہ رہنے کی وجہ سے اسے سمجھاتا رہتا تھا مگر اب تو اسے رتی بھر پرواہ نہ رہی وہ اب ہر صورت مختار جیسے کم صورت سانولے مرد سے نجات چاہتی تھی اور دوسری طرف شکیل حسن پرست، عیاش فطرت انسان زیبا کی زلفوں کا اسیر وہ لوگ اب گھر میں بھی ملنے لگے تھے مختار کے والدین تو فوت ہو چکے تھے اور زیبا نے کبھی پلٹ کر بھی اپنے بوڑھے باپ کی خبر نہ لی تھی ماں تو شادی سے پہلے مر گئی تھی ان کی دوستی کے چرچے کاروباری حلقہ احباب میں عام ہونے لگے اور گھر میں مختار اور زیبا کی لڑائی جھگڑے بیڈ روم سے نکل کر پورے گھر میں گونجنے لگے تھے اس وقت اسفند پانچ سال کا ہو چکا تھا وہ ایک ذہین بچہ تھا، ماں باپ کے لڑائی جھگڑے نے اس کی شخصیت پر اثر انداز ہو رہے تھے لیکن دونوں کو اس کی ہرگز پرواہ نہ تھی مختار سے لڑنے کے بعد زیبا ہمیشہ روتی ہوئی اسفند کے کمرے میں جاتی اور باپ کے متعلق گھٹیا الزام تراشی کرتی ایسا کر کے وہ اپنی انا کی تسکین کرتی۔

ایک دن مختار صاحب جو کسی کاروباری میٹنگ کے سلسلے میں دو دنوں کے لئے شہر سے

باہر گئے ہوئے تھے اگلے روز ہی پلٹ آئے میٹنگ کسی وجہ سے ہو نہیں سکی تھی سوچا آج کا سارا دن بیوی اور بچے کے ساتھ گزاریں تو شاید زیبا کے شکوے کچھ کم ہوں جائے لیکن سرپرائز کے چکر میں جب انہوں نے دھیرے سے بیڈ روم کا دروازہ کھولا آگے زیبا اور شکیل کو نازیبا حالت میں پایا تو ان کی دنیا اندھیر ہو گئی اسی وقت اسفند بھی ان کے پیچھے نہ جانے کہاں سے نکل کر آن کھڑا ہوا تھا وہ ذلت و رسوائی صرف زیبا کے حصے میں نہیں آئی اس کی لپیٹ میں مختار اور اسفند بھی آئے تھے، پورا گھر جل کر خاکستر ہو گیا تھا، زیبا تو اسی وقت مختار سے طلاق لے کر بے خوف اور بے غیرتی کے ساتھ گھر سے نکلی چلی گئی اور اپنے قدموں میں عورت کا وقار، عزت ہی نہ روندگی بلکہ مختار اور اسفند کے احساسات اور جذبات بھی روندتی چلی گئی مختار کو اس نے کم صورت ہونے کا بھی طعنہ دیا تھا اس نے واضح کہا تھا کہ جس طرح کی عیش پسند زندگی جینے کا وہ خواب دیکھتی ہے اسے صرف شکیل جیسا دولت مند ہی پورا کر سکتا ہے اسفند کو تو وہ شروع سے ہی اپنے پاؤں کی زنجیر سمجھتی تھی کبھی اپنے قریب نہ ہونے دیا کہ خواہ مخواہ انچ ہو کر اس کی سرگرمیوں میں رکاوٹ بنے گا مختار صاحب زیبا کی وجہ سے بری طرح ٹوٹے تھے اور پھر دن رات وہ پیسہ کمانے والی مشین بن گئے، انہوں نے اپنا ہوش نہیں تھا تو سیفی کی خبر کون رکھتا بس سکول جا رہا، کھانا کھا رہا ہے، جی رہا ہے، یہی کافی تھا باپ کا فرض نبھانے کے لئے وہ کئی دنوں گھر نہ آتے کاروبار پھیلانے کے چکر میں نہ جانے کہاں کہاں سرگرداں رہے تھے تب سیفی کو میں نے اپنی آغوش میں بھر لیا، میں اس گھر میں اس وقت آیا تھا جب مختار صاحب کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی بڑے صاحب مختار صاحب کے والد نے مجھے گھر ملازم رکھا تھا جب اس گھر میں یہ حادثہ ہوا اس سے کچھ مہینے قبل میرا تین سال کا بچہ اور بیوی ایک بس ایکسیڈنٹ میں مارے گئے تھے اپنوں سے جدائی اور تنہائی کے عذاب کو مجھ سے بہتر کون سمجھتا تھا اور پھر وہ سیفی سات سال کا معصوم بچہ جو ماں باپ کی لاپروائی کی بھینٹ چڑھ رہا تھا وہ اس پر ہجوم میلے میں ماں باپ سے بچھڑا ہوا تنہا اور خوفزدہ کھڑا تھا میں نے آگے بڑھ کر اس کی انگلی تھام لی، لیکن میں اس کا باپ اور ماں تو نہیں تھا پھر بھی کوشش کی اس کے ساتھ رہ کر میں اس کی ضرورتوں، خوشیوں اور احساسات کا خیال رکھتا تھا لیکن میرا اس کا رشتہ ماں باپ والا تو نہیں ہو سکتا تھا باپ کی توجہ پانے کے لئے وہ اوٹ پٹانگ حرکتیں کرنے لگا ماں سے جو زہر باپ کے متعلق اس کی دماغ میں بھرا تھا وہ ان کے مصروف ہونے کے بعد اور ان سے دور ہوتا چلا گیا بڑھتی عمر میں اس کی دوستی بھی غلط لڑکوں سے بھی جو اسے حسن بازار میں لے گئے وہاں وہ ہر روز عورت کو بکتے ہوئے دیکھنے لگا اور عورت کے پاکیزہ اور وفا بھرے روپ سے ہر اعتبار اس کا اٹھ گیا وہ مجھے ہر بات آ کر بتاتا تو میں اسے سمجھاتا روکتا مختار صاحب کو بھی اپنی حد میں رہ کر کہتا کہ وہ سیفی بابا کو وقت دیں لیکن وقت تو ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

وہ بے حد ذہین ہے بہت ساری خوبیوں کا مالک اس کی ہر کامیابی پر مختار صاحب اس کے پاس نہ ہوتے کسی کاروباری مصروفیت میں الجھے ہوتے ان کے پاس بیٹے کی کامیابی پر اسے شاباش دینے کا وقت نہیں تھا اور ماں نے تو پلٹ کر خبر بھی نہ لی اسے عورت کسی بھی روپ میں قبول نہیں نہ ماں، نہ دوست، نہ بیوی اور پھر تم اس کی زندگی میں آئی یونیورسٹی میں اس کی بہت

ہی لڑکیوں سے دوستی تھی وہ ان کے احساسات سے کھیلتا تھا کیونکہ وہ خود اسے دعوت دیتی تھیں ہمیشہ کسی سے بھی دوستی کرنے سے پہلے وہ واضح انداز میں کہہ دیا کرتا تھا صرف دوستی نہ پیار نہ شادی اس کے باوجود کوئی اس حد کو کراس کرنا چاہے تو وہ کٹھور بن جاتا تھا کئی تو گھر تک اس کے پیچھے چلی آئی تھیں انہیں ٹالنا میرے لئے مشکل ہو جاتا تھا لیکن ان سب کے باوجود اس نے کبھی کسی عورت کو فریب دیا اور نہ دھوکے سے اس سے چند لمحے حاصل کیے اسی یونیورسٹی میں جہاں وہ بد سے بدنام برا تھا کہ مطابق مشہور تھا تم اسے نظر آئی اس نے مجھے بتایا تھا کہ۔

"کاکا جان آج میں نے یونیورسٹی میں حور دیکھی وہ بہت معصوم اور پاکیزہ نظر آ رہی تھی سفید فراک میں سفید دوپٹے کو سر پر اوڑھے وہ ایک دم دل میں اتر گئی میں نے اسے اس کے نام سے چھیڑا وہ دوسری لڑکیوں کی طرح خواہ مخواہ خود کو پوز کرتے ہوئے نہ شرمائی اور نہ کٹی بلکہ پر اعتماد میں مجھ پر خفا ہی نگاہ ڈال کر بے نیاز ہو گئی۔"

"اس نے شادی نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی جس رات عاصم نے اسے مدد کرنے کے لئے فون کیا شہر بنگلے میں موجود نوکر اصغر پاس ہی موجود تھا اصغر نے مجھے سب کچھ بتایا تھا میں تو زیادہ تر فارم ہاؤس پر ہی رہتا ہوں عاصم نے جب بتایا کہ تم گھر سے بھاگ کر اس کے ساتھ نکاح کرنے والی ہو تو اس کی رنگت زرد پڑ گئی اور ہاتھ میں کانچ کا گلاس توڑ ڈالا تھا عاصم نے اپنی مجبوری بتائی اور یہ بھی کہ تم تنہا اس کی منتظر ہو تو وہ تمہاری پریشانی میں گھر سے نکلا وہ تمہیں کسی مصیبت میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا تم نے بھی ثابت کر دیا تھا کہ عورت بے وفا ہے لیکن ان سب کے باوجود وہ تمہیں کسی مشکل میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا وہ تمہارے آگے بے بس ہو جاتا ہے اور اسی بے بسی کو خفگی اور غصے میں لپیٹ کر تم سے بھاگتا ہے لیکن ایسا کر نہیں پاتا اسے تمہاری بہت فکر رہتی ہے اگر وہ تم سے بے حد خفا ہے تو ان سب باتوں کے پیچھے اس کے ماضی کے محرکات ہیں، بٹیا رانی تم اس کی زندگی کی اولین آرزو ہو چاہت ہو لیکن وہ شاید اس کا اقرار بھی نہ کرے وہ پتھر ہو چکا ہے اور اس پتھر میں جونک تمہارا یقین تمہاری سچی محبت اور تمہارا خلوص ہی لگا سکتا ہے بظاہر اس میں جتنی برائیاں ہیں وہ اتنا برا ہے نہیں جو وہ نظر آتا ہے وہ اصل میں نہیں ہے یہ سب تو وہ مختار صاحب کو ستانے کے لئے کرتا ہے باپ بیٹے میں اتنی دوریاں بڑھ چکی ہیں جو شاید کبھی نہ کم ہو سکیں لیکن مجھے یقین ہے کہ تم ان دونوں کے بیچ ایک پل بن جاؤں گی اس کے لئے تمہیں حوصلے صبر سے کام لینا ہو گا اپنا آپ مارنا ہو گا کیا تم یہ سب میرے سیفی بابا کے لئے کر سکتی ہو؟"

سیفی کی شخصیت کی تمام الجھی گتھیاں سلجھاتے ہوئے کاکا جان نے ماہ تم سے پوچھا تھا اور سیفی کے ماضی کو جان کر ماہ تم کا دل اس کے درد سے بھر گیا تھا۔

"کاکا جان میری زندگی میں اچانک ہی بہت کچھ تبدیل ہو گیا آپ جانتے ہیں کہ اس روز میں نے عاصم کی مدد کیوں لی تھی، میں نے آپ کو اور انکل کو سب سچ سچ بتا دیا تھا مجھے حیرت ہوتی کہ اللہ نے یوں اچانک یہ سب کیوں میرے ساتھ کیا آخر اس میں بھلائی کیا ہے ماں باپ ایکسیڈنٹ میں اچانک جدا ہو گئے چچا جان کی لالچی فطرت نے مجھے ایک بے ہودہ رسم میں باندھ کر جائیداد ہتھیانے کا سوچا اور خود کو بچانے کے لئے ایک بزدل انسان کی مدد مانگی لیکن اس نے میری مدد کو وہ آیا جسے میں ناپسند کرتی تھی جسے

میں ایک عیاش پرست، آوارہ سا نوجوان خیال کرلی تھی اور اب مجھے سمجھ آیا کہ مجھے اس بکھرے ہوئے شخص کو سمیٹنے کے لئے منتخب کرلیا گیا ہے میرے دل میں نکاح کے بعد اس کی محبت ڈال دی گئی ہے میں اس پتھر میں جونک لگا کر رہوں گی انشاء اللہ۔'' ماہ نم نے آنسو پونچھتے ہوئے پراعتماد اور پر یقین لہجے میں کاکا جان سے کہا تھا۔

''میڈیسن کا وقت ہو رہا ہے۔'' اتنا کہہ کر وہ اندر کی جانب بڑھ گئی تھی اور پیچھے سے کاکا جان نے اس کے مضبوط ارادے کو اس کی پراعتماد چال سے جانچا تھا اور ہاتھ دعا کے لئے بلند کر دیئے دونوں کی دائمی خوشیوں کے لئے وہ خوش تھے۔

کہ آج اس سات سال کے ڈرے سہمے بچے کی انگلی انہوں نے اس لڑکی کے ہاتھ تھما دی تھی جس پر انہیں یقین تھا کہ وہ نہ اسے دنیا کے میلے میں گم ہونے دے گی اور نہ ہی خود ساختہ اذیت بھری زندگی جینے دے گی۔

☆☆☆

شاید شکور کی موجودگی کی وجہ سے سیفی خاموش رہا تھا اور شکور کی مدد سے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

''چکن کارن سوپ آپ کا پسندیدہ ہے امید ہے اچھا لگے گا میں نے خود بنایا ہے۔'' سیفی کے قریب ہی بیڈ پر ٹکتے ہوئے ماہ نم نے گرما گرم سوپ کے پیالے سے چمچ بھر کر سیفی کی جانب بڑھایا اس سے پہلے وہ اس کی گردن کے پاس نیپکن لگا چکی تھی سیفی کی آنکھوں میں شدید استعجاب ابھرا تھا ماہ نم کا اتنا دوستانہ بلکہ استحقاق بھرا انداز دیکھ کر وہ کچھ لمحے نہ کچھ سمجھ پایا تھا اور نہ بول پایا ہمیشہ اس نے ماہ نم کی نظروں میں اپنے لئے ناپسندیدگی دیکھی تھی اور آج ان نظروں کے کچھ اور ہی رنگ ابھرے تھے اور مصور ہونے کے باوجود وہ ان رنگوں کی زبان سمجھ کر بھی پڑھنا نہیں چاہ رہا تھا اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا وہ بس خاموشی سے سوپ پیتا چلا گیا اور پھر اسی خاموشی سے دوائی بھی کھائی اور پھر ماہ نم نے ہی اسے لیٹنے میں مدد کی اس کے نرم و نازک ہاتھ تھامے اس کی مدد سے لیٹ گیا وہ اس کے قریب تھی بے حد قریب اور پھر وضو کر کے وہ اس کے کمرے میں ہی نماز پڑھنے لگی تھی وہ ہر وقت ماتھے تک نماز کی طرح دوپٹے کو لپیٹے رکھتی تھی اور یہ انداز اس پر جچتا تھا دعا کے لئے ہاتھ بلند کیے وہ آنکھیں بند کر کے بڑے خشوع خضوع کے ساتھ دعا مانگ رہی تھی اور پھر کچھ آیتیں پڑھ کر اس نے اٹھ کر سیفی پر پھونکی تھیں پھر وہ کمرے سے چلی گئی اور سیفی جو ابھی تک ورطہ حیرت میں جتا تھا کچھ ہی دیر بعد اسے اپنے کمرے میں واپس آتا دیکھ کر چونک گیا اس کے ہاتھ میں بستر تھا جو اس نے سیفی کے بیڈ کے پائنتی کی طرف بچھا لیا۔

''یہ سب کیا ہے؟'' اب کی دفعہ وہ پوچھے بغیر نہ رہا لہجے میں تلخی نمایاں تھی۔

''اس وقت آپ کو چوبیس گھنٹے کسی کی ضرورت ہے لہٰذا آج سے آپ کے کمرے میں ہی سوؤں گی موبائل آپ کے پاس موجود ہے اپنا میرے پاس ہے کسی بھی چیز کی ضرورت ہو رات کو مجھے کال کر دیں اگر میں نیند سے نہ جاگوں۔'' ماہ نم نے نارمل سے انداز میں کہا وہ جتنا کم بول رہی تھی اس کے انداز اس سے زیادہ بول رہے تھے، جو وہ نہیں بھی کہہ رہی تھی سیفی کو وہ بھی سمجھا رہا تھا جیسے اس کا پراعتماد انداز کہ آج سے تم میری ذمہ داری ہو۔

''اس کی قطعی ضرورت نہیں شکور یا کاکا جان ہے میرا خیال رکھنے کے لئے تم جا سکتی ہو اپنے کمرے میں جا کر سوؤ۔'' اس نے اس کی ہمدردی لینے سے انکار کرنا چاہا۔

''شکور یا کاکا جان آپ کی بیوی نہیں ہیں جس طرح سے میں آپ کا خیال رکھ سکتی ہوں وہ نہیں۔'' ماہ نم نے سیفی کے قریب دھماکہ کیا تھا اس کا پراعتماد رویہ جو کہہ رہا تھا اس کی تصدیق ہو گئی تھی۔

''بیوی!''

''جی بیوی، میں نے اس ایک ہفتے بہت سوچا میں پریکٹیکل لڑکی ہوں اور کوئی بھی فیصلہ جذباتی پن سے نہیں کرتی چند مہینے یہاں گزار کر اس کاغذی رشتے کو ختم کر کے اگر میں کسی اور جگہ شفٹ ہو جاؤں گی نوکری بھی کرلوں گی اور ایک دن شادی بھی لیکن اس کی کیا گارنٹی ہے کہ کوئی اور شخص آپ سے بہتر ہوگا آپ سے بدتر بھی تو ہو سکتا ہے تو پھر آپ ہی کیوں نہیں لہٰذا بہت سوچ سمجھ کر میں نے آپ کے ساتھ اپنا رشتہ تمام عمر قائم رکھنے کا فیصلہ کیا ہے لیکن ہر کوئی اپنے فعل کے لئے آزاد ہے بس میری اتنی ہی درخواست ہو گی کہ تمام عمر اپنا نام مجھ سے مت چھینے گا اور نہ ہی اس گھر کی چھت، باقی آپ دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں تو میری طرف سے اجازت ہے ویسے تو یہ وقت ان باتوں کا نہیں میں صرف آپ کو جلد از جلد تندرست ہوتے دیکھنا چاہتی ہوں مگر شاید یہ سب کلیئر کرنا ضروری ہے۔''

ماہ نم اچھی طرح سمجھ چکی تھی کہ سیفی کو صرف اور صرف سچائی اور پریقین انداز سے ہی بدلا جا سکتا ہے سیفی اس کی زندگی کا ایک بہت بڑا چیلنج تھا اور وہ اس چیلنج کو قبول کر کے مکمل تیاری کے ساتھ میدان میں اتری تھی اسے ہر حال میں اسے جیتنا تھا۔

سیفی اسے خاموش جانچتی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر کام کرتے ہوئے دیکھتا رہا لیکن بولا کچھ نہیں اور ماہ نم کو اندازہ ہو گیا اگلے چند دنوں میں کہ سیفی کی خاموشی ایک طوفان کا پیش خیمہ تھی، وہ طوفان جو اس کے پراعتماد رویے کو ڈانواڈول کر کے رکھ دیتا تھا۔

☆☆☆

''تم جاؤ شکور!'' اگلی صبح جب شکور سیفی کو فریش اپ ہونے کے لئے اس کی مدد کرنے آیا تو سیفی نے اسے واپس بھجوا دیا ماہ نم نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی۔

''بیوی تو آپ ہیں میری اور کام میرے شکور کر رہا ہے۔'' بیڈ پر لیٹے وہ طنزیہ انداز میں بولا تھا اس کا انداز کافی جتاتا ہوا سا تھا۔

ماہ نم نے خاموشی سے ہاتھ آگے بڑھایا اور بڑی مشکل سے واش روم تک سیفی کو لے کر گئی اتنی دھان پان سی لڑکی اتنے جوان مرد کا بوجھ سہارتے ہوئے واش روم کے چند قدم طے کروانا بہت مشکل تھا ماتھے پر پسینہ اور سانس کی رفتار تیز تھی اور پھر سیفی اس کا ایک طرف اور دوسرے طرف سے کندھا پر اپنا بازو رکھ کر چل رہا تھا وہ اس کے پورے وجود پر چھایا ہوا تھا وہ اس کے بے حد قریب تھا لیکن ماہ نم کو نروس نہیں ہونا تھا دل چاہے اندر سے کتنا ہی دھڑک رہا ہو اسے کان نہیں دھرنے تھے کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ضدی، خودسر سیفی کو صرف اس کا پراعتماد رویہ، سچائی اور خلوص ہی اسے کنٹرول کر سکتا ہے اگر وہ اس کے خودسر انداز پر حاوی نہ ہوئی تو تمام عمر ایک ضدی اور جنگلی سیفی کے ساتھ ہی گزارنی ہو گی۔

اسی طرح سے وہ اسے واپس بیڈ پر لے کر آئی تھی سیفی قدرے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"ٹاول ہاتھ آپ دلوائے گیں یا......؟"
سیفی نے جان بوجھ کر چیلنج دیتی مسکراہٹ کے ساتھ بات ادھوری چھوڑ دی۔

"میرا مطلب رات کو آپ نے کافی جذباتی تقریر کرتے ہوئے بیوی کا عہدہ سنبھالا ہے اور اس عہدے کی کافی ذمہ داریاں ہیں جبکہ آپ کا شوہر تقریباً ہاتھ پیر ہلانے سے عاری ہے اس کے تمام ہی کام آپ کو سرانجام دینے ہوں گے یا پھر شکور بابا کا کاجان کو بلوا دیں۔" وہ طنزیہ انداز میں پھر گویا ہوا تھا۔

ماہ نم کچھ بولے بغیر واش روم میں سے نیم گرم پانی میں ٹاول بھگو کر لے آئی۔

"شرٹ کے بٹن کھولیے۔" وہ اسے زچ کرنا چاہ رہا تھا۔

اس وقت اس نے بلیک شرٹ پہن رکھی تھی اس کے اتنے قریب ہو کر بٹن کھولتے ہوئے اس کی انگلیوں کی کپکپاہٹ پر قابو پانا دشوار ہو رہا تھا لیکن بے تاثر چہرے کے ساتھ سنجیدگی سے وہ اپنے کام کو سرانجام دینے لگی، اس کی جھکی لمبی پلکیں انگلیوں کی ہلکی سی کپکپاہٹ اس پوری کارروائی کے دوران سیفی سے مخفی نہیں رہی تھی اور وہ اسے نروس کرنے کے لیے مسلسل گھور رہا تھا۔

میڈیسن جو اس نے ہسپتال میں نرس کو کرتے بغور دیکھی تھی کرنے کے بعد ٹاول وغیرہ سمیٹ کر رکھا۔

"آپ کافی کم گو ہو گئی ہیں مس نم۔" اس کے خاموش رہنے پر وہ پھر گویا ہوا۔

"آپ کی کچھ باتوں کا جواب نہ ہاں میں دے سکتی ہوں اور نہ ناں میں۔" اتنا کہہ کر وہ سب کچھ سمیٹ کر واش روم کی جانب بڑھ گئی تھی سیفی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا۔

"ناشتے میں کیا لیں گے؟" آ کر پوچھا تھا ماہ نم نے۔

"کیا دیں گیں۔" جواب حسب معمول تھا جس انداز میں کہا گیا تھا ماہ نم کی نظریں یکبار جھکی تھیں۔

"میں اپنی مرضی کا ناشتہ بنا کر لاتی ہوں۔" وہ اتنا کہہ کر فوراً کمرے سے نکل گئی تھی اور سیفی کافی پراسرار انداز میں مسکرایا تھا۔

"ہونہہ عورت صرف ڈرامہ ہے دیکھتا ہوں کب تک تم یہ اچھی بیوی والا ڈرامہ میرے ساتھ کرتی ہو اصل میں تو تم اپنے ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہو تمہاری وجہ سے زخمی ہوں تو نیا نیا ہمدردی کا بخار چڑھ گیا جب ٹھیک ہو جاؤں گا تو پھر سب جھوٹ سب بکواس۔" سیفی نے زہرخند ہو کر سوچا تھا۔

☆☆☆

سارا دن کافی مصروف گزرا تھا ماہ نم کو سیفی نے خوب گھن چکر بنا رکھا تھا کبھی کتاب پکڑا دو کچن میں مصروف ہوتی تو سیل پر سیفی کی کال آتی فوراً آجاتی تو حکم ہوتا کہ کتاب رکھ جاؤ جب دوبارہ کچن پہنچتی تو پھر کال آ جاتی کمرے میں جانے پر کہا جاتا پانی پلا دو جب دوپہر کو اس کی پسند کا چکن پزا فل آف چیز اتنی محنت سے بنا کر لے کر گئی دیکھ کر کہا گیا اب موڈ نہیں اسے صرف فروٹ سیلڈ کھانی ہے ماہ نم کو اچھی طرح معلوم تھا وہ اس کو زچ کر رہا ہے لیکن وہ بھی ہمت ہارے بغیر ماتھے پر ایک شکن لائے بغیر کام کرتی رہی انکل مختار شام کو آ گئے تھے اور سیدھا سیفی کے کمرے میں گئے تھے یہ جانتے ہوئے بھی وہ اب بھی ان سے سیدھے منہ بات نہیں کرے گا وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی خیریت معلوم کرنے لگے تھے۔

"انکل چائے۔" ماہ نم نے گرما گرم بھاپ اڑاتا چائے کا کپ ان کی جانب بڑھایا ساتھ میں چکن چیز سینڈوچ بھی تھے۔

"بیٹا آپ چائے بہت اچھی بناتی ہو۔" پہلا گھونٹ بھرتے ہی وہ بولے تھے۔

"انکل میٹنگ کیسی رہی؟" اس کے آنے سے قبل اس کمرے میں خاموشی تھی دو نفوس کے ہونے کے باوجود۔

"ہوں شاندار۔" انہوں نے جواب دیا اور پھر ماہ نم ان کی میٹنگ کے متعلق بات کرتی کرتی ملکی حالات پر تبصرہ کرنے لگی خاص طور پر معیشت پر یہ ان کی فیورٹ ٹاپک تھا اگرچہ سیفی خاموش تھا لیکن دونوں کی باتیں سن رہا تھا سارا دن کمرے میں تنہا پڑے رہنے کی وجہ سے ان دونوں کی باتیں سننا اسے اچھا لگ رہا تھا۔

وہ کسی بات کو لے کر ایک غلط نقطے پر بحث کر رہے تھے جب سیفی نے اچانک ان کی تصحیح کی تھی اور اس طرح وہ بھی ان کی باتوں میں شریک ہو گیا، کچھ دیر بعد مختار انکل اٹھ گئے تھے سیفی کے آرام کرنے کے خیال سے۔

"صدیقی صاحب سب میٹنگز کینسل کروا دیجیے میں تقریباً دس پندرہ دن تک آفس آؤں گا اس دوران میرا فون آف رہے گا آپ دفتر سنبھال لیجیے گا جی اوکے بائے۔" کچھ ہی دیر بعد انہوں نے منیجر کو کال کر کے کہا تھا اور منیجر کی اوکے کے بعد فون آف کر دیا تھا یہ سب انہوں نے ماہ نم کے چند پیشتر کہے گئے جملوں کے بعد کیا تھا جو وہ ان کے پیچھے کمرے میں آ کر کہہ کر گئی تھی۔

"انکل ہمیں اس کے گرد چاہتوں کا گھیرا تنگ کرنا ہے اتنا تنگ کہ وہ بھی اس گھیرے سے نکلنا نہ چاہے اس کے لیے ہم اسے فورس نہیں کریں گے محض چند لفظوں سے محبت کا یقین نہیں دلایا جا سکتا ہمیں اس کی بے حد پرواہ ہے فکر ہے عملی طور پر ثبوت دینا ہوگا، آپ کے لیے یہ سنہرا موقع ہے اپنے بیٹے کو اپنی محبت کا یقین دلانے کا اور یہ اب آپ پر ہے کہ اتنے برسوں سے روٹھے بیٹے کو کیسے مناتے ہیں میں آپ کی مدد کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ آپ بھی تیار ہوں۔"

"میں تیار ہوں بیٹا ہر قیمت پر اپنے بیٹے کو منانے کے لیے۔" ماہ نم کے جانے کے بعد انہوں نے دھیرے سے بڑبڑاتے ہوئے اپنے منیجر کو فون کیا تھا۔

☆☆☆

"انکل شطرنج کی بازی ہو جائے۔" وہ سیفی کے پاس اگلے دن بھی خاموش بیٹھے ہوئے تھے کہ ماہ نم شطرنج اٹھائے کمرے میں آئی۔

"تمہیں کھیلنی آتی ہے؟" انہوں نے خوشگوار حیرت سے پوچھا۔

"میں اور بابا کھیلا کرتے تھے اور میں ہمیشہ جیتی تھی کیونکہ بابا خود سے ہار جاتے تھے لہٰذا مجھے جیتنے تک کھیلنی آتی ہے۔" ماہ نم نے جواب دیا اور وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنسے وہ دونوں سیفی کے قریب ہی بساط بچھا کر بیٹھ گئے ان دونوں نے سیفی کو کھیلنے کا نہیں کہا تھا بور ہوتا سیفی کچھ دیر بعد ہی موبائل سے تنگ آ کر ان کی جانب متوجہ ہو گیا کہ ماہ نم کھیل کم اور فاؤل زیادہ کر رہی تھی ان دونوں کا قدرے بلند ہوتا احتجاج متوجہ کر گیا ماہ نم کافی دیر سے ایک چال چلنے پر پھنسی ہوئی تھی تھوڑا سا دھیان دیتی تو وہ مختار صاحب کو آسانی سے مات دے سکتی تھی لیکن وہ اپنے گھوڑے کو اس طرف چلا نہیں رہی تھی۔

"گھوڑے کو دائیں جانب رکھو۔" آخر کار سیفی کو کہنا پڑا اور ماہ نم نے جلدی سے ایسا ہی کیا اور اس طرح وہ سیفی کی ہدایات پر آخر کار جیت گئی اور اس طرح سے خوش ہو رہی تھی جیسے سارا کمال

اس کا ہو۔

سیفی اور مختار صاحب اس کے بچوں کی طرح خوش ہونے پر ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر مسکرائے یہ ایک بے اختیار حرکت تھی جلد ہی سیفی نے اپنی مسکراہٹ سمیٹ لی تھی۔

"لنچ میں کیا بناؤں آج میرے جیتنے کی خوشی میں میری طرف سے ٹریٹ ہو گی۔" وہ ان دونوں کو یوں مخاطب کر رہی تھی جیسے یہ چھوٹی سی فیملی ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی خوشی یگانت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔

"میرے لئے مرغ پلاؤ، زردہ، پودینہ کی چٹنی کا رائتہ اور قورمہ وغیرہ بنالینا شامی کباب بھی ضرور بس....." مختار صاحب شرارت سے گویا ہوئے تھے ماہ نم نے پوری آنکھیں کھول کر "بس" کہا تھا اور وہ ہنس پڑے تھے۔

"ارے بیٹا دل کا مریض ہوں جو بھی ہلکا پھلکا بناؤ یہ بوڑھا کھا لے گا۔" اس کے یوں بس کہنے پر وہ بے چارگی سے بولے تھے۔

"آپ؟" وہ سیفی کی جانب مڑی تھی۔

"چکن سیلڈ۔" مختصراً جواب موصول ہوا تھا اور وہ سر ہلاتے ہوئے اٹھ گئی تھی لیکن آنکھوں ہی آنکھوں میں مختار صاحب کو کچھ اشارہ کرنا نہیں بھولی تھی۔

ماہ نم کے جانے کے بعد دونوں طرف پھر خاموشی طاری تھی جب مختار صاحب خاموشی سے اٹھے اور کمرے سے چلے گئے سیفی نے بیزاری سے ان کی جانب سے رخ پھیرا اور موبائل پر بزی ہو کر بوریت دور کرنی چاہی لیکن وہ اس کام سے بھی بوریت محسوس کر رہا تھا جبھی مختار صاحب ہاتھ میں چند کتابیں، لیپ ٹاپ اور کچھ کارڈز لئے کمرے میں دوبارہ آئے اور سیفی کے بالکل قریب کرسی رکھ کر بیٹھ گئے۔

"اب کی دفعہ جب میں لندن گیا تھا تو وہاں سے تمہارے لئے یہ کتابیں خریدی تھیں تمہیں کوکنگ اور پینٹنگ سے بے حد لگاؤ ہے اسی کے حوالے سے چند قیمتی اور بہترین کتابیں ہیں۔" انہوں نے سیفی کی سائیڈ ٹیبل پر چار پانچ کتابیں رکھتے ہوئے کہا سیفی نے قدرے حیرت سے ان کی جانب دیکھا۔

"اس میں وہاں کی چند بہترین ریسٹوران کی تصاویر ہیں۔" انہوں نے لیپ ٹاپ کو بھی وہیں رکھتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں تم اپنا ریسٹوران کھولنا چاہتے ہو میرے بزنس اور دولت سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں یہ دولت تو بس عیاشی میں اڑانے بلکہ برباد کرنے کے لئے تم استعمال کرتے ہو اور تصاویر بنا کر اپنے لئے رقم جمع کر رہے ہو تم میرے ساتھ اس سلسلے میں ڈیل کر سکتے ہو کیا میں تمہارا سائلنٹ پارٹنر بن سکتا ہوں آئی مین پیسہ میرا اور محنت تمہاری میں بھی انٹرفیئر نہیں کروں گا کہ تم کہاں کیسا ریسٹوران بنا رہے ہو۔" انہوں نے بات کا آغاز کیا۔

"بیٹا گزشتہ رویوں کے بارے میں اگر صفائی دینا چاہوں تو شاید غلطی ہی ہو گا، مجھے اعتراف ہے کہ دولت بنانے کے چکر میں، میں اپنی ذات ہی فراموش نہیں کی بلکہ تمہاری طرف سے بھی غفلت برت گیا تم جب جب کلاس میں فرسٹ آتے تھے میں کاروبار کے سلسلے میں کہیں نہ کہیں مصروف ہوتا تھا میں فون کرتا تھا لیکن یہ میری موجودگی کا نعم البدل تو نہیں تھا میری لاپرواہی کی وجہ سے بہت دور ہو چکے تھے بہت بڑی بھول تھی یہ میری زیبا نے نارسائی اور بے وفائی کا گہرا زخم صرف مجھے ہی نہیں دیا تھا بلکہ زخمی تو تم بھی ہوئے تھے میرا یہ گمان غلط تھا کہ ایک سات سال کے بچے کو ان سب باتوں کا کیا پتہ اگر ہم دونوں اس وقت اس دکھ، غم اور درد میں اکٹھے ہو جاتے تو بہت جلد وہ غم ہلکا پڑ جاتا یوں ہمارے اندر پل کر روگ کی صورت اختیار نہ کر جاتا، زیبا نے مجھے کم دولت کا طعنہ دیا تھا اور میں دولت کمانے کے چکر میں اپنی اصل دولت کو گنوا بیٹھا میری اصل دولت تو تم تھی دن رات کر کے میں نے دولت کمائی جانتے ہو کس جنون کے تحت۔" انہوں نے خاموشی سے سنتے سیفی کی جانب دیکھتے پوچھا اور جواب کا انتظار کیے بغیر پھر بات کا سلسلہ جوڑا۔

"کہ ایک دن مجھے زیبا ملے اور اپنے شوہر سے زیادہ میرے پاس دولت دیکھ کر اس کی نظروں میں پچھتاوے کا رنگ دیکھ کر میں اپنے اندر بھڑکتی آگ کو بجھا سکوں اور وہ وقت آیا بھی دوبئی میں وہ مجھے ایک مینٹل ہسپتال میں ملی اس کی ذہنی حالت ابتر تھی اس کے پاگل پن کے دوروں سے تنگ آ کر اس کا جو تھا شوہر اسے وہاں پر داخل کرا گیا تھا میرا ایک دوست وہاں پر ڈاکٹر تھا اور میں بس یونہی اس سے ملنے گیا تھا، جب زیبا کو دیکھا اس کی آنکھوں میں پچھتاوے کا رنگ تو کیا میں اپنے لئے پہچان کا رنگ بھی نہ دیکھ سکا وہ میرے لئے باعث عبرت تھی تو میں خود اپنے لئے بھی باعث عبرت بن گیا دل یہ بوجھ سہار نہ پایا اور مجھے ہارٹ اٹیک ہوا اب بس زندہ رہنے کی خواہش اس لئے تھی کہ میں تمہارے پاس آنا چاہتا تھا اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگ کر تمہارے ساتھ زندگی شروع کرنا چاہتا تھا میں ہسپتال میں تمہیں پکارتا رہا اور روتا رہا وہیں پر مجھے اطلاع ملی کہ زیبا نے ہسپتال کی چوتھی منزل سے کود کر خودکشی کر لی میرے اسی ڈاکٹر دوست نے بتایا جس کے ہسپتال میں زیبا زیر علاج تھی دل کا درد اتنا سوا ہوا کہ مجھے لندن بائی پاس کے لئے جانا پڑا بائی پاس کے بعد بھی میں وہاں پر زیر علاج رہا اور مکمل طور پر صحت مند ہونے کے بعد تمہارے پاس آیا میں نے اپنی بیماری تم سے چھپا کر رکھی میں تم سے ہمدردی نہیں بلکہ پیار چاہتا تھا میرا خیال تھا کہ میں اپنی کوتاہیوں کو بہت جلد سدھار لوں گا تمہیں بتاؤں گا کہ تمہارا یہ بے وقوف باپ تم سے کتنی محبت کرتا ہے تمہاری آواز سننے کے لئے تمہارا بیزار اور گستاخ لہجہ بھی ہنسی خوشی برداشت کرتا رہا اور مجھے یقین تھا کہ تمہارا دل میری سچی محبت پر ایک دن ضرور پگھل جائے گا لیکن جس رات میں یہاں آیا تمہارا اور ماہ نم کا مسئلہ سامنے تھا اور میں بلکہ تم بھی اس میں الجھ گئے اور جس وقت تمہیں گولیاں لگیں ڈاکٹر نے تمہاری حالت پر قدرے مایوسی کا اظہار کیا تو یہ دل بند ہونے لگا لیکن میں اپنے خدا کے آگے سجدے میں گر گیا میری اس سے یہی فریاد تھی کہ میرے بیٹے کو مجھے لوٹا دے، بس ایک موقع دے دے کہ میں تم سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ سکوں میں تمہارا گناہ گار ہوں بیٹا کیا تم اپنے نالائق سے گناہ گار باپ کو معاف کر سکتے ہو۔" انہوں نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ دیئے تھے سیفی تڑپ ہی اٹھا بیٹا چاہے جتنا بھی ناراض ہو باپ کو ہاتھ جوڑتے بالکل نہ دیکھ سکتا اس نے تیزی سے اپنے بائیں ہاتھ سے ان کے جڑے ہاتھ تھام لئے۔

"پلیز ایسا مت کریں۔" وہ بس یہی کہہ پایا اور مختار صاحب ہچکیوں کے ساتھ روتے چلے گئے ان آنسوؤں میں وہ اپنی تمام کوتاہیوں اور پچھتاوے دھو لینا چاہتے تھے۔

☆☆☆

وہ زیبا کے متعلق جان کر اپ سیٹ ہوا تھا اس کی حد سے زیادہ تلخ روئی اور اکھڑا سا رویہ وہ

بھی صرف ماہ نم کے لئے اس بات کی گواہی دے رہے تھے ماہ نم مختار صاحب سے یہ سب پہلے ہی جان چکی تھی اور انہی نے مشورہ دیا تھا کہ سیفی کو تمام حقائق سے آگاہ کیا جائے وہ سیفی کو جتنا جان چکی تھی اس کے اس رویے کے لئے ذہنی طور پر تیار تھی لیکن کاٹنا چبھنے پر بے ساختہ ہی کو دبا کر مسکرانا اتنا آسان تو نہیں۔

صبح سویرے نماز کے بعد وہ باغ میں سے خوبصورت پھول توڑ کر سیفی کے کمرے میں آ کر سجاتی وہ نائٹ پرسن تھا رات دیر تک جاگنے کے باوجود وہ صبح سویرے اٹھ جاتا اور ماہ نم بھی سارے دن کاموں میں مصروف ہونے کے باعث جلد ہی تھک کر سو جاتی اور چونکہ سیفی کو بارہ ایک بجے سے پہلے نیند نہیں آتی تھی تو وہ کبھی اسے آواز دے کر یا اس کے سیل پر کال کر کے اسے جگا دیتا کبھی کہتا واش روم جانا ہے، کبھی پاس پڑے پانی کی بوتل سے پانی پینا ہوتا لیکن خود گلاس میں ڈالنے کی بجائے اسے جگا دیتا اور کبھی چادر کو اپنے سینے تک اوڑھانے کو کہتا اور کچھ دیر بعد وہی چادر اتارنے کو کہتا اس دوران وہ اسے کوئی نہ کوئی ایسا جملہ بھی کہہ جاتا جسے سن کر اس کی کان کی لوئیں تک سرخ پڑ جاتی وہ جانتی تھی وہ یہ سب اسے تنگ کرنے کے لئے اس کی برداشت آزمانے کے لئے کرتا تھا وہ عورت کی محبت اور محبت کی برداشت کے ہر ناروا سلوک کو بے حد مستقل مزاجی اور خندہ پیشانی سے برداشت کر رہی تھی، لیکن یہ سب اتنا آسان تو نہیں تھا خاص طور پر جب وہ موبائل پر اپنی دوست لڑکیوں سے بے ہودہ گفتگو کر رہا ہوتا تھا یا پھر بعض اوقات اسے بری طرح سے ڈانٹ کر رکھ دیتا اور آج رات تو اس نے عجیب ہی فرمائش کر ڈالی تھی وہ ابھی سوئی ہی تھی کہ سیفی کی پکار سن کر اٹھ گئی اور جلدی سے اس کے پاس آئی۔

''کیا چاہیے؟'' اس کی آنکھوں میں کچھ نیند کا خمار تھا گلابی ڈورے آنکھوں کے حسن میں اضافہ کر رہے تھے۔

''دو گلاس ڈرنک بنا دو۔'' ماہ نم کو صحیح طرح سمجھ نہ آیا اور دوبارہ استفسار کرنے پر اس نے جس چیز سے ڈرنک بنانے کو کہا وہ بدک کر یوں پیچھے ہٹی جیسے کسی بچھو نے ڈنک مارا ہو۔

''میں اس گندی چیز کو کبھی ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔'' اس کے صاف انکار پر سیفی تپ گیا تھا۔

''ہونہہ بیوی صاحبہ آپ کے تو دعوے کم نہ پڑنے لگے شوہر ہوں تمہارا میرا ہر حکم ماننا تمہارا اولین فرض ہے ناں۔''

''ہاں بالکل لیکن وہ حکم جو مذہب کی حد میں آئے اور یہ تو...... مجھے تو کبھی اس حرام اور گندی چیز کو دیکھ بھی ناں سکی سخت نفرت ہے مجھے اس سے۔'' وہ جلدی سے بولی تھی۔

''اوں پھر تو تمہیں مجھ سے بھی نفرت ہو گی محبت کا بس ڈرامہ ہی ہیں ناں۔'' وہ اپنے خیال کی تصدیق پر جلدی سے بولا تھا غصے سے اب اس کا چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔

''آپ کی اس عادت سے نفرت ہے آپ سے نہیں۔'' وہ دھیمے سے گویا ہوئی تھی، اس کا اعتبار جیتنے کے لئے اقرار وفا کرنا اسے بے حد مشکل لگتا تھا لیکن یہ بہت ضروری تھا۔

''میں نے کہا ڈرنک بناؤ۔'' اس کے جواب پر لاجواب ہوتا وہ قدرے بلند اور سخت لہجے میں بولا تھا۔

''سوری میں یہ کبھی نہیں کروں گی۔'' ماہ نم سنجیدگی سے جواب دیتی فرش پر بچھے اپنے بستر کی جانب بڑھ گئی وہ اس خواہ مخواہ کی بحث کو طول نہیں دینا چاہتی تھی۔

''گو ٹو ہیل۔'' سائیڈ کی دیوار پر زور سے گلاس مار کر سیفی چلایا تھا وہ اندر سے اس کے غصے سے خائف ہو گئی تھی۔

''اگر یہ تمہاری ضد ہے تو میری بھی ضد ہے جب تک اپنے ہاتھوں سے ڈرنک بنا کر نہیں پلاؤ گی تب تک میں نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا اور اس وقت دفعہ ہو جاؤ میرے کمرے سے میں تمہاری صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتا جسٹ گیٹ لاسٹ۔'' ٹوٹے ہوئے گلاس کی کرچیاں چبھتے ہوئے ماہ نم کے کانوں میں اس کے سخت جملے سخت لہجے میں ادا کیے گئے انڈیلے گئے تھے وہ خاموشی سے باہر نکلتی چلی گئی تھی اور لاؤنج کے صوفے پر جا کر دراز ہو گئی تھی وہ سمجھ چکی تھی کہ سیفی ڈرنک کر کے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر اپنے ماضی کو بھلانا چاہتا ہے زیبا کے متعلق جان کر اس کے زخم پھر سے ہرے ہو گئے تھے اور وہ ان سے اٹھنے والی ٹیس سے بچنے کے لئے ام الخبائث کا سہارا لینا چاہتا ہے جو ماہ نم کبھی نہیں ہونے دے گی اسے حقائق کا جواں مردی سے سامنا کرنا ہو گا چاہے وہ کتنے ہی تکلیف دہ اور تلخ ہوں وہ یہ سب سوچتی ہوئی نیند کی وادی میں کھو گئی تھی۔

لیکن وہ اتنا ضدی ثابت ہو گا اس کا اندازہ نہیں تھا اسے سارا دن اس نے واقعی کچھ نہیں کھایا پیا تھا حتی کہ دوائی تک نہیں لی تھی یہاں تک کہ جو ڈاکٹر دوسرے تیسرے دن چیک اپ کرنے آتا اس سے چیک اپ کروانے سے بھی انکار کر دیا اور بینڈیج بھی نہیں بدلوائی تھی، مختار صاحب کا کا جان جب بھی اس کے کمرے میں گئے کچھ کہنے کے لئے وہ سوتا بن گیا یا پھر کچھ کہنے سے پہلے ہی اس نے واضح ٹوک دیا تھا کہ فی الحال اسے کچھ سمجھایا نہ جائے وہ پہلے جیسا جنگلی، خود سر، ضدی سیفی بن گیا تھا ماہ نم نے اسے بارہا سمجھانا چاہا لیکن اس کی التجا کے جواب میں وہ ایک ہی بات کرتا کہ تم میری بات مان لو تو میں تمہاری مان لوں گا یہ ناممکن تھا رات ہونے کو آئی تھی وہ سب بے حد پریشان تھے صبح سے ماہ نم نے بھی کچھ نہیں کھایا تھا اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی وجہ سے وہ خود بھی بھوکی پیاسی تھی اور اس کے رویے پر افسردہ اور پریشان بھی لیکن اب کی دفعہ سیفی کو اپنے رویے میں لچک لانا ہو گی یہ خود اس کی ذات کے لئے بے حد ضروری تھا اپنے اصول کے لئے وہ چٹان کی طرح سخت تھی سیفی کی ضد بے جا تھی لہٰذا اسے ہی یہ ضد چھوڑنا پڑے گی ماہ نم بہت بڑا رسک لے چکی تھی لیکن اس کی ثابت قدمی ہی سیفی کے خود سر بت کو توڑ سکتی تھی اگر ایک بار اس کا یہ خول ٹوٹ جاتا تو اسے پورا یقین تھا کہ اندر سے نرم خو سچا اور حساس سیفی نکل آتا۔

وہ بے حد نقاہت محسوس کر رہی تھی سیفی کے رویے نے اس کے اعصاب کو تناؤ کا شکار کر دیا تھا آخر کار وہ نماز عشاء سے فارغ ہو کر یونہی سو گئی تھی، سونے سے پہلے بھی اس نے بہت کوشش کی کہ سیفی کو کچھ کھانے پر آمادہ کرے لیکن اس کی ناں ہاں میں نہ بدلی اب جبکہ وہ ٹھیک ہو رہا تھا زخم بھرنے لگے تھے اب تو وہ دو تین قدم بھی اٹھا لیتا تھا جسم کو کسی حد تک حرکت دے لیتا تھا وہ خود بھی جلد از جلد ٹھیک ہونا چاہتا تھا اس لئے درد کو برداشت کرتے ہوئے ہلکی پھلکی ورزش کرتا رہتا تھا اس کی ول پاور کافی اسٹرانگ تھی ڈاکٹر اتنی جلدی روبصحت ہوتے دیکھ کر اپنی حیرانگی کا اظہار کرتا تھا اور آج وہ اپنی اور سب کی محنت اور سب کی دعاؤں کو پھر سے اکارت کرنے پر تلا ہوا تھا فضول سی ضد کے پیچھے۔

یہ ایک ویران اجاڑ سا جنگل تھا جس میں ایک درخت پر جھولا لٹکا ہوا تھا ماہ نم وہ جھولا لے

رہی تھی لیکن اسے یہ سب پسند نہیں تھا کوئی اسے بہت تیز تیز جھولا دے رہا تھا ہر طرف آندھی چڑھی ہوئی تھی ایک گرد و غبار چھایا ہوا تھا جو اس کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا وہ اس جھولے سے اترنا چاہتی تھی مگر جھولا تھا کہ اور تیز اور تیز ہوتا چلا جا رہا تھا وہ چیخنے لگی تھی اس نے مما پاپا کو بھی پکارا اور بار بار مڑ کر جھولے دینے والے کو جھولا روکنے کو کہہ رہی تھی لیکن وہ تھا کہ اس کی حالت کا لطف اٹھاتا قہقہے لگاتا اور تیز جھولا دے رہا تھا اب تو جھولا آسمان سے بری طرح ٹکرا رہا تھا وہ اپنی حالت کی بے بسی پر اور خوفزدہ ہو چلی تھی ویسے بھی اسے بلندی سے ڈر لگتا تھا جھولے دینے والے انسان کے قہقہے بلند تر ہوتے جا رہے تھے اتنے تیز جھکڑ میں بھی وہ پسینے میں نہا گئی تھی وہ چیخ رہی تھی تبھی وہ مدد کے لئے سیفی کو پکارنے لگی لیکن اس آندھی طوفان اور ویرانے میں کوئی اس کی پکار سن ہی نہیں رہا تھا تب تیز ترین جھولا جب نیچے آیا تو اس نے اس آدمی کا چہرہ دیکھا، وہ اس کے چچا تھے۔

”جا مل لے اپنے ماں باپ سے۔“ وہ قہقہے لگاتے ہوئے بولے تھے اور انہوں نے تیز جھولا دیا تھا بلندی کی جانب تیزی سے بڑھتا جھولا اس کا دل حلق میں آ گیا تھا، وہ مرنے جا رہی تھی سانس بند ہو چکی تھی۔

”ماہ نم...... ماہی...... ماہی...... ماہ نم۔“ کوئی اسے جھنجھوڑ رہا تھا پکار رہا تھا لیکن وہ تو اتنی بلندی سے گر کر شاید مر چکی تھی لیکن نہیں ابھی تو وہ گر رہی تھی۔

”سیفی!“ وہ پھر زور سے پکاری تھی۔

”ماہ نم ہوش کرو۔“ کسی نے اسے بری طرح سے جھنجھوڑا تھا اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔

ایک پل کو اسے سمجھ ہی نہ آئی کہ وہ کہاں پر ہے جب سامنے سیفی کو دیکھا تھا تو وہ اس سے لپٹ گئی بدن ابھی تک کانپ رہا تھا اور جسم سارا پسینے میں نہا چکا تھا کمرے میں اے سی کی خنکی کے باوجود۔

وہ بس اس کے گریبان کو اپنی دونوں مٹھیوں میں جکڑے اس کے سینے کے ساتھ لگی روتی چلی گئی۔

”شی، شی، بس، بس میں ہوں تمہارے پاس گھبراؤ مت۔“ وہ اس کے بالوں کو سہلاتے اسے چپ کرانے کی کوشش کر رہا تھا اس کے اعصاب بہت بری طرح سے تناؤ کا شکار ہوئے تھے ورنہ ایک خواب سے اتنی بری طرح سے ڈرنے والی نہیں تھی۔

”سیفی! سیفی وہ...... وہ مجھے مار ڈالے گا، جھ...... جھ...... جھولے سے، مجھے ڈر لگتا ہے بلندی سے وہ...... وہ جانتا ہے...... وہ مجھے مار ڈالے گا۔“ وہ بے ربط ہو کر روتی ہوئی بولی تھی وہ ابھی بھی خواب کے زیر اثر تھی۔

”ایسا کچھ نہیں ہوگا، میں ہوں ناں، میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا جسٹ ریلیکس، ریلیکس، میں ہوں تمہارے پاس۔“ اس نے بچوں کی طرح اسے بہلایا تھا اور اپنے ایک بازو کا گھیرا اور مضبوط کیا تھا۔

چند ہی لمحوں میں ماہ نم کے سارے حواس جاگے تھے وہ اس وقت سیفی کے کمرے میں اپنے فرش پر بچھے بستر میں سیفی کے کشادہ سینے میں منہ دیے کر چھپی ہوئی تھی اس چیز کا ادراک ہوتے ہی وہ بجلی کی سرعت سے پیچھے ہٹی تھی اور پاس پڑے دوپٹے کو جلدی سے شانوں پر پھیلایا تھا اس کے کھلے بالوں کی چوٹی بے ترتیب سی اس کے کندھے سے نیچے جھول رہی تھی اور دو تین لٹیں اس کے چہرے پر پریشان لہرا رہی تھیں وہ تیزی

خود میں سمٹی تھی اور دوپٹے کو تیزی سے سر پر کر لیا تھا اپنی گزشتہ حالت اور اقدام پر وہ بری طرح شرمندہ ہوگئی تھی شرم سے اس کے گال دہک اٹھے تھے۔

”آر یو او کے؟ تم ٹھیک ہو؟“ سیفی نے اس کی حرکات کو خاموشی سے دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا پسینہ اب بھی اس کے ماتھے پر چمک رہا تھا اور بدن میں ہلکی ہلکی کپکپاہٹ موجود تھی۔

”تم شاید خواب میں ڈر گئی تھی، کافی دیر سے میرا نام پکار رہی تھی اور کافی بلند بھی میں نے یہیں بیڈ پر بیٹھے آوازیں دیں کال بھی کی تمہارے سیل پر مگر تم جاگی ہی نہیں بس خوفزدہ سی پکارے جا رہی تھی، اس لئے بڑی دقت سے اٹھ کر اور یہ دو فلور کشن رکھ کر میں بیٹھا ہوں، کیا بہت برا خواب دیکھا ہے۔“ وہ اب بھی نرم لہجے میں بولا تھا وہ اس کی اتنی شدید حالت دیکھ کر حیران اور پریشان رہ گیا تھا اور اب بھی اس کی حالت کے پیش نظر نرمی سے بولا تھا وہ ڈری سہمی گھبرائی سی لڑکی اسے دل کے بے حد قریب محسوس ہوئی تھی اس کا ڈر اس کا درد اسے اپنا لگا تھا وہ مختار صاحب سے زیبا کے متعلق اور خود ان کے متعلق جان کر اندر سے اپ سیٹ تھا دکھی تھا زیبا کی صورت میں جو روپ اس نے عورت کا دیکھا اور پھر جو انجام سنا وہ بے حد اپ سیٹ ہوا تھا وہ تنہائی میں رویا بھی تھا اس عورت کے لئے جو اس کی ماں تو کبھی نہ بن سکی اور اس باپ کے لئے جسے اس کا اور اپنا قیمتی وقت ایک ضد میں ضائع کر ڈالا سود و زیاں کا حساب میں بس نقصان ہی نقصان تھا اور پر سے اسی وحشت میں اس نے ضد کی، ماہ نم کے ساتھ بیکار کی ضد باندھ لی تھی رات کھانا کھانے کا اصرار کر کے آخر کار افسردہ سی بھی سے سو گئی تھی اور وہ جاگ رہا تھا

جل رہا تھا جبھی اسے ماہ نم کی ہلکی ہلکی چیخیں سنائی دیں اور پھر وہ نیند میں اسے ڈر کر پکارنے لگی تھی اس نے اسے بیڈ پر بیٹھے آوازیں بھی دیں لیکن وہ بہت گہری نیند میں کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہی تھی تبھی بمشکل درد کو سہتا اور چند قدم چل کر اس کے پاس آیا اس کا جسم کانپ رہا تھا وہ پسینے میں نہائی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر بے طرح خوف چھلک رہا تھا اس نے آواز دے کر جگانا چاہا لیکن وہ تو کچھ سن ہی نہیں رہی تھی تبھی پاس پڑے دو فلور کشن رکھ کر بدقت نیچے بیٹھ کر اس نے اس کا کندھا ہلایا تھا وہ اس کی کیفیت دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا تبھی اس نے اسے کندھے سے ہلاتے ہوئے قدرے سختی سے جھنجھوڑا اور آوازیں دی تھیں وہ نیند سے جاگ کر اٹھ کر تیزی سے اس کے سینے کے ساتھ لگ گئی تھی جیسے کسی سے بچ کر وہاں پر آ کر محفوظ ہوگئی ہو اس کے اتنے قریب اور اس انداز پر سیفی ایک پل کو تھم سا گیا تھا اس کے لمس کے احساس نے اس کے بالوں سے آتی خوشبو نے اور اس کے کپکپاتے نازک سے بدن نے اس کے دل کی دھڑکن تیز کر دی تھی اس کے جسم کے ہر مسام سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا وہ اس یقین کے ساتھ اس کے چمٹی تھی جیسے وہ اسے ہر بلا، ہر مصیبت سے بچا لے گا اس کی بانہوں کے گھیرے میں وہ محفوظ ہے اور وہ اس وقت اس کا یقین بن گیا تھا اپنے گزشتہ رویے کو پس پشت ڈال کر وہ اس سے ایک نرم خو دوست کی طرح ہم کلام تھا۔

”ہم...... مجھے بلندی سے بہت ڈر لگتا ہے فوبیا ہے مجھے بلندی کا اور خواب میں، میں نے خود کو بلندی سے گرتے دیکھا تھا۔“ ماہ نم نے اپنی کیفیت کی وضاحت دینی چاہی۔

”خالی پیٹ سوؤں گی تو ایسے ہی برے

خواب آئیں گے مجھ سے بھوک بالکل برداشت نہیں ہوتی اور کل رات سے میں نے بھی نہیں کچھ کھایا پلیز اب کچھ کھا لیں۔" معصومیت اور بے چارگی کے تاثرات چہرے پر سجائے، اس نے آخر میں التجا کی تھی اور سیفی یہ جان کر خائف ہوا تھا کہ اس کی بلاوجہ کسی ضد میں وہ بھی اس کے ساتھ بھوکی پیاسی بیٹھی ہے دن رات اس کی تیمار داری میں وہ خود کو بھی بھلائے ہوئی تھی وہ زیبا کی ناکام زندگی کا بدلہ انجانے میں اس سے لینے لگا تھا لیکن وہ خاموش ہی رہا تھا وہ اس کے بدلتے رویے پر حیران تھا محض کوئی کسی کا احسان اتارنے یا چند دن کی ہمدردی دکھانے کے لئے دن رات خود کو بھلائے صرف اس کی فکر میں غلطاں نہیں رہ سکتا وہ یہ اچھی طرح سے جان چکا تھا کہ اب وہ اسے ناپسند ہرگز نہیں کرتی تو کیا وہ اس سے محبت کرنے لگی ہے اس کا وہ یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔

"بیڈ پر بیٹھ جائیے آپ کو یہاں یوں بیٹھے پر دقت ہو رہی ہوگی۔" اس نے اٹھ کر سیفی کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا دلگرفتگی اس کے چہرے سے عیاں تھی سیفی نے کھانے کے متعلق سوال پر کچھ نہیں کہا تھا۔

وہ خاموشی سے اس کی نازک ہاتھ تھام کر اٹھا تھا اور دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا بیڈ پر آن بیٹھا تھا۔

"سیفی! سچ میں مجھے بہت بھوک لگی ہے۔" وہ بے چارگی سے بولی تھی اور سیفی پہلی بار اس کے منہ سے اپنا نام سن کر چونکا تھا۔

"تو کھانا کھا لو۔" اس نے بے نیازی برتنی چاہی۔

"نہیں آپ جب تک نہیں کھائیں گے تب تک میں بھی نہیں کھاؤں گی پلیز سیفی آپ کے لئے کھانا کھانا بہت ضروری ہے دوائیں کھائیں پلیز یہ مت کریں۔" وہ روہانسی صبح سے اس کی منتیں کر کے تھک گئی تھی۔

"جاؤ جا کر سو جاؤ۔" اس کی خوبصورت آنکھوں میں آئی نمی سے نظریں چراتے اس نے کہا تھا۔

"نہیں سونا مجھے آپ سمجھتے کیوں نہیں اس طرح سے خود کو اذیت دے کر آپ کو کیا ملتا ہے ہم سب تکلیف میں ہیں میں آپ کو صحت مند دیکھنا چاہتی ہوں اور اب جب آپ ٹھیک ہو رہے ہیں تو اس انسان کے لئے خود کو تکلیف دے رہے ہیں جو نہ کل تھا نہ آنے والے مستقبل میں آئے گا ایسا مت کریں آپ ہم سب کے لئے اہم ہیں کاکا جان، انکل بہت پریشان ہیں ہم سب، سیفی آپ کو بالکل ٹھیک ہونا ہے سب کے لئے ماضی کے تلخ اور کڑوے حقائق ہوش و حواس سے چند لمحوں کے لئے یکسر فراموش کرنا چاہیے، حقیقت کا سامنا کریں، مردوں کے ساتھ ماضی میں جینا چھوڑ دے، حال کو اپنا لے مستقبل خود ہی بہترین ہو جائے گا۔ اس ایک عورت کا بدلہ ہم سب کی محبت سے لیں آپ کو کھانا کھانا پڑے گا سن لیا آپ نے۔" روتی ہوئی وہ بے حد غصے میں بولتی چلی گئی تھی سیفی آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہ گیا تھا وہ جو وہ خود سے بھی چھپائے بیٹھا تھا وہ لڑکی جانتی تھی بلکہ اسے اس معاملے میں قصوروار نہیں مانتی تھی جلتے دل پر کسی نے مرہم سا رکھا تھا غصے میں چلتی ہوئی وہ کمرے میں رکھی فرج میں سے جوس کا گلاس لے کر آئی اور سیفی کی طرف بڑھایا۔

"چپ چاپ اسے پی لیجئے۔" دھمکی بھرے انداز میں کہا گیا اور سیفی نے اسے شعلہ بار نظروں سے

گھورتے ہوئے گلاس پکڑ لیا چند گھونٹ لے کر اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا اس دوران وہ دو سینڈوچ تیار کر چکی تھی اور ایک سینڈوچ اس کی جانب بڑھا دیا اس کی بھوک کی خاطر اس نے خاموشی سے سینڈوچ پکڑا اور چھوٹے چھوٹے نوالے کھانے لگا اس دوران وہ دو سینڈوچ کھا چکی تھی واقعی وہ بھوک کی بے حد کچی تھی پھر اسی خاموشی سے اس نے سیفی کو میڈیسن دی تھی، دل میں ڈرے ہونے کے باوجود اس کا شکر ادا کیا تھا کہ سیفی نے اپنی ضد توڑ ڈالی اور خاموشی سے اپنے بستر پر جا کر سونے کی تیاری کرنے لگی جبھی سیفی بولا تھا۔

"تم ادھر بیڈ پر کیوں نہیں سوتی ویسے تو تم نے خود بیوی کے عہدے پر فائز کر لیا پھر یہ فرش پر بستر لگانے کا مطلب؟ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میں خود کو تمہارے شوہر ہونے کے عہدے سے فائز نہ کر دوں اور پھر اس عہدے کے جو حقوق ہیں وہ وصول نہ کر لوں حالانکہ ابھی تو یہ ممکن نہیں، تمہارے قول و فعل میں تضاد ہے۔" نہ جانے کس احساس کے تحت وہ کہتا چلا گیا تھا۔

"ایسا نہیں ہے آپ کے آرام کے خیال سے میں یہاں سوتی ہوں کہیں میری کروٹیں لینے سے آپ ڈسٹرب نہ ہوں۔" اس نے توجیح پیش کرنا چاہی۔

"نہیں میں ڈسٹرب نہیں ہوں گا آج سے تم یہیں سویا کرو اگر پھر خواب میں ڈر گئی تو میرے لئے مشکل ہو گا۔" بیڈ کی دوسری جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے گویا ہوا، وہ خاموشی سے اٹھی اور دوسری جانب آ کر سر تک چادر اوڑھ کر لیٹ گئی وہ جانتی تھی ایسی بات پر اس کا اعتماد سیفی کے مقابل کھڑا رہ سکتا ہے ورنہ اس کی کمزوری جانے کا تھوڑی دیر بعد ہی وہ گہری نیند میں تھی سیفی نے ایک کونے میں سمٹ کر لیٹے وجود کی محتاط پسندی کو نوٹ کیا اور بیڈ سے ٹیک لگا کر جیتے سے لمبی سانس خارج کی۔

☆☆☆

"یوں حادثاتی طور پر گزر جانا افسوس ہوا۔" انکل نے افسوس کرنے کی رسم نبھائی لیکن سیفی خاموش ہی رہا۔

"نمبر سینڈ مت کرو، اکاؤنٹ نمبر اس کی ضرورت نہیں تم میری ذمہ داری ہو اور ابھی یہ سب تازہ ہے کوئی دور پرے کا رشتے دار اٹھ کر پرابلم نہ کر دے۔" کچھ دیر بعد سیفی بولا تھا۔

"وہ تمہارا حق ہے لیکن میرا خیال ہے تمہیں اس پرابلم سے دور ہی رہنا چاہیے۔" وہ مزید گویا ہوا، مختار صاحب نے بھی تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔

"میرا بھی اس جائیداد میں سے حصہ لینے کا کوئی ارادہ نہیں جو وقت پر میرے بابا کے کام نہ آ سکی میں اس مصیبت کو اپنے گلے ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتی اسی لئے میں نے کہا تھا کہ وہ یہ سب فروخت کر دے یا تقسیم کر دے لیکن ان کے اصرار پر میں نال دینے کے لئے حامی بھرتی تھی پھر اگر ان کا فون آیا تو واضح کہہ دوں گی۔" ماہ نم نے بھی دل کی بات کہہ ڈالی، اسے چچا کی موت کا افسوس تو ہوا تھا لیکن اب اس سر پر سے لٹکی تلوار ہٹ گئی تھی رات خواب کا مطلب اسے سمجھ آ گیا تھا بلندی سے وہ نہیں بلکہ اس کے چچا گرے تھے موت کا وقت معین ہو تو ایک کانٹا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے ہر فرعون یہ بھول جاتا ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے اور وہ سائے کی طرح اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے جب وقت آیا آن گھڑی دبوچا تب دولت، جائیداد، خادم، نوکر کچھ کام نہیں آتا رستم پہلوان جیسے لوگ پچھاڑ کھا گئے موت کے

اکھاڑے میں۔
اس نے خود کو ان دیکھی زنجیروں سے آزاد محسوس کیا تھا وہ اب کھل کر آزاد فضا میں سانس لے سکتی تھی۔
فون ایک بار پھر بجا تھا اور ماہ نم نے نمبر ڈس کنیکٹ کر کے اس نے فون ہی آف کر دیا تھا سیفی نے جانچتی نظروں سے یہ سب دیکھا اس نے اپنے تاثرات سپاٹ رکھے تھے لیکن وہ دل ہی میں ایک فیصلہ کر چکا تھا ماہ نم برتن سمیٹ کر کچن کی طرف بڑھ گئی تھی انکل مختار اخبار میں کھوئے ہوئے تھے اور سیفی نے اٹھنے سے قبل خاموش ایک حرکت کی جس کے بعد اس کے چہرے پر سختی در آئی تھی اور وہ اسٹک کا سہارا لے کر لائبریری کی جانب بڑھا چند لمحے قبل کی گئیں ماہ نم کی باتیں اسے یاد آ گئیں۔
”ہاں واقعی نہ وہ میرا ماضی تھی نہ حال اور نہ اب مستقبل میں آئے گی، میں ایک عورت کا بدلہ تم سب سے نہیں لے سکتا لیکن وہ عورت میری ماں تھی جس نے بھول کر بھی خود کو اس قابل نہ بنایا اور میں ڈرتا تھا کہ جب اس عورت کی رسوا کن کارناموں سے تم آگاہ ہو گی تو تمہیں مجھ سے بھی گھن آئے گی میں اس کے وجود کا حصہ ہوں اس کا بے وفا خون میری رگوں میں بھی دوڑتا ہے لیکن آج تمہاری باتوں نے دل پر رکھا ایک بھاری بوجھ ہٹا دیا دل بہت ہلکا پھلکا ہو گیا ہے۔“
بے آواز روتے ہوئے سیفی نے اس کو دل میں مخاطب کرتے ہوئے کہا بس آخری بار آج وہ پھر چھپ کر اس عورت کے نام پر رو لینا چاہتا تھا جو اس کی زندگی کا ایک تاریک پہلو تھا بس آخری بار گہری ہوتی خاموش رات اس کے ساتھ تھی۔
☆☆☆
ماہ نم کے سیل پر کسی کی کال آ رہی تھی ماہ نم نمبر دیکھ کر کوفت سے کال کاٹ دی وہ اس وقت باغ میں سیفی، مختار انکل اور کاکا جان کے موجود تھی وہ سب گرین ٹی کا لطف لے رہے تھے اور سیفی کی فرمائش پر کاکا جان نے پکوڑے بنائے تھے بند گوبھی کے پکوڑے جو وہ صرف کاکا جان کے ہاتھوں کے بنے پسند کرتا تھا فون پھر بجا تو ماہ نم نے جلدی سے کال کاٹی اس وقت مختار انکل اور کاکا جان سیفی کے بچپن کی باتیں دہرا رہے تھے اور سیفی حیران ہو رہا تھا کہ اس کے ڈیڈ کے متعلق بہت سے واقعات یاد تھے وہ اس سے اتنے بے خبر بھی نہیں رہے تھے جتنا وہ سمجھ رہا تھا بدگمانی کے بادل چھٹ چکے تھے گو وہ ان سے طور پر فرینک تو نہیں ہو پایا تھا لیکن صدیوں کا فاصلہ سمٹ چکا تھا ماہ نم بھی اس کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی فون ایک بار پھر بجا تو
”کس کا فون ہے بیٹا۔“ مختار انکل نے بار بار فون کاٹنے پر آخر پوچھ ہی ڈالا۔
”کوئی رانگ نمبر ہے۔“ ماہ نم نے مسکرا کر سے جواب دیا اور اپنی اندرونی گھبراہٹ چھپانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
”میں رات کے کھانے کی تیاری کر دوں۔“ اتنا کہہ کر وہ کچن کی جانب بڑھ گئی۔
”بھئی مجھے پرہیزی کھانوں سے نجات ملے گی۔“ مختار صاحب نے مسکین صورت بنا کر پوچھا تھا۔
”ابھی کچھ دن اور پاس کروانے ہیں آپریشن کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔“ ماہ نم بارعب انداز میں کہتی اندر چلی گئی اور مختار صاحب اس کے رعب پر بس مسکرا کر رہ گئے۔
”کاکا جان اللہ نے بیٹے جیسی نعمت دے رکھی تھی بیٹی جیسی رحمت بھی عطا کر دی۔“ انہوں نے کاکا جان سے تشکرانہ انداز میں کہا۔

کاکا جان نے اثبات میں سر ہلایا۔
”لیکن یہ نعمت آپ کے لیے ہمیشہ زحمت بنی رہی۔“ کب سے خاموش بیٹھے سیفی نے کہا تھا۔
”نہیں ایسا بالکل نہیں وہ تو میری کوتاہیاں.....“ مختار صاحب نے اس کے خیال کی جلدی سے تردید کرنا چاہی۔
”ڈیڈ میں اس کیفیت کو سمجھ سکتا ہوں جب آپ تنہا پردیس میں آپریشن کروا رہے تھے ایک جوان جہان بیٹے کے ہونے کے باوجود اس وقت کوئی آپ کا ہاتھ تھام کر یہ کہنے والا نہیں تھا سب ٹھیک ہو جائے گا آپ کا آپریشن کامیاب رہے گا آپ نے اس عورت کا انجام اکیلے ہی اپنی ذات پر جھیلا ساری عمر جس جنون میں گزار دی آخر میں پتہ چلا کہ وہ کسی کے لیے کچھ معنی ہی نہیں رکھتا سراب کے پیچھے بھاگتے بھاگتے انسان کی کیا حالت ہوتی ہے مجھ سے بہتر کون جانتا ہے ہم دونوں کا ہی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ نادانی کی نظر ہو گیا لیکن اب ایسا نہیں ہو گا آئی پرامس۔“ مختار صاحب اور کاکا جان حیرت سے تکتے بیٹھے سیفی کو سن رہے تھے وہ مغرور نقوش والا اکھڑ، ضدی مگر حسین نوجوان سیفی ہی تھا انہیں یقین نہیں آیا تھا مختار صاحب بے اختیار اٹھ کر سیفی کو گلے لگایا ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے وہ تینوں جذباتی ہو کر رو رہے تھے اور غروب ہوتی شفق نے یہ منظر مسکراتے ہوئے دیکھا کہ ہر برسات کے بعد آسمان نیا دھلا اور نکھرا ہی ہوتا ہے۔
☆☆☆
رات وہ سب ڈنر کر رہے تھے سیفی اب کافی حد تک چل پھر لیتا تھا ماہ نم اسے باغ میں سیر بھی روزانہ کراتی تھی اور صحت کا بہت خیال رکھتی تھی سیفی کی فرمائش پر وہ سب لوگ ڈائننگ ٹیبل پر کھانا کھا رہے تھے انکل مختار صاحب حسب عادت ماہ نم کے لذیذ کھانوں کی تعریف کر رہے تھے مگر سیفی خاموشی سے کھانے میں مگن تھا ماہ نم کے ساتھ اس کا رویہ بدلا نہیں تھا کاکا اور مختار صاحب نے اس سلسلے میں فی الحال خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔
ماہ نم کے فون پر پھر کال آ رہی تھی اس نے تیزی سے نمبر ڈس کنیکٹ کرنا چاہا جب پھپھو کالنگ دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔
”پھپھو کا فون آ رہا ہے۔“ اس نے حیران ہوتے ہوئے بتایا۔
”سن لو بیٹا۔“ مختار صاحب نے متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔
دوسری طرف کی بات سنتے ہوئے ماہ نم کا چہرہ سفید پڑتا دیکھ کر سب کو متوجہ ہونا پڑا۔
”کب ہوا یہ؟“ ماہ نم کے گلے سے رندھی آواز نکلی تھی۔
”نہیں پھپھو مجھے ضرورت نہیں آپ وہ سب غریبوں میں تقسیم کر دیں۔“
”جی ٹھیک ہے میں بتا دوں گی بلکہ سینڈ کر دوں گی۔“
”جی میں...... میں ٹھیک ہوں اور بہت خوش بھی، آپ کو حوصلہ اور ہمت کرنا ہو گی بہت بھاری ذمہ داری آپ پر آ گئی ہے اللہ آپ کی مشکلیں آسان کرے، جی میں سمجھ گئی ہوں، او کے اللہ حافظ۔“ کچھ دیر کی بات چیت کے بعد اس نے فون بند کر دیا تھا۔
”چچا جان پرسوں حویلی کی سیڑھیوں سے گر کر انتقال کر گئے۔“ اس سرسراتے ہوئے لہجے میں سب کو اطلاع دی اور پھر مزید بولی۔
”پھپھو کہہ رہی تھی کہ بابا کی جائیداد میں جو حصہ بنتا ہے وہ بیچ کر وہ رقم میرے اکاؤنٹ میں

ٹرانسفر کروا دی جائے گی اکاؤنٹ نمبر چاہیے تھا انہیں اس سلسلے میں کیونکہ اب اس خاندان میں کوئی مرد تو بچا نہیں جو اتنی جائیداد کی حفاظت کرے اور پھپھو ویسے ہی گوشہ نشین ہو چکی ہیں لہٰذا انہوں نے تمام جائیداد فروخت کرنے کا فیصلہ کیا ہے میں نے کہا تو مجھے نہیں چاہیے لیکن ان کا اصرار تھا اور دوسری ہدایت انہوں نے یہ کی کہ میں گاؤں نہ آؤں جو افواہ چچا نے میرے متعلق اڑائی وہ اسے قائم رکھنا چاہتی ہیں تاکہ مجھے کبھی کسی سے کوئی خطرہ نہ ہو۔" ماہ نم نے تفصیل بتایا۔

"جانتا ہوں کہ سیفی پر گولیاں کس نے چلوائیں اس وقت وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا اسے سوچنا تھا اور فیصلہ کرنا تھا وہ آج دل کی نہیں دماغ کی سننا چاہتا تھا اسے دماغ کی ماننی تھی چونکہ آج کل وہ اسٹک کے سہارے چل لیتا تھا زخم بھر رہے تھے تو وہ کبھی باغ میں ٹہل لیتا، لائبریری میں کوئی بک پڑھ لیتا مختار صاحب کے ساتھ شطرنج کھیلتا وہ دونوں باپ بیٹا ایک دوسرے کو خوب وقت دے رہے تھے پچھلی کمیاں دور کی جا رہی تھیں ایسے میں ماہ نم کا تیسرے فریق کے طور پر ان کے اردگرد اس کی موجودگی دونوں کو اچھی لگتی تھی چونکہ وہ آج کل کچھ وقت لائبریری گزارتا تھا لہٰذا یہ ایک معمول کی بات تھی ماہ نم اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو چکی تھی اور مختار صاحب کاکا جان کے ساتھ سبزیوں کا معائنہ کرنے چلے گئے وہ سب ان چھٹیوں کو خوب انجوائے کر رہے تھے فارم ہاؤس میں خوب رونق تھی جس کی اصل وجہ یقیناً ماہ نم تھی۔"

"عاصم گھر واپس آ چکا ہے ان فیکٹ اس کی پوری فیملی واپس آ چکی ہے میں نے ایک بندہ اس کے گھر کے بار نگرانی پر مامور کیا ہوا تھا اس نے اطلاع دی ہے۔"

"تم کتنے سے تمہارا بھی ذکر لازمی ہوتا ہے اور یوں یہ بات پھیل جاتی اور مجھے اپنی بہو کی عزت اور اپنے خاندان کی عزت سب سے عزیز ہے لہٰذا میں نے صبر کر لیا اور سیفی پر حملے کی خبر کو میں نے کتنے جتن کر کے میڈیا والوں سے چھپایا پولیس کو خاموش کروایا ہے یہ میں ہی جانتا ہوں آہ کاش کوئی جان سکے کہ تقدیر اس کی قیمت میں کیا لکھ چکی ہے تو شاید کوئی کسی کا برا نہ کرے۔" انکل مختار نے سنجیدگی سے کہا تھا ماہ نم کو افسوس تو ہوا تھا لیکن اسے لگا تھا جیسے اس کے سر پر لٹکتی تلوار اب ہٹ چکی ہے وہ آزاد ہے اور اب اسے رات کو دیکھے ہوئے خواب کا مطلب سمجھ آیا تھا بلندی سے وہ نہیں اس کے چچا گرے تھے نہ جانے اس کی چھٹی حس نے یہ خواب اسے کیوں دکھایا وہ بس سوچتی رہ گئی۔

سیفی خاموشی سے کھانا کھا کر اٹھ گیا تھا اس نے اپنے کسی بھی قسم کے جذبات کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن وہ ایک فیصلہ کن ارادہ کر چکا تھا۔

☆☆☆

"عاصم گھر واپس آ چکا ہے ان فیکٹ اس کی پوری فیملی واپس آ چکی ہے میں نے اپنا ایک بندہ اس کے گھر کے پاس رکھوالی کے لئے چھوڑ رکھا تھا اس نے اطلاع دی ہے۔"

رات جب سونے کے لئے محتاط انداز میں ماہ نم بیڈ کے دوسرے کونے پر بیٹھی تھی تو سیفی کی سنجیدہ آواز کمرے میں ابھری۔

"میں اس بات کو ختم کر چکی ہوں وہ واپس آئے یا نہ آئے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔" وہ واضح انداز میں بولی تھی۔

"مجھے ہے سروکار اور میں نے یہ بات ختم نہیں کی اس روز تم اس کے لئے گھر سے بھاگی

تھی میں نے بس تم دونوں کے بیچ آ گیا۔" سیفی نے یکدم بجز کرتے ہوئے کہا وہ بے وقوف نہیں تھا جو بار بار ماہ نم کا فون کاٹنا سمجھ نہ پاتا اور ویسے بھی جاسم نام کی پھانس اس کے سینے میں گڑی ہوئی تھی اسے لگا کہ وہ ماہ نم محض ان کا احسان اتارنے اور اسی کی وجہ سے اس کے بچا کے ہاتھوں زخمی ہونے کی وجہ سے ہمدردی میں آ کر ایک جذباتی فیصلہ کر رہی ہے اور اسے عورت کے اس دوہرے روپ سے شدید نفرت تھی اور یہ نفرت غصے کا روپ دھار کر آج ماہ نم کے سامنے آ گئی تھی۔

وہ ایک پل کے لیے صدمے سے گنگ بیٹھی رہ گئی تھی۔

"میں جس وجہ سے گھر سے نکلی تھی کیا آپ نہیں جانتے؟" انکل یا کاکا نے آپ کو نہیں بتایا۔" اپنے متعلق صفائی دینا اسے دنیا کا مشکل ترین کام لگ رہا تھا، الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر منہ سے ادا ہوئے تھے۔

"انہوں نے مجھے کیا بتانا تھا یا میں نے کیا پوچھنا تھا کیا میں خود نہیں جانتا عاصم نے خود مجھے فون پر بتایا تھا کہ تم دونوں نکاح کرنے جا رہے ہو اور اس رات کیا تم عاصم سے کسی پکچر کو دیکھنے نکلی تھی کس کو فریب دے رہی ہو تم عورت کے اس مکار اور بے وفا روپ سے بہت اچھی طرح واقف ہوں میں۔" وہ چیخا تھا تمام حقائق کا بغور مطالعہ کرنے کی بجائے وہ غصے میں جو منہ میں آیا بولتا چلا گیا ماہ نم کا یوں گھبرا کر فون کاٹنا اور رانگ نمبر کہنا جبکہ وہ خود موقع پا کر اس کا سیل چیک کر کے عاصم کی بے شمار کالز دیکھ چکا تھا اگر وہ بے قصور تھی تو پھر کیوں چھپائی کیوں وہ یہ سب برداشت نہیں کر پایا تھا اور آخر کار اس پر چلا اٹھا درحقیقت اس کی اصلیت اس پر ظاہر کرنے کے لیے وہ عورت کے بے وفا روپ سے ڈسا ہوا تھا رگ رگ میں اس کا زہر پھیلا ہوا تھا اتنی آسانی سے وہ اس سوچ سے نجات کیسے پا لیتا۔

"بس اب ایک لفظ اور نہیں میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں اپنے کردار پر اٹھنے والی انگلی ہرگز نہیں نہ ہی اب میں تمہیں بتاؤں گی کہ اس رات میں کس مصیبت سے دوچار ہو کر عاصم کی یوں مدد لینے پر تیار ہوئی تھی، اصل میں غلطی میری تھی میں نے سوچا تمہارے اندر چھپے بہترین انسان کو میں کھوج لوں گی لیکن نہیں تمہارے لیے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں برابر ہی ہیں ایک عورت کی بے وفائی کا بدلہ تم اس دنیا کی ساری عورتوں سے لو گے آئی کانٹ بیلیو دس، تمہاری آنکھوں پر تو شک کی پٹی بندھی رہے گی اور میں چوبیس گھنٹے اپنے ہاتھوں میں اپنا کریکٹر سرٹیفکیٹ لے کر نہیں گھوم سکتی سو مسٹر اسفند علی آج سے آپ کی اور میری راہیں جدا ہیں کل ہی کسی وومن ہاسٹل شفٹ ہو جاؤں گی۔" وہ تن فن کرتی اٹھی تھی اور دھاڑ سے دروازہ بند کرتی کمرے سے نکلتی چلی گئی تھی سیفی نے غصے میں پاس پڑا اسٹول زور سے فرش پر پھینکا تھا اماوس کی رات اور سیاہ ہو گئی تھی۔

☆☆☆

وہ نائٹ پرسن ہونے کے باوجود صبح سویرے اٹھ جاتا تھا اس کی آنکھ وقت پر کھلی تھی، حالانکہ رات اس نے کافی بے چین نیند لیتے ہوئے گزاری تھی لیکن آج اس کا کمرہ خالی سا تھا کسی نے نماز فجر ادا کر کے اپنے پاکیزہ اور پر نور چہرے کے ساتھ اس پر دم کر کے کچھ نہیں پھونکا تھا وہ دھیرے سے اٹھ کر اسٹک کی مدد سے باغ میں چند قدم واک کرنے لگا وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی دل کچھ مضطرب ہوا تھا وہ جلد ہی واپس کمرے میں آ گیا، آج کسی نے اس کے گلدان میں تازہ پھول نہیں سجائے تھے اور نہ ہی مسکراتی

آواز کے ساتھ ناشتے میں کیا بناؤں پوچھا تھا۔

''اور جب وہ کسی مشکل سی ڈش کا نام لیتا تو وہ اپنی چھوٹی سی ناک بلکی سے چڑھا کر کہتی۔''

''اوہ یہ مجھے آتی تو ہے لیکن شاید آپ جتنی اچھی نہ بنا پاؤں آپ جب بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے تو میں آپ سے ایسی تمام ڈشز بنانا سیکھوں گی کاکا بتاتے ہیں یو آر بیسٹ کک بچپن سے ہی آپ کو کوکنگ کا جنون ہے۔''

وہ بہت اچھا ایکٹ کرتی تھی اور اس کے چکھنے پر پر امید نظروں سے دیکھتی تھی لیکن اسے زچ کرنے کے لئے وہ کچھ نہ کہتا تب وہ تھوڑا سا منہ پھلاتی اسے اس کی یہ ادا بہت اچھی لگتی لیکن چہرے پر آنے والی مسکراہٹ چھپا جاتا۔

کچھ ہی دیر بعد شکور اس سے ناشتے کو پوچھنے آیا تو اس نے بے دلی سے لانے کو کہہ دیا اب دل حقیقی معنوں میں بے چین ہوا تھا تو کیا ان کے درمیان جدائی کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو چکا ہے کیا واقعی وہ یہ گھر چھوڑ کر چلی گئی۔

''ہونہہ اس میں تو وہ ماہر ہے۔'' وہ پھر سے زہر خند ہوا تھا۔

''آئینہ دیکھنا کسی کے بس کی بات نہیں۔'' رات میں جو کچھ ان کے درمیان ہوا وہ خود کو اب بھی اپنی جگہ پر درست گردانتا تھا۔

''چلو اچھا ہوا اتنے دنوں سے جو ڈرامہ شروع ہوا ہوا تھا جلد ہی اپنے انجام کو پہنچا۔'' اس نے دل مضطرب کو دلاسہ دینا چاہا لیکن وہاں پر تو سناٹے کا راج تھا بھی مختار صاحب ناک کر کے اس کے کمرے میں آئے وہ کافی پریشان دکھائی دے رہے تھے۔

''دمینفی تم نے ماہ تم سے کیا کہا ہے وہ یہ گھر چھوڑنے کی بات کر رہی ہے۔'' اپنے لہجے کو نرم اور پر سکون رکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

''اوہ تو وہ ابھی یہیں ہے۔'' اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''ابھی وہ میرے کمرے میں آئی اور اس نے کہا کہ اسے کسی وومین ہاسٹل میں بھیج دیا جائے، اب وہ مزید یہاں نہیں رک سکتی، پوری پیکنگ کر چکی ہے وہ اور مزید کچھ بتا بھی نہیں رہی سوائے رونے کے تم دونوں کا جھگڑا ہوا ہے؟'' انہوں نے پھر پوچھا۔

''جانی ہے تو جائے آپ کیوں اتنے پریشان ہو رہے ہیں اسے ایک نہ ایک دن تو جانا ہی ہے وہ اپنے گھر سے میرا ساتھ نبھانے کے لئے تو نہیں نکلی تھی اس کا بزدل عاشق واپس آ چکا ہے۔'' غصہ حد سے سوا ہوا تھا بدگمانی عروج پر تھی۔

''کون؟ وہ عاصم؟'' انہیں شاک لگا۔

''جی محترمہ کا فون اس کی مس کالز سے بھرا پڑا ہے ڈیڈ کیا آپ عورت کو جانتے نہیں بے وفائی اس کی گھٹی میں پڑی ہے بس ابھی آئینہ میں نے اس کو دکھایا اور آئینے میں کوئی بھی اپنی اصلی بدصورت شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔'' اس نے کندھے جھٹکتے ہوئے خود کو لاپرواہ ظاہر کرنا چاہا۔

''اس نے وہ گھر کیوں چھوڑا تم جانتے نہیں، اس نے تمہیں بتایا نہیں؟'' وہ اصل بات کی تہہ تک پہنچتے ہوئے اس سے پوچھ رہے تھے۔

''دمینفی تم نے اسے بہت ہرٹ کیا ہے بہت دکھ دیا ہے وہ بہت پیاری نیک اور اچھی بچی ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو ایسا کچھ نہیں پہلی ملاقات میں اس نے مجھے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تھا، اس کا حوصلہ اور بہادری دیکھ کر ہی میں نے اس کی ۔ کرنے کی ٹھانی تھی کیا میں اس وقت اسے دارالامان نہیں بھیج سکتا تھا فوری طور پر تم سے نکاح کرنے کی ہی تجویز کیوں دی جبکہ وہ کسی اور کے ساتھ بھاگنے کے ارادے سے آتی رات گئے اپنے گھر والوں کو دھوکہ دے کر نکلی تھی تمہارے خیال میں اس کے چچا اپنی مرضی سے اس کی شادی نہیں کرنا چاہ رہے تھے اور وہ اس عاصم میں انٹرسٹڈ تھی اگر ایسا ہی تھا تو کیا میں ایسی لڑکی کو بہو بنا لیتا اتنے سامنے کی چیز پر بھی تم نے غور کیا ہی نہیں اور میں سمجھتا رہا کہ تم اس کی تمام پرابلمز سے آگاہ ہو۔'' وہ دکھ اور حیرت سے اسے مخاطب کرتے چلے گئے سیفی ان کی بات پر چونک کر انہیں دیکھتا رہ گیا اور پھر انہوں نے ماہ تم کی تمام کہانی سنائی ماں باپ کے ایکسیڈنٹ سے لے کر قرآن سے نکاح کرنے تک کی کہانی اس کی پھپھو کا اسے گھر سے فرار ہو جانے کا مشورہ کسی بھی جاننے والے لڑکی کی مدد لینا کسی کلاس فیلو جسے وہ جانتی ہو اور جو اس کی مدد کر سکے اس سے نکاح کر کے اس عذاب سے نکل جانے کا مشورہ وہ اسے سبھی کچھ بتاتے چلے گئے اور سیفی گم صم سنتا چلا گیا۔

''اور ان سب سے بڑھ کر میں جان گیا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جسے تم پسند کرتے ہو اور میرے پاس یہی ایک موقع تھا تمہیں گھیر کر شادی کروانے کا ورنہ تم ماں باپ کی کوتاہیوں کا بدلہ تم ساری عمر شادی نہ کر کے لینے کی ٹھان چکے تھے کتنے ضدی ہو تم مجھ سے زیادہ کون واقف ہو گا اس سے مجھے یقین تھا ایک بار تم دونوں نکاح جیسے پاکیزہ بندھن میں بندھ جاؤ تو بہت جلد بدگمانی کے یہ بادل چھٹ جائیں گے لیکن مجھے نہایت دکھ سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آج تمہاری اس بدگمانی نے اس لڑکی کو بہت ہرٹ کیا ہے وہ اچھی ہے سیفی تمہیں چاہتی ہے محبت کرتی ہے تم سے اور ایسا انسان جو آپ کو آپ کی برائیوں سمیت قبول کرے اور آپ کو اندھیروں سے نکالنے کا خواہاں ہو اسے ٹھکرا دینا بہت بڑی حماقت ہے اس نے ہی مجھے سمجھایا کہ بات کرنے سے دوریاں سمٹ جائیں گی ورنہ مجھ میں ہمت کہاں تھی تمہارے دکھ اور گلے شکووں کا سامنا کرنے کی میں بہت کمزور انسان ہوں بیٹا میری یہ خامی ہی تو ہمیں اس مقام پر لے آئی لیکن اس مضبوط اور بہادر لڑکی نے مجھے اکسایا دن رات اس نے تمہاری خدمت کی ہے کیا ہم دیکھ نہیں رہے تھے کہ تم اسے کیسے تنگ کرتے ہو لیکن اس نے کاکا اور مجھے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ تمہیں ٹوکے نہ ایک دفعہ اندر کا زہر نکل جائے تو سب بالکل ٹھیک ہو جائے گا چاہے اس زہر سے اس کا سارا جسم نیل و نیل ہو جائے لیکن وہ بہت خوددار اور باکردار لڑکی ہے تم نے شاید انجانے میں ہی سہی اس کے کردار کو نشانہ بنایا ہے اسے وہ برداشت نہیں کر سکے گی میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن وہ کسی صورت یہاں پر رکنے پر تیار نہیں اس نے مجھے عاصم کے فون کا بتایا تھا اور یہ بھی کہ جس دن اس نے اسے فون کیا اسی روز اس نے واضح طور پر بتا دیا تھا کہ اس کا نکاح سیفی سے ہو چکا ہے اور وہ اس بزدل شخص کو صرف اس لئے معاف کر چکی ہے کہ اس مشکل وقت میں پیٹھ دکھانے پر اسے ایک اتنے اچھے انسان کا ساتھ ملا ہے اور آئندہ اسے فون کرنے کی جرأت نہ کرے میرے سامنے اس نے بات کی تھی اس سے اور وہ ڈھیٹ انسان بس بکواس کرتا رہا کہ ایک کرپٹ اور فلرٹ انسان سے نکاح سے بہتر ہے کہ وہ اس کی جانب پلٹ آئے اس کے گھر والوں نے اسے مجبور کر دیا تھا کہ وہ فوری طور پر غائب ہو جائے اور وہ سب گھر والے تمہاری صورت میں آنے والی مصیبت سے بچنے کے لئے کسی رشتے دار کے

گھر جا بیٹھے لیکن اب جب اس کے چچا بھی نہیں رہے تمام مصائب ختم ہو گئے ہیں اور اس نے بھی آخر کار اپنے گھر والوں کو منا لیا ہے تو اسے واپس پلٹ آنا چاہیے ذخیرہ وغیرہ بہت بے بھاؤ کی سنائی تھیں ماہ نم نے اسے تبھی اس نے ترجیح دی تھی اس پر اگر اس کا کہیں پر اس کے ساتھ کوئی دلی لگاؤ ہوتا تو کیا وہ فوراً اسے ٹھکرا دیتی اور پھر میرے سامنے ساری بات کیوں کرتی وہ اندر اور باہر سے شفاف لڑکی ہے ہم لوگوں نے یہ بات فی الحال تم سے اس لیے مخفی رکھی کہ ابھی تم اس سچائی کو صحیح طور پر جانچ نہ پاؤ گے اور نہ اس نے اس کو زیادہ اہمیت دی اس کے بعد وہ جب بھی کال کرتا رہا اس نے اٹینڈ نہیں کی اور بس۔"

"سیفی ہو سکے تو اسے منا لو بیٹا۔" تمام حقائق سے پردہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے بڑی لجاجت سے کہہ کے سر جھکائے خاموش بیٹھے سیفی سے کہا جس کے چہرے پر پشیمانی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔

"وہ اس گھر کی رونق ہے میری بیٹی ہے مجھے تمہارے ہی جتنی عزیز ہے اور میں شاید اس کی بات ماننے پر مجبور ہو جاؤں وہ اگر تم سے الگ ہونے کا فیصلہ کرے گی تو مجبور ہو جاؤں گا اس کا ساتھ دینے کو، مجھے مجبور مت ہونے دو بیٹا۔" آخر میں ان کی آواز بھرا گئی تھی اور وہ خاموشی سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔

☆☆☆

اک صحرا
جس کے ذرے چنتے چنتے
میری انگلیاں شل ہو جائیں گی
ایک سمندر
جس کے قطرے پیتے پیتے
میری سانس اکھڑ جائے گی

واقعی انگلیاں شل ہو گئیں تھیں کانچ جیسے ذرے ذرے چنتے چنتے اس نے لاؤنج پر پڑے صوفے پر بیٹھے اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھتے ہوئے سوچا اور اس کے بدگمانی کے سمندر کو پیتے پیتے اگر اس کی سانس بھی اکھڑ جائے تو کیا بس یہ سمندر تمام ہو لیکن کسی کی گناہ پر اسے مصلوب کرتا اور شک کی صلیب پر چڑھا دینا اسے کسی قیمت پر منظور نہیں تھا دل کی آہ و بکا پر اس نے کان بند کر لیے تھے وہ اٹل فیصلہ کر چکی تھی اور اب دنیا کی کوئی طاقت اس کے فیصلے کو بدل نہیں سکتی تھی اپنے ارادوں میں تو وہ لوہا تھی۔

"بیٹا رانی!" کاکا جان قدرے گھبرائے سے اس کے پاس آئے تھے وہ جو انتظار میں بیٹھی تھی چونک کر انہیں دیکھا۔

"بڑے صاحب کی طبیعت اچانک بہت خراب ہو گئی ہے، ڈاکٹر کو فون کیا ہے۔" مختصر سا کہہ کر وہ مختار صاحب کے کمرے کی جانب چلے گئے ماہ نم کو فوری طور پر سمجھ نہ آیا وہ کیا کرے جب وہ اس گھر اور اس کے مکینوں سے تمام رشتے ختم کر کے جا رہی تھی تو کیا فرق پڑتا ہے کہ اس گھر کے مکین کس حال میں ہو لیکن وہ تیزی سے اٹھ کر ان کے کمرے کی جانب دوڑی تبھی سیفی بھی گھبرایا سا اپنے کمرے سے نکلا وہ دونوں ایک پل کو ٹھہرے اور ماہ نم اس سے آگے چلتی ہوئی قدرے بھاگتی ہوئی مختار صاحب کے کمرے میں پہنچی، وہ بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے چہرہ زرد آنکھیں بند ماتھے پر پسینہ اور سانس کھینچ کھینچ کر لے رہے تھے ماہ نم ان کی حالت دیکھ کر گھبرا اٹھی سیفی بھی کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا ہوا ہے کاکا جان؟" اس نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"پتہ نہیں میں کمرے میں آیا ناشتے کا

پوچھنے تو یہ فرش پر گرے پڑے تھے۔"

یہ سن کر وہ دونوں بوکھلا کر رہ گئے اتفاق سے چند منٹوں کی دوری پر ایک ڈاکٹر کا گھر تھا ڈاکٹر کاکا جان کے کہنے پر فوری طور پر انہیں بلا کر لے آیا انہوں نے آتے ہی بی پی چیک کیا کاکا جان سے ان کی طبیعت کے متعلق چند سوالات کیے اور کچھ میڈیسن اپنے میڈیکل باکس سے نکال کر انہیں کھلانے کو فوری طور پر کہا کاکا جان نے خود ہی نیم بے ہوش مختار صاحب کو میڈیسن کھلائی۔

"جیسا کہ آپ بتا رہے ہیں ان کا بائی پاس ہو چکا ہے ایسے میں اچانک بی پی خطرناک حد تک بڑھ جانا بہت خطرناک بات ہے ایج فیکٹر بھی ہے اس ایج میں انسان کے نروس کمزور ہو جاتے ہیں مجھے لگتا ہے انہیں اچانک کوئی صدمہ پہنچا ہے ان کے نروس کے لیے کسی بھی قسم کا سٹریس نقصان دہ ہو سکتا ہے کوشش کریں ان کے مزاج کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔" ڈاکٹر سیفی اور ماہ نم کو یہ کہہ کر چلتا بنا اور وہ دونوں اپنی جگہ خاموش کھڑے رہ گئے۔

جس شخص نے اول دن سے اسے پیار اور اعتبار دیا آج وہ ان کی پریشانی سبب بن گئی تھی یہ سوچ اسے ندامت کے احساس میں گھیرے ہوئے تھی وقتی طور پر وہ سیفی اور اپنا معاملہ بھلا گئی تھی۔

"بیٹا رانی ڈرائیور آپ کا انتظار کر رہا ہے سامان اس نے گاڑی میں رکھ لیا ہے وہ آپ کو ورکنگ وومن ہاسٹل چھوڑ آئے گا۔" چند گھنٹوں کے بعد کاکا جان نے ماہ نم کے قریب آ کر اسے اطلاع دی ماہ نم خاموش نظروں سے بس انکل مختار کو دیکھتی رہ گئی۔

"یہ کہیں نہیں جا رہی ہیں کاکا ان کا سامان واپس رکھوا دیں۔" کرسی پر بیٹھے سیفی نے حتمی لہجے میں کہا کاکا جان فوراً کمرے سے نکل گئے۔

"میں آپ کے حکم کی پابند نہیں ہوں۔" ماہ نم کو اس کے تحکمانہ رویے پر پھر سے غصہ آیا تھا۔

"جانتا ہوں حکم نہیں دے رہا درخواست کر رہا ہوں ڈیڈ ہوش میں آ کر سب سے پہلے آپ کا پوچھیں گے اور آپ کو یہاں نہ پا کر پہنچنے والا یہ صدمہ ان کے لیے ناقابل برداشت ہو گا اور میں ڈیڈ کو کھونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا لہٰذا میری درخواست ہے کہ آپ کچھ عرصے کے لیے رک جائیں۔" ماہ نم سیفی کو نرم اور انداز تخاطب پر دم بخود کھڑی رہ گئی۔

وہ خود کون سا جانا چاہ رہی تھی وضو کر کے وہیں پر جائے نماز بچھا کر دو نوافل ادا کرنے لگی تھی انکل مختار کی زندگی اور صحت کے لیے اس کے ہاتھ اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کی صورت میں اٹھے ہوئے تھے۔

"اس بندی کے پاس ہر مشکل کا حل اس صورت میں موجود ہے تبھی تو کوئی مشکل اس کے لیے بڑی نہیں رہتی۔" سیفی اسے نوافل ادا کرتا دیکھ کر بس سوچ کر رہ گیا۔

"سیدھی طرح سے کہہ نہیں سکتا تھا کہ ماہ نم اب بھی اس گھر سے نہیں جائے گی اور اس کے گزشتہ رویوں کو معاف کر کے وہ اس کے ساتھ ایک خوبصورت زندگی کا آغاز کرے وہ تمام عمر اسے اعتبار اور پیار دے گا اور بھول کر بھی ایسی گھٹیا بات نہیں سوچے گا۔" دل نے اسے لتاڑا لیکن اس انا پرست انسان کے لیے اتنی کومل نازک سی لڑکی کو معافی مانگ کر منانا ماؤنٹ ایورسٹ سر کرنے کے برابر لگ رہا تھا۔

آدھے گھنٹے کے بعد مختار صاحب کے وجود میں حرکت ہوئی سیفی جلدی سے اٹھ کر ان کے

قریب آیا۔

''ڈیڈ کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟'' پریشانی سے پوچھے گئے سوال پر انہوں نے نیم وا آنکھوں سے سر کو جھکنے سے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا۔

''ماہ نم...... ماہ نم چلی گئی۔'' نحیف آواز میں انہوں نے پریشانی سے استفسار کیا تھا اور باپ کی ماہ نم کے متعلق اتنی محبت دیکھ کر اسے جیلسی نہیں بلکہ انجانی سی خوشی محسوس ہوئی تھی وہ دونوں باپ بیٹا ایک مرکز پر آن کر اکٹھے ہو گئے تھے اور وہ مرکز تھا ماہ نم۔

''نہیں انکل میں آپ کو ایسی حالت میں چھوڑ کر جا سکتی ہوں؟'' ماہ نم سلام پھیر کر تیزی سے اٹھ کر ان کے قریب آ کر بولی تھی۔

اسے دیکھ کر ان کے چہرے پر اطمینان کے سائے لہرائے تھے اور انہوں نے نقاہت سے آنکھیں موند لیں تھیں کمرے میں تین نفوس کی موجودگی میں بھی خاموشی طاری تھی، کچھ لمحے یونہی سرک گئے تھے۔

جب کاکا جان ہاتھ میں فریش ایپل کا گلاس تھامے کمرے میں داخل ہوئے۔

''صاحب کے پاس میں موجود ہوں آپ دونوں کا ناشتہ میں سیفی بابا کے کمرے میں ہی لگوا آیا ہوں ناشتہ کر کے آپ کو دوائی کھانی ہے اور بٹیا رانی بھی صبح سے یونہی خالی پیٹ ہے آپ دونوں اپنا خیال نہیں رکھو گے تو صاحب کا کون خیال رکھ پائے گا۔'' کاکا جان نے گلاس کا جوس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں تم لوگوں نے ابھی ناشتہ بھی نہیں کیا چلو جاؤ ناشتہ کرو جا کر۔'' مختار صاحب نے آنکھیں کھولتے ہوئے جلدی سے کہا۔

''آپ نے بھی تو ناشتہ نہیں کیا ہم سب ہی ناشتہ کریں گے۔'' سیفی نے مختار صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں نہیں میں ابھی بس جوس لوں گا تم دونوں ناشتہ کر آؤ پھر میں ماہ نم سے کوئی مزیدار سی پرہیزی ڈش بنوا کر کھاؤں گا۔'' مختار صاحب جلدی سے بولے۔

''ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے جائیے آپ دونوں ناشتہ کر آئیں میں ہوں یہاں پر۔'' کاکا جان بھی جلدی سے بولے اور ان دونوں کے اصرار پر وہ دونوں بالآخر باہر کی جانب بڑھے ماہ نم کا سیفی کے کمرے میں جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن جب کاکا جان دروازے تک آئے دروازے کو بند کرنے تو مجبوراً ماہ نم کو سیفی کے پیچھے اس کے کمرے میں داخل ہونا پڑا کاکا جان اسے دیکھ ہی ایسے رہے تھے کہ پزل ہو کر وہ جلدی سے کمرے میں چلی آئی۔

نظریں جھکائے وہ خفا سی پلٹ کر کمرے سے باہر جانے کو تھی جب سیفی نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر اپنی جانب کھینچا اور اس صورت حال کے لئے تیار نہ تھی اور قدرے لڑکھڑا کر سیفی کے قریب آن کھڑی ہوئی سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملا کہ سیفی نے اس ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھتے ہوئے اس کے اور قریب ہوا، ہاتھ کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ چھڑا ہی نہیں پا رہی تھی۔

عمر بھر کی ہیں مسافتیں یہ دوریاں یہ فاصلے
تم چاہو تو کچھ عجب نہیں یہ پل ہیں سر ہو جائیں
میں کاٹ سکوں گا تنہا نہ تم کاٹ سکو گے
یہ زیست کے کٹھن راستے ہمسفر ہو جائیں

سیفی کی بوجھل اور گمبھیر آواز اس کے بے حد قریب ابھری تھی۔

''چھوڑیے میرا ہاتھ۔'' وہ تروس ہو گئی تھی لیکن ان لمحات میں وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی بات اس کے کردار کی تھی وہ اسے کسی صورت معاف کرنے کو تیار نہیں تھی۔

''چھوڑ دیا لیکن اب یار صرف ایک بار تم میری بات سن لو پلیز۔'' وہ ملتجی لہجے میں بولا ہمیشہ سے سیفی کو خفا، ضدی اور سرکش روپ میں دیکھا تھا۔

''مجھے اب آپ کی کوئی بات نہیں سننی انکل کی یوں اچانک طبیعت خراب نہ ہوتی تو میں کب کی جا چکی ہوتی۔'' اس نے غصیلے اور جتاتے ہوئے لہجے میں واضح کیا تھا۔

''میں تمہیں فورس تو نہیں کر سکتا لیکن میری گزارش ہے ایک بار آرام سے میری بات سن لو۔'' وہ پھر نرم لہجے میں بولا ماہ نم کے اکھڑ اور فیصلے انداز پر بھی اسے غصہ نہیں آیا تھا اور ایک بار پھر نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر سامنے صوفے کی طرف جانا چاہا جب ماہ نم کو بے تحاشہ غصہ آ گیا اور اس نے تیزی سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے قدرے چلاتے ہوئے کہا۔

''مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی تعلق ختم ہو چکا ہے۔'' اس نے پلٹ کر جانا چاہا، سیفی تیزی سے آگے بڑھ کر دیوار کے ساتھ اسے لگائے ہوئے جانے کی تمام راہیں بند کر دیں اور دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی اور سیفی اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر ٹکائے اس کے بے حد قریب اپنی بانہوں کا گھیرا ڈال کر کھڑا ہو گیا۔

''کیسے نہیں سننی تمہیں میری بات اور کچھ ختم نہیں ہوا میں تمہیں ختم کرنے نہیں دوں گا کب سے کہہ رہا ہوں آرام سے بات کر لوں لیکن تم ہو کہ...... تم نے سوچا بھی کیسے کہ میں تمہیں جانے دوں گا تم میری زندگی ہو اور زندگی کو کوئی بھی ہاتھ سے یوں جانے نہیں دیتا۔'' سیفی نے عجز سے ہوئے غصے میں اترا دفا کیا ماہ نم جہاں اس کی قربت سے گھبرائی تھی وہاں اس کا یوں اچانک اظہار سن کر اپنی جگہ تھم سی گئی لیکن اگلے ہی پل اس نے اس کی گرفت سے نکل جانا چاہا وہ دل کو اب ان لمحات کی زد میں ہرگز نہیں لانا چاہتی تھی۔

''شی، ڈونٹ موو، لسن می۔'' سیفی اس کے اور قریب ہوا تھا اس کے چہرے پر اس کی گرم سانسیں پڑ رہی تھیں اس کا وجیہہ مضبوط سراپا اسے ایک آہنی دیوار کی مانند لگا۔

''زندگی ہوں بھی تو مجھے ذلیل کیا، بغیر بھروسے کے میں ایسی زندگی تو کبھی نہ جیوں۔'' وہ پھر بکی تھی۔

''معاف کر دو بس ایک بار معاف کر دو غلطی ہو گئی میں نے آج تک ایسے جملے کسی سے نہیں کہے تم جانتی تو ہو مجھے کچھ بھی تو چھپا نہیں رہا تم سے میرے ماضی کی تلخیوں کو سامنے رکھ کر ایک موقع نہیں دو گی مجھے، میں ہمیشہ عورت کو ایک بے وفا خود پرست اور لالچی سمجھا لیکن عورت کے پاکیزہ شفاف اور پرخلوص روپ سے تم نے مجھے آشنا کیا میں تو تمہارا پہلی نظر کا اسیر ہو گیا تھا لیکن تم پہلی ہی نظر میں ڈیپارٹمنٹ کے کاریڈور میں دھیرے دھیرے سے چلتی ہوئی سیدھی میرے دل میں اتر گئی تھی تمہاری اس جرأت پر حیران کھڑا رہ گیا تھا کلاس میں تمہارا تعارف کرانا اور میرا تمہیں ستانا اصل میں تو میں اپنے دل کو باور کرا رہا تھا کہ تم میں ایسا کچھ نہیں جو میں پہلی نظر میں چاروں شانے چت ہو گیا دل کی ہٹ دھرمی کو دبانے کے لئے ہی تمہیں زچ کرتا رہا ہر جگہ پہ اور اس رات مجھے پہلی بار صحیح معنوں میں ادراک ہوا کہ تم میرے دل کی دنیا بدل چکی ہو تبھی تو تمہاری خوشی کے لئے میں تمہیں کسی اور کو سونپنے کو بھی تیار ہو گیا لیکن قدرت مجھ پر مہربان تھی اور تم

میرے نام کر دی گئی تب میں تم سے بھاگنے لگا کہ میرے پاس تم کسی کی امانت ہو اور محبت کا حصول انسان کی کتنی بڑی خوشی ہے مجھ سے بہتر کون جانتا تھا اور محبت کا چھن جانے کا دکھ کیا ہے یہ رگوں کو کاٹنے والا درد میں تمہیں نہیں دینا چاہتا تھا، اس لئے عاصم کو کہیں سے بھی ڈھونڈ کر تمہارے سامنے لا کھڑا کرنا چاہتا تھا بظاہر میں تم سے لاپرواہ تھا لیکن تمہاری سوجی ہوئی آنکھیں تمہارا افسردہ چہرہ تمہارا وہ الجھا سا حلیہ مجھے بے چین کیے رکھتے تھے میں سمجھتا تھا کہ تم عاصم کی وجہ سے غمگین ہو جبھی تو نکاح کے باوجود رخصتی نہ ہونا اور اسے محض کاغذی رشتہ بنائے رکھنا کی شرط رکھی تھی تم نے لیکن پھر میں نے تم میں بدلاؤ دیکھا میرے زخمی ہونے سے پہلے ہی تم زندگی سے سمجھوتہ کر کے آگے بڑھنے لگی تمہارے چہرے کا سکون مجھے بناوٹی لگتا میں تمام عمر تمہارا سمجھوتہ بننے کو تیار نہیں تھا میرے زخمی ہونے کے بعد تم میری ہمدردی میں اس رشتے کو قبول کرلو مجھے منظور نہیں تھا تب میں تمہیں خود سے متنفر کرنے کے لئے تمہیں اور زچ کرنے لگا تب میرا دل مجھ سے لڑتا تھا ہمدردی میں کوئی اتنا آگے نہیں جاتا یہ لڑکی تم سے محبت کرنے لگی ہے اس کی نظروں میں تمہارے لئے ایک خاص جذبہ ہلکورے لے رہا ہوتا ہے تمہارا میرے لئے ڈیڈ کو قریب لانا غیر محسوس انداز میں انہیں میرے پاس بٹھائے رکھنا چائے کافی یا شطرنج کے بہانے میری ڈھکی چھپی مسکراہٹ پر تمہاری آنکھوں میں خوشی کے رنگ بھر جانا میرے کرب میں میرے دکھ پر تمہارا بے چین رہنا اور میری قربت سے تمہارا گھبرانا بظاہر تو تم بے نیازی کا لبادہ اس وقت اوڑھے رکھتی تھی لیکن تمہاری حیا تمہارا اختلاط انداز چھپائے نہ چھپتا تھا کیا یہ صرف ایک ہمدردی تھی ہرگز نہیں میرا دل

تمہارے ہر انداز پر مجھے سمجھاتا اور میں اپنے منہ میں اس کی آواز کو دباتا عاصم کے متعلق بتا کر میں نے تمہیں خوشخبری اپنی طرف سے سنائی تھی میرا خیال تھا کہ کھوئی ہوئی محبت کے بارے میں سن کر تم کھل اٹھو گی لیکن اس وقت میں نے تمہاری آنکھوں میں جلتے دیپ بجھتے دیکھے تمہاری نظروں کا شکوہ اور کرب مجھے میری نظروں میں گرا گیا تم خفا ہو کر کمرے سے نکل گئی اور یہ کمرہ خالی ہو گیا میرے دل کی طرح، میں صبح سے تمہیں کھوج رہا ہوں، میں ڈر گیا تھا ماہ نم بہت بری طرح سے ڈر گیا تھا کہ واقعی تم اس گھر کو چھوڑ کر چلی گئی ہو تم میرے جینے کی وجہ ہو تمہارے بغیر سانس لینا دوبھر لگا لیکن میں اپنی محبت کی قربانی تو اس بے وقوفی کی نظر کر رہا تھا کہ تم اور عاصم......"

"میرے سامنے اس کا نام مت لیں میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ بزدل لوگوں کی میری زندگی میں کوئی گنجائش نہیں۔" ماہ نم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے قدرے خفگی سے کہا اور اس کے پرفسوں اظہار سنتے ہوئے بھی وہ اسے ٹوکے بغیر رہ نہ پائی۔

"او کے سوری مسز اسفند اور جب ڈیڈ نے مجھے تمہارے متعلق تمام حقائق سے آگاہ کیا تو میں اپنی ہی نظروں میں گر گیا رات تمہیں اتنے گھٹیا الفاظ میں کیسے کہہ گیا میں تم سے محبت ہی نہیں تمہارا بے حد احترام بھی کرتا ہوں تم نے تو مجھے عورت کے مضبوط کردار اور باحیا روپ سے آشنا کیا تھا میں شرمندگی کی دلدل میں دھنستا چلا گیا تم سے معافی مانگنا تو درکنار تمہارا سامنا کرنے کی بھی ہمت نہیں رہی تھی مجھ میں، تم شاید یونہی خفا اس گھر سے چلی جاتی اور میں معافی مانگنے کی ہمت نہ کر پاتا لیکن ڈیڈ نے میرا مسئلہ حل کر دیا اور ان کے کمرے میں بیٹھے میں اندر سے

تمہارے ساتھ بات کرنے کی ہمت جوڑتا رہا تب مجھ پر ایک اور بات بھی واضح ہوئی تم صرف میرے دل کو ہی اپنا اسیر نہیں کیے بیٹھی ہو بلکہ اس گھر کی در و دیوار، کاکا جان اور ڈیڈ کو بھی اسیر بنا چکی ہو میں اپنے دل سمیت ان سب کو مایوس نہیں کر سکتا پلیز رات جو کچھ ہوا اور اس سے پہلے بھی میں نے تمہیں جب بھی تنگ کیا مجھے ان سب پر معاف کر دو آئی لو یو سوچ لیکن پھر بھی میں تمہیں اپنی محبت قبول کرنے پر مجبور نہیں کروں گا میں بہت برا انسان ہوں میرے ساتھ زندگی گزارنا آسان نہیں تم سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو، یہ تمہاری زندگی ہے اور......"

"مجھے کوئی مجبور نہیں کر سکتا اور نہ ہی آپ برے انسان ہیں آپ کے اندر میں نے ایک خوبصورت انسان کھوجا ہے اور اس سے محبت کی ہے یونیورسٹی میں آپ کے متعلق جو باتیں اور قصے مشہور تھے اور پھر آپ کا انداز اور حلیہ ظاہری سی بات ہے کوئی اچھی رائے تو میں قائم نہیں کر سکتی تھی پھر ہمارے درمیان ہونے والی جھڑپ لیکن آنے والے وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ زندگی دھوپ تم گھنا سایہ کی طرح ہو مجھ پر جب بھی تلخ دھوپ پڑنے لگی تم میرے آگے تن کر کھڑے ہو گئے چچا جان نے جب ہاتھ اٹھایا تم کس طرح سے آگے آئے تھے پہلی بار میں نے اپنے اندر تحفظ کے احساس کو پھیلتے محسوس کیا پھر وہ لڑکی بینا تب بھی، اور پھر دھیرے دھیرے میں یہ جانتی گئی یہ شخص اتنا برا ہرگز نہیں جتنا نظر آتا ہے، اپنے سے کمزور لوگوں کا خیال رکھنا کسی خود غرض انسان کا شیوہ تو نہیں ہو سکتا چپکے سے نوکروں کی ضروریات پوری کرنا اور پھر اس رات تم نے مجھے اپنے کمرے میں داخل نہیں ہونے دیا کہ تم نے ڈرنک کر رکھی تھی تب مجھے تمہارے کردار کی مضبوطی کا احساس ہوا اور دل تمہاری طرف مائل ہونا شروع ہوا اور پھر میں تمہاری خوبیوں سے متاثر ہوتی چلی گئی، بینا کے سامنے بے خبری میں تم نے میرے متعلق اپنے احساسات کو واضح کر دیا تھا یہ کہہ کر یہ مجھے دل و جان سے قبول ہے اور میری بیوی جیسے الفاظ میں اس روز تمہاری اپنے متعلق فیلنگز جان گئی تھی لیکن بظاہر تمہارا لاپرواہ، سرد رویہ، تمہارا کھنچا کھنچا سا رہنا کیوں تب کاکا جان نے تمہارے متعلق بتا کر میری تمام الجھنیں دور کر دیں اور میرا فیصلہ بھی آسان کر دیا تم فطرتاً برے نہیں تھے حالات نے ایسا بنا دیا تھا اور جس روز تمہارے زخمی ہونے کی اطلاع آئی تب مجھے شدت سے احساس ہوا کہ میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں نکاح جیسے پاکیزہ بندھن میں بندھ کر میرے اللہ نے میرے دل میں تمہاری محبت ڈال دی ہے میں تمہیں چھوڑ کر کبھی نہیں جا سکتی کہ اللہ سے دعاؤں میں تمہاری زندگی مانگتے ہوئے میں نے یہی وعدہ کیا تھا میں کیسے توڑ سکتی ہوں ہاں لیکن مجھے یہ ہرگز منظور نہیں تھا کہ تمام عمر میں اپنے کردار کا سرٹیفکیٹ ہاتھ میں لیے گھوموں تمہیں مجھ پر میری محبت پہ یقین کرنا ہو گا بس چند دنوں کی دوری کے خیال سے جا رہی تھی کہ مجھے ایک روز یہیں واپس آنا تھا کہ مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے۔" آپ سے تم اور تم سے آپ کا فاصلہ طے کرتے ہوئے ماہ نم نے آخری جملہ سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ ادا کیا تھا لیکن وہ جانتی تھی ان لمحات میں اقرار وفا بے حد ضروری ہے وہ سیفی کو خود ترسی میں جلتا ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی اگر اس نے اپنا دل کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا تھا تو یہ ضروری تھا کہ ماہ نم بھی ایسا ہی کرے اور اس نے ایسا ہی کیا وہ اس کی قربت سے نروس ہونے لگی تھی وہ ابھی تک ایسے ہی کھڑے تھے سیفی کی نظروں میں جذبے لو دینے لگے تھے اس کے اظہار کے بعد۔

"لیکن چند باتیں ہیں اگر آپ مان لیں تو۔" لوہا گرم دیکھ کر اس نے چوٹ لگائی۔

"میں ڈرنک کبھی نہیں کروں گا میری بیوی اس بات کو سخت ناپسند کرتی ہے اس بات کا اندازہ ہو چکا ہے میں تمہیں اور خود کو بھی ذرا تشنگی میں بھوکا نہیں رکھ سکتا کہ تم بھوک کی بہت کچی ہو مجھے بھی معلوم ہو چکا ہے اور میں اپنے یہ بال بھی کٹوا لوں گا اور کان میں پڑا یہ ایئر ٹاپس بھی اتار دوں گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا اور ماہ نم کی آنکھوں میں حیرت اور خوشی کے جذبات ابھرے تھے اس کے انگ انگ سے خوشی پھوٹنے لگی تھی۔

"تو مس نم کیا آپ میرے ساتھ تمام عمر گزارنا پسند کریں گی یقین کریں میں ایک مفید شوہر ثابت ہوں گا۔" وہ شرارتی ہوتا ہوا اٹھا۔

"وہ کیسے؟" وہ بھی شریر ہوئی تھی۔

"میں تمام عمر آپ کو لذیذ کھانے بنا کر کھلاؤں گا، آپ کی خوبصورت تصویریں بناؤں گا۔"

"بس؟"

"نہیں ہر وقت ہر پل آپ کو بے حد و بے حساب پیار دوں گا۔" اس نے اس کے ماتھے پر اپنی محبت کی مہر ثبت کرتے ہوئے گمبھیر اور جذبات سے بوجھل آواز میں کہا تھا۔

"انکل کب سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے جلدی چلیں۔" اسے پڑی سے اترتا دیکھ کر وہ بانہوں کے نیچے سے جھک کر تیزی سے پرے ہوتے ہوئی بولی تھی۔

"سنو یہ جو تم خود کو مجھ سے چھپائے رکھتی ہو تمہارے اس حسین روپ کو جی بھر کر دیکھنے کو بے حد دل چاہتا ہے تمہارے یہ لمبے بال جو تم باندھ کر رکھتی ہو انہیں خود پر بکھرے محسوس کرنا چاہتا ہوں تمہیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے اچانک اس کا ہاتھ تھام کر اپنے جذبات کا اظہار کر کے اسے بے حد نروس کر ڈالا تھا۔

"تمہارا یہ پر اعتماد انداز اور شرم و حیا عجیب ہی کمبینیشن ہے چلو ڈیڈ انتظار کر رہے ہوں گے ان کی طبیعت ٹھیک ہو جائے تو شاندار سا ولیمے کے بعد ہی مون ٹرپ کا ذکر کروں گا بلکہ ابھی یہی بات کرتا ہوں منٹوں میں ٹھیک ہو جائیں گے چلو اب کہیں رو ہی نہ پڑنا۔" اس کی حالت سے محظوظ ہوتے وہ اس کا ہاتھ پکڑے ڈیڈ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا اور مختار صاحب نے جب انہیں یوں کمرے میں داخل ہوتے دیکھا تو انہوں نے کاکا جان کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔

ان کی ترکیب کامیاب رہی تھی وہ ان دونوں کے ضدی پن سے واقف تھے ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے انہوں نے فوراً کاکا جان کے ساتھ مل کر اپنی بیماری کا ڈرامہ تیار کیا اور ڈاکٹر کو بھی اس ڈرامے میں شامل کر لیا تھا اور اب ان دونوں کے چہروں پہ چاہت کا انمٹ رنگ دیکھ کر ان کا دل شاد ہو گیا تھا آخر کار بہار نے یہاں پر ڈیرے ڈالنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا بظاہر انہوں نے خود کو قدرے نحیف اور بیمار ظاہر کرتے ہوئے اپنی دونوں بانہیں پھیلا دی تھیں جس میں وہ دونوں آسمائے تھے، وہ انہیں بھی نہیں بتا سکیں گے کہ ان کی بیماری بہانہ تھی نہ جانے مستقبل میں پھر کب ضرورت پڑ جائے آخر دونوں ضدی تھے کاکا جان بھی ان کے ساتھ مسکرانے لگے تھے چاہت کا رنگ ہر سو پھیلتا چلا گیا تھا۔

☆☆☆

تیسری قسط

رہا جنونِ رائیگاں

فرحت شوکت

"السلام علیکم آنٹی کیا میں اندر آ سکتی ہوں۔" صبورہ آنٹی کی کال پر وہ آج یونیورسٹی سے سیدھی ان کے آفس چلی آئی تھی، اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ دیکھ کر وہ بھی مسکرا دی تھیں۔

"آؤ آؤ بیٹا تمہیں اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تھینک یو آنٹی!" اپنا ہینڈ بیگ اور فولڈر ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ ان کے سامنے رکھی چیئر پر بیٹھ گئی۔

"کیا لو گی چائے یا کافی؟" انٹرکام کان سے لگائے انہوں نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"اوں چائے۔" سوچتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

ناولٹ

"میں نے تم سے جنید کے متعلق بات کرنے کے لئے تمہیں بلایا تھا بیٹا کہ تم اسے سمجھاؤ وہ مجھے بہت مس انڈرسٹینڈ کر رہا ہے۔" چائے کا سپ لیتے ہوئے انہوں نے اس کی طرف دیکھ کر التجائیہ انداز میں کہا اور کچھ دنوں پہلے اس کے اور اپنے درمیان ہونے والی بدمزگی کے بارے میں بھی اسے آگاہ کر دیا جس کو سن کر اسے پچھلے دنوں اس کی کیفیت یاد آنے لگی جب وہ بہت ڈپریسڈ دکھائی دے رہا تھا اور کافی حد تک بیمار بھی، لیکن ایسا پہلی بار ہوا تھا جب اس نے گھر میں ہونے والے کسی جھگڑے کا ذکر اس سے نہیں کیا تھا۔

اسے شدید حیرانی ہو رہی تھی آخر جنید نے اسے کیوں نہیں بتایا تھا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں رضوانی سے میرا ایسا کوئی تعلق نہیں ہے جس پر مجھے کوئی ندامت یا احساس جرم ہو وہ ہماری کمپنی کے ایک بہت بڑے کلائنٹ ضرور ہیں مگر ہاں یہ سچ ہے کہ وہ

نجانے کب سے مجھے شادی کی آفر کر رہے ہیں اور میں نے ہر بار ان کی حوصلہ شکنی کی ہے، میرا اللہ جانتا ہے کہ میں نے کبھی اس بارے میں کچھ نہیں سوچا، جہاں میں نے رومان کے بغیر اپنی زندگی کے اتنے قیمتی برس گزارے ہیں، کیا اب تھوڑا سا وقت اور نہیں گزار سکتی؟" بات کرتے کرتے ان کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے تھے۔

"مجھے اچھی طرح علم ہے کہ میں ایک جوان بیٹے کی ماں ہوں سوتیلی ہی سہی، مگر میرے دل میں اس کی محبت اس کی اپنی ماں سے بڑھ کر ہے اس لئے میں نے کبھی نہیں چاہا کہ مجھ سے ایسا کوئی قدم اٹھے جو اس کے مستقبل پر غلط نقش چھوڑے، میں تو اپنی ساری زندگی ہنید کے نام کر چکی ہوں مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے میں بس اس کی خوشی چاہتی ہوں، مگر وہ ہے کہ مجھے سمجھتا ہی نہیں، نہ جانے کہاں سے اسے میرے بارے میں اتنی غلط باتیں سننے کو مل جاتی ہیں کہ میں رضوانی سے، خیر تم اسے سمجھاؤ بیٹا کہ وہ مجھ سے اس طرح بدگمان مت ہو ورنہ میں بالکل خالی ہو جاؤں گی میرے پاس کچھ بھی نہیں بچے گا۔"

صبور آنٹی اب باقاعدہ رونے لگی تھیں، اس سے ان کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ان کے قریب جا کر انہیں کندھوں سے تھام لیا۔

"مت روئیں آنٹی میں اسے سمجھاؤں گی اسے ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ اس نے آج تک آپ کے بارے میں اس انداز سے ہرگز نہیں سوچا اور نہ کبھی ایسی کوئی بات کی ہے آپ کو لے کر۔" آہستگی سے ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے پوری سچائی سے کہا۔

"پتہ نہیں کیوں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں اس کے رویے سے بہت خوفزدہ ہونے لگی ہوں ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ میرے سے اس حد تک بدگمانی اسے مجھ سے دور نہ لے جائے اور میں مزید پچھتاؤں میں نہ گھر جاؤں۔" ان کے آنسو کسی طور نہیں تھم رہے تھے، وہ بے چین سی ہو گئی تھیں۔

"اللہ نہ کرے آنٹی، آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں، وہ والا کہ آپ سے بے اعتنائی برتے مگر پھر بھی وہ آپ کی کیئر کرتا ہے، آپ کو کیا نہیں چھوڑ سکتا اگر اسے ایسا کرنا ہوتا تو وہ بہت پہلے کر چکا ہوتا جبکہ اسے کوئی روک بھی نہیں سکتا تھا۔" اس کی بات پر وہ کتنی ہی دیر تک اسے یونہی دیکھتی رہیں انہوں نے تو کبھی اس طرح سوچا ہی نہیں تھا، خواہ مخواہ اپنے دل میں ڈر کو بڑھائے جا رہی تھیں۔

نہایت آزردگی کے ساتھ مسکراتے ہوئے انہوں نے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو نرمی سے صاف کیا پھر اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے محبت سے گویا ہوئیں۔

"برسوں سے میرے اندر بیٹھے خوف کو تم نے پل میں ختم کر دیا بیٹا، مجھ سے زیادہ تو تم اسے جانتی ہو ہے ناں؟"

"نہیں آنٹی آپ نے تو اس سے محبت کی ہے اور میں تو اس کی بس عام سی ایک دوست ہوں، اس لئے آپ سے زیادہ اسے کوئی نہیں جان سکتا۔" اس کی بات پر وہ دھیرے سے مسکرا دیں، پھر گویا ہوئیں۔

"تم عام سی نہیں بہت خاص سی دوست ہو اس کی یہ مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جان سکتا، تم بہت اہم ہو اس کے لئے اور یہ بات خود وہ بھی نہیں جانتا۔" انہوں نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا تو وہ کھل کر مسکرا دی۔

"او کے آنٹی اب میں چلتی ہوں اور آپ پلیز پریشان مت ہوا کریں، ہنید بھی بالکل ویسا نہیں ہے جیسا آپ اسے سمجھتی ہیں، ناؤ ریلیکس میں اس سے بات کروں گی، لیکن اگر آپ اسی طرح خود کو ہلکان کرتی رہیں تو میں بھی شاید کوئی ہیلپ نہ کر سکوں کیونکہ جب آپ روتی ہیں تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے اور آپ کو تو پتہ ہے کہ جب انسان تکلیف میں ہوتا ہے تو کام اچھا نہیں کر پاتا۔" اس کی بات پر وہ آہستگی سے ہنس پڑیں۔

"او کے میری جان اب پریشان نہیں ہوں گی بس دعا کروں گی کہ وہ میری طرف لوٹ آئے اور مجھے ایک بار ماں تسلیم کر لے۔" انہوں نے آزردہ لہجے میں مسکرا کر کہا۔

"انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا آنٹی۔" وہ ہینڈ بیگ اور فولڈر اٹھاتے ہوئے پورے یقین سے بولی پھر اللہ حافظ کہتی آفس سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

پچھلے کئی دنوں سے وہ اپنے اندر باہر ہر جگہ تبدیلی ہی تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔

چاہنے کے باوجود وہ خود کو ذہن میں آئی مختلف سوچوں سے آزاد نہیں کر پا رہا تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ الگ تھلگ سا رہنے لگا تھا، ان سب کے درمیان میں ہوتے ہوئے بھی وہ خود کو غائب تصور کر رہا تھا، کمرے میں چھ چھ گھنٹے بند اسائنمنٹس میں خود کو الجھانے کی بے پناہ کوشش کرتا مگر صفحے پلٹتے ہوئے نہ وقت گزرنے کا احساس ہوتا اور نہ اپنی حالت کے بدلنے کا۔

یونیورسٹی میں آج کل آخری دن تھے ایگزامز شروع ہونے والے تھے لہٰذا وہ سب بھی کیفے میں اکٹھے ہوئے تھے، وہ آج کافی دنوں بعد ان سب کے درمیان میں بیٹھا تھا ورنہ اسٹڈی کا بہانہ کر کے وہ زیادہ تر اپنے کمرے میں پایا جاتا یا گھر سے باہر۔

"لگتا ہے تم نے اس بار ٹاپ کرنے کا ارادہ کیا ہے اسی لئے ہمارے ساتھ کمبائن اسٹڈی کر کے اپنا ٹائم ویسٹ کرنا نہیں چاہتے ہو ناں؟" زیاد نے پہلے بھی کئی بار ہمیشہ کی طرح اپنے گھر کمبائن اسٹڈی کے لئے فورس کر چکا تھا مگر وہ ہر بار کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ٹال دیتا تھا۔

"کیا بات ہے ہنید کوئی پرابلم ہے کیا؟" عباد نے بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا جو سب میں ہوتے ہوئے بھی لاتعلق سا دکھائی دے رہا تھا۔

"نہیں یار کوئی پرابلم نہیں ہے بس اسٹڈی کی ٹینشن ہو رہی ہے۔" اس کی بات پر عباد خاموش ہو گیا تھا۔

"ہائے۔" اریج کی چہکتی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ بے اختیار گہرا سانس اپنے اندر اتارنے لگا، وہ باری باری سب سے مصافحہ کر رہی تھی۔

"ہیلو ہنید لگتا ہے تم تو بہت جلد ہم سب کو بھول جاؤ گے، ہے ناں؟" چیئر پر بیٹھتے ہوئے اس نے اس کی مسلسل غیر حاضری پر چوٹ کی تو نجانے کیوں وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے کی جسارت ہی نہ کر سکا سر نیچے کیے محض مسکرا کر رہ گیا، پھر چند ہی لمحوں بعد عباد اور زیاد کی طرف دیکھ کر گویا ہوا۔

"یار مجھے چلنا ہو گا شہزاد سے ملنے کا پرامس کیا تھا میں نے، تم لوگوں سے شام کو ملاقات کرتا ہوں، او کے؟" عجلت میں کہتا وہ اپنی چیئر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ کیا بات ہوئی یار اتنے دنوں بعد تم یونیورسٹی آئے ہو اور آتے ہی شہزاد کے پاس جا رہے ہو ویری ناٹ فیئر۔" عباد نے قدرے

سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''سوری یار اس سے کچھ ضروری بات کرنی تھی اس لئے ورنہ۔''

''لیکن شہزاد کو تم انکار کر چکے ہو تو پھر اس سے ملنا کیا معنی رکھتا ہے؟'' انعم نے حیرانی سے استفسار کیا۔

''فرینڈ شپ تو ہے ناں اس سے۔'' مختصر جواب دیتا وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

''پتہ نہیں آج کل بید کا کیا پرابلم ہے، کچھ عجیب سا ہو رہا ہے نہ زیادہ ملتا ہے نہ بات کرتا بس چپ ہی رہتا ہے، لگتا ہے کوئی پرابلم ہے جسے وہ شیئر نہیں کرنا چاہتا۔'' انعم نے اپنا تجزیہ بیان کیا جس پر سب نے تائیدی انداز میں سر ہلا دیا۔

جبکہ وہ دل ہی دل میں اس سے ملنے کا تہیہ کرنے لگی تاکہ اس کی پریشانی بانٹ سکے جس نے اب تک کوئی بات نہیں کی تھی۔

☆☆☆

''ہائے شہزاد، کیسی ہو؟'' وہ پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کی جانب بڑھ رہی تھی جب شہزاد اسے پارکنگ ایریا سے گاڑی نکالتی نظر آئی۔

''ٹھیک ہوں، تم کیسی ہو؟'' شہزاد نے جواباً سوال کیا۔

''بالکل ٹھیک، تم اکیلی جا رہی ہو، بید کہاں ہے؟'' وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

''معلوم نہیں وہ تو مجھ سے اب ملتا ہی نہیں ہے، اس کی اور میری آخری ملاقات ایک ماہ پہلے ہوئی تھی۔'' شہزاد کے لہجے میں پھیلی افسردگی اور آنکھوں میں پھیلی نمی کو باآسانی محسوس کر سکتی تھی، وہ تاسف سے شہزاد کی گاڑی کو دور تک جاتا دیکھتی رہی جو اب نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

اگر اس نے شہزاد سے نہیں ملنا تھا تو جھوٹ کیوں بولا۔

وہ گاڑی ڈرائیو کر کے سیدھی اس کے گھر پہنچی اور اس کے آنے کا انتظار کرنے لگی، شام کے پانچ بجے تھے جب وہ گھر میں داخل ہوا تو اسے سامنے ہی صوفے پر بیٹھے دیکھ کر وہ لمحہ بھر کو ٹھٹک کر اپنی جگہ پر رک گیا پھر آہستگی سے چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

''کیسی ہو؟''

اسے یوں اچانک اپنے سامنے دیکھ کر دل بے ترتیب انداز میں دھڑکنے لگا تھا اسے کچھ بھی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ وہ شدید تذبذب کا شکار ہو رہا تھا۔

''تم زیادہ ہی تکلف سے کام نہیں لینے لگے؟'' اس کا حال دریافت کرنے پر وہ طنزاً بولی، وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی تھی، جواباً وہ خاموش ہی تھا۔

''شہزاد سے ملاقات ہو گئی؟'' اس کے سوال پر اس نے لمحہ بھر کو اس کی جانب دیکھا مگر اگلے ہی لمحہ سر جھکا گیا، وہ زیادہ دیر اس کی طرف دیکھ ہی نہیں پا رہا تھا۔

''تم بیٹھو میں تمہارے لئے چائے بنواتا ہوں۔'' اتنا کہہ کر وہ کچن کی جانب بڑھ رہا تھا جب اپنے پیچھے اس کی آواز سنائی دی، وہ وہیں ٹھہر گیا۔

''میں چائے پی چکی ہوں بید اور کیا تمہیں نہیں لگتا کہ میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں تمہارا مسئلہ جاننا چاہتی ہوں تمہارے اس جھوٹ کی وجہ جاننا چاہتی ہوں جو تم نے آج سب کے ساتھ بولا تھا۔'' وہ ایک بار پھر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی، مگر وہ اب بھی خاموش تھا۔

''یہاں بیٹھو اور مجھ سے بات کرو۔'' اس نے نرمی سے اس کا بازو تھاما اور صوفے کی طرف اشارہ کیا تو وہ غیر محسوس طریقے سے اپنا بازو اس کے ہاتھوں سے چھڑاتا صوفے پر جا بیٹھا۔

''میں جانتی ہوں تمہارے ساتھ کیا پرابلم چل رہا ہے صبور آنٹی نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے، لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ تم ان کے بارے میں ایسا کچھ سوچ بھی سکتے ہو؟'' وہ نہایت غیر دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہا تھا، وہ اسے کیا بتاتا کہ اسے اب کسی سے کوئی غرض ہی نہیں رہی تھی، وہ جو مرضی کریں آخر کو وہ خود مختار ہیں سو کچھ بھی کر سکتی ہیں اور ویسے بھی وہ کیسے اسے بتائے کہ اس نے تو کب سے اس کا ذہن تو نجانے کون کون سی سوچوں کی آماجگاہ بن چکا تھا جہاں وہ صرف انہی سوچتا تھا اور سوچنا چاہتا تھا۔

''بید شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم نے انہیں کتنی تکلیف پہنچائی ہے، وہ تم سے بہت محبت کرتی ہیں مگر تمہیں ان کی محبت کہیں نظر ہی نہیں آئی اور نہ ان کی وہ قربانیاں دکھائی دیتی ہیں جو انہوں نے صرف تمہاری خاطر دی ہیں، اگر انہوں نے یہی سب کرنا ہوتا تو اس وقت بھی کر سکتی تھیں جب روحان انکل انہیں بالکل تنہا چھوڑ کر چلے گئے تھے اور تم بہت چھوٹے سے تھے وہ اپنے اور تمہارے تحفظ کی خاطر کسی کو بھی اپنا سکتی تھیں لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ اسٹیپ مدر کے بعد اسٹیپ فادر کا دکھ تمہیں دینا نہیں چاہتی تھیں وہ ڈرتی تھیں کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ تمہیں ہمیشہ کے لئے کھو دیں گی اور وہ تمہیں کسی بھی قیمت پر کھونے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھیں۔'' وہ غائب دماغی سے اس کی تمام باتیں سن رہا تھا۔

''انہیں اور ان کی محبت کو سمجھنے کی کوشش کرو بید، کاش تمہیں بھی کسی سے سچی محبت ہوتی تو تب تمہیں محبت میں ملے دکھ اور اذیت کا احساس ہو پاتا۔'' اس کی آخری بات پر لمحہ بھر کے لئے اس نے اپنے اندر حشر برپا ہوتا محسوس کیا، جس پر وہ فوراً ہی قابو پا گیا تھا، وہ مزید کیا بول رہی تھی اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

''تمہاری ذہنی کیفیت اور ٹینشن کو میں اچھی طرح سمجھ سکتی ہوں لیکن پھر بھی مشورہ دوں گی کہ آئندہ دوبارہ جھوٹ مت بولنا اور نہ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کرنا۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور جانے سے پہلے ایک نظر اس پر ڈالی ابھی تک اسی پوزیشن میں بیٹھا تھا، آج پہلی بار ایسا ہوا تھا جب وہ صبور آنٹی کے متعلق کہی گئی اس کی باتوں کو اتنے تحمل کے ساتھ سنتا جا رہا تھا، اللہ کرے کہ اس کے دماغ سے صبور آنٹی کے بارے میں تمام بدگمانیاں دھل جائیں، وہ دل ہی دل میں دعا کرتی وہاں سے نکل آئی اور اپنے گھر کی طرف چل پڑی۔

☆☆☆

آج انعم کے گھر پر عباد اور انعم کے نکاح کی تقریب کا اہتمام بڑے پروقار انداز میں کیا گیا تھا بڑے اور خوبصورت سے لان کو برقی قمقموں سے سجا کر اس کی شان میں مزید اضافہ کیا گیا تھا، رنگ و بو کی محفل اس وقت پورے عروج پر تھی۔

انعم کے گرینڈ فادر کی خواہش پر ان دونوں کے نکاح کا اچانک اعلان کیا تھا جو اگلے ہفتے کینیڈا شفٹ ہونے والے تھے لہٰذا وہ اپنے سامنے یہ فریضہ سرانجام دینا چاہتے تھے جبکہ رخصتی ان کے ایگزامز کے بعد ہونا قرار پائی تھی، عباد اور انعم کے چہروں پر نظر نہیں ٹک رہی تھی جو اندرونی خوشی کے باعث جگمگائے جا رہے تھے۔

وہ سب اس وقت اسٹیج پر عباد اور انعم کے پاس بیٹھے خوش گپیوں اور قہقہوں سے فضا کو رونق

بخش رہے تھے۔

ارتج اب تک نہیں آئی تھی، غیر ارادی طور پر اس کی نظر بار بار گیٹ کی طرف پڑتی اور اسے ڈھونڈنے لگتی مگر وہ کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی، اس کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا، پھر اچانک زیاد سے بات کرتے ہوئے وہ گیٹ سے اندر داخل ہوتی نظر آئی تو دل گویا ایک جگہ پر ٹھہر گیا تھا اور دھڑکنیں منتشر ہو کر ادھر ادھر بکھر گئی تھیں، بے اختیاری کے عالم میں وہ اسے دیکھتا جا رہا تھا نظر تھی کہ قصد کے باوجود ہٹ نہیں پا رہی تھی، وہ سب سے ملتی اب اسٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی، قرار کے بجائے بے قراری پورے وجود پر چھا رہی تھی سینے میں موجود دل بری طرح پھڑپھڑانے لگا تھا اور حلق خشک ہو کر بند ہونے لگا تھا، اضطراری انداز میں وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں بری طرح رگڑے جا رہا تھا جس کا شاید اسے خود بھی احساس نہیں تھا مگر اضطراب تھا کہ کسی طور کم نہیں ہو پا رہا تھا۔

مزید وہاں بیٹھنا دوبھر ہو رہا تھا وہ لمحہ ضائع کیے بغیر اپنی جگہ سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا لان کراس کر کے اندر کی جانب بڑھ گیا۔

وہ شدید حیرانی سے اسے جاتا دیکھتی رہی جو اس سے ملے بغیر اٹھ کر چلا گیا تھا۔

اسٹیج پر عباد اور انعم سے ملنے والوں کا رش بڑھ گیا تھا جس کے باعث کسی کی نظروں میں اس کی یہ حرکت نہیں آئی تھی۔

اس سے رہا نہ گیا اور اس کے پیچھے کچن تک چلی آئی۔

وہ فریج سے ٹھنڈے یخ پانی کی بوتل نکالے گلاس میں انڈیل رہا تھا۔

”اتنی سخت سردی میں اتنا سرد پانی؟“ وہ جھرجھری لے کر رہ گئی۔

وہ خالی گلاس ٹیبل پر رکھ کر پلٹ ہی رہا تھا جب اسے اپنے بالکل سامنے دیکھ کر وہ وہیں رک گیا۔

”تم کب آئیں؟“ اسے کھڑا دیکھ کر ناچار اسے رکنا پڑا تھا۔

”جب تم مجھے دیکھ کر مجھ سے ملے بغیر یہاں چلے آئے تب ہی آئی تھی۔“ وہ طنز کرتے ہوئے بولی۔

”میں نے تمہیں نہیں دیکھا تم کب آئی تھیں؟“ اس کے صاف جھوٹ پر وہ تعجب سے اسے دیکھنے لگی جس نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا، اس میں چاہے اس کا نفع ہوتا یا نقصان۔

”پتہ نہیں تم کب سے جھوٹ بولنے لگے ہو اور ایسی کیا مجبوری ہے جو تمہیں جھوٹ بولنے پر مجبور کر رہی ہے۔“ وہ تاسف سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تو وہ محض نظریں چرا گیا۔

”تم کیوں میرے ساتھ اس طرح کر رہے ہو؟“ اس کے لہجے میں دکھ پنہاں تھا۔

”تم تو مجھے دیکھتے ہی خوش ہو جاتے تھے، اپنی ہر تکلیف اور ہر پریشانی مجھ سے شیئر کرتے تھے لیکن اب تو لگتا ہے تمہاری سب سے بڑی پریشانی میں ہی ہوں جس سے تم بھاگنا چاہتے ہو۔“ اس کی بات پر اس نے ایک نظر اسے دیکھا جو اس وقت اس کے رویے پہ ملول دکھائی دے رہی تھی۔

”تم سب سے اچھی طرح ملتے ہو بات کرتے ہو لیکن پتہ نہیں کیوں میری موجودگی تم سے برداشت نہیں ہوتی، میں پچھلے کئی دنوں سے نوٹ کر رہی ہوں جہاں میں ہوتی ہوں تم وہاں سے چلے جاتے ہو آخر کیوں؟“ وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

اس کا دل جیسے کسی شکنجے میں جکڑا جا رہا تھا وہ

بے چین سا ہو گیا تھا۔

”ایسا کچھ نہیں ہے ارتج میں بھلا ایسے کیوں کروں گا میں...“

”یہی تو میں سوچ رہی ہوں کہ تم ایسا کس طرح کر سکتے ہو میرے ساتھ جبکہ میں نے تمہارے ساتھ ایسا کچھ کیا ہی نہیں ہے۔“ پہلی بار وہ اپنی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ سے اس کے تمام آنسو صاف کر ڈالے مگر وہ تو اپنی جگہ پر جما ہوا تھا اس میں اتنی سکت ہی نہیں تھی کہ ایک لفظ بھی کہہ سکے۔

”کیا بات ہے یار خیریت تو ہے تم دونوں کہاں غائب ہو میں کب سے.....“ زیاد غالباً انہیں ڈھونڈتا ہوا یہاں تک آ پہنچا تھا مگر ارتج کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ تشویش سے اس کی طرف بڑھ گیا۔

”وہاٹ ہیپنڈ ارتج، آر یو اوکے؟“ وہ کچھ بھی کہے بغیر تیزی سے کچن سے باہر نکل گئی تو زیاد سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا بات ہے جنید تم دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا ہے کیا؟“ جواباً وہ خاموش ہی رہا۔

”کیا ہوا ہے کچھ بولتے کیوں نہیں ہو؟“ زیاد نے اصرار کیا۔

”کچھ نہیں ہوا یار، کچھ بھی نہیں۔“ اسے تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب اچانک کیا ہوا ہے؟ وہ کچھ بھی بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھا سو چپ چاپ ہی کھڑا رہا پھر باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب تمام مہمان ریفریشمنٹ کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے وہ تینوں انعم کے بیڈ روم میں موجود گہری سوچ میں غلطاں تھے۔

”تمہارے اور ارتج کے درمیان کیا پرابلم چل رہا ہے یار کچھ تو بتاؤ۔“ عباد نے ٹھہر جانے والی خاموشی کو توڑتے ہوئے اس سے پوچھا۔

”تمہیں پتہ ہے جنید تم ہم سب سے کتنے دور ہو رہے ہو لیکن تمہیں شاید اس بات کا احساس نہیں ہے۔“ اس کی مستقل خاموشی سے تنگ آ کر زیاد نے اگلی بات کر ڈالی جس پر وہ مزید چپ نہ رہ سکا۔

”تم غلط سمجھ رہے ہو ایسا کچھ نہیں ہے میں تم لوگوں سے دور ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔“ وہ صاف گوئی سے بولا۔

”تو پھر ہم میں ہوتے ہوئے بھی کہاں غائب رہتے ہو؟ پہلے کی طرح ان تمام ایکٹیویٹیز میں دلچسپی کیوں نہیں لیتے جو تمہیں پسند ہوا کرتی تھیں؟“ عباد نے پوچھا۔

”دیکھو جنید اگر کوئی پرسنل پرابلم ہوتا تو ہم شاید اس حد تک نہ تو فورس کرتے اور نہ محسوس کرتے مگر مسئلہ چونکہ تمہارے اور ارتج کے درمیان کا ہے اس لئے بہت ٹینشن ہو رہی ہے کیونکہ تم دونوں کے رویوں سے ہم سب کو پریشانی ہو رہی ہے۔“ زیاد کی بات پر وہ محض پہلو بدل کر رہ گیا تھا۔

”کیوں اتنے الجھے الجھے سے رہتے ہو یار کچھ تو شیئر کرو۔“

”میں خود کچھ نہیں جانتا میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے میں تم لوگوں کو کیا بتاؤں پلیز مجھے فورس مت کرو مجھے اکیلا چھوڑ دو۔“ وہ خود سے الجھے الجھے شاید تھک چکا تھا سو جھنجھلا کر قدرے تیز آواز میں بولا، وہ واضح طور پر اندرونی خلفشار کا شکار لگ رہا تھا ایسے میں وہ اسے تنہا کیسے چھوڑ سکتے تھے۔

”تمہارا بی ہیویئر ارتج کے ساتھ بہت بدل گیا ہے اور یہ صرف اس نے ہی نہیں بلکہ ہم نے

بھی محسوس کیا ہے۔'' عباد کی بات پر وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

''اریج کو لے کر کیا محسوس کرنے لگے ہو؟'' زیاد نے سیدھی بات کی، جس پر وہ کتنی ہی دیر تک یک ٹک اسے دیکھتا چلا گیا، وہ تو سمجھ رہا تھا کہ وہ سب بے خبر ہیں اور کچھ نہیں جانتے مگر......

تھکے تھکے سے انداز میں وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر گہرا سانس اپنے اندر اتارنے لگا، جبکہ وہ دونوں سوالیہ انداز میں اس پر نظریں جمائے بیٹھے تھے، چند ثانیے بعد اس کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔

''پتہ نہیں میرے ساتھ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے، اریج میری بہت اچھی دوست ہے بلکہ میری سب سے اچھی دوست ہے لیکن پچھلے دو ماہ سے میری فیلنگز کچھ عجیب سی ہو رہی ہیں اسے دیکھے بغیر سکون نہیں آتا اور جب وہ سامنے آتی ہے تو بے چینی بڑھ جاتی ہے، اسے دیکھتا ہوں تو دیکھتے رہنے کو دل کرتا ہے مگر پھر بھی اس سے کترانے لگتا ہوں، اس کے پاس جانے کو دل چاہتا ہے مگر جب وہ قریب آتی ہے تو ڈر جاتا ہوں کہ کہیں وہ مجھ سے دور نہ چلی جائے ہر وقت اسے سوچتا ہوں اس کے بارے میں سوچتا ہوں کوئی دوسرا خیال بھی پاس سے نہیں گزرتا سوائے اس کے خیال کے، اس کے ساتھ وقت نہیں زندگی گزارنے کو دل کرنے لگتا ہے، مگر پھر اپنے آپ سے شرم محسوس ہونے لگتی ہے اپنی سوچ پر گھنٹوں خود پر ملامت کرتا ہوں کہ اگر اسے پتہ چل گیا تو شاید وہ کبھی میری شکل تک دیکھنا گوارا نہ کرے اور اگر ایسا ہوا تو کیا کروں گا میں؟'' نجانے کتنی دقت کے بعد وہ یہ سب کہہ پایا تھا اور پھر خاموش ہو گیا تھا۔

''تم کچھ غلط تو نہیں کر رہے ہید۔'' عباد کی بات پر اس نے ایک اچٹتی سی نظر اس پر ڈالی جیسے اس نے بہت انہونی بات کہہ ڈالی ہو۔

''عباد ٹھیک کہہ رہا ہے اگر تم اریج کو پسند کرنے لگے ہو تو اس میں حرج ہی کیا ہے، کوئی مناسب سا موقع دیکھ کر......''

''وہاٹ نان سینس زیاد میں محض اسے پسند کرتا ہوں اور کچھ نہیں ہے، اس کے علاوہ وہ مجھ پر بھروسہ کرتی ہے، اعتبار کرتی ہے مجھ پر اور مجھے اچھا دوست سمجھتی ہے ایسے میں اسے کچھ کہہ کر میں اس کا اعتبار توڑنا نہیں چاہتا۔'' زیاد کی پوری بات سنے بغیر وہ تیز لہجے میں بولا۔

''تم صرف اسے پسند نہیں کرتے ہید مانو نہ مانو۔'' عباد نے پیش گوئی کرنے والے انداز میں اسے دیکھ کر کہا۔

''جانتا ہوں لیکن میں اسے دھوکہ دینا نہیں چاہتا، مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا میں کیا کروں، میں اسے بہت اچھی طرح جانتا ہوں اگر میں نے اس پر کچھ بھی ظاہر کیا تو وہ مجھے کبھی معاف نہیں کرے گی اور اگر اس نے ایسا کیا تو میں اپنی ہی نظروں میں گر جاؤں گا۔'' وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گیا تھا۔

''پھر ایسے ہی رہو گے، اسی کنڈیشن میں رہو گے؟'' زیاد نے اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے عجیب سے انداز میں سوال کیا تو وہ جھکے سر کو بمشکل اٹھا کر باری باری دونوں کو دیکھنے لگا۔

''میں اریج پر کبھی کچھ ظاہر نہیں کروں گا چاہے اس کے لئے مجھے تمام......'' بات کرتے کرتے اس کی نظر دروازے پر جا پڑی جہاں اریج دم سادھے اسے ہی دیکھ رہی تھی اس کی نظروں میں کیا تھا دکھ حیرانی، تاسف یا ملامت؟ وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پایا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ عباد اور زیاد کو بھی شدید جھٹکا سا لگا تھا جبھی کوئی اپنی جگہ سے ہل ہی نہیں پایا تھا۔

اس پر ایک زہرخند نظر ڈال کر وہ تیزی سے وہاں سے ہٹ گئی، انعم جو اس کے ساتھ ہی کمرے تک آئی تھی دور تک اسے آوازیں دے کر روکنے کی کوشش کرنے لگی مگر وہ ان سنی کرتی باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر پہلے کے ہید کے خدشات سچ سچ معلوم ہونے دکھائی دے رہے تھے، اچانک خراب ہو جانے والی اس پوزیشن پر وہ سب سر پکڑے بیٹھے تھے۔

☆☆☆

اور پھر وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔

اریج مکمل طور پر اسے نظر انداز کر رہی تھی، جب کبھی اس کا سامنا اس سے ہو جاتا وہ لاتعلق بنی وہاں سے ہٹ جاتی، وہ خود بھی اس سے نظر ملانے کی ہمت اپنے اندر نہیں پا رہا تھا، اس کا سخت رویہ اس کے لئے انتہائی تکلیف دہ تھا، وہ کیسے اس کے سامنے اپنی پوزیشن کلیئر کرے اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

عباد، انعم اور زیاد نے بھی اپنے تئیں کئی بار اس سلسلے میں اس سے بات کرنا چاہی مگر وہ کوئی بات بھی سننے کو تیار نہ تھی، پھر کچھ دنوں بعد شروع ہونے والے ایگزامز میں سب مصروف ہو گئے مگر ذہن ان دونوں کی طرف ہی لگا رہتا، ان دونوں کے درمیان بڑھتی خلیج سے سب پریشان تھے مگر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔

آج لاسٹ پیپر تھا اور وہ سب کے اصرار پر ان کے پاس کینٹین میں چلی آئی تھی جہاں وہ سب اس کے منتظر بیٹھے تھے۔

''وہ تھینکس اریج تم آئیں تو سہی۔'' اسے آتا دیکھ کر انعم نے صد شکر ادا کیا۔

''پلیز یار تم لوگوں کے جو بھی اختلافات ہیں آج کے لئے ختم کر دو اور آج ہم اس لاسٹ ڈے کو اچھے طریقے سے سیلیبریٹ کر کے یادگار بنانا چاہتے ہیں پھر اس کے بعد ہم سب پروفیشنل لائف کی طرف بڑھ جائیں گے پھر شاید اتنی فرصت سے بیٹھ نہ پائیں کیونکہ ہمیں اپنا فیوچر ڈسکس کرنے کے لئے بہت زیادہ وقت اور محنت کی ضرورت ہو گی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو گا کہ ہم ایک دوسرے کے لئے ٹائم ہی نہ نکال پائیں، ہم جیسے آج ہیں کل بھی ایک دوسرے کے لئے ایسے ہی رہیں گے انشاء اللہ۔'' عباد کی بات پر سب نے بیک وقت انشاء اللہ کہا، مگر وہ دونوں تو گویا لب سیے بیٹھے تھے بالکل چپ، وہ تینوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔

''آج شام کو ہم لوگ باہر جائیں گے اور خوب انجوائے کریں گے ان؟'' عباد نے ہاتھ آگے بڑھایا تو باری باری انعم اور زیاد نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تو چند لمحوں بعد اس نے بھی اپنا ہاتھ زیاد کے ہاتھ پر رکھا اور اب سب منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے جو بکسر لاعلم بیٹھی تھی۔

''اریج پلیز گیو یور ہینڈ۔'' انعم کے کہنے پر اس نے ناچار اپنا ہاتھ رکھنے کے لئے بڑھایا تب ہی اس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ زیاد کے ہاتھ پر سے اٹھا لیا۔

پتہ نہیں اس نے ایسا کیوں کیا تھا بہر حال جو بھی ہوا تھا اس سے غیر ارادی طور پر ہوا تھا۔

''او کے گائز شام کو ملتے ہیں پھر۔'' زیاد نے فوراً کافی اور اسنیکس کا آرڈر دیتے ہوئے خوشگوار لہجے میں کہا تو سب کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

☆☆☆

اس وقت رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے وہ فنکشن سے مل کر واپس گھر جا رہا تھا جب اس نے موبائل کارڈ لینے کے لئے دائیں جانب گاڑی کو بریک لگائے اور شاپ کی طرف بڑھ گیا اسی اثناء میں اس کی نظر ساتھ والے میڈیکل سٹور پر جا پڑی، محض ایک لمحے کے لئے اسے گمان ہوا کہ وہ اریج ہے اس نے ارادی طور پر دوسری نظر اس پر ڈالی وہ واقعی اریج تھی۔

رات کے اس پہر وہ تنہا میڈیکل سٹور پر؟ اسے اچنبھا ہوا تھا، وہ لمحہ ضائع کیے بغیر اس کی طرف دوڑ پڑا۔

''اریج!'' وہ میڈیسن ہاتھ میں تھامے پے منٹ کر کے پلٹ رہی تھی جب اپنے بالکل قریب اس کی آواز سن کر پہلے وہ چونکی پھر دیکھنے کی زحمت کیے بغیر آگے بڑھتی چلی گئی۔

''تم رات کو اس وقت یہاں اکیلی، تم مجھے نہیں کہہ سکتی تھیں کیا؟'' اس کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے اس نے افسوس سے اس کی طرف دیکھ کر کہا مگر وہ کچھ بھی کہے بغیر چلتی رہی گویا اس کے ساتھ کوئی موجود نہیں ہے۔

''ٹیکسی۔'' پاس سے گزرتی ٹیکسی کو ہاتھ بڑھا کر اس نے روکنا چاہا جس پر اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا، اس کی اس حد درجہ بیگانگی پر وہ ایک سخت نظر اس پر ڈال کر ٹیکسی کو آگے بڑھ جانے کا اشارہ کیا پھر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''کیا میں اتنا برا ہو گیا ہوں اریج کہ اب تم مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھتیں کہ میں تمہارے کسی کام آ سکوں۔''

''میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی، مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' وہ بالکل سپاٹ لہجے میں بولی۔

''گاڑی میں بیٹھو میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔'' کہہ کر وہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

''میں چلی جاؤں گی پلیز تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے زحمت کرنے کی۔'' اس کے لہجے میں پتہ نہیں کیا بات تھی کہ وہ پل بھر کے لئے اس کا چہرہ دیکھتا رہ گیا۔

''مجھے اتنا نظروں مت گراؤ اریج فار گاڈ سیک۔'' التجائیہ انداز میں کہہ کر وہ اس کے لئے فرنٹ ڈور کھول کر کھڑا ہو گیا اور منتظر نظروں سے اسے دیکھنے لگا جو کشمکش کی سی کیفیت میں کھڑی تھی، پھر پتہ نہیں کیا سوچ کر وہ آہستگی سے آگے بڑھی اور چپ چاپ بیٹھ گئی۔

اس نے سکون کا سانس بھرا اور ڈور بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا، تمام راستہ مکمل خاموشی تھی۔

وہ مسلسل ونڈ اسکرین سے باہر دیکھ رہی تھی جبکہ وہ یکسوئی کے ساتھ ڈرائیونگ کرنے میں مصروف تھا۔

گھر کے سامنے گاڑی رکتے ہی وہ برق رفتاری سے گیٹ کی جانب دوڑی، وہ بھی اس کے پیچھے چلا آیا۔

وہ سیدھی پاپا کے کمرے میں گئی تھی جہاں یمینہ ان کے سرہانے ان کے نحیف ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لئے پریشان بیٹھی تھی اور نظریں شاید اسی کے انتظار میں دروازے پر مرکوز تھیں جبھی اسے دیکھتے ہی وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''اتنی دیر لگا دی اریج پاپا کو فوراً میڈیسن دینی تھیں۔'' یمینہ اس کے ہاتھ سے میڈیسن لیتی پریشانی کے عالم میں بولتی کمرے سے باہر نکلنے لگی جب دروازے میں اسے کھڑے دیکھ کر رک گئی پھر عجلت میں آگے بڑھ گئی تو وہ بھی اس کے پیچھے کچن میں چلا آیا۔

''انکل کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی کیا؟'' یمینہ انکل کے لئے دودھ گرم کر رہی تھی جب اس نے ایک شاکی نظر اس پر ڈالی پھر گویا ہوئی۔

''ہاں اچانک طبیعت بگڑ گئی تھی اور میڈیسن بھی ختم ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے بہت پریشانی ہوئی اور دوسرا گاڑی راحیل لے کر چلے گئے تھے اپنی بہن کے گھر حیدر آباد تو بس پوچھو مت اور ایک تم ہو میں اتنے دنوں سے آئی ہوئی ہوں ایک بار بھی مجھ سے ملنے نہیں آئے اور اب بھی اریج نے اتنے فون کیے تمہیں مگر نہ فون ریسیو کیا نہ بعد میں خیریت معلوم کی۔''

گرم دودھ سے بھرا گلاس احتیاط سے اٹھاتے ہوئے یمینہ نے بھرپور انداز میں شکایت کی تو وہ بری طرح چونک اٹھا اور ٹراؤزرز کی جیب سے فون نکال کر مسڈ کالز لسٹ چیک کرنے لگا مگر وہاں اریج کی کوئی مسڈ کال موجود نہیں تھی۔

اس کا مطلب تھا اس نے یمینہ سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ فون پک نہیں کر رہا۔

وہ تھوڑی دیر وہاں رکا پھر گھر چلا آیا، اس دوران وہ اپنے کمرے میں ہی رہی۔

☆☆☆

وہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی یمینہ اور حرا کا انتظار کر رہی تھی جو قریبی مارکیٹ تک گئی تھیں گھر کا کچھ ضروری سامان لانے۔

''اندر آ سکتا ہوں؟'' اس کی آواز پر اس نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا جو اپنے مخصوص انداز میں اس کی طرف سوالیہ انداز میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔

اس نے شاید جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا تب ہی دوبارہ ہاتھ میں پکڑی اسٹوری بک کی طرف متوجہ ہو گئی۔

یقیناً وہ اسی ردعمل کا منتظر تھا اس لئے دوبارہ پوچھنے کی زحمت کیے بغیر آہستگی سے چلتا ہوا اس کے سامنے والے صوفے پر ٹک گیا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ میں موجود بک لے کر بند کر کے ٹیبل پر رکھ دی۔

''ناراض ہو؟'' کافی دیر چپ رہنے کے بعد اس نے استفساریہ انداز میں اس کی طرف دیکھا، مگر وہ اسی طرح خاموش تھی۔

''کیا ہم پہلے کی طرح اچھے دوست بن سکتے ہیں؟'' وہ اس کی کسی بھی بات کا جواب دینا انتہائی غیر ضروری سمجھ رہی تھی اس لئے مکمل لاتعلقی اپنائے بیٹھی تھی۔

''اریج میں تم سے بات کر رہا ہوں۔'' اس نے اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے پکارا جس پر اس نے محض ایک سرسری سی نظر اس پر ڈالی پھر دوبارہ اسی پوزیشن میں بیٹھ گئی۔

''کیا تم وہ سب کچھ بھلا کر مجھے معاف کر سکتی ہو؟'' اس کے اس سوال پر اس نے ناراض نظروں سے اسے دیکھا جو بڑے آرام سے اس سے پوچھ رہا تھا۔

''نہیں۔'' قدرے توقف کے بعد اس نے سختی سے انکار کر دیا۔

''کیوں، کیا تم میرے بارے میں اتنی تنگ دل ہو کہ میری کسی غلطی کو کھلے دل سے معاف نہیں کر سکتیں؟''

''تمہاری اس غلطی کو کبھی معاف نہیں کروں گی کیونکہ تم نے میرا اعتبار توڑا ہے اور جو اعتبار ہی توڑے اس کے پاس کوئی بھی رشتہ جوڑنے کے لئے کچھ نہیں بچتا۔'' وہ دل ہی دل میں شکر ادا کرنے لگا جو اس سے بات کرنے پر راضی تو ہوئی تھی ورنہ اب سے پہلے تو وہ ایک لفظ بھی بولنا پسند نہیں کر رہی تھی۔

''آئندہ ایسا کبھی نہیں ہو گا اریج پلیز،

میرے دل میں تمہارے لیے وہی احترام اور وہی قدر ہے میرا یقین کرو، میں تمہیں زندگی میں بھی اپنی ذات سے تکلیف نہیں پہنچاؤں گا صرف ایک بار میرا یقین کرلو۔" وہ التجائیہ انداز میں بول رہا تھا۔

"تم نے میرے ساتھ بہت زیادتی کی ہے جنید روحان! تم نے میرا سب سے اچھا، سب سے بہترین دوست مجھ سے چھین کر مجھے خالی ہاتھ چھوڑ دیا، میں تمہیں کیسے معاف کر سکتی ہوں۔" نجانے اس کا دل کتنا بھرا ہوا تھا کہ بات کرتے کرتے اس کی آنکھوں سے شفاف آنسو موتی کی مانند قطار در قطار گرتے جارہے تھے۔

"میں نے تمہیں کبھی کھونے کا تصور تک نہیں کیا تھا کبھی تم سے دور ہونے کا خیال بھی دل میں نہیں لائی تھی کہ کہیں وہ سچ نہ ہو جائے لیکن تم نے میرے سارے خدشات پورے کر دیے، تم نے مجھے توڑ دیا جنید، میرے اعتبار کو میرے خلوص کو ریزہ ریزہ بکھیر دیا تم نے سب کچھ ختم کر دیا، وہ دوست جس پر میں آنکھ بند کر کے بھروسہ کرتی تھی جس پر مجھے خود سے بڑھ کر مان تھا تم نے مجھے اس سے الگ کر کے دور پھینک دیا، اپنے اور میرے درمیان موجود مخلص اور قیمتی رشتے کو لمحے میں بے مول کر کے رکھ دیا تم نے مجھے اکیلا کر دیا جنید۔" آنسو تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے، بے اختیار وہ چہرہ ہاتھوں میں لیے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تو وہ پہلے سے کہیں زیادہ بے چین ہو گیا۔

"اریج پلیز روؤ مت، میں کہہ رہا ہوں ناں آئندہ ایسا کبھی نہیں ہوگا، میں اس لمحہ کو اپنی اور تمہاری زندگی سے نوچ کر پھینک دوں گا جس لمحے نے مجھے تمہاری نظروں میں بے اعتبار کیا ہے، میں دفن کر دوں گا اس پل کو ہمیشہ کے لیے، بس تم مجھ پر بھروسہ کرو میرا اعتبار کرو اریج میں وہی جنید تمہیں لوٹا دوں گا جس کو میں نے تم سے دور کر دیا تھا، پلیز مان جاؤ صرف ایک بار، میں زندگی بھر تمہارا مان نہیں توڑوں گا میں وعدہ کرتا ہوں اگر بھروسہ توڑا تو کبھی صورت تک نہیں دکھاؤں گا، میں بس تمہاری نظروں میں معتبر رہنا چاہتا ہوں، مجھے اعتبار دے دو پلیز۔" فرط جذبات میں اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے پوری سچائی سے کہا تو وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی جس کی روشن آنکھوں میں صرف سچ جھلک رہا تھا۔

"میں اپنے اتنے اچھے دوست سے دور نہیں رہ سکتی جنید، تم تو میرا بہت بڑا سہارا ہو مجھ سے یہ سہارا کبھی مت چھیننا پلیز۔" ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔

اس نے آپس میں جڑے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"میں بھی تو نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر یار، تم نہیں جانتیں میں نے کب کب تمہیں یاد نہیں کیا، کس کس وقت مجھے تمہاری ضرورت محسوس نہیں کی، مجھے تو تمہاری عادت ہے یار، تمہارے علاوہ کبھی اپنے پاس کسی کو پایا ہی نہیں چاہے وہ کوئی تکلیف ہوئی یا معمولی سی خوشی، ہر وقت تمہاری موجودگی میرے لیے کل سرمایہ رہی ہے، دن میں رات میں کب تمہاری یاد نہیں کیا میں نے؟ ہر تکلیف میں مجھے تم یاد آئی تھیں کہ تم ہوتیں تو میرا خیال رکھتیں، مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم یار کہ میرے کمرے میں موجود وارڈ روب میں کون سا دراز کس چیز کے لیے ہے اور کس چیز کو کہاں رکھنا ہے مجھے کچھ پتہ نہیں، میرے کمرے کی حالت بہت بری ہے اس وقت بھی، تم دیکھو گی ناں تو مجھے خوب برا بھلا کہو گی۔" اس کے بتانے پر وہ

دھیرے سے مسکرا دی تو وہ بھی کھل اٹھا تھا۔

"جو تمہارا خیال رکھتے ہوں تمہیں بھی ان کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے ناں۔" اس نے مشورہ دیا تو وہ بھی مسکرا کر رہ گیا۔

"کافی پیو گے؟" تھوڑی دیر بعد اس نے بدلے لہجے میں اس سے پوچھا۔

"ہاں لیکن آج میں بناؤں گا اپنے ہاتھ سے۔" کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کچن کی جانب بڑھ گیا

اسے اپنے سر سے ایک بڑا بوجھ سرکتا محسوس ہو رہا تھا، اریج کی ناراضگی اور بے اعتنائی اسے اندر ہی اندر کاٹ رہی تھی، کتنے ہی دنوں سے وہ خود سے بھی نظر نہیں ملا رہا تھا، کتنا خالی اور بے معنی ہو گیا تھا اس کا وجود اس کے نہ ہونے سے۔

اس کے بغیر تو وہ کچھ نہیں تھا اس کا احساس ان چند دنوں میں اسے بخوبی ہو گیا تھا، وہ صرف اس کی دوست نہیں تھی یہ خود کو باور کراتے ہوئے اسے کس تکلیف سے گزرنا پڑا تھا یہ وہی جانتا تھا، ایک بار اسے کھو چکا تھا دوبارہ کھونے کا حوصلہ اس میں ہرگز نہیں تھا، اپنی نظروں، اپنی سوچوں اور اپنے اندر پنپتے ہر جذبے پر اس نے لاکھوں پہرے بٹھا دیے تھے جو اس کی شفاف دوستی کی گہرائی پر مامور تھے، وہ پہلے کی طرح اس کے لیے اچھا دوست ثابت ہونا چاہتا تھا اس کے دل سے ہر احساس کو مٹانا چاہتا تھا جو اسے کسی خوف میں مبتلا کر سکتا تھا۔

اس رات اسے تنہا میڈیکل سٹور پر دیکھ کر اس نے اپنا دل کسی گہری پستی میں گرتے دیکھا تھا انجانے میں ہی سہی مگر اس نے واقعی اس کے ساتھ زیادتی کر ڈالی تھی دوستی کا بھرم توڑ کر رکھ دیا تھا، نہ دوستی کا حق ادا کر سکا تھا نہ فرض، مگر اب وہ اسے کسی امتحان میں ڈالنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا، وہ خود تو ٹوٹ گیا تھا اسے توڑنا نہیں چاہتا تھا۔

کافی تیار ہو چکی تھی، دو مگ میں کافی ڈالے اس کے پاس لاؤنج میں چلا آیا، جہاں وہ بڑے پرسکون انداز میں ٹی وی پر نظریں جمائے بیٹھی تھی، اس کے چہرے پر سکون اور اطمینان دیکھ کر اس کے اندر طمانیت کا بھرپور احساس پیدا ہو گیا تھا۔

"تھینکس۔" کافی کا مگ اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے وہ خوشگوار انداز میں بولی۔

"تم نے آفس جوائن نہیں کرنا کیا؟" کچھ دیر بعد اس نے اس سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کیوں؟" وہ تعجب سے اسے دیکھنے لگی جو اپنے ساتھ بہت غلط کر رہا تھا۔

"تمہیں اپنے فیوچر کی کوئی پرواہ نہیں کیا، تم خود دیکھو سب سیٹل ہو چکے ہیں عباد اپنے انکل کے ساتھ بزنس میں ان ہو گیا ہے زیاد اچھی کمپنی میں اچھی پوسٹ پر جاب کر رہا ہے اور تم کیا کر رہے ہو سوائے خود کو ویسٹ کرنے کے۔" وہ کافی پینے کے ساتھ ساتھ اس کی تمام باتیں خاموشی سے سن رہا تھا۔

"پلیز جنید ایسا مت کرو صبور آنٹی اکیلے اتنا کچھ کب تک کر سکتی ہیں، تم بزنس میں ان کی ہیلپ کرو گے تو انہیں بھی کچھ ریسٹ مل جائے گا، تم مانو نہ مانو یہ صبور آنٹی کی ہی ہمت تھی جنہوں نے روحان انکل کے بعد اس گھر کو بزنس کو اور حتی کہ تمہیں بھی سنبھالا، اکیلا آدمی بھی اتنا سب کچھ نہیں کر سکتا، وہ تو پھر عورت ہیں ایک کمزور عورت، انہیں مزید کمزور مت کرو وہ اندر سے ختم ہو جائیں گی اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا تب تمہاری انا کہیں جا کر سو جائے گی تم دیکھ لینا۔" پتہ نہیں وہ اور کیا کیا بولتی رہی جس کو وہ بس

سنتا ہی رہا تھا، جیسے ہی وہ ورکی وہ جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

''او کے یار چلتا ہوں، کل ملیں گے۔'' وہ بالکل پہلے کی طرح بولا تو وہ دل سے خوش ہو گئی تھی۔

''ہنید پلیز سوچنا ضرور۔'' اپنے پیچھے اس کی آواز سنائی دی مگر وہ کچھ بھی کہے بغیر باہر نکل گیا۔

اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان میں سب کچھ ٹھیک ہوتا چلا گیا تھا۔

☆☆☆

پچھلے کچھ دنوں سے وہ اپنے اندر عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا تھا، اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا، گھر میں رہنا نہ گھر سے باہر رہنا، اگر گھر میں ہوتا تو کئی کئی گھنٹے کمرے میں بند رہتا نہ کسی سے بات کرتا نہ کسی کا فون ریسیو کرتا۔

اس وقت بھی وہ کب سے اپنے کمرے میں مقید تھا جب چائے کی طلب کے باعث وہ کچن میں چلا آیا اور اپنے لئے چائے بنانے لگا تب ہی اسے سامنے والے کمرے سے کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی جس کو اس نے اپنا وہم سمجھ کر جھٹک دیا، مگر دوسری بار بھی وہی آواز سنائی دی تو وہ نظر انداز نہ کر سکا اور کچن سے باہر نکل کر کمرے کی طرف چل پڑا، جہاں بیڈ پر وہ سینے پر ہاتھ رکھے بری طرح کراہ رہی تھیں، بے اختیار وہ ان کی طرف بڑھا اور انہیں دونوں بازوؤں سے تھام لیا۔

''آپ ٹھیک تو ہے ناں، کیا ہوا ہے آپ کو؟'' ان کا رنگ زرد پڑ رہا تھا، اس کے لہجے میں واضح تشویش تھی، انہوں نے بمشکل ہاتھ سے دراز کی طرف اشارہ کیا تو وہ فوراً ان کی سائیڈ ٹیبل کی دراز کی طرف لپک گیا جہاں بے شمار دوائیاں رکھی تھیں۔

اس نے حیرانی سے پہلے ان تمام دوائیوں کو اور پھر ان کی نقاہت زدہ وجود پر نظر ڈالی، اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا کہ وہ نجانے کب سے کن کن بیماریوں میں الجھی ہوئی تھیں جن کا اسے کبھی علم ہی نہ ہو سکا تھا اور علم بھی کیسے ہوتا اسے تو ان کی ذات سے کبھی کوئی دلچسپی ہی نہیں رہی بلکہ اس نے تو کبھی غور سے ان کا چہرہ تک دیکھنے کی زحمت تک گوارا نہ کی تھی تو پتہ کیسے چلتا کہ وقت نے ان پر کس طرح اپنے گہرے اثرات چھوڑے تھے۔

ان کے بتانے پر اس نے دو تین ٹیبلٹ اور پانی کا گلاس ان کی طرف بڑھا دیا، کپکپاہٹ کے باعث گلاس میں سے پانی چھلک گیا تھا۔

اس نے دونوں بازوؤں سے سہارا دے کر انہیں بٹھایا اور اپنے ہاتھ سے انہیں میڈیسن کھلانے کے بعد انہیں نہایت آرام سے بیڈ پر لٹا دیا۔

ایک لمحہ کے لئے اسے لگا جیسے وہ بہت قیمتی شے ہیں جس کا اسے ادراک نہیں تھا، وہ غیر ارادی طور پر ان کے سامنے رکھی چیئر پر بیٹھ گیا۔

وہ آنکھیں موندے خود کو ریلیکس کرنے کی سعی کر رہی تھیں، تھوڑی دیر بعد ان کی حالت قدرے بہتر ہوئی تو انہوں نے آنکھیں کھول کر اس کی موجودگی کو محسوس کرنا چاہا، وہ اسی طرح چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔

''تم پریشان مت ہو بیٹا میں ٹھیک ہوں، تم جاؤ جا کر سو جاؤ بہت رات ہو گئی ہے۔'' باوجود نقاہت کے وہ مسکرا کر گویا ہوئیں، انہیں اب بھی خود سے زیادہ اس کی فکر تھی وہ کچھ۔

''کچھ کھائیں گی آپ؟'' وہ بہت کمزور اور اپنی صحت بارے حد درجہ لاپرواہ دکھائی دے رہی تھیں۔

''تم کھلاؤ گے تو کھا لوں گی بیٹا۔'' اس کے پوچھنے پر ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلملانے لگے تھے، وہ آج پہلی بار ان کے کمرے میں آیا تھا پہلی بار انہیں کچھ کھانے کو پوچھ رہا تھا انہیں اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے تھا؟

وہ اٹھ کر کچن میں چلا آیا اور سوپ گرم کرنے لگا، تھوڑی ہی دیر بعد وہ ہاتھ میں سوپ کا باؤل لیے ان کے کمرے میں چلا آیا، وہ بیڈ کی بیک سے ٹیک لگائے نیم دراز کسی گہری سوچ میں غلطاں تھیں جب اس کی آہٹ پر وہ چونک کر دروازے کی جانب دیکھنے لگیں۔

''میں آج بہت خوش ہوں ہنید۔'' سوپ کا باؤل سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ بھرائی ہوئی آواز میں اس سے مخاطب ہوئیں تو وہ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

''آج میرا بیٹا میرے پاس ہے میں کتنی خوش ہوں بتا نہیں سکتی۔'' ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں، اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا انہیں جواباً کیا کہے؟ اسے تو ان سے بات کرنا بھی نہیں آتی تھی کہ کبھی کی ہی نہیں تھی۔

''آپ نے آج میڈیسن نہیں لی تھیں؟'' تھوڑی دیر بعد اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی پوچھ لیا تو وہ تو جیسے نہال ہی ہو گئی تھیں، ممتا بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

''اب ریگولر لوں گی بیٹا۔'' پتہ نہیں کیوں وہ کچھ شرمسار سا ہو گیا تھا۔

دوائیوں کے زیر اثر اب وہ غنودگی میں تھیں، کتنی ہی دیر تک وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھتا چلا گیا۔

آج وہ پہلی بار ان کے چہرے پر اپنے لئے محبت دیکھ رہا تھا یا یہ ارتج کی باتوں کا اثر تھا کہ وہ زندگی میں پہلی دفعہ اپنی ذات کے بجائے صرف ان کے بارے میں سوچ رہا تھا پہلی دفعہ اس بات کے قطع نظر کہ انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا وہ اپنا تجزیہ کر رہا تھا کہ اس نے ان کو کیا دیا، پیار، محبت، توجہ جس کی وہ حقدار تھیں، کچھ بھی تو نہیں دیا، اس نے محض نفرت اور تلخ باتوں کے، ان کی زندگی صرف بزنس اور آفس تک ہی محدود تھی۔

آفس میں بھی تنہا اور گھر میں بھی، جبکہ وہ تو لمحہ لمحہ اس کے ساتھ رہی تھیں سکول کے فنکشنز سے لے کر سالانہ رپورٹس اور اس کے سبجیکٹس کے انتخاب تک ہر جگہ، لیکن پھر بھی اس نے انہیں اپنی ذات سے تکلیف ہی پہنچائی تھی محض تھوڑی سی غفلت اور لاپرواہی کے عوض ان کی پوری زندگی کو اس نے سزا بنا ڈالی تھی۔

سوچ سوچ کر یکدم اس کا دل گھبرانے لگا تھا، وہ آہستگی سے چیئر پر سے اٹھا اور لائٹس آف کر کے باہر نکل آیا۔

ان کے کمرے سے باہر نکلتے ہی گویا وہ بہت ہلکا پھلکا سا ہو گیا تھا، گزشتہ دنوں خود پر طاری کیفیت اس کی سمجھ میں آنے لگی تھی، دل و دماغ پر دھرا نادیدہ بوجھ جیسے اب ہٹ رہا تھا، کتنے برسوں سے وہ اس بوجھ کو اپنے اندر اٹھائے پھر رہا تھا اب ہٹا تو خود کو پرسکون محسوس کرنے لگا، آج سب کچھ اچھا دکھائی دے رہا تھا گھر اور گھر میں موجود ہر شے پہلے سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی، وہ کچھ سوچتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

''کانگریچولیشنز یار۔''

اس نے کچھ دنوں پہلے آفس جوائن کر لیا تھا جس کی خبر ان سب کو آج ملی تو وہ خوشی کے مارے

اس کے پاس آفس ہی آ پہنچے تھے، کافی دنوں بعد وہ ان سب سے ایک ساتھ مل رہا تھا خوشی یقینی تھی، ان کے استقبال کے لیے وہ مسکرا کر چیئر سے اٹھ کھڑا ہوا اور باری باری سب سے مصافحہ کرنے لگا۔

''آفس گریٹ جنید ریئلی گریٹ۔'' انعم نے اسے اس کے فیصلے پر سراہتے ہوئے کہا۔

''تھینکس یار ہم جو تمہاری وجہ سے اتنے پریشان ہوتے تھے کہ پتہ نہیں کیا بنے گا تمہارا، تمہیں یہاں بیٹھے دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے، اٹس ریئلی گڈ۔'' زیاد نے بھی اس کی حوصلہ افزائی کی جس پر وہ مسکرا کر رہ گیا۔

''تم لوگوں نے دیکھا صبور آنٹی کتنی خوش دکھائی دے رہی تھیں۔'' اس کے پاس آنے سے پہلے وہ سب صبور آنٹی کے آفس میں جا کر ان سے مل کر آئے تھے اور اب انہی کی بات کر رہے تھے۔

''ہاں یار واقعی میں نے پہلی بار انہیں اتنا مطمئن اور بات بے بات ہنستے دیکھا ہے۔'' زیاد نے بھی عباد کی تائید کی۔

''اور اس سب کا کریڈٹ صرف تمہیں جاتا ہے جنید۔'' انعم کی بات سن کر وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا تھا۔

''تم لوگ بتاؤ کیا لو گے؟'' اس نے انٹرکام کان سے لگاتے ہوئے ان سب کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''یہاں نہیں ہم کہیں باہر چلیں گے اور زبردست سا ڈنر کریں گے، آفٹر آل اتنے دنوں بعد ہم سب اکٹھے ہوئے ہیں اتنا تو حق بنتا ہے ناں۔'' اریج کے کہنے پر سب نے اس کی تقلید کی تو اس نے انٹرکام واپس رکھ دیا اور پھر سب باہر جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے وہ آفس سے باہر نکل آئے۔

''تم بتاؤ زیاد کب جا رہے ہو بحرین؟'' کھانے کے دوران اس نے زیاد سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''نہیں یار میں نے کمپنی کو کنٹریکٹ ریٹرن کر دیا ہے۔'' زیاد کے بتانے پر وہ سب حیرت سے سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگے۔

''لیکن کیوں؟'' عباد نے تعجب سے زیاد کو دیکھا۔

''اتنا زبردست پروموشن چانس تو کیسے ضائع کر سکتا ہے یار، ایک بار جاتا تو سیٹ لائف بن جاتی تیری۔'' اس نے حیرانی سے زیاد کو دیکھا جس کی دماغی حالت پر اسے شبہ ہو رہا تھا۔

''بس یار میرا دل نہیں مانا ابھی تم لوگوں سے اتنا دور گیا ہی نہیں تو اب کیسے جا سکتا ہوں، وہ بھی دو سال کے لیے جس میں ایک بار بھی مجھے پاکستان آنے کی پرمشن نہیں ہوگی، نہیں یار ہرگز نہیں، ایسی ہزار آفرز بھی ملیں تو میرا جواب یہی ہوگا اور رہی لائف بننے کی بات تو زندگی تو بن ہی گئی ہے تم جیسے دوستوں میں رہ کر اور کیا چاہیے؟'' زیاد کا جواب سب کو لاجواب کر گیا تھا، کتنی ہی دیر تک وہ سب باری باری ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر زیاد پر اتنا پیار آیا کہ سب ہی فلک شگاف قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

''دل جیت لیا یار۔'' عباد نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''میں بھی تم لوگوں کو نہیں چھوڑ سکتا نہ دور رہ سکتا ہوں گائیز۔'' عباد نے فرط محبت میں اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

''میرا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے۔'' اریج نے آنکھوں کے گیلے ہوتے گوشے انگلیوں کی پوروں سے صاف کرتے ہوئے کہا تو انعم کی

آنکھوں میں باقاعدہ آنسو تیرنے لگے تھے۔

''اوہ کم آن یار کیا ہو رہا ہے یہ سب، پلیز اتنے ایموشنل مت ہوں اور ڈنر انجوائے کرو ورنہ آرڈر واپس بھی ہو سکتا ہے۔'' اس کے ڈرانے پر سب نے مسکراتے ہوئے دوبارہ کھانا کھانے میں مگن ہو گئے۔

☆☆☆

''تم اب بھی بالکل پہلے کی طرح ہو جنید، حالانکہ اب تم اتنا بڑا بزنس رن کر رہے ہو تمہیں بہت رسپانسبل اور خود کو لے کر بہت کیئرفل ہو جانا چاہیے تھا مگر تمہارا روم دیکھ کر کہیں سے نہیں لگتا کہ یہ کسی بزنس مین کا روم ہے۔'' وہ ابھی ابھی آفس سے گھر لوٹا تھا اور سیدھا اپنے کمرے میں چلا آیا تھا، جہاں اسے چیزیں سمیٹتے دیکھ کر بیگ رکھنے کے لیے وہ اپنی جگہ پر ٹھٹک کر رک کر اسے دیکھنے لگا تھا جو بڑی مستعدی سے اس کے کمرے میں جا بجا بکھری اس کی بکس اور فائلز کو ترتیب سے ریک میں رکھ رہی تھی۔

''تم کب آئیں؟'' ہاتھ میں پکڑا کوٹ بیڈ کی طرف اچھالتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''تھوڑی دیر پہلے ہی آئی ہوں، تمہیں تو کتنے کتنے دن گزر جاتے ہیں اپنی شکل دکھائے، گھر میں بھی سب تمہیں یاد کرتے ہیں اور پاپا تو خاص طور پر تمہاری غیر حاضری کو بہت مس کرتے ہیں لیکن تم ہو کہ کال کرنے کے باوجود نہیں آتے۔'' مصروف مصروف سے انداز میں کمرہ سمیٹتے ہوئے پتہ نہیں وہ کیا کیا بول رہی تھی جسے وہ غیر دلچسپی سے سنتا بیڈ کی طرف بڑھ گیا جیسے وہ کچھ سننا ہی نہ چاہ رہا ہو۔

''میری بات کا جواب تو دو۔'' کلائی پر بندھی رسٹ واچ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اس کی بات پر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''میں پوچھ رہی ہوں تم آج ڈنر پر پاپا سے ملنے آ رہے ہو ناں؟'' اس نے دوبارہ پوچھا۔

''بہت مشکل ہے یار آج رات ایک کلائنٹ کے ساتھ میٹنگ ہے۔'' شوز اتارتے ہوئے اس نے جواز پیش کیا تو وہ قدرے غصے سے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور سوالیہ انداز میں بولی۔

''تم کچھ زیادہ ہی بزی نہیں ہو گئے ہو؟'' اس کے لہجے میں طنز نمایاں تھا۔

''یار تم لوگ ہی تو کہا کرتے تھے کہ فارغ رہنا ٹھیک نہیں ہے آفس جوائن کر لو، اب آفس جوائن کیا ہے تو مصروفیت تو بڑھے گی ناں۔'' اتنا کہہ کر وہ شاور لینے کی غرض سے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

''میں تم سے ملنے آئی ہوں اور تم شاور لینے جا رہے ہو ویری ناٹ فیئر۔'' اسے شدید برا لگا تھا، اس کا یوں نظر انداز کر کے جانا سو بولے بغیر نہ رہ سکی۔

''ڈونٹ مائنڈ یار پلیز بہت تھک گیا ہوں فریش ہو کر آتا ہوں۔'' اس نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا تو وہ چپ کر گئی۔

بیس منٹ بعد جب وہ واش روم سے باہر نکلا تو کمرہ خالی تھا۔

وہ جا چکی تھی، شاید کوئی ضروری کام یاد آ گیا ہو، وہ تاول سے بال رگڑتا آئینے کے سامنے آ کھڑا ہوا، تھوڑی دیر پہلے اچانک طاری ہونے والی تھکان اب قدرے کم محسوس ہو رہی تھی، معلوم نہیں وہ تھکان تھی یا بے چینی جو اریج کو دیکھتے ہی اس کے حواسوں پر سوار ہو گئی تھی۔

وہ شاید اس سے ملنا نہیں چاہ رہا تھا یا اس وقت اس کا موڈ نہیں تھا کسی سے ملنے کا، پتہ نہیں کیا تھا، وہ خود بھی نہیں جانتا تھا، وہ سر جھٹک کر

تیار ہونے لگا۔

"کہیں جا رہے ہو بیٹا؟" صبور آنٹی لاؤنج میں فائلز پر سر جھکائے بیٹھی تھیں جب اسے باہر جاتا دیکھ کر انہوں نے حسب عادت نرم لہجے میں پوچھا۔

جب سے وہ ان کے ساتھ نارمل لہجے میں بات کرنے لگا تھا صبور آنٹی کو بہت حوصلہ ہوا تھا اب وہ آفس کے معاملات بھی بنا ہچکچاہٹ اس کے ساتھ ڈسکس کر لیتی تھیں جن کو وہ بڑے سکون سے حل کر لیتا تھا۔

"جی۔" اس نے جواب دیا۔

"اگر تھوڑا سا ٹائم ہو تو یہ فائل دیکھ لو بیٹا، مجھے تھوڑی کنفیوژن ہو رہی ہے۔" ان کی بات پر وہ ان کے سامنے رکھے صوفے پر جا بیٹھا اور ان کے ہاتھ سے فائل لے کر انہیں کچھ ضروری پوائنٹس سمجھانے لگا۔

"تم شادی کر لو بیٹا۔" فائل بند کر کے وہ ان کی طرف بڑھا کر اٹھ کھڑا ہوا تھا جب ان کی اچانک کی بات پر وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"میرا خیال ہے اب تمہیں شادی کر لینی چاہیے بیٹا، گھر کو بہت ضرورت ہے کسی خوشی کی، رونق کی۔" ان کے لہجے میں ممتا واضح جھلک رہی تھی جس کو اس نے شاید آج پہلی بار محسوس کی تھی، مگر نہیں وہ تو آج سے پہلے بھی کئی بار اسی موضوع پر اسی طرح بات کرنے کی کوشش کرتی تھیں اور ایک وہی تھا جس نے کبھی ان کے اندر چھپی محبت کو دیکھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔

"اگر تمہاری کوئی پسند ہے تو مجھے بتا دو بیٹا میں خود تمہارا پروپوزل لے کر جاؤں گی، تمہاری خوشی سے بڑھ کر مجھے کچھ بھی عزیز نہیں ہے۔" وہ خاموش کھڑا تھا جب وہ آہستگی سے چلتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئیں اور محبت آمیز لہجے میں بولیں تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی قدرے تحمل سے گویا ہوا۔

"جی نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔"

"اگر ایسا نہیں ہے تو میں مسز نعمان سے ان کی بیٹی کے لیے بات کروں وہ بھی لاسٹ منتھ ہی کینیڈا سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے کر آئی ہے اور یہاں اپنا کلینک بنا رہی ہے بہت ٹیلنٹڈ ہے وہ، تم کہو تو میں تمہارا پروپوزل لے کر جاؤں مسز نعمان کے ہاں؟" وہ بڑی آس سے اسے تمام تفصیلات سے آگاہ کر رہی تھیں کہ شاید وہ راضی ہو جائے۔

"میں نے ابھی اس بارے میں کچھ نہیں سوچا اور نہ میرا ایسا کوئی ارادہ ہے۔" مختصر سا جواب دے کر وہ آگے بڑھ گیا، مگر ان کی آواز پر بے اختیار رک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"تم چاہو تو ایک بار سبرین سے مل لو بیٹا پھر تم جو بھی فیصلہ کرو گے میں تمہارے ساتھ ہوں گی۔"

پتہ نہیں کیوں وہ آج اتنا اصرار کر رہی تھیں؟

"میں آپ سے کہہ رہا ہوں ناں میں ابھی شادی میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں بہتر ہے آپ اس بارے میں کچھ مت سوچیں۔" اس کا لہجہ قدرے سخت سا ہو گیا تھا وہ مزید کچھ نہ بولیں اور چپ کر گئیں۔

اس کے جانے کے بعد وہ یاسیت سے گھر میں پھیلی اداسی اور خاموشی کو تکنے لگیں جو نجانے کتنے برسوں سے اس گھر میں ادھر سے ادھر بکھرتی ہی جا رہی تھی، وہ جتنا ان اندھیروں کو روشنی میں بدلنے کی کوشش کرتیں اتنا ہی اندھیرے ان کا تعاقب کرتے نظر آتے۔

اس کے انکار سے ان کا دل یکدم بجھ سا گیا

تھا، کتنی بڑی خواہش تھی ان کی کہ وہ اس گھر میں یہاں سے وہاں ہنستے چہرے کھلکھلاتے لہجے اور رنگین آنچل میں سجے نازک سے وجود والی چھید کی دلہن کو دیکھیں جو ان کی تنہائی کو اپنی باتوں سے دور کر دے جو گھر کی تمام ذمہ داریوں میں اپنا حصہ ڈال کر انہیں ہلکا پھلکا سا کر دے اور پھر وہ اپنی باقی کی تھوڑی سی زندگی سکون سے گزار سکیں۔

مگر ایک وہ تھا جو انہیں سمجھ ہی نہیں پا رہا تھا کہ وہ اب بری طرح تھک چکی ہیں اب آرام کرنا چاہتی ہیں، وہ کیسے اسے بتائیں کہ اب انہیں چاروں طرف پھیلی اس تنہائی اور جمود سے وحشت ہونے لگی ہے اور اس وحشت کو ایک وہی دور کر سکتا ہے اس کی خوشیاں ہی ان خاموشیوں کو توڑ سکتی ہیں۔

پتہ نہیں وہ کیوں انکار کیے جا رہا ہے جبکہ وہ کسی میں بھی انٹرسٹڈ نہیں ہے، شاید انہیں تکلیف دینے کے لیے، لیکن نہیں اب اس کا رویہ انہیں تکلیف دینے والا نہیں ہے تو پھر......

انہوں نے تھک کر صوفے کی پشت پر ٹکا دیا اور اس کے بارے میں سوچنے لگیں۔

☆ ☆ ☆

آج زیاد کی انگیج منٹ تھی لہٰذا وہ سب اس کے گھر موجود تھے زیاد کی منگنی اس کی کزن سے ہو رہی تھی جس میں اس کی پوری فیملی مدعو تھی۔

وہ سب زیاد کے ساتھ گیٹ کے پاس اس کا انتظار کر رہے تھے جو اب تک نہیں آیا تھا۔

"یار یہ بزنس میں کچھ زیادہ ہی انوالو نہیں ہو گیا؟"

زیاد نے باری باری سب کی طرف دیکھتے ہوئے تشویش سے کہا پھر فون کرنے لگ گیا جو دوسری طرف سے ڈسکنیکٹ کر دیا گیا تھا۔

اس کا مطلب تھا کہ وہ آ رہا ہے اگلے ہی دو منٹ بعد وہ ان سب کے سامنے تھا۔

"حد کرتے ہو یار تم بھی حالانکہ تمہیں پتہ بھی ہے جب تک تم نہیں آتے میں رسم ہرگز شروع ہونے نہ دیتا پھر بھی اتنا لیٹ آئے ہو تم۔" زیاد اس سے حقیقتاً بہت ناراض ناراض سا دکھائی دے رہا تھا۔

"سوری یار بس آفس سے نکلتے نکلتے دیر ہو گئی، ایم رئیلی ویری سوری اور اینڈ کانگریچولیشنز میرے یار۔" کہتے ہوئے وہ اس کے گلے جا لگا تو حسب عادت زیاد کا موڈ فوراً ہی بحال بھی ہو گیا تھا، پھر وہ باری باری ہاتھ ملا کر سب سے مصافحہ کرنے لگا۔

ارتج سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے اپنے اندر بڑھتی وہی بے چینی محسوس کی جو پچھلے کئی دنوں سے اس کے اعصاب پر بری طرح سوار تھی، لحظہ سے پہلے اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا، تیز ہوتی دھڑکن واضح طور پر سن سکتا تھا، وہ عباد کے ساتھ خود کو باتوں میں مصروف کرنے لگا تب ہی غیر ارادی طور پر اس کی نظر اس پر جا پڑی جو کچھ ہی فاصلے پر دھیمی مسکراہٹ لبوں پر سجائے انعم کے ساتھ باتوں میں مشغول تھی۔

بے اختیار وہ اس کے صبیح اور شفاف چہرے کو دیکھنے لگا جس میں عجیب سی جاذبیت تھی، جو اسے اپنے اندر اترتی محسوس ہو رہی تھی، اٹھتی گرتی لمبی گھنی پلکیں اس کے اضطراب کو مزید بڑھا رہی تھیں، کانوں میں موجود نازک سے آویزے اس کے چہرے کی جنبش کے ساتھ ہلتے تو اسے اپنے وجود میں لرزہ سا محسوس ہو رہا تھا، پلکیں جھپکائے بغیر وہ یک ٹک بے اختیاری کے عالم میں اسے دیکھے جا رہا تھا۔

ایک لمحہ کو اس کا دل چاہا کاش سب کچھ ختم

READING CORNER

ہو جائے بس وہ دونوں باقی رہ جائیں اور وہ بے خوف ہو کر اسے جی بھر کر اس کے چہرے کے ایک ایک نقش اپنے اندر اتار لے، کاش ایسا کرنے کے لئے اس کے پاس ایسا کوئی اختیار ہوتا جسے وہ بلا جھجک استعمال کر سکتا، لیکن کوئی بھی اختیار اس کے پاس ہوتا ہی کیونکر......

وہ اس کی دوست تھی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں تھی۔

تیز ہوتی دھڑکن کے باعث اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی تھی، بظاہر مضبوط مگر اندر سے کمزور ہوتے وجود کو اپنے قدموں پر سنبھالے وہ بمشکل کھڑا ہوا تھا۔

اپنی نظروں کی بے اختیاری پر قابو رکھنا اس سے دوبھر ہو رہا تھا حالانکہ اپنی اس غیر اخلاقی حرکت کا اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا مگر کسی طور وہ خود پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا، اپنی بدلتی کیفیت سے وہ بری طرح گھبرا اٹھا تھا۔

بدقت تمام خود کو سنبھالے وہ لان کے نسبتاً نیم تاریک گوشے میں جا کر گہرے گہرے سانس اپنے اندر اتار کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگا، شکر تھا کہ وہ سب اس وقت اندر جا چکے تھے اور باتوں میں مصروف تھے جس وجہ سے کوئی اسے نہ دیکھ سکا تھا ورنہ یقیناً اس کی کنڈیشن دیکھ کر سوالوں کا سلسلہ شروع کر دیتے۔

"جنید کہاں ہو یار اندر آؤ رسم اسٹارٹ ہونے والی ہے، زیاد بلا رہا ہے تمہیں۔" عباد کی آواز پر وہ پلٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے ناں تمہاری؟" اس کا اترا اترا سا منہ اور چہرے پر پھیلے تناؤ کو دیکھ کر عباد نے تشویش سے پوچھا۔

"پتہ نہیں یار دل بہت گھبرا رہا ہے طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی، اگر تم زیاد کو کنوینس کر لو تو میں گھر جا کر ریسٹ کر لوں، مجھ سے یہاں رکا نہیں جائے گا۔" اسے یہاں ٹھہرنا بہت مشکل نظر آ رہا تھا سو وہ فوراً بول پڑا۔

"اٹس اوکے یار تم گھر جا کر ریسٹ کرو میں زیاد کو سمجھا دوں گا وہ برا نہیں مانے گا۔"

اس کی طبیعت واقعی ٹھیک نہیں لگ رہی تھی تب ہی عباد نے بھی اسے مزید رکنے پر مجبور کرنا مناسب نہ سمجھا۔

گھر آ کر بھی اس کی حالت میں کچھ زیادہ فرق نہیں آیا تھا سوائے اس کے کہ اب اسے یہ ڈر نہیں تھا کہ اس کی بے اختیاری کسی کی نظروں میں نہ آ جائے اب وہ دل کھول کر اسے سوچ سکتا تھا اسے محسوس کر سکتا تھا، اس کی مدہم ہنسی کو اپنے اطراف میں بکھرتے دیکھ سکتا تھا۔

یہ کیا ہو رہا تھا اس کے ساتھ؟ وہ یکدم پریشان ہو گیا تھا۔

کیا وہی سب کچھ اس کے ساتھ دوبارہ ہو رہا تھا جس کی وجہ سے ارتج اس سے دور ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ بالکل بے اعتبار ہو کر رہ گیا تھا حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ کس طرح اس نے خود کو اس کی نظروں میں گرنے سے بچایا تھا کہ اپنی ذات کو اپنے وجود کو حتیٰ کہ اپنی ہر خواہش کو روند کر وہ اس کا پہلے کی طرح پہلے جیسا دوست بننا چاہتا تھا جس میں وہ ہر حد تک کامیاب بھی ہو گیا تھا اور وہ ہمیشہ کی طرح اس پر بھروسہ کیے اپنی دوستی کا ہر حق پورا کر رہی تھی لیکن وہ...... وہ کیا کرنے جا رہا تھا اس کے ساتھ؟

وہ شدید تذبذب کے عالم میں بالوں میں انگلیاں پھنسائے سر جھکائے بیٹھا تھا، اس وقت اس کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی، اپنی اندرونی کیفیت پر وہ بری طرح پریشانی اور تشویش کا شکار تھا۔

اتنا عرصہ خود کو سنبھالتے سنبھالتے اب وہ تھکنے لگا تھا، اس تمام عرصے میں اس نے ہر ممکنہ حد تک اس سے ایک مخصوص فاصلہ رکھنے کی کوشش کی تھی مگر اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ بالکل ناکام ہو چکا تھا۔

درد سے پھٹتے سر کو وہ بیڈ کراؤن سے لگائے خود کو ریلیکس کرنے کی سعی کرنے لگا مگر اس کا سراپا اس کی آنکھوں سے محو ہی نہیں ہو پا رہا تھا، وہ سونا چاہتا تھا تاکہ سب کچھ بھلا ڈالے لیکن وہ اس وقت بے بسی اور بے چارگی کی آخری حد پر تھا، جلتی آنکھیں بند کرنے پر مزید جلنے لگی تھیں۔

بے اختیار اس کا دل چاہا وہ اسے فون کر کے اپنی کیفیت بارے بتائے مگر وہ مزید خود کو بے مول کرنا نہیں چاہتا تھا اس کی آواز سنتے ہی اگر وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا اور جذبات میں آ کر کچھ کہہ گیا تو......

نہیں وہ ایسا کچھ نہیں کرے گا، بالآخر وہ بیڈ سے نیچے اترا اور پین کلر لینے کے لئے فرسٹ ایڈ باکس ڈھونڈنے لگا۔

سائیڈ ٹیبل کی دراز اور ڈریسنگ ٹیبل کی دراز بھی چیک کیں مگر باکس کہیں نہیں ملا۔

اسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا کہ لاسٹ ٹائم ارتج نے اسے کہاں سے وہ باکس لینے کو کہا تھا، وہ اسے بری طرح یاد آنے لگی تھی۔

کاش سب کچھ پہلے کی طرح ہوتا، وہ کیوں اسے لے کر اس طرح سے سوچنے لگا تھا کہ ہر جذبہ ہی بدلا بدلا سا لگنے لگا تھا۔

اس سے اس کی عام سی دوستی ضرور تھی مگر وہ خود اس کی خاص دوست تھی جس کو وہ کسی بھی جذبے کی خاطر ہرگز کھونا نہیں چاہتا تھا، وہ تو اس کا اس حد تک عادی ہو گیا تھا کہ اس کے بغیر اسے لگتا تھا کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔

باکس مزید ڈھونڈنے کی اس میں ہمت نہیں تھی سو وہ تھک کر بیڈ پر آلیٹا، عجیب سی تھکاوٹ اس کے حواسوں پر سوار تھی جس نے اسے اندر تک توڑ دیا تھا، خود سے لڑتے لڑتے پتہ نہیں کب اس کی آنکھ لگی، جب وہ سو کر اٹھا تو صبح کے آٹھ بجے تھے وہ شاور لے کر آفس جانے کے لئے تیار ہونے لگا۔

"تمہیں کیا ہوا تھا کل رات؟" اس کی توقع کے عین مطابق وہ صبح ہوتے ہی اس کے گھر میں آ پہنچی تھی۔

"طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔" فائلز کو ترتیب سے بیگ میں رکھتے ہوئے اس نے آہستگی سے جواب دیا۔

"اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں۔" اس نے شکوہ کیا۔

"بس یار بتا نہیں سکا تم سب لوگ اندر تھے ناں، لیکن میں نے عباد کو انفارم کر دیا تھا۔" وہ اس کی طرف سے پشت کیے کھڑا تھا۔

"لیکن تم گھر آ کر بھی تو مجھے بتا سکتے تھے ناں؟" وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی اور اس کی طبیعت کے پیش نظر قدرے نرمی سے بول رہی تھی۔

"گھر آتے ہی سو گیا تھا یار۔" لیپ ٹاپ بیگ میں رکھتے ہوئے وہ مصروف سے انداز میں اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"میڈیسن لی تم نے؟" اس کے استفسار پر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا، نہ چاہتے ہوئے بھی وہ جھوٹ بول گیا تھا۔

"آئی کانٹ بلیو اٹ کہ تم خود سے میڈیسن لے سکتے ہو۔" اس نے حیرت سے اس کی جانب دیکھ کر کہا۔

(باقی آئندہ)

اک جہاں اور ہے

سدرۃ المنتہیٰ

چودھویں قسط کا خلاصہ

پروفیسر غفور کی غیر موجودگی میں علی گوہر اس کے نوادرات میں سے کچھ چیزیں چرا لیتا ہے، واپسی پر صالار اس کے ساتھ بہت سختی سے پیش آتا ہے۔

قدم گاہ مولا علی کے پاس صالار پروفیسر غفور کو کمزور حالت میں ملتا ہے۔ علی گوہر گرتے گرتے بچ جاتا ہے جہاں ایک بے ترتیب چلنے والی عورت کے منہ سے عیسیٰ مسیح کی صدا نکلتی ہے، دوسرے دن جب گوہر اسے ڈھونڈنے جاتا ہے تو عورت وہاں نہیں ہوتی۔

امرت عدنان کے ساتھ کاروباری معاملات میں بہت مدد کرتی ہے، عدنان کا رویہ اس کے ساتھ بدل جاتا ہے۔

امر کلہ کو خواب میں کسی کے ملنے کا انکشاف ہوتا ہے۔

امرت کے گھر لوٹنے پر اسے اپنی چھپا چھپا کر رکھنے والی ڈائری کچن کیبنٹ کے اندر بری حالت میں ملتی ہے۔

اب آپ آگے پڑھیے

پندرہویں قسط

READINGCORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

ڈائری اپنی کہانی خود ہی سنا رہی تھی، صفحہ تھا نمبر چار، تاریخ تھی جس پہ بائیس جون کی بات تھی آج سے کئی سال پہلے کی، وقت تھا رات کا اور کہانی تھی لمحے کی، وہ لمحہ تھا جب عبدالہادی پر محبت کا سحر برسنے لگا، پھر اسی جادو کو سر چڑھ کر بولنا تھا۔

یہ کہانی ہاسٹل کے کمرہ نمبر چار میں بیٹھے سوچتے ہوئے عبدالہادی پر آج شام ہی کھلی تھی، پورے چار سال کتنے مزے سے اور سستی سے گزرے تھے۔

اس سے پہلے کے پلان میں صرف اور صرف پڑھائی مکمل کر کے گھر لوٹنا تھا، اس کے گھر والے بھی اسی وقت کا انتظار کرتے رہے تھے، کہ وہ پڑھائی مکمل کر کے گھر آئے گا اور اسے شادی کے نام پہ باندھ دیا جائے گا، اپنے گاؤں سے، اپنی زمینوں سے اس عورت سے جو کئی سال اس کے نام پہ بیٹھی ہوئی تھی، ان سب سے بھاگنے کے سارے بہانے ختم ہو جائیں گے اور اس نے زیادہ سے زیادہ یہ سوچ رکھا تھا کہ کچھ عرصہ سے زمین کی دیکھ بھال کر کے ان سب کا دل خوش کر کے وہ پھر سے اسی دنیا میں لوٹ آئے گا۔

جب تک نوکری نہیں ملتی، تب تک یہی سب کرنا تھا، شادی کا ارادہ فی الحال دور دور تک نہ تھا، مگر اسے پتہ نہ تھا کہ گاؤں پہنچتے ہی وہ جکڑ لیا جائے گا، اس کے پاس انکار کا آج سے پہلے کوئی جواز نہ تھا، نہ بن پاتا اگر آج کی شام اس کی زندگی کے اوقات میں درج نہ ہوتی، آج کی شام اس پر پوری کی پوری چھائی ہوئی تھی، وہ اتنی خوبصورت تو نہ تھی، نہ ہی اتنی ذہین تھی، وہ کھا پیا بولتی تھی، مگر ذرا فر فر بولتی تھی، بات کرنے کے جادو سے پھر بھی نا آشنا تھی، معصوم تھی، یا پھر بھولی بھالی، کم عقل نہ تھی کم فہم تھی اسے زندگی کا تجربہ نہ تھا اور وہ زندگی کے تجربے کرنے کے لیے نکلی ہوئی تھی۔

یہ اس کا بھی پہلا پہلا تجربہ تھا، جب یہ خوبرو نوجوان اپنی ادھوری نامکمل تصویر میں رنگ بھرنے لگا تھا، جیسے رنگ بھرنے لگا ہو اپنی زندگی میں، جب نظر صنوبر پہ پڑی تھی، زندگی میں پہلی بار چاہا کہ کسی کی تصویر ہونی چاہیے۔

وہ بھی پتھر کے بت کی طرح آ کر سامنے بیٹھ گئی، چلبلی سی چڑچڑی، چھوکری (پاگل لڑکی) تصویر بنانے کا کیا ہی شوق تھا وہ بہت دفعہ چوک میں کھلی گلی کے ساتھ کھوکھے کے سامنے بیٹھ جاتا تھا اور بہت سے راہ گیروں کو پکڑ پکڑ کر تصویر بناتا تھا اور پھر تصویر ان کے ہاتھ میں تھما دیتا وہ بھی مفت، وہ نام کا ہی نہیں، کام کا بھی فنکار تھا۔

کبھی تھڑے پہ بیٹھ کر بہ آواز بلند گانا گاتا، کبھی راہ چلتوں کی تصویریں بناتا تو کبھی بڑی خاموشی سے اپنی ادھوری کہانیوں کو بیٹھ کر تراشتا، اس کے مزاج میں ٹھہراؤ نہ تھا، تسلسل نہ تھا، مستقل مزاجی نہ تھی، یہ بہت بڑی خامیاں تھیں، مگر اس کے مزاج میں تخیل تھا، فن تھا، انتہا تھی، احساس کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔

رچے ہوئے تھے، بسے ہوئے تھے، کیفیات باتیں کرتی تھیں، وہ الٹا کاغذ پکڑتا، ٹیڑھے میڑھے لفظوں کی مار مارتا ہوا کئی خواب دیکھ کر دکھا جاتا تھا۔

لفظ موتیوں کی مالا پروتے جاتے اور تخیل کی بوچھاڑ ہوتی رہتی تھی، اس کے اندر کا فن بولتا تھا، چیختا تھا، احساس دلاتا تھا، باتیں کرتا تھا اور اس کی آنکھیں جس نے کئی سمندر پی رکھے تھے، کوئی

دیکھتا تو کیوں نہ ڈوب جاتا، اس جھنگیری کا سمندر میں ڈوب جانا کوئی حیرت کی بات نہ تھی، اسے کئی لڑکیاں پسند کرتی تھیں، کئی آنکھوں میں وہ خواب بن کر رہا کرتا تھا، مگر اس کی آنکھیں آج شام کی کسی پہ ٹھہری اور تک گئیں۔

تکلیں بھی تو کہاں، کون جانتا تھا، بس یہ تو ہر کوئی ہی جانتا ہے کہ محبت اندھی ہوتی ہے، وہ بھی جانتا تھا کہ محبت اندھی ہوتی ہے، اس کے باوجود بھی خواب دکھاتی ہے، دن دیہاڑے وہ بھی ایک معصومانہ خواب دیکھنے کی جرأت میں، کسی حسینہ کو اپنے سامنے بٹھائے تصویر بنا رہا تھا۔

کون اسے کہتا، کون اسے پوچھتا اور اگر کوئی اس سے کہتا تو کیا کہتا، وہ پوچھنے پہ بتاتا تو کیا بتاتا، ایک سلسلہ تھا کہ جو بنتا ہی جا رہا تھا، اس شام نے آنے والی کتنی شاموں کے سلسلوں میں ترتیب رکھی ہوئی تھی، یہ وہ نہیں جانتا تھا، یہ شام اس کے سفر کا آغاز تھی، اس کی خوش نصیبی کا بھی، اس کی بدنصیبی کا بھی۔

☆☆☆

دل میں ہے آرزو، دیدار کی مگر
دیکھے تیری قبا مدتیں گزر گئی

آنسو آنکھوں میں بھر آئے تو ڈھلک بھی گئے تھے، کبھی سوچتا ہوں حالی زندگی کن جھمیلوں کی نظر ہو گئی ہے اس ساری موج مستی میں، وہ کہاں ہے، جس کی آرزو بھی ہماری پہنچ سے دور ہونے لگی ہے۔

آنکھیں شدید سرخی میں ڈوبی ہوئیں آنکھیں اپنے اندر سمندر سمیٹے ہوئے تھیں، چہرے پہ سالوں کی سفر کی جھریاں نمایاں تھیں۔

حالی حسن ڈھل جاتا ہے، وجود بے بقا سا ہے یہ حسن یہ جوانی، یہ خواہش، مگر اس کے باوجود بھی زندگی میں کئی رنگ بھر دیتا ہے۔

حالی یہ سب اتنا غیر معمولی سا کیوں ہوتا ہے، مسجد کے صحن کے کونے میں فنکار اور حالار دونوں ایک ہی نقطے پر سوچ رہے تھے، یہ سب غیر معمولی ہوتا ہے۔

”حالار زندگی دکھ کیوں ہے، بے سکونی کیوں ہے؟ آنسو اتنے بے چارے کیوں ہوتے ہیں کہ پہاڑ جیسے مضبوط حضرت انسان کو ریت کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔“

لو ہجر کا ہمیں یاد ہے مگر
لیکن جہاں میں ہیں، ایسے کئی مرید
نسلوں نے جن کی سایہ بھی دیکھا نہیں تیرا
کیا چاہتوں سے تیرے شفقت بھرے لمس کا
فیض عقیدت میں اٹھایا نہیں کبھی

”حالی دل چاہتا ہے اللہ کو دیکھوں اور اس سے بہت سی باتیں کروں۔“

”یار فنکار اللہ تجھے دیکھ رہا ہے، کیا یہ بہت نہیں ہے، اپنے مدار میں سے باہر نکل کر سوچنا دو بھر ہے تو اپنی سوچ کی حیثیت میں رہ کر چپ رہنا سیکھ لو، چلو بے نشان ہی منزل کی جانب

بوھیں، ایک چاہ منزل کو کافی ہوتی ہے، چاہ بہت حیثیت رکھتی ہے۔" حالار نے فنکار کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔

"حالی مجھے کسی ایسی جگہ پر لے جا جہاں اللہ کی خوشبو ہو۔" وہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے رکھتے رک گیا۔

"اللہ کی خوشبو، قلب کے اندر سے مل جائے شاید قلب بہت وسیع ہے، کئی سفر کیے ہیں، اب ڈوبنا چاہتا ہوں، حالی میں مرنا چاہتا ہوں۔" فنکار حالار کے کندھے پر ٹک گیا۔

"ابا ہم مسجد میں ہیں، یہ تو اللہ کا گھر، اللہ کریم کا گھر، ابا! اللہ تو کریم ہے نا۔"

"حالی اللہ کو کہو میری بات سنے۔"

"ابا چپ کر جا۔" اسے کو چپ کرانا حالانکہ بہت مشکل تھا۔

دیدار کی حسرت ہمیں ان مدتوں سے ہے
مجھے اس کی چاہ نے آ لیا حالی

"جب بندہ تھک جاتا ہے تو اس کا آخری سہارا ذہن رہ جاتا ہے، کتنے افسوس کی بات ہے نا ابا کہ ہم اسے آخری سہارا بنا لیتے ہیں مگر پہلا سہارا نہیں بناتے، جب کچھ حاصل کر کے جب دل بھر جاتا ہے تو اس کا خیال پالنے لگتے ہیں۔" آج تو حالی بھی بھرا ہوا تھا۔

اک خط لکھیں گے ہم مولا کے نام
میں اسے پھر سے خطا لکھوں گا

وہ کسی بچے کی طرح اٹھے۔

"اگر وہ مجھے مسجد میں نہیں ملے گا تو میں اسے تلاش کرنے کے لئے مارا مارا پھروں گا، مجھے مارا مارا پھرنے میں بھی لذت ہے، مجھے آوارہ گردی میں لذت ہے، مجھے لذت ہے رسوائی سے، اگرچہ اسے تیری چاہ نہیں ہم۔" وہ رو رہا تھا، فنکار ریچھ بنا ہوا تھا۔

مسجد سے نکل گیا، حالار کئی دیر تک وہیں بیٹھا تھا، پھر اٹھا اور باہر نکل گیا، رستہ طویل تھا فنکار رینگتی ہوئی بس میں بیٹھ گیا، رینگتی ہوئی بس چلنے لگی تھی، خدا جانے کہاں جا رہی تھی۔

حالار اب دیوانوں کی طرح گلی گلی پھر رہا تھا۔

"ابے نے یہ دن بھی دکھانا تھا۔" وہ بھول گیا کہ ایک دن پہلے اس کے ساتھ کیا کیا تھا، ایسے کئی لوگ تھے، جن کو یہ مصیبت کے وقت یاد آتا تھا۔

☆☆☆

دروازہ زور سے بجا تھا، اتنی زور سے کہ وہ گھبرا گئی تھی اور گھبرا کر اٹھ گئی، دروازے تک آئی اور دروازہ کھولا تھا، سامنے گھبرایا ہوا حالار تھا۔

"مجھے علی گوہر سے ملنا ہے۔" وہ بوکھلایا ہوا تھا۔

"کس خوشی میں؟" وہ اس کی بوکھلاہٹ میں اضافہ کر رہی تھی۔

"بہت ضروری بات کرنی ہے، کیا میں اندر آ جاؤں؟"

"سارے شہر کو ضروری باتیں اسی سے تو کرنی ہوتی ہیں، خیر وہ گھر پہ نہیں ہے۔"

"کون ہے بیٹا!" ابا جی صحن میں ہی کھڑے تھے، اس کی آواز سن کر آگے آئے۔

"میں حالار ہوں، مجھے علی گوہر سے ملنا ہے۔" اس سے پہلے کہ عمارہ کچھ کہتی وہ دروازے کی چوکھٹ پر کھڑا بول پڑا۔

"ٹھیک ہے بیٹا اندر آ جاؤ۔" عمارہ برا سا منہ بنا کر آگے سے ہٹ گئی تھی۔

"کیا وہ گھر پہ ہے سر؟ مجھے اس سے جلدی میں کچھ کام ہے۔" وہ اندر آتے ہوئے بولا تھا۔

"بیٹا وہ گھر پہ تو نہیں ہے مگر اسے بلا لیتے ہیں، تم آ جاؤ بیٹھ جاؤ۔"

"میرے پاس اس کا نمبر سیو نہیں ہے ورنہ میں یہاں آنے کے بجائے اسے فون کر لیتا۔"

"کوئی بات نہیں بچے اپنا گھر ہے آ جاؤ، بیٹھ جاؤ۔"

"ان کو سلام کرو یہ علی گوہر کی ماں ہیں۔" وہ سامنے تخت پر بیٹھی ہوئیں تھیں نماز ختم کر کے دعا کر رہی تھیں جب حالار کو سامنے دیکھ کر کچھ حیران ہوئیں تو انہوں نے ان کی حیرانی ختم کرنے کے لئے حالار سے کہا۔

"سلام اماں!" پہلی بار کسی کو اماں کہا تھا، لفظ ماں کے ساتھ اپنائیت کا کیسا کنکشن جڑ جاتا ہے۔

"وعلیکم السلام بیٹے، آ جاؤ بیٹھو، علی گوہر کے دوست ہو؟ پہلی بار گھر آئے ہو۔" وہ تخت پر ہی کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا تھا۔

"آپ کیسی ہیں ماں جی!" اسے کچھ نہیں آ رہا تھا ان کے محبت بھرے لہجے کے جواب میں کیا کہے۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹے تم پریشان لگ رہے ہو؟ کھانا کھاؤ گے؟"

(کھانا کھانے سے پریشانی ختم ہو جاتی ہے کیا؟) عمارہ کہنا چاہتی تھی پر کہہ نہ سکی، مروت بھی کسی بلا کا نام ہے، جو کبھی کبھار اپنی شکل دکھا ہی دیتی ہے۔

"ہاں اس کے لئے کھانا لاؤ عمارہ۔" ابا جی بولے تھے۔

"نہیں میں بعد میں کھا لوں گا پہلے آپ لوگ علی گوہر کو بلا لیں، مجھے اس سے فوری طور پر کچھ مشورہ کرنا ہے۔"

"کیا مشورہ کرنا ہے بیٹے ہمیں بتا دو، میں بھی تو ماں کی جگہ ہوں تمہاری۔" وہ اس کی حالت کو کافی افسوس سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"ابا پتہ نہیں کہاں چلے گئے ہیں، سمجھ نہیں آ رہا، میں نے سوچا علی گوہر کو کچھ اندازہ ہو گا، یا پھر ان کے ساتھ مل کر ڈھونڈ لوں۔"

"ٹھیک سوچا، میں اسے فون کرتا ہوں، ویسے وہ یہیں کہیں شہر میں ہو گا، آ جائے گا خود ہی، جانتا ہوں تمہارے ابا کو میں، یہ پروفیسر غفور جیسی نسل سے تعلق رکھتا ہے، ویسے علی گوہر کا تعلق بھی ذرا اسی ہی نسل سے ہے، ہم کا بیٹا میرا ہے، مگر نسل میں اپنے استادوں پر گیا ہے، خیر اسے ڈھونڈنا بھی مشکل ہوتا ہے، نکلتا ہے تو بتاتا نہیں، اپنی مرضی سے لوٹتا ہے، لور لور پھرنا اس کی عادت ہے۔"

وہ کہہ رہے تھے اور حالار بیچارہ بے بسی کی تصویر بنا ہوا تھا۔

READING CORNER

''وہ بہت بیمار تھے، پتہ نہیں کہاں چلے جائیں، کھانا بھی نہیں کھایا تھا دوپہر سے۔''

''مجھے تو تم بھی بچے بیمار لگ رہے ہو، کھانا تم نے بھی نہیں کھایا ہوگا، بیٹھ کر سانس لے لو، کھا پی لو تو کچھ کرتے ہیں۔'' وہ پریشانی دیکھتے ہوئے خود بھی فکرمند سی ہوگئیں۔

''مجھ سے کچھ کھایا نہیں جائے گا جب تک ان کا پتہ نہیں لگتا۔''

''پتہ لگ جائے گا بچے، ماں کی بات مان، کچھ کھالے، عمارہ کھانا لا، کیا اتنی دیر سے کھڑی ہے۔'' وہ سر جھٹک کر ان کی عقل کو کوستی ہوئی کچن میں گھس گئی۔

''مجھے واقعی کھانا اچھا نہیں لگے گا ماں جی۔''

''اچھا نہ لگے تو کیا ہوا؟ پیٹ بھرنے کے لئے کھالینا، ماں کے ساتھ ضد نہ کیا کر، اپنی ماں کے ساتھ ایسا کرتا ہے کیا؟''

''میری ماں نہیں ہے۔'' علی کی آنکھیں بھر آئیں۔

''کوئی بغیر ماں کے پیدا نہیں ہوتا جھلے۔''

''ہوں گی پر مر گئیں، بہت پہلے مجھے ان کی شکل یاد نہیں ہے، میرا سب کچھ میرا ابا ہے۔''

''دل چھوٹا نہ کر، آج سے میں تمہاری ماں ہوں، جھلی والی۔'' انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا محبت سے۔

''آپ بہت اچھی ہیں، زندگی میں پہلی بار پتہ لگا، احساس ہوا کہ ماں کیا ہوتی ہے۔'' اس نے ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگالیا تھا، تب یہ پتہ لگا کہ ماں ماں ہوتی ہے جب ان کی آنکھوں میں پانی دیکھا۔

حمید صاحب بڑی دلچسپی سے بیٹھے دیکھ رہے تھے، عمارہ کھانا لے کر اندر آئی تھی۔

''منہ ہاتھ دھو لے بچے۔'' انہوں نے اس کا چہرہ صاف کیا۔

''عمارہ اسے گوہر کے کمرے میں لے جا اور اس کے کپڑے نکال کر دے اسے، نیم گرم پانی سے نہالینا بیٹے فریش ہو جائے گا۔'' وہ خاموشی سے عمارہ کے پیچھے چلا آیا۔

عمارہ نے علی گوہر کا ایک جوڑا نکال کر کرسی پر رکھا اور باہر آگئی، وہ کپڑے لے کر واش روم میں گھس گیا اور دروازہ بند کرکے بچوں کی طرح رونے لگا تھا، وہ بچپن میں جب بھی پریشان ہوتا تھا باتھ روم میں چھپ کر ڈھیر سارا رو لیا کرتا تھا۔

اسے لگا وہ بہت سال پہلے چلا گیا ہے، آج بھی خود کو اتنا ہی بے بس اور اکیلا محسوس کیا جتنا کبھی پہلے کیا تھا۔

☆☆☆

بازار کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، وہ اس کے پیچھے پاگلوں کی طرح دوڑ رہا تھا مگر وہ اس رش میں اوپر نیچے پتہ نہیں کہاں گم ہوگئی وہ نچلے گیٹ سے پارکنگ کی طرف سے نکل آیا تھا، امرت دوسری طرف سے، وہیں کچھ فاصلے پر تھی اور وہ کئی سالوں بعد اس جگہ آئی تھی، اس کے ٹھیک پیچھے علی گوہر تھا، اس کا پیچھا کرتا ہوا۔

رکشہ رکا تھا، عید گاہ کے سامنے وہ اتری وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے برآمدوں کے بیچ سے گزر کر

ٹھیک اسی جگہ آرکی، جہاں سے کچھ یادیں وابستہ تھی، وہ ٹھیک کاریڈور میں اسی ستون کے پاس آ بیٹھی تھی، اس کی آنکھیں بہت تھکی ہوئیں تھیں اور وہ غائب دماغ سے اپنے اطراف میں دیکھ رہی تھی، جبھی پیچھے سے دبے پاؤں آتے ہوئے علی گوہر کے قدموں کی آہٹ محسوس نہ کر پائی تھی۔

''اس سین میں کچھ ادھورا تھا میں نے سوچا مکمل کرلیں۔'' وہ پاپ کارن کا بڑا سا تھیلا لے کر آیا تھا اور اس کے برابر بیٹھ گیا۔

اس نے ایک لمحہ علی گوہر کی طرف بے یقینی سے دیکھا اور پھر بجھ گئی۔

''تو تم نے ڈائری پڑھ لی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے لمبا سانس باہر چھوڑا تھا۔

''سوائے ان صفحات پر جن پر موت جیسی کالی لکیریں کھینچ کر کالا کیا گیا ہے جن کو، اس سے آگے بہت کچھ، وہ بھی جب وہ تمہیں پہلی بار ملی تھی اور تم دونوں اسی جگہ پہلی بار ملی تھیں، تمہیں یاد ہے نا امرت؟'' اس نے پاپ کارن کھاتے ہوئے اس کے سامنے کیا تھیلا، یہ کھانے کی پیشکش تھی۔

''میں جب اس شہر میں نئی نئی آئی تھی علی گوہر تب میری ماں مجھے بہت زیادہ گھمانے پھرانے لے جاتی تھی، مجھے یاد ہے اس سے اگلے دن ہم اسی عید گاہ میں آئے تھے اور میں نے یہاں اسی جگہ امرکہ کو دیکھا تھا، اس نے بالوں میں دو چوٹیاں بنا رکھی تھیں دوپٹے کے نام پر اس کے گلے میں دو میلا سا اسکارف تھا اور وہ بہت اکیلی بیٹھی ہوئی تھی، بہت اداس، اس کی آنکھیں بہت گہری تھیں علی گوہر، ان میں بہت دکھ تھا، اس کا باپ اس کے ساتھ آیا تھا وہ اس سے باتیں کر رہا تھا کچھ دیر بعد، مگر وہ ایسے ہی اداس خاموش بیٹھی تھی، وہ اس کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دے رہی تھی اور اگلی ملاقات ہماری مہینے بعد اسکول میں ہوئی تھی، میرا وہ نیا اسکول تھا اور اس کا پرانا اسکول، وہ میری کلاس فیلو تھی۔'' وہ کہتے ہوئے پاپ کارن کھانے لگی۔

''ہاں میں جانتا ہوں۔''

''اور وہ بہت ذہین تھی، اکثر چپ چپ رہتی تھی، ہے نا۔''

''اور پتہ ہے امرت اس نے اس سین میں لکھا تھا کہ وہ کسی ایسی لڑکی کو دیکھ رہی تھی جو اپنی ماں کی انگلی تھامے ہوئے کاریڈور میں گزر رہی تھی، مگر بار بار پلٹ کر پیچھے مجھ بدحال کو دیکھتی تھی، اس کی آنکھوں میں بہت ساری روشنی تھی اور یہ روشنی کئی خوابوں سے مل کر بنی تھی، اس لڑکی کو تم طرح لگی نے ذرا کم چھیڑا تھا، حالانکہ اداسی اور کم فہمی تھی پر وہ بظاہر بڑی خوش نظر آتی تھی، میری طرف مسکرا مسکرا کر دیکھتی تھی اور میرا ذرا مسکرانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔''

''پھر ہماری اگلی ملاقات ہوئی اسکول کے آخری دنوں میں، میرا آخری سال تھا اور اس کا پہلا سال تھا۔'' علی گوہر دونے کے لئے رکا تھا۔

''امرت تمہارا پہلا سال کیوں تھا؟ اس سے پہلے تم اسکول سے نہیں پڑھیں؟ عمارہ نے بتایا تھا کہ تم بہت بعد میں یہاں آئیں تھیں، اس سے پہلے کہاں تھیں، اپنے بابا کے پاس؟''

''میں گاؤں میں رہتی تھی، یہ اچھی بات ہے کہ پیدائش سے لے کر کوئی چھ سات سال تک کے حالات یاد نہیں رہتے، اس کے بعد میں نے خود کو گاؤں میں ہی دیکھا، چچی ماں کے پاس، جو

ہماری دادی ہوتی تھیں، بڑی اماں جو میری چچی تھیں لاحوت اور سندس چچی کے بچے تھے بہت چھوٹے تھے، لاحوت کوئی چار پانچ سال چھوٹا تھا مجھ سے اور سندس سات سال، تب تک چھوٹے بہن بھائی سمجھتی تھی ان کو، جب تک حالات بہتر تھے، چچی بہت پیار دیتی تھیں، ماں کی طرح پالا، خیال رکھا اپنی سگی اولاد سے زیادہ میرا خیال رکھتی تھیں، مجھے اپنے ساتھ سلاتی تھیں لپٹا کر کیونکہ میں نیند میں اکثر چیخیں مار کر اٹھ جاتی تھی، وہ مجھ پر بہت دیر تک پڑھ کر پھونکتی رہتیں۔''

''وہ سب بہت اچھے تھے تو امرت پھر کیوں چھوڑا تم نے سب کو۔''

''مت پوچھو علی گوہر سب کتنا یاد آتے ہیں، پتہ نہیں تھا کہ پنجرے سے نکل کر محل میں بند ہونا پڑے گا، وہاں پنجرے کا مالک ایک جلاد تھا، جو سرخ سرخ آنکھیں لئے گھومتا تھا اور قہر آلود نگاہوں سے گھورتا تھا، تیکھی نظر رکھتا تھا۔''

''کون تھا وہ امرت؟''

''علی گوہر میرا چچا تھا وہ بڑا چچا، جس نے میرے باپ کو گھر سے نکلوایا تھا۔''

''اسی لئے تم اس سے نفرت کرتی تھیں۔''

''نہیں صرف یہ وجہ نہیں ہے علی گوہر اور بہت سی وجوہات ہیں، وجوہات تھیں، تب مجھے یہ نہیں پتہ تھا کہ انہوں نے میرے باپ کو گھر سے نکالا تھا، تب وہ جس نفرت اور قہر سے مجھے گھورتا تھا، اس نفرت کو لے کر میرے اندر ان کے لئے بے پناہ نفرت تھی، علی گوہر وہ میرے کاغذ تک پھاڑ دیتا تھا، میں نے ایک دفعہ کوئی اسکیچ بنایا تھا، جس پر بت پرستی کا ٹھپہ لگا کر اس نے مجھے کیا نہ سنایا، کتنا ڈانٹا، کتنا کوسا، اس نے کہا تمہارا باپ بھی ایسا تھا، وہ بھی بت پرست تھا بت بنا کر سجا کر رکھتا تھا۔'' اس کے لہجے میں تلخی تھی۔

☆☆☆

وہ وضو کر کے جی بھر کر باہر نکلا تھا۔

عمارہ کھانا گرم کرا لائی تھی اور یہیں کمرے میں لے آئی تھی علی گوہر کے کپڑوں میں وہ علی گوہر جیسا ہی کچھ لگ رہا تھا اس کی طرح سادہ، معصوم، کھویا کھویا۔

عمارہ نے خاموشی سے کھانے کی ٹرے رکھ دی تھی۔

''علی گوہر کا فون بند ہے، میسج کر دیئے ہیں، جیسے ہی پڑھے سر پر پیر رکھ کر بھاگے گا۔'' وہ عمارہ کی بات پر مروت سے مسکرایا تھا۔

''میں یہاں کھانا کھا لوں؟'' وہ بچوں کی طرح پوچھنے لگا۔

''آپ کی مرضی ہے جہاں بیٹھ کر کھا لیں۔'' وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔

''کچھ چاہیے تو بتایئے گا۔'' عمارہ نے جاتے جاتے پوچھا۔

''آپ نماز پڑھیں گی؟'' یہ کیسا سوال تھا۔

''یہ سوال ٹھیک ہے، مگر یہ نہیں کہیے گا کہ فجر پڑھتی ہیں؟''

''وہ تو میں بھی بہت دفعہ نہیں پڑھتا۔'' وہ اتنی دیر میں پہلی بار مسکرایا تھا۔

''میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب نماز پڑھیں تو دعا کیجیے گا بابا جلدی مل جائیں۔''

''پہلے دعا کروں گی کہ وہ اس وقت جہاں ہیں خیریت سے ہوں، اس کے بعد وہ خیریت سے آ ملیں۔''

''یہ ٹھیک ہے؟'' اس نے دروازے کی چوکھٹ پر رک کر پوچھا، اس نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ مسکرا کر باہر چلی گئی۔

''عمارہ بچے کو کھانا دے دیا بیٹا؟'' سامنے ہی اماں کھڑی تھیں۔

''جی اماں دے دیا اب نماز پڑھنے جا رہی ہوں آپ نے تو پڑھ لی ہے سو اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کر لیں، بیچارہ فریش ہو جائے گا ذرا۔''

''ہاں یہ ٹھیک کہتی ہو تم۔'' وہ بڑی خوشی سے کمرے کی طرف چل دیں۔

''میاں اب تمہارا اللہ ہی حافظ۔'' یہ ان کے اندر جانے کے بعد عمارہ نے کہا تھا اور مسکرائی تھی۔

☆☆☆

''ایک دفعہ میں نے کہانی لکھی اور کہانی کے ساتھ بھی یہی مذاق ہوا تھا، ایک دن اس نے سزا کے طور پر مجھے کمرے میں بند کر دیا، دوسری بار مارا، تیسری بار رسے سے باندھ دیا، اس کے بعد قہر آلود نگاہیں ڈالنا معمول بن گیا، میں ڈر کر سہمتی تھی، کئی دن کھیلنا چھوڑ دیا تھا، میں نے چچی میری کیفیت پر روتی تھیں، مجھے اپنے گھٹنے پر سلا کر بہلاتی تھیں، بہت پیار سے بہلاتی تھیں، ان کا بس چلتا تو میرے لئے لڑتیں، مگر پتہ ہے وہاں اس نسل کی عورتیں بیچاری بڑی ہی کمزور ہوتی تھیں، مجھے ڈر سے زیادہ اس عورت پر رحم آنے لگتا تھا۔''

''امرت میرے ذہن میں چند سوال آ رہے ہیں۔''

''آ رہے ہوں گے علی گوہر ضرور آ رہے ہوں گے، مگر تھک گئی ہوں، بہت تھک گئی ہوں، مت پوچھو کہ کتنی، مجھے بھی پتہ ہے کہ تم نے میرے ساتھ بہت ساری باتیں کرنی ہیں، بہت کچھ بتانا ہے اور بہت کچھ پوچھنا ہے، علی گوہر میں تمہاری ساری باتیں سنوں گی۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''مگر ابھی نہیں، کچھ سالوں تھک گئی ہوں، ہم کل مل لیں گے، پرسوں مل لیں گے، روز ملیں گے، جہاں تم کہو، میں تمہارے گھر آ جاؤں امرت مگر تمہارے گھر والے میرے بارے میں کیا سوچیں گے اگر آ کر کئی گھنٹے تک بیٹھ گیا، بھلے کمرے میں، بھلے چھت پر، بھلے لاؤنج میں، مگر برا لگے گا۔''

''تمہیں لینے کے لئے آؤں تو تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا نا؟''

''علی گوہر تم کب سے اس طرح کی فضول باتیں سوچنے لگے ہو یہ تو بتاؤ۔'' اب وہ بھی سنجیدہ تھی۔

''پتہ نہیں کیوں امرت کچھ غیر ضروری باتیں جو بظاہر اشد ضروری بھی جاتی ہیں، وہ پریشان کرنے لگی ہیں، کئی ایسی باتیں جو ذہن کو اس سے پہلے چھو کر نہیں گزری تھیں، وہ ڈسنے لگی ہیں۔''

وہ اس کے ساتھ اٹھ کر کاریڈور کے گزرتے ہوئے بیچ کے کسی بیچارہ لگ رہا تھا۔

اس نے باپ کا ان کی تھیلی ستون سے ٹیک لگا کر رکھ دی تھی جو ان کے رخ بدلنے پر ہی کسی

بچے نے جھپٹ کر اٹھالی تھی۔

اور امرت نے سر سری سا مڑ کر دیکھا تو مسکراہٹ آ گئی ساتھ میں بچے پر پیار بھی۔

''علی گوہر سوچیں تم کو کیوں پریشان کریں بھلا تم سوچوں کو ہلکان کر دو۔'' وہ دونوں برآمدوں سے نکل کر میدان اور میدان سے نکل کر بیرونی گیٹ کی طرف آ گئے تھے۔

''امرت سوچیں عذاب ہوتی ہیں۔'' اس نے بہت دیر بعد اپنا سیل فون کھولا تھا تو دھڑا دھڑ ٹیکسٹ آنے پڑے تھے۔

''سوچیں بھی عذاب ہوں گو ہر مگر ان پر تیزاب نہیں پھینکنا۔'' وہ مزے کے موڈ میں تھی، وہ مسکرا کر ہنسا، بے معنی سی ہنسی مگر ہلکا پھلکا کر دینے والی۔

''عمارہ کے دھڑا دھڑ میسج آنے لگے ہیں، کہتی ہے جلدی پہنچو، تمہاری ضرورت گھر کے دروازے کے اندر پہنچ گئی ہے۔'' وہ پڑھ کر سنانے لگا تھا۔

''مطلب ..... ! یہ عمارہ بھی کبھی ابھی بات کرتی ہے۔''

''وہ بھی کبھار کرتی ہے مگر امرت تم تو اکثر اوقات کرتی ہو۔''

''ہاں میرا بھی تمہارے بارے میں یہی خیال ہے، مگر گوہر ہم دونوں ایک دوسرے کی بات سمجھ لیتے ہیں جبکہ نہ عمارہ ہماری سمجھتی ہے اور نہ ہم اس کی، کبھی تو ہماری لڑائیاں ہوتی ہیں اتنی۔''

''مجھے جانا ہو گا امرت عمارہ کے ٹیکسٹ سے عجیب خوشبو آ رہی ہے۔''

''اب ٹیکسٹ میسج سے خوشبو آ رہی ہے، کمال ہے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''ہاں یہ ذرا اور طرح کی خوشبو ہے جو عمارہ کی زبان بیان سے ہی آتی ہے اور جسے میں ہی سونگھ سکتا ہوں چلو تمہیں گھر چھوڑ دوں۔''

''پچی سمجھا ہوا ہے یا عمارہ، سمجھا ہوا ہے جس کی ڈیوٹی آن دی ٹائم لگی ہوئی ہے تم پر، چلی جاؤں گی میں، تم جاؤ شاباش۔''

''چلو ٹھیک ہے۔'' اس نے ہاتھ کے اشارے سے رکشہ روکا۔

''گھر ہی جاؤ گی یا کہیں اور؟''

''اس وقت کہاں جاؤں گی، آوارگی میں بھی بھی تو حد سے گزر جانا چاہیے، مگر ہر وقت نہیں۔'' وہ رکشے والے کو پتہ بتا کر بیٹھ گئی اور علی گوہر دوسری سواری پکڑ کر سر پہ پیر رکھ کر بھاگا تھا۔

☆☆☆

سواری بس اسٹاپ پر جا رکی تھی اور بس کنڈیکٹران سے کرایہ مانگ رہا تھا اور وہ غائب دماغی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

جب کھنگالی جس میں پھوٹی کوڑی تک نہ تھی، پچھلے دو دن سے وہ والٹ ساتھ نہیں رکھتے تھے، والٹ کیا بہت ساری چیزیں ساتھ رکھنا بھول گئے تھے۔

خود دماغ بھی ساتھ رکھنا بھول گئے تھے، تو ازن ڈولتا تھا بے طرح ڈولتا تھا۔

کسی مہربان نوجوان نے کرایہ دار کیا تھا، انہیں بس سے اترنے میں مدد دی تھی اور ہوٹل کے اندر بٹھا کر ان کے لئے کھانا منگوایا تھا۔

''کیا کھائیں گے آپ بابا جی؟ کچھ چاہیے؟ کچھ اور؟'' وہ ہمدردی کی تصویر بنا ہوا تھا، فنکار نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

''کچھ تو کھائیں، تھوڑا بہت، چکر آ رہے ہیں نا؟'' وہ ہمدردی سے پوچھنے لگا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

''تو پھر کھائیں، کہیں سے بھاگ کر آئے ہیں؟ گھر چھوڑ کر آئے ہیں؟'' وہ غائب دماغی سے دیکھنے لگے۔

''چلیں پہلے کھانا کھا لیں پھر بات کرتے ہیں۔'' نوجوان گورا چٹا خوبصورت سا تھا، کوئی کالج کا اسٹوڈنٹ لگ رہا تھا، سترہ اٹھارہ سال کا، غضب کی معصومیت تھی چہرے پر، وہ اسے دیکھے گئے۔

''بابا جی جلدی کریں مجھے اس کے بعد گھر بھی پہنچنا ہے، ویسے آپ کی شکل کہیں دیکھی بھالی سی لگتی ہے، کہاں دیکھا ہے؟'' وہ جیسے خود سے ہی پوچھنے لگا تھا اور فنکار بچوں کی طرح جلدی جلدی کھانا کھانے لگا، لڑکا ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اپنے سیل فون پر میسج دیکھنے لگا، فنکار نے کھانا ختم کیا تو پیسے دے کر لڑکا اٹھا۔

''کہیں تو گھر چھوڑ دوں؟ قریب ہے گھر؟''

''حیدر آباد۔'' وہ اتنا ہی کہہ سکے۔

''حیدر آباد تو بہت دور ہے یہاں سے، دو ڈھائی گھنٹے کا سفر ہے، کوئی اور جاننے والا ہو گا اس شہر میں؟'' وہ اس غائب دماغی سے دیکھنے لگے تھے۔

''کوئی نہیں؟'' لڑکا تعجب سے کہنے لگا۔

''اللہ ہے۔'' بے ساختہ کہہ گئے۔

''وہ تو ہر جگہ ہے، میں تو آپ کا ٹھکانہ پوچھ رہا ہوں، کہاں چھوڑ آؤں؟''

''اللہ کے گھر چھوڑ دو۔'' ان کی آنکھیں نم تھیں۔

''مسجد میں؟'' لڑکے نے اندازہ لگایا۔

''اللہ مل جائے گا وہاں؟'' فنکار نے بچگانہ معصومیت سے پوچھا۔

''مجھے کیا پتہ؟'' وہ ہنسنے لگا بے طرح۔

''بڑی ماں کہتی ہیں اللہ تو بندے کے دل میں ہوتا ہے، مسجد مندر میں کہاں۔''

''مندر، مسجد، گرجا، کہیں نہیں ملا، مجھے تو کہیں نہیں ملا۔'' نم آنکھوں سے قطرے نکلے، ٹپک گئے۔

''دل میں جھانکا؟'' وہ شرارت سے پوچھنے لگا۔

''دل کا دروازہ بند ہو گیا۔'' وہ لمحے کے اندر پہاڑ ڈھے گیا، بڈھا بچہ بن گیا، بچے کا ہاتھ تھام کر رونے لگا، بچہ ہراساں سا ہی ہو گیا۔

''اچھا رو ئیں تو نہیں۔ ۔۔۔ کیا ہوا؟''

''دل کا دروازہ بند ہو گیا۔''

''اچھا کھل جائے گا، ڈونٹ وری۔'' نوجوان پریشان سا ہو گیا تھا۔

"چابی گم ہو گئی۔" وہ اسی کیفیت کا حصہ تھے۔

"اچھا چابی بھی مل جائے گی، ہو جائے گا کچھ نہ کچھ، چپ تو ہو جائیں...... بھیا۔"

"اچھا کہاں چھوڑوں۔" ان کو پانی پلانے کے بعد وہ بولا، اس سے پہلے کہ وہ پھر سے رونے لگتے، وہ انہیں اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"ایک رات، صرف ایک رات رکھ سکتا ہوں، تائی ہے میری اس شہر میں، اس کے گھر لے جاتا ہوں، مگر چپ کر کے رہنا ہوگا، صرف ایک رات کے لئے، صبح حیدرآباد جانے والی بس میں بٹھا دوں گا، ٹھیک ہے؟" وہ بچوں کی طرح سر ہلاتے اس کے پیچھے پیچھے چل دیے۔

"بیٹے سنو۔" وہ چلتے چلتے رکے۔

"اللہ، وہاں مل جائے گا؟"

"بھیا میں کوئی ولی ہوں کیا کہ مجھے پتہ ہو کہ وہاں اللہ ملے گا یا نہیں۔"

"یہاں کوئی اللہ کا ولی ہے؟" وہی لہجہ، وہی کیفیت۔

"ہاں ہوں گے کئی ہوں گے، مگر ایک آدھ مزار پر تائی بھی جاتی ہیں، ان سے پوچھ کر بتاؤں گا۔"

وہ انہیں لے کر تانگے میں آ بیٹھا۔

"یہاں نواز حسین ہوگا۔" وہ تانگہ اسٹاپ پر کھڑے تھے جب انہوں نے پوچھا۔

"ہاں بھائی نواز میں تو ہوں۔" ایک درمیانی عمر کا آدمی آگے بڑھا۔

وہ اس شخص کو بغور دیکھنے لگے تھے کہ یہ نواز حسین نے شکل کیسے بدل لی ہے۔

"کیا دیکھ رہا ہے بھاؤ؟ تانگے میں بیٹھنا ہے؟" نواز پوچھنے لگا۔

"میں نواز حسین کا پوچھ رہا ہوں۔" وہ بیٹھتے ہوئے کہنے لگے۔

"تو نواز حسین کا پوچھ رہا تھا اور میں نواز علی ہوں۔"

"نواز حسین اور نواز علی گویا ایک ہی بات ہوئی۔" آدمی تانگہ چلاتے ہوئے باقاعدہ عجیب پاگل پن سے ہنسا تھا۔

"او چاچا تانگہ چلا باتیں کم کر۔" لڑکے نے اسے درمیان میں ٹوکا تھا۔

"او جی جا چٹ (پاگل کی اولاد)۔"

"اے کو سمجھا، نواز حسین اور نواز علی میں کیا فرق ہے بھلا۔"

"او جھلیا بھلا علی اور حسین میں کوئی فرق ہوتا ہے کیا؟" گھوڑے کو زور سے چابک مار کر قہقہہ لگا کر آدمی نے کہا تھا۔

لڑکا تو چپ ہو گیا مگر ذکار نے بوکھلا کر گرنے سے پہلے تانگے کی چھت سے نیچے آتے لوہے نما اسٹیل کے پائپ کو زور سے پکڑ لیا تھا، ایک زور کا جھٹکا لگا تھا، دماغ کو بھی، دل کو بھی، تانگہ رستہ پھلانگتا ہوا لمبے ڈگ بھرتا جا رہا تھا، رستہ ویران تھا، چپ لگی ہوئی تھی، آدمی کا ایک ہی جملہ گونج رہا تھا، باقی جگہ سناٹے نے لی رکھی تھی۔

☆☆☆

وہ امرت کے سامنے مجرم بنی کھڑی تھیں، کچھ کہہ نہیں پا رہی تھیں، کئی سوالات تھے جن کے

جوابات مل گئے تھے۔

"کیا بات ہے صنوبر، کس سوچ میں گم ہو؟" وقار صاحب کو اس کی حالت دیکھ کر کچھ رحم آ ہی گیا تھا۔

"وقار اسے وہ مل گیا۔" وہ ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئیں۔

"کون مل گیا ہے؟"

"وقار امرت کو اپنے باپ کا پتہ مل گیا ہے، وہ اس سے مل آئی ہے، اس کے پاس سے اس کی ڈائری نکلی ہے۔"

"وقار! وہ چلی جائے گی اپنے باپ کے پاس۔"

"مجھے چھوڑ کر چلی جائے گی۔" وہ نم دیدہ ہو گئیں۔

"یہ دن تو آنا ہی تھا۔" وہ حیران نہیں تھے۔

"وقار! میں اکیلی رہ جاؤں گی۔"

"میں بھی تو صنوبر اکیلا ہوں، دیکھ تو رہا ہوں، ویسے بھی اس کی شادی ہو جائے گی کب تک رہے گی وہ یہاں۔"

"میں سوچ رہی ہوں کر دوں اس کی شادی، دو ہفتے رہتے ہیں وقار اور اسے ہوش ہی نہیں ہے، جہیز کے نام پہ کچھ بنانے دیا، نہ ہی خریداری کرنے دے رہی ہے، سوچ رہی ہوں خود ہی جا کر کچھ نہ کچھ لے آؤں، کیسی ماں ہوں میں اپنی بچی کے لئے کچھ بنا ہی نہ سکی۔"

"جلدی نہ کرو، پہلے اس سے بات کر لو، اس سے پوچھ لو، مجھے لگتا ہے وہ شادی کے لئے خوش نہیں ہے۔"

"عبدالحنان سے بات کرنا پڑے گی، وقار حنان سے شاید اس کا کوئی جھگڑا ہوا ہے۔"

"اگر ایسا ہوتا تو کل وہ فون کیوں کرتا صنوبر، کل میں نے اس کا فون اٹھایا تھا، کہہ رہا تھا شادی کی تیاری کہاں تک پہنچی، وہ کچھ معاملات ڈسکس کرنا چاہ رہا تھا۔"

"وقار تم امرت کو سمجھاؤ، میری تو بات تک کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔"

"کتنی دور ہے ہماری اولاد ہم سے، نہ وہ ہمیں سمجھتے ہیں نہ ہی ہم ان کو سمجھ پائے، کیسے ماں باپ ہیں ہم صنوبر، بس اپنی ہی خوشیوں کا سوچتے رہے، اپنی اولاد کو کھلونا بنائے رکھا، جب چاہا ساتھ کر لیا، جب چاہا چھوڑ دیا، نظر انداز کر دیا، اس طرح سے تو ہمارے ساتھ اچھا ہی ہوا نا، ہماری اولاد آج ہمیں بھروسے کے قابل نہیں سمجھتی ہے، پچھتا رہے ہو نا وقار مجھ سے شادی کر کے۔"

"تم بھی تو پچھتاتی ہوگی۔" دروازے کے باہر کھڑی امرت نے سوچا تھا۔

کتنی دیر بعد اور کتنا وقت گزر جانے کے بعد بے وقت ان کو احساس ہوا ہے اور بجائے ایک دوسرے کو سنبھالنے کے وہ اپنے اپنے پچھتاوے لئے بیٹھے خود کو کوس رہے ہیں۔

"انسان بھی کیا چیز ہے!"

"صنوبر! مجھے نیند کی گولی دو، میں سونا چاہتا ہوں۔" کچھ لمحوں بعد جب امرت وہاں سے ہٹی تھی، تب انہوں نے آنکھیں موندتے ہوئے صنوبر سے کہا تھا۔

''آج بہت ڈر لگ رہا ہے وقار، آج نہ سو، آج نہیں سونا۔'' اس نے ہاتھ پکڑ کر التجا کی تھی اور وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگے سب سمجھتے بھی۔

☆☆☆

نوادرات پر نظر پڑتے ہی کچھ ادھورا پن محسوس ہوا، بڑی معمولی سی چیزیں بظاہر مگر بڑی ہی اہمیت کی حامل رہ چکی تھیں بہت خیال آیا کہ تھانے جا کر رپورٹ لکھوائے اور ایسا کر بھی لیتا کہ پروفیسر غفور سے کچھ بعید نہ تھا، مگر یہاں بات جب چیزوں سے ہٹ کر بندوں پر آجائے، چمک سے ہٹ کر کشش پر آجائے ضرورت پر آجائے اور ہونے اور نہ ہونے کا سوال پیدا ہونے لگتے تو کئی ایسے سوالات آپ ہی آپ جنم لیتے ہیں۔

جن کے ذرات دماغ کی کوکھ میں کب سے پل بڑھ رہے ہوتے ہیں اور پیدائش کے عمل سے بعد میں گزرتے ہیں اور پھر وجود کی حیثیت بننے لگتے ہیں اور اپنے ہونے کا خود ہی اعلان کرتے ہیں۔

پروفیسر غفور کے اندر باہر سے بھی یہی شور اٹھ رہا تھا، اس نے نوادرات پر سرسری نگاہ اور ڈالی اور چھتری کو گھماتا نچاتا نکلتا ہوا، اپنی ہی سوچ میں گھر سے نکلا تھا اور کوئی بیس پچیس منٹ سے یہیں بیٹھا ہوا تھا، جہاں کھلی فضا میں سانس لینا قدرے آسان تھا، پارک میں خاصی چہل پہل تھی، سر شام بتیاں بھی جل رہی تھیں اور کیا ہی رونق تھی کہ بچے کھیل رہے تھے۔

نوجوان لڑکے لڑکیاں ٹہل رہے تھے، درمیانی عمروں کی عورتیں اپنے کئی سارے گھریلو مسائل لیے بیٹھی ہوئی تھیں اور باری آنے سے پہلے ایک دوسرے کی بات کاٹ کاٹ کر بیچ میں اسے بولتی تھیں، ان کی باتوں کا شور ایسا تھا جیسے پھولوں پر شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے اور لڑکوں لڑکیوں کی آنکھوں کے اندر کچھ پیغامات تھے جن کو بینچ پر بیٹھے ہانپتے ہوئے لاھوت نے بھی پڑھا جو ابھی ابھی سخت قسم کی جاگنگ کر کے آیا تھا اور بوڑھی جلتی بجھتی آنکھوں کے دیے کی لو پر چمکتے ننھے ستاروں کی نظر سے دیکھتا ہوا پروفیسر غفور تھا، جس کی آنکھیں کئی طرح کی روشنائیوں سے سفر کر کے لوٹی تھیں اور اس وقت اس دلچسپ سین میں رکی ہوئی تھیں اور بھی امرت کی اس سین میں انٹری ہوئی تھی جس کا وہ کئی لمحوں سے انتظار کر رہے تھے اور نظارہ کرتے ہوئے لمحے گن رہے تھے اور اسے سامنے سے آتا دیکھ کر ٹھہر گئے اور مسکرائے۔

''زیادہ انتظار تو نہیں کروایا میں نے؟'' سلام کے بعد پہلی بات یہی تھی۔

''تمہارا انتظار کرنا کسے نامنظور ہوگا۔'' وہ کھل کر مسکرائے، یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ دل سے مسکرائے تھے۔

''اور وہ بھی کہہ دیتے کہ دل کھول کر دکھانے کی چیز ہوتی تو کھول کر دکھاتا تمہیں ینگ لیڈی۔''

''آپ کی آنکھوں میں آپ کا دل اتر آیا ہے سر۔'' وہ آنکھیں دیکھنے لگی ان کی اور کہنے لگی جس پر وہ اور مسکرا دیے، یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی اور وہ بلاشبہ دل سے مسکرائے تھے۔

''کاش ہم وقت اور عمروں سے ذرا ہیر پھیر کر سکتے میں یہیں ہوتی اور یہی ہوتی، آپ ذرا بیس سال پیچھے چلے جاتے تو مزا آجاتا۔'' وہ آنکھ دبا کر مسکرائی تھی اور تقریباً ہنس دی تھی، کھلکھلاتی ہوئی ہنسی، جادو بھری ہنسی، کھنکھناتی، امروں کی طرح بجتی ہوئی، لاھوت نے نظر اٹھا کر دیکھا تھا اس ہنسنے والی کو۔

''میں بھی اپنی بدقسمتی کو کوس رہا ہوں امرت۔'' وہ اس بار ہنس دیے۔

''یہ بتائیں آج سے کئی سال پہلے کوئی ایسا سین ہوا تھا؟''

''یار امرت میں بڑا خشک مزاج اور چڑچڑا سا تھا، مجھ سے میری بیوی کو ہی محبت نہ ہو سکی، البتہ فنکار نے بڑے بڑے تیر مار رکھے تھے، تم نے اس کی زندگی کی ڈائری حاصل کر لی ہے سنا ہے۔'' لاھوت ساتھ والی بینچ پر بیٹھا، ان دونوں کی گفتگو بڑی سنجیدگی کے ساتھ سن رہا تھا۔

''میں ان سے لے کر آئی تھی، تھوڑا بہت پڑھا ہے، ابھی ابتدائی حصہ ہے، بات محبت سے شروع ہوئی ہے، بات بغاوت پر ختم ہوگی۔'' یہ اگلا جملہ پروفیسر نے کہا تھا اور بغاوت کے لفظ پر لاھوت کے کان کھڑے ہوگئے تھے۔

''وہاں نسل در نسل کوئی باغی پیدا ہوتا تھا۔''

''پہلا باغی وہ تھا اور دوسرا باغی خدا جانے۔'' پروفیسر سوچ میں پڑے ہوئے تھے۔

''دوسری باغی میں۔'' امرت نے زیر لب کہا تھا۔

''تم نے کچھ کہا امرت؟'' بڑبڑاہٹ نہیں سنی تھی۔

''آپ کچھ کہہ رہے تھے سر۔''

''ہاں امرت، میں کہہ رہا تھا، میں یہ کہہ رہا تھا کہ وہ باغی تھا، وہ پہلے کہانی لکھتا تھا اور اسے جھوٹ گھڑنے والا کہا گیا، اس کے کاغذات پھاڑ دیے جاتے تھے، اس کا بڑا بھائی اس پر چلاتا تھا، چیختا تھا، وہ سارے کاغذات اپنے باپ کے پاس لے کر گیا تھا اور اسے بتایا کہ یہ دیکھو، یہ جھوٹ گھڑتا ہے، یہ کفر کماتا ہے، یہ لوگوں کو ورغلائے گا، یہ جہنم کمائے گا اور اس پر فتوے لگ گئے، اس کے اگلے پچھلے پھاڑ دیے جاتے تھے، اسے کافر کہا جاتا تھا، جتنا کہا جاتا، اتنا ہی اس کا فن اللہ اللہ کر باہر آنے لگا، پھر اسے امان ملی، وہ شہر آگیا تھا پڑھنے کے لیے کالج سے یونیورسٹی تک ہم نے ساتھ پڑھا، ماسٹرز ساتھ کیا اور ایم فل بھی ساتھ کیا، پھر میں تو مزید پڑھتا رہا، مگر محبت نے اس کا کباڑہ کر دیا، گھر کا رہا نہ گھاٹ کا، خاتون کے لیے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آگیا، پاگل تھا، الو کا پٹھا تھا، مگر اپنی ذات میں بھی بہت سچا تھا اور اپنی محبت میں بھی بہت سچا تھا۔'' امرت پروفیسر کے لفظوں کے مطلب سمجھتی ہوئی کئی سوچوں میں گم تھی۔

اور دوسری بینچ پر بیٹھے ہوئے لاھوت نے سر بینچ کی پشت سے ٹکا لیا تھا، وہ بہت کچھ سمجھ رہا تھا، سمجھنے کے لیے بہت کچھ تھا، مگر ایک خوش آئند تبدیلی تھی، لاھوت کو لگا کہ وہ سالوں بعد کسی شناسا کو دیکھ کر خوشی سے مالا مال ہوگیا ہو۔

''اور اس سے آگے کی کہانی میں سناؤں؟'' وہ اٹھ کر ان کے سامنے آگیا، کھڑا ہو کر۔

''میرا نام ہے لاھوت، رشتے میں فنکار کا بھتیجا ہوں اور اس بستی کا تیسرا باغی ہوں، اپنے

READING CORNER

دوسرے باغی کے سامنے کھڑا ہوں اور پہلے باغی میں اتنی ہی دلچسپی رکھتا ہوں جتنی آپ دونوں کو ہے۔" اس نے بات کے آغاز میں ہی بات مکمل کر لی تھی، جہاں امرت منہ کھولے ششدر اس نوجوان کو دیکھ رہی تھی۔

وہی حال بلکہ اس سے زیادہ عجیب حال پروفیسر غفور کا تھا، وہ نا سمجھی سے دونوں کو باری باری دیکھتا تھا۔

"لاحوت.....تم.....؟" امرت بڑی حیرانی سے قدرت کے حسین اتفاق پر حیران تھی اور کیوں نہ ہوتی، لاحوت اپنی تمام تر حیرانی سمیت ایک آنکھ دبا کر مسکرایا۔

"ہاں میں اس نسل کا تیسرا باغی اور آپ اس نسل کی دوسری باغی، بہت بدل گئی ہیں۔" وہ بڑے نارمل انداز میں کہہ رہا تھا۔

امرت بے یقینی کی کیفیت سے نکلنے کے لئے بڑے غور سے اسے دیکھتی رہی اور وہ اس حیرانی کو لے کر بڑے مزے سے مسکرایا جس پر حقیقت میں وہ خود حیران تھا۔

"امرت تم؟" پروفیسر غفور ٹرانس کی کیفیت سے ذرا باہر نکلے تھے اور انہوں نے اپنا جملہ مکمل کرنے سے پہلے سوچ سے باہر نکل کر یقین کر لینا چاہا تھا۔

مگر اس سے پہلے سوالات کی بھرمار نے آلیا، سوالات، ہاں وہی جو ذہن کی کوکھ میں پرورش پاتے رہتے ہیں اور وجودی حیثیت میں آنے کے لئے پر تولتے ہیں، انہیں سوالوں میں سے ایک سوال تھا، ایک عام سا سوال تھا۔

"امرت تم.....؟"

سوال کا جواب ذہن کی دہلیز پر اسی وقت آکھڑا ہوا تھا جس وقت سوال دستک دے کر اندر آیا تھا سوال کے بعد جو رستہ کھلتا ہے، اسی رستے سے جواب نے آنا ہوتا ہے۔

☆☆☆

"زندگی ایک حکایت ہے اور اس میں محبت ایک گھاٹے کا سودا ہے۔" امر کلہ کی آنکھیں سرخ تھیں اور اس نے اذیت ناک لہجے میں کہا تھا لفظوں میں سارا درد سمٹ آیا تھا، درد بول رہا تھا، درد چیخ رہا تھا۔

نواز حسین نے اس کی آنکھوں کے منتر پڑھ رکھے تھے، اس کا لہجہ اور لفظوں کا تاثر نواز کی سماعت کو پار کر گیا سیدھا اتر گیا، دل تک۔

"چلو امر کلہ کتنے دنوں سے مزار کے اندر نہیں گئی ہو؟ چلو آج سلام کر لو۔"

"سلام کر لوں، کیوں سلام کر لوں، جب تک سلام نہیں کروں گی تب تک کنکشن نہیں جڑے گا کیا؟ وہ میری بات نہیں سنیں گے کیا، ہر روز ان کے مزار کے احاطے میں بیٹھ کر لنگر تقسیم کرتی ہوں، کیا اس وقت بھی وہ مجھے نہیں دیکھتے؟ ہر روز مسافروں کے لئے پانی کے مٹکے بھرتی ہوں، کیا اس وقت بھی.....؟" امر کلہ کے حلیے اور سادگی کی وجہ سے زائرا سے ملنگنی سمجھنے لگ گئے تھے۔

جو لنگر لایا جاتا اس کے ہاتھوں تقسیم کروایا جاتا، جب وہ مٹکے بھر کر پلٹتی تو کئی لوگ عقیدت سے اس مٹکے کا پانی پینے کے لئے بڑھتے تھے اور کئی لوگ اسے دعا کے لئے کہتے تھے، وہ بیزار آگئی

تھی یہ سب کر کے، اسے سب کچھ ڈرامہ لگ رہا تھا، ڈھکوسلہ لگ رہا تھا، تماشہ لگ رہا تھا۔

"مذاق بن گئی ہوں لوگوں کے لئے میں یہاں آ کر، یہاں عجیب عقائد کے لوگ آتے ہیں، یہ توہم پرست ہیں، یہ جھوٹ ہے، تماشہ ہے، ڈرامہ ہے، ڈھکوسلہ ہے۔" وہ چلائی، پرزور آواز میں چلانے لگی۔

"یہ ڈرامہ ہے یہاں تماشائی آتے ہیں۔" پاس سے گزرتے لوگ رک گئے تھے۔

"درویشن کو آج دورہ پڑ گیا ہے، جمعے کی رات ہے نا۔" ایک آدمی نے پر تجسس انداز میں انکشاف کیا۔

"میں نہیں ہوں درویشن، یہ سب دھوکا ہے بولو رکوئی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ کیا کبھی تم لوگوں نے مجھے قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ بولو..... بتاؤ۔" وہ کھڑی ہو گئی آدمی کے سامنے۔

"امر کلہ ادھر آؤ۔" نواز نے اسے سختی سے ٹوکا تھا۔

"مجھے بولنے دو نواز بھا، یہ سچ ہے، میں مسلمان نہیں ہوں، نہیں ہوں میں درویش، تمہارے ہاں درویش صرف مسلم ہوتے ہیں نا، سو سن لو کہ میں مسلم نہیں ہوں اور یہ سب ڈرامہ ہے، یہ سارا کچھ جو تم سب لوگ کر رہے ہو، یہ چادریں چڑھانا، یہ لنگر دینا، یہ دعاؤں کے راگ الاپنا، سب دھوکا ہے۔"

"امر بس کر دو، نہیں کرو ایسا، بہت تکلیف ہو رہی ہے مجھے۔" نواز حسین رو دینے کو تھا۔

"میں کروں گی ایسا، چیخ چیخ کر بتاؤں گی سب کو۔"

"امر کلہ مت کرو ایسے وہ خفا نہ ہو جائیں تم سے۔" وہ رو دیا تھا۔

"وہ ہو جائے خفا مجھے نہیں ہے پروا۔" وہ رو رہی تھی۔

درویشنی کو دورہ پڑ گیا تھا، وہ اس طرح ڈرامہ ڈرامہ اور تماشہ تماشہ چلا رہی تھی وہ چلا رہی تھی، یہ آواز بلند، اس کے اندر کا شور تھا جو اب باہر آ گیا تھا، پوری تیزی سے، پوری شدت سے، علی نواز نے ہاتھ باندھ لئے۔

"یا اللہ سائیں! وہ انسان ہے، وہ بہک سکتی ہے، وہ بھٹک سکتی ہے، میرے خدا وہ نادان ہے، وہ خطا کار ہے، وہ دکھی ہے، اسے دکھ نے بگاڑ دیا ہے، پر تجھے پتہ ہے کہ وہ بری نہیں ہے، اگر وہ بری ہوتی تو آج تیرے اتنے کے پاس نہ ہوتی تو اس پر رحم کر، تو اس پر رحم کر۔" وہ زیر لب کہتا ہوا ستون سے ٹیک لگا کر کھڑا تھا اور امر کلہ کی آواز پورے احاطے میں گردش کر رہی تھی۔

ایک ڈرامہ تھا، ایک تماشا تھا، ایک ڈھکوسلہ تھا۔

☆☆☆

عورت ابھی ہوئی تھی۔

زینت اسے کئی طرح کی کرامات اور انہونی انوکھی باتیں بتا رہی تھی اللہ والوں کے بارے میں اور عام لوگوں کی طرح اس نے بھی سمجھا کہ اللہ والوں کا کام صرف کرامات معجزات دکھانا ہوتا ہے، اگر کوئی معجزہ نہ ہو تو سمجھو اللہ والا کچھ نہیں کر پایا پھر وہی انسانی دماغ کا خلل، گلے شکوے اور

READING CORNER www.allreadingcorner.blogspot.com

تمہیں بھول نہ پائیں گے

عظمیٰ شاہین

قرآن شریف کی آیات کا احترام کیجیے۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

باتیں، کون ایسا تھا جو اللہ والے کے مزار پر آ کر اسے بھی دعا دیتا اور کہتا کہ تیرا درجہ بلند ہو، ایسے بہت کم تھے اور مانگنے والے زیادہ تھے، صرف اس لئے کہ گنجائش کم تھی دور ضرور تھیں زیادہ تھیں، حکایت کم تھی، مفروضے زیادہ تھے، محبت کم تھی امیدیں زیادہ تھیں، عمل کم تھا اور باتیں زیادہ تھیں، ہر جگہ قحط آیا ہوا تھا، گھروں کے اندر، دلوں کے اندر، نظریات کے اندر، شور بہت تھا، پر امن کم تھا۔

زینت ایک بھرے چلنے والی عیسیٰ مسیح کی صدائیں لگاتی ہوئی عورت کو بھی یہاں لے آئی۔

گاڑی کچی سڑک پر رک گئی، اس کے ساتھ ایک ہندو کا مزار تھا، عورت نے وہیں سے فاتحہ دلوائی۔

''لوگ کہتے ہیں کہ پیر مستورد ہندو ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ نہیں مسلمان تھے مگر بہرحال یہاں ایک آدمی آتا تھا نام تھا کبیر احمد، ذات کا سید زادہ تھا، ماں تھی اس کی کمہارنی ذات کی، سنا ہے بڑی اللہ والی تھی، کہتا تھا فاتحہ دلوا دو، قبول کرنا رب کا کام، سو میں جب بھی ادھر سے گزرتی ہوں، فاتحہ دلواتی ہوں۔''

گاڑی پھر سے اس کے اشارے پر چلنے لگی تھی اور مزار کے احاطے سے کچھ فاصلے پر کھڑی تھی وہ دونوں باقی لوگوں کی طرح میدان میں کھڑے جھانکنے کو دیکھتی آگے آئیں۔

جہاں لوگ یہی راگ الاپ رہے تھے کہ درویشنی کو دورہ پڑ گیا ہے، درویشنی بہ آواز بلند تماشہ ڈھکوسلہ چلا رہی تھی اور بھی کچھ کچھ کہہ رہی تھی۔

عیسیٰ مسیح کو ماننے والی جب معجزے کی تمنا لئے آگے بڑھی تھی تو سامنے معجزہ تماشہ بنا ہوا تھا، زندگی وہ دیکھنے کے لئے رک گئی، تھم گئی، زندگی حکایت ہے اور محبت، عورت کے پیر جیسے فرش نے پکڑ لئے، وہ ہل نہ سکی پھر زینت نے بری طرح جھنجھوڑا تھا اور عورت پاگلوں کی طرح درویشنی کی سمت بڑھی اور اس کے بازو تھام لئے، تماشہ رک گیا، وقت رک گیا، دل رک گیا، دل کی دھڑکن رک گئی، پورا منظر فریز ہو گیا تھا، جسے ساکت ہونا کہتے ہیں۔

(جاری ہے)

فیس بک پر اپنا اکاؤنٹ چیک کرتے ہوئے وہ ٹھٹک کر رکا۔

ہمیں خبر تھی دشمن کے سب ٹھکانوں کی
شریک جرم نہ ہوتے تو مخبری کرتے

اس کی ٹیسٹر کی ہوئی ایک بے حد خوبصورت پوسٹ پہ کمنٹ کیا گیا تھا، جب سے اس نے سوشل میڈیا پر کمپین شروع کی تھی، تب سے ہی کسی کی جانب سے اس کی مختلف پوسٹس پر بڑے منفرد کمنٹس آ رہے تھے، اس کی دلکش سیاہ آنکھوں میں تجسس بھر گیا، سب کام چھوڑ کر وہ اس کا اکاؤنٹ چیک کرنے لگا۔

"خیر الورا" نام پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں تجسس کی جگہ حیرانی نے لے لی، ایسا منفرد نام اس نے پہلے نہیں دیکھا تھا، پھر زیر لب مسکرایا اور باقی تفصیلات دیکھنے لگا، جیسے جیسے اس کے اکاؤنٹ کو چیک کرتا جا رہا تھا ویسے ویسے اس کی آنکھوں میں ستائش ابھر رہی تھی۔

"ارے واہ..... اس کو آج سے پہلے میں نے کیوں نہیں دیکھا۔" اس نے خود کلامی کی اور ریوالونگ چیئر سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں، چند لمحوں بعد وہ فیس بک پر اپنا اسٹیٹس اپ لوڈ کیے بغیر ہی اٹھ گیا، اس کے کرنے کے بہت سے کام منتظر تھے، موروثی سیاست کی عالی شان مثال "سیف اللہ غازی" عنقریب اپنے باپ کی جگہ الیکشن لڑنے جا رہا تھا۔

☆☆☆

سیاسی محفل عروج پر تھی جب ان کے خاندانی ملازم افضال نے اندر آ کر ان کے بحث و مباحثے میں خلل ڈالا۔

"سیفی بابا! آپ سے ملنے کچھ مہمان آئے ہیں، میں نے انہیں مہمان خانے میں بٹھا دیا ہے۔"

"کون مہمان ہیں؟ انہیں بھی یہیں پر بلا لو۔" سیف اللہ کی بجائے اس کے والد وقار احمد غازی کی طرف سے جواب آیا۔

"جی..... جی..... وہ۔" ان کے حکم پر وہ گڑبڑا گیا۔

"ٹھیک ہے آپ چلو چاچا جی میں ادھر ہی آ رہا ہوں۔" سیف نے جواب دیا اور ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا، افضال کی بزرگی کے باعث وہ اسے چاچا جی کہا کرتا تھا۔

سیف اللہ کے قدم مہمان خانے کے دروازے پر ہی رک گئے سر پر پی کیپ، گلے میں اسکارف، سنہری رنگت اور سحر طاری کرتی بڑی بڑی براؤن آنکھیں، جن میں ذہانت کی چمک مدمقابل کو ٹھٹکنے پر مجبور کر دیتی تھی، ٹانگ پر ٹانگ جمائے شاہانہ تمکنت کے ساتھ صوفے پر بیٹھی وہ بمشکل اکیس بائیس برس کی لڑکی تھی، اس کے ساتھ پندرہ سولہ سال کا خوش شکل لڑکا بھی براجمان تھا۔

"آئیے آئیے سیف اللہ غازی صاحب تشریف لائیے۔" وہ لڑکی اپنی نشست سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس انداز میں اس سے مخاطب ہوئی جیسے وہ مہمان نہیں، میزبان ہو، اس نے دیکھا صوفے پہ بیٹھا نوجوان بھی زیر لب مسکرایا، ان کو دیکھ کر اب سیف اللہ کی سمجھ میں آیا کہ کیوں افضال ان کو وہاں بلانے پر گھبرا رہا تھا۔

"آپ.....؟" نگاہوں میں الجھن لیے سیف اللہ نے بس اتنا ہی کہا۔

وہ لڑکی پروقار انداز میں چلتی اس کے قریب آئی، ہاتھ اپنی لیدر جیکٹ کی پاکٹس میں گھسائے جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے اس کے اردگرد ایک چکر لگایا، بالکل سی آئی ڈی کے کسی تفتیشی افسر کا سا انداز، پھر اس کے سامنے

کھڑے ہو کر عین اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا نام خیر الورا ہے۔"

"خیر الورا!" بے اختیار اس نے دہرایا اور ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

"اور یہ میرا بھائی شاہ زین ہے۔"

"پلیز مس خیر الورا تشریف رکھیے۔" سر جھٹک کر ٹرانس کی سی کیفیت سے نکلتا ہوا بولا، اس کے کہنے پر وہ پلٹ کر واپس بیٹھ گئی۔

"آپ کو تو خیر آپ کے حلقے کا تو کیا پورے ملک کا ہر شخص جانتا ہے" سابق وزیر وقار احمد غازی" کے بیٹے اور اپنے دور کی مشہور سیاسی شخصیت "سکندر غازی" کے پوتے ہیں۔" ایک ایک لفظ ٹھہر ٹھہر کر ادا کیا اور تھوڑا توقف کیا۔

"لیکن ہم آپ کے لیے اجنبی ہیں، امید ہے اس ملاقات کے بعد......"

"کوئی بات نہیں مس خیر الورا، آپ فرمائیے کس لیے آنا ہوا؟" سیف اللہ نے اس کی بات کاٹی۔

"ہم جس کام کے لیے آئے ہیں میرا خیال ہے وہ آپ کبھی بھی نہیں کریں گے، میں نے آپی کو سمجھایا تھا لیکن انہیں ایڈونچرز کرنے کا شوق ہے۔" جواب خیر الورا کے چھوٹے بھائی شاہ زین کی طرف سے آیا تھا۔

"تم۔" وہ اپنے بھائی کی طرف پلٹی۔

"اپنی چونچ بند رکھنے کا وعدہ کر کے ساتھ آئے تھے، کیا تمہاری یادداشت تین منٹ کے راستے میں ہی خراب ہو گئی ہے؟"

"نہیں Company میرے اوپر اتنی جلدی بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔" چہرے پہ زبردستی کی سنجیدگی طاری کیے وہ بولا۔

"میں میں نہیں چاہتا تھا میری پیاری آپیا اکیلے وہاں مار کھائے، آفٹر آل۔"

"بک بک بند کرو۔" خیر الورا کے چہرے نے رنگ بدلا، سیف نے دلچسپی سے اس منظر کو دیکھا، گلا کھنکار کر اس نے دونوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"آپ بتائیے کیا کام ہے، میرے بس میں ہوا تو ضرور کروں گا۔"

"ہم چاہتے ہیں۔" اس نے بات کا آغاز کیا۔

"نہیں میں نہیں چاہتا صرف یہ چاہتی ہیں۔" شاہ زین نے پھر ٹانگ اڑانا اپنا فرض سمجھا، خیر الورا نے کڑی نظروں سے اسے گھورا۔

"میں یہ چاہتی ہوں کہ اگلے ماہ ہونے والے ضمنی انتخابات میں آپ نور عالم خان کے حق میں مقابلے سے دست بردار ہو جائیں۔" اس نے سیف اللہ غازی کے سر پر بم پھوڑا۔

"کیا.....؟" اتنی غیر متوقع بات سن کر حق دق وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔

"میرا خیال ہے کہ میں نے بات کافی سادہ پیرائے میں کی ہے۔" اس بات کے شاک سے نکل کر اب وہ اپنے آپ پر قابو پا چکا تھا، اگلے ہی ماہ جب انتخابات ہونے والے تھے اور وہ ایک نامور سیاسی خاندان کا سپوت تھا، اس کے لیے یہ مطالبہ یقیناً غیر متوقع تھا، بات جب اس کی سمجھ میں آئی تو بے اختیار قہقہہ بلند ہوا۔

"اچھا تو آپ چاہتی ہیں میں الیکشن میں حصہ نہ لوں، وجہ جان سکتا ہوں۔" اپنے اوپر سنجیدگی طاری کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"وجہ یہ ہے کہ اب ہم اس ملک کا بھلا چاہتے ہیں۔" ترنت جواب آیا۔

"اور میرے الیکشن میں حصہ نہ لینے سے اس

READING CORNER

ملک کا کون سا نقصان ہو جائے گا۔"

"الیکشن میں حصہ لینے سے نہیں الیکشن میں جیت جانے سے ہوگا، موروثی سیاست نے آج تک جتنا فائدہ پاکستان کو پہنچایا ہے وہ ہم سب کو معلوم ہے۔"

"اچھا۔" سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے اس نے بغور اسے دیکھا۔

"اگر میں ایسا نہ کروں تو؟"

"تو پھر اپنے آپ کو شکست کھانے کے لئے تیار کرلیں۔"

"دھمکی دینے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

"کوشش نہیں کر رہی میں دھمکی دے رہی ہوں۔" اس نے "دے رہی ہوں" پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"چلیں آپی کیوں بلاوجہ وقت ضائع کر رہی ہیں۔" شاہ زین نے خیر الورا کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا، اپنی بات کا کوئی اثر نہ ہوتے دیکھ کر وہ بھی اس کے ساتھ پلٹ گئی۔

"میں سوچوں گا۔" خیر الورا باہر نکل چکی تھی وہ سن نہ سکی اس کے پیچھے باہر نکلتے شاہ زین کے قدم ایک لمحے کو رکے۔

"آپ کو ایسا کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں، یہ تو پاگل ہیں۔" شاہ زین نے پلٹ کر جواب دیا اور باہر نکل گیا۔

☆☆☆

ہم دشت کے باسی ہیں اے شہر کے لوگو!
یہ روح بیاسی ہمیں ورثے میں ملی ہے
دکھ درد سے صدیوں کا تعلق ہے ہمارا
آنکھوں کی اداسی ہمیں ورثے میں ملی ہے
جان دینا روایت ہے قبیلے کی ہمارے
یہ سرخ لباسی ہمیں ورثے میں ملی ہے
جو بات بھی کہتے ہیں اتر جاتی ہیں دل میں
تاثیر یہ لہجے کی ہمیں ورثے میں ملی ہے
جو ہاتھ بھی تھاما سدا ساتھ رہا ہے
احباب شناسی ہمیں ورثے میں ملی ہے

"تم صرف اپنی پڑھائی پر دھیان دو، سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی عمر نہیں ہے تمہاری۔" کڑے تیور لئے وہ شاہ زین کو گھور رہی تھی۔

"اپیا آپ کو بھی تو اتنا ایکنو پارٹ ہونا ہے Palitical activities میں۔" شاہ زین نے منہ بسورا۔

"میری اور بات ہے، تم سے بڑی ہوں میں۔"

"اتنی ذرا سی تو بڑی ہیں، وہ بھی ہمیں پتہ ہے بس، دیکھنے والے آپ کو میرے برابر کا ہی سمجھتے ہیں۔" شاہ زین نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو قریب لاکر چٹکی جتنا اشارہ کیا تو خیر الورا کے احمریں لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بدتمیز، مجھے پتہ ہے میری بات اچھی طرح سمجھ رہے ہو تم بس جان بوجھ کر بن رہے ہو، دیکھو صاف بات یہ ہے کہ حالات ٹھیک نہیں ہیں، جلسوں، جلوسوں میں جانا تو بالکل بھی Safe نہیں ہے۔"

"بات اتنی بھی صاف نہیں ہے اپیا جانی۔" ساری بات میں اس نے اپنے مطلب کا جملہ اچکا۔

"اور Safe تو یہاں کوئی جگہ بھی نہیں ہے اور آپ ہی تو کہتی ہیں موت سے ڈرنا نہیں چاہیے۔"

"میرے اقوال زریں تو رہنے دو فی الحال۔" خیر الورا چڑ کر بولی، پھر آنکھوں میں نرم سا تاثر ابھر آیا۔

"دیکھو زین میرا کون ہے اللہ اور اس کے حبیب کے بعد تمہارے سوا۔"

"میرا بھی کوئی نہیں ہے آپ کے سوا۔" شاہ زین نے فوراً بات پکڑلی۔

"پوری بات بھی تو سن لیا کرو گدھے۔" دائیں ہاتھ کا پنچ بنا کر اس کے کندھے پر مارا۔

"اچھا۔ اچھا مائی لارڈ سنائیے، ہم ہمہ تن گوش ہیں۔" وہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے باادب ہو کر بیٹھ گیا۔

"بس میں نے کہہ دیا ہے گھر سے سیدھا اکیڈمی اور اکیڈمی سے سیدھا گھر واپس آؤ گے تم، کہیں بھی ادھر اُدھر جانے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔"

"ٹھیک ہے اپیا نہیں جاتا کہیں لیکن ایک بات تو طے ہے یوتھ ونگ کی کوئی میٹنگ ہو، ہر جلسہ کال ہو، کسی جلسے میں شرکت ہو یا کسی بھی شخصیت کا انٹرویو ہو، میں ہر جگہ آپ کے ساتھ جاؤں گا، جیسی فکر آپ کو میری ہے اس سے دگنی فکر مجھے آپ کی Safety کی رہتی ہے۔" شاہ زین نے اب کے بار سنجیدگی سے کہا اور ہاتھ تھام کر اسے اپنے برابر صوفے پر بٹھایا۔

"اور آپ کی عادت سے بھی واقف ہوں، نام کروز بن کر ہر ناممکن کو ممکن بنانے چل پڑتی ہیں۔"

"ناممکن کچھ نہیں ہوتا۔" خیر الورا نے شاہ زین کی بات کاٹی۔

"اپنے اقوال زریں آپ رہنے دیں فی الحال۔" اس نے خیر الورا کی بات اسی کو لوٹائی۔

"اور سیف اللہ تارڑ سے دوبارہ ملنے کی یا بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جن کا کام ہے وہی جانیں، وہ ایک سیاسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے، اس سے ایسی امید رکھنا ہی عبث ہے، بڑے لوگوں کے بڑے کام، آپ کو انٹرفیئر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" بزرگ بنا وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

"پاکستان کا مستقبل تو ہم ہیں اور پاکستان ہمارا اثاثہ ہے اپنے اثاثے کی حفاظت اور اس کو بڑھانے کی فکر تو ہر کسی کو ہوتی ہے، آپ دیکھیے گا ہم پاکستان کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔" عزم اس کی آنکھوں سے جھلک رہا تھا۔

"ہاں انشاء اللہ۔" "فتح مکہ تو اب ہو کر رہے گا۔" خیر الورا کے جواب پر وہ ایک لمحے کو حیران ہوا اور پھر سمجھ کر مسکرا دیا۔

"ہاں انشاء اللہ۔" اس نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں چلتا ہوں اور ملتے ہیں دو گھنٹے بعد مائی ڈیئر مانو بلی۔" ہاتھ مار کر اس کے بال بگاڑے اور بھاگ کر لاؤنج سے باہر نکل گیا۔

"زین کے بچے۔" تیزی سے کھڑے ہوتے وہ چیخی۔

"ابھی آپ کے بھائی کے بچے کہاں سے آ گئے۔" دروازے سے سر نکال کر اس نے کہا اور یہ جا وہ جا، ہنستے ہوئے وہ دوبارہ وہیں بیٹھ گئی اور سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیا۔

"مما، پاپا آج آپ ہوتے تو اپنی اولاد کو دیکھ کر کتنا خوش ہوتے۔" تصور میں اس نے اپنے والدین کو مخاطب کیا جو چار سال پہلے ایک ٹریفک حادثے میں وفات پا گئے تھے، تب سے وہ اپنے گیارہ سالہ بھائی کے لئے ماں اور باپ دونوں بن گئی تھی حالانکہ تب وہ عمر کے اس دور میں تھی جہاں خود قدم قدم پر رہنمائی اور تربیت کی ضرورت تھی۔

☆☆☆

اس نے حق بات کو لوگوں سے چھپا رکھا ہے
اک تماشا سر بازار لگا رکھا ہے
وہ یہ کہتا ہے انصاف ملے گا سب کو

جس نے منصف کو بھی سولی پہ چڑھا رکھا ہے
اس نے چوروں سے سرعام شراکت کی ہے
اس نے قاتل کو بھی مسند پہ بٹھا رکھا ہے
اے خدا تجھے لوگ دیکھتے ہیں اور تو نے
اک فرعون کی مہلت کو بڑھا رکھا ہے؟

خیرالورا کا تعلق شعبہ صحافت سے تھا، وہ مختلف سیاسی شخصیات کے انٹرویوز لیتی رہتی تھی، اس کے تیکھے اور غیر متوقع سوال اکثر مقابل کو پریشان کر دیتے تھے۔ اندر کی بات اگلوانے میں اسے ملکہ حاصل تھا، باقاعدہ طور پر جرنلسٹ بنے اسے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا، اس کی شخصیت کا وقار اور تمکنت اسے حلقہ احباب میں تیزی سے مقبول بنا رہے تھے۔

سیف اللہ غازی تیزی سے چینل سرچنگ میں مصروف تھا، شام چار بجے ایک چینل پر اس کے بابا وقار احمد غازی کا انٹرویو آنے والا تھا، مطلوبہ چینل پر ہاتھ روکتے ہوئے وہ چونکا، سفید پاؤں کو چھوتا گاؤن پہنے، کسی ملکہ کی شان سے براجمان وہ یقیناً خیرالورا ہی تھی، وہ کیا سوال کر رہی تھی اور وقار احمد غازی کیا جواب دے رہے تھے وہ کچھ نہیں سن رہا تھا، بغیر پلکیں جھپکائے یک ٹک وہ اسے دیکھ رہا تھا، اپنے گھر پر وہ اس سے مل چکا تھا، تب اس کے انداز نے اسے چونکایا تھا اور اب وہ اس کی ذات کے سحر میں گرفتار ہو رہا تھا، وہ بھی مکمل بے خبری میں۔

پروگرام میں وقفہ آیا تو وہ جیسے چونکا پھر ماتھے پر ہاتھ مار کر ہنسا۔

''او مائی گاڈ بابا کی بات تو میں نے سنی نہیں۔'' وقفہ ختم ہوا تو وہ الرٹ ہو کے بیٹھ گیا۔

''آپ نے جو اثاثوں کی تفصیلات الیکشن کمیشن کو دی ہیں سنا ہے وہ ڈیفنس اینڈ فگرز کے برعکس ہیں۔''

''نہیں جی وہ بالکل درست ہیں، دشمن کو ہوائی اڑانے کی عادت ہے بی بی۔'' وقار احمد غازی نے لاپروائی سے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

''مگر یہ رپورٹس تو کچھ اور کہہ رہی ہیں۔'' پُراسرار مسکراہٹ کے ساتھ اس نے کچھ کاغذات ان کے آگے کیے۔

''کس ایجنسی نے فراہم کی ہیں آپ کو یہ رپورٹس۔'' وقار احمد غازی نے دھمکی آمیز سنجیدگی سے اسے گھورا۔

''کسی ایجنسی نے نہیں، ویسے ایک صحافی سے آپ کو یہ سوال نہیں کرنا چاہیے۔'' خیرالورا کے چہرے پر سنجیدگی تھی لیکن آنکھوں میں شرارت کا تاثر تھا۔

''درحقیقت اس کی آنکھوں کا رنگ کون سا ہے۔'' سیف اللہ نے خود کلامی کی، کبھی سنجیدگی، کبھی شرارت، کبھی طنز اسے لگا ہر تاثر کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی رنگ بدل رہی ہیں۔

''سیفی بیٹا آپ کے کچھ دوست آئے ہیں۔'' افضال کی آمد پر اس کا ارتکاز ٹوٹا، ایک گہری سانس لیتے ہوئے اس نے ٹی وی بند کیا اور اٹھ کھڑا ہوا، لیکن ایک بات طے تھی کہ خیرالورا کے سحر میں پوری طرح جکڑا جا چکا تھا۔

☆☆☆

پریس کلب کے بیرونی گیٹ سے داخل ہوتے ہوئے اس نے اپنا فیس بک اکاؤنٹ اوپن کیا۔

''مس خیرالورا کل آپ میرے والد صاحب پر الزام لگا رہی تھیں۔'' ان باکس میں آیا ہوا سیف اللہ غازی کا میسج اسے برہم کر گیا تھا، وہ حیران ہوئی کیسے کیسے لوگ تھے جو اس ملک کے لیڈر ہونے کے دعویدار تھے لیکن ذرا سی تنقید، ذرا سی سچائی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

''الزام نہیں وہ سچائی تھی اور یہ بات آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔''

''مسئلہ کیا ہے آپ کا؟'' سیف اللہ کا جواب فوراً آیا تھا۔

''پاکستان سے عشق۔'' خیرالورا کا جواب سیف کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔

''پاگل ہیں آپ۔'' نچلا لب ہونٹوں تلے دبائے اس نے فوراً جواب دیا۔

''اگر یہ پاگل پن ہے تو میری دعا ہے کہ ساری قوم پاگل ہو جائے۔'' میسج بھیج کر ساتھ ہی وہ لاگ آف ہو گئی، وہ اس سے مزید بحث نہیں کرنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

تاریخ ظلم یزید کی یوں پھر سے رقم ہوئی
اک کربلا سا بن گیا گلشن تعلیم کا

''اٹھ جاؤ نفرین صرف آدھا گھنٹہ رہ گیا تمہارا سکول لگنے میں، ناشتہ بھی کرنا ہے ابھی تو تیار کب ہو گے۔'' وہ کوئی بار سابقہ چوتھی مرتبہ اسے اٹھانے آئی تھی۔

''مجھے پتہ ہے آپی ابھی ایک گھنٹہ رہتا ہے۔'' اس نے لحاف ذرا سا چہرے سے ہٹا کر جواب دیا اور پھر اندر۔

''تم سو رہے ہو یا ٹائم دیکھ رہے ہو۔'' وہ اس کے سر پر کھڑے ہو کر چلائی۔

''آپ ہر روز آدھا گھنٹہ آگے ٹائم بتاتی ہیں نا۔''

''اٹھ جاؤ ورنہ اب میں تمہارے اوپر ٹھنڈا پانی ڈال دوں گی۔'' دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''آج سکول جانے کو دل نہیں چاہ رہا آپی۔''

''کوئی بہانہ نہیں چلے گا، چلو جلدی اٹھ جاؤ،

تمہیں ڈراپ کر کے مجھے اسٹوڈیو بھی جانا ہے۔'' ہاتھ سے اس کے بکھرے بال سنوار کر وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

''مائی سویٹ بانو بلی۔'' وہ دروازے کو جہاں سے وہ باہر نکلی تھی محبت پاش نظروں سے دیکھتا زیر لب بولا۔

''مجھے ذرا بڑا ہو لینے دیں اپیا جانی، ان شاء اللہ آپ کے سارے خواب پورے کروں گا جو مجھ پر قرض ہیں۔'' وہ تصور میں اس سے مخاطب ہوا اور اٹھ گیا۔

''آرمی پبلک سکول پشاور۔'' میں اس کا سیکنڈ ائیر تھا، ماں باپ کی وفات نے انہیں ایک دوسرے کے مزید قریب کر دیا تھا، دونوں ایک دوسرے کا سب کچھ تھے، غم روزگار سے کسی حد تک بچے ہوئے تھے، کیونکہ والدین کچھ پراپرٹی اور بینک بیلنس چھوڑ گئے تھے، خیرالورا جامعہ پشاور میں ایوننگ کلاسز لیتی تھی اور ڈے ٹائم اپنی صحافتی ذمہ داریاں پورا کرتی تھی۔

لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر اس کی انگلیاں تیزی سے چل رہی تھیں جب میسج ٹون بجی، ایک لمحے کو اس کا دھیان بٹا لیکن پھر وہ اپنا کام مکمل کرنے میں مگن ہو گئی، دس منٹ بعد اس نے فارغ ہو کر موبائل اٹھایا۔

''آرمی پبلک سکول پشاور پر دہشت گردوں کا حملہ، سیکورٹی فورسز نے سکول کو گھیرے میں لے لیا۔'' اس کے اپنے ہی چینل کا نیوز الرٹ تھا، خیرالورا کا دل ڈوب کر ابھرا، تیزی سے اٹھتے ہوئے وہ آفس کا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔

''تمہیں پتہ ہے خیرالورا آرمی پبلک سکول پر اٹیک ہوا ہے، اللہ خیر کرے۔'' ویٹنگ ایریا میں لگے ٹی وی کے سامنے وہ کھڑی ہوئی تو اس کی

کوئیک سروش اس کے پاس آئی، حملہ اس قدر منظم اور شدید تھا کہ وقفے وقفے سے دھماکوں اور فائرنگ کی آوازیں ٹی وی پر صاف سنی جا سکتی تھیں۔

''سروش میرا بھائی...'' کپکپاتے ہونٹوں سے وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔

''اوہ... تمہارا بھائی یہاں پڑھتا ہے؟'' سروش نے فکر مندی سے کہا، جبکہ خیر الورا کو پتہ بھی نہ چلا آنسو کب اس کے گالوں کو بھگونے لگے۔

''تم فکر مت کرو خیر الورا کچھ نہیں...'' سروش کی تسلی ادھوری رہ گئی۔

''مجھے وہاں جانا چاہیے۔'' اس کی بات کاٹ کر وہ بولی اور باہر کی طرف لپکی۔

''ٹھہرو میں بھی چلتی ہوں تمہارے ساتھ۔'' کہتے ہوئے سروش بھی اس کے پیچھے بھاگی۔

وہ گاڑی چلا نہیں رہی تھی اڑا رہی تھی جبکہ آنسو بار بار اسکرین کو دھندلا رہے تھے، آرمی پبلک سکول سے آدھے کلومیٹر کے فاصلے پر انہیں روک لیا گیا، گاڑی انہوں نے ایک سائیڈ پر کھڑی کی اور تیزی سے باہر نکلیں۔

''میڈم آپ لوگ آگے نہ جائیں تو بہتر ہے۔'' آرمی کا ایک نوجوان ان سے مخاطب ہوا۔

''میرا بھائی سکول کے اندر ہے کیوں نہ جاؤں میں۔'' نوجوان کی بات تو جیسے اس نے سنی ہی نہیں، تیز قدم اٹھاتی وہ سکول کی طرف بڑھ گئیں، حملے کی خبر سن کر بچوں کے گھر والے بھاگے چلے آ رہے تھے، ہر چہرے پر پریشانی اور بدحواسی تھی، اندر سرچ آپریشن ہو رہا تھا، زار و قطار روتے ہوئے وہ فٹ پاتھ پر بیٹھتی چلی گئی۔

''رو مت خیر الورا! پاک فوج بھی اندر موجود ہے، انشاء اللہ وہ بچوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔''

''میرا دل بیٹھ رہا ہے سروش، خیر بہت نہیں ہے اتنی فائرنگ ہو رہی ہے اندر، کس کو مار رہے ہیں یہ ظالم۔'' چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر وہ بری طرح سسک اٹھی، جواب میں سروش کچھ نہ کہہ سکی ماؤں کو بے بسی سے ہاتھ ملتے دیکھ کر اس کا اپنا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا، چار گھنٹے کے جان لیوا انتظار کے بعد زخمی بچوں کو رضا کاروں نے ہسپتالوں میں منتقل کرنا شروع کر دیا تھا، جبکہ سکول کے اندر ابھی بھی سرچ آپریشن ہو رہا تھا، ہر زخمی بچے کو اسٹریچر پر منتقل ہوتے دیکھ کر وہ اس کی طرف لپکتی مگر اس کا شاہ زین اسے کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''ہمیں ہاسپٹل میں چیک کرنا چاہیے ہو سکتا ہے اسے ہسپتال بھیجا جا چکا ہو اور ہمیں نہ پتہ چلا ہو۔'' سروش نے اسے بازو سے تھاما۔

''اچھی امید رکھو ہو سکتا ہے وہ ٹھیک ہو۔'' گاڑی تک آتے آتے سروش نے پھر اسے تسلی دی۔

''میں مر جاؤں گی سروش اسے کچھ ہوا تو، کیسے جیوں گی میں لاوارث ہو کر۔'' خیر الورا کے الفاظ سروش کے جسم میں سنسنی دوڑا رہے تھے وہ زیر لب دعا مانگتی جا رہی تھی۔

دو ہاسپٹلز انہوں نے چیک کر لیے تھے، جہاں انہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا، وہاں پر بھی بچوں کی لاشیں ہی لاشیں تھیں، بے بسی سے رونے کے سوا لوگ کیا کر سکتے تھے، مرد ہو، عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو رو نہ رہا ہو، شہید ہونے والے بچوں کے لواحقین تو غم سے نڈھال تھے ہی پورا ملک پوری قوم غم سے

آنسو بہا رہی تھی، 43 سال پہلے 16 دسمبر کو ہی ہمارا ملک دولخت ہوا تھا اور آج پھر اتنے سالوں بعد اسی دن غم اور سوگواری کی چادر نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، قیامت صغریٰ تھی جو برپا ہو گئی تھی، دوپہر سے شام اور شام سے رات ہو گئی تھی شہیدوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔

اب وہ سی ایم ایچ پشاور میں پہنچ گئی تھیں، سروش اس کے ساتھ ساتھ تھی، وہ اسے ایسے چھوڑ کر جا ہی نہیں سکتی تھی، ہر صاحب دل بندہ اس قیامت کی گھڑی کو اپنے دل پر بیتتا محسوس کر رہا تھا، وہاں بھی وہ زخمیوں اور شہیدوں کو باری باری دیکھ رہی تھیں، ہر چہرے کو دیکھ کر وہ مایوسی سے سر ہلا رہی تھی، معاً ایک ڈیڈ باڈی کے چہرے سے چادر ہٹاتے اس کے ہاتھ تھمے، یقیناً وہ سعد ہی تھا شاہ زین کا بیسٹ فرینڈ۔

''تم تو کبھی چپ نہیں بیٹھتے تھے سعد! اٹھو نا، زین کہاں ہے تم دونوں تو ہمیشہ ایک ساتھ ہوتے تھے۔'' بے تحاشا روتے ہوئے خیر الورا نے اس کی سرد پیشانی کو چوما، اس کے گھر والے بھی شاید ابھی نہیں پہنچے تھے، اس کے ساتھ لٹائی ہوئی میت کے چہرے سے اس نے چادر ہٹائی تو زمین و آسمان اس کی نظروں کے سامنے ایک ہو گئے، سعد اور شاہ زین آج بھی ساتھ ساتھ تھے۔

یہ جو میری جان گئی ہے نا اس محبت میں!
تیرا صدقہ دیا ہے تیری نظر اتاری ہے!

☆☆☆

مائیں دروازے کو دیکھتی ہیں مگر اب بچے
سیدھے سکول سے جنت کو چلے جاتے ہیں

سانحہ پشاور کو گزرے پندرہ دن ہو چکے تھے لیکن پورا ملک ابھی بھی سوگواریت میں ڈوبا ہوا تھا، اس صورتحال میں آرمی چیف نے جس طرح آگے بڑھ کر قوم کو حوصلہ دیا تھا وہ قابل تحسین تھا، قوم کے زخموں پر ہر بار مرہم رکھنے والی فوج نے ہی ان حالات میں بھی سب کو دلاسہ دیا تھا، قوم ایک بار پھر دہشت گردی کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی تھی، لیکن سانحہ بھلایا جانے والا نہیں تھا۔

وطن کی مٹی سلام تجھ پر
تمام ہر احترام تجھ پر
یہ کہکشاں میں یہ مہر و انجم
نثار ماہ تمام تجھ پر
کہ صبح جس کی نہ ہو درخشاں
کبھی نہ آئے وہ شام تجھ پر
کبھی جو دشمن نے آزمایا
فدا یہ ہو گئے غلام تجھ پر
پڑی ضرورت تو وار دیں گے
یہ شان و شوکت یہ نام تجھ پر

شاہ زین کے رجسٹر پر لکھی یہ نظم خیر الورا، جانے کتنی بار پڑھ چکی تھی، ابھی بھی وہی رجسٹر ہاتھ میں لیے لاؤنج میں ہی صوفے پر بیٹھی تھی۔

''خیر الورا پلیز اپنا کچھ تو خیال کرو، کب تک ایسے رہو گی۔'' اس کی دوست خضریٰ ایک بار پھر اس کی منت کر رہی تھی، وہ اس دن کے بعد گھر سے باہر نکلی ہی نہ تھی، آنسو بھی جیسے ختم ہو گئے تھے، جان سے پیارے بھائی کی جدائی نے جیسے اس کی جان ہی نچوڑ لی تھی، دوستیں ہی تھیں جو باری باری آتیں اور اسے تسلی دینے کی کوشش کرتیں، شروع کے کچھ دن تو خضریٰ رات کو بھی اس کے پاس ٹھہرتی رہی تھی، پھر خیر الورا نے اسے خود ہی منع کر دیا تھا جانتی تھی کہ ایک نہ ایک دن تو اکیلا ہی رہنا ہے تو کیوں اسے آزمائش میں ڈالے۔

''آپ ہی تو کہتی ہیں موت سے نہیں ڈرنا چاہیے۔''

''میرا ابھی کوئی نہیں ہے آپ کے سوا۔''

''جیسی فکر آپ کو میری ہے اس سے دگنی فکر مجھے آپ کی رہتی ہے۔''

''آپ دیکھیے گا ہم پاکستان کو کہاں سے کہاں لے جائیں گے۔''

''آج سکول جانے کو دل نہیں چاہ رہا آپی۔'' یادیں تھیں کہ پیچھا نہیں چھوڑتی تھیں اور نہ ہی عمر بھر چھوڑنے والی تھیں، ورجنز بیننے سے لگائے ابھی بھی کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھی۔

''چلو اٹھو منہ ہاتھ دھولو شاباش، کھانا بنا رہی ہوں میں، تم نے ڈھنگ سے اس دن کچھ نہیں کھایا۔'' خضریٰ کچن سے پھر برآمد ہوئی، اسی وقت گیٹ پر بیل ہوئی۔

''میں دیکھ کر آتی ہوں۔'' خضریٰ کہتی ہوئی بیرونی گیٹ کی جانب بڑھی۔

وہ لوٹی تو اس کے ساتھ سیف اللہ غازی تھا، لاؤنج میں داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹک کر رکا، خیر النساء پر نظر پڑتے ہی اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔

''دیکھو خیر النساء کون آیا ہے؟'' خضریٰ نے اسے مخاطب کیا، لیکن وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہی، ان نگاہوں سے سیف اللہ کو بہت تکلیف ہو رہی تھی جن میں زندگی کی رمق تک محسوس نہ ہوئی تھی، وہ شاہانہ انداز رکھنے والی لڑکی تو جیسے کسی نے جادو کی چھڑی سے بدل دی تھی، آنکھوں کے گرد حلقے، بال کیچر میں بندھے ہونے کے باوجود بکھری پڑے تھے، سرخ آنکھیں جیسے کتنے دنوں سے سوئی نہ ہوں، کچھ ہی دنوں میں صحت آدھی رہ گئی تھی۔

''خیر النساء!'' خضریٰ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونکی۔

''آپ آ آئیں بیٹھیں۔'' اس نے کہا تو وہ قدم بڑھاتا اس کے مقابل صوفے پر بیٹھ گیا۔

''خیر النساء! میں روایتی الفاظ نہیں بولوں گا، بس یہ پوچھوں گا کہ آپ کو یقین ہے کہ وہ اللہ کی امانت تھی؟''

''ہاں۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''وہ شہید ہوا ہے اللہ کے پاس وہ زندہ ہے۔'' اس کی بات پر وہ کچھ نہ بولی۔

''اس ملک پہ قربان ہوا ہے وہ، بالآخر وہ اپنی منزل پر پہنچ گیا ہے، کیا تمہیں اپنے بھائی کی شہادت کا بدلہ نہیں لینا؟''

''اس زمین پر میرے بھائی کا لہو ہے، ایک ایک دشمن کو چن چن کر مارنا ہے۔'' اسے جیسے کسی نے نیند سے جگا دیا تھا۔

''پھر اس کے لئے ہمت اور حوصلہ بھی تو چاہیے نا، آپ اپنا یہ حال بنا لیں گی تو باقی ملک کو کیسے بچا پائیں گے ہم؟''

''کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں، لیکن یہ باتیں آپ کے منہ سے اچھی نہیں لگتیں۔''

''بری بات خیر النساء، گھر آئے مہمان کو ایسے کہتے ہیں؟'' خضریٰ نے فوراً اسے ٹوکا۔

''برابر کے شریک ہیں یہ سب سیاستدان اور حکمران اس میں، انہیں ان لوگوں کی سرپرستی حاصل نہ ہو تو ان کی کبھی جرأت نہ ہوا اتنا بڑا قدم اٹھانے کی، دشمنوں سے کیا لڑیں ہم؟ اس ملک کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے والے یہ لوگ خود ہیں۔'' وہ تو جیسے پھٹ پڑی تھی، اتنے دنوں کے غبار کو نکلنے کا راستہ مل گیا تھا۔

سیف اللہ نے خضریٰ کو ہاتھ کے اشارے سے چپ رہنے کو کہا۔

''اپنوں کی غداری کا ڈسا یہ ملک دہائیاں دیتا، ہاتھ جوڑتا ہے تم لوگوں کے سامنے، جان چھوڑ دو اس کی، بخش دو اس کو۔'' کہتے ہوئے وہ

ایک بار پھر سسک پڑی تھی، سیف اللہ غازی تاسف سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

شہر میں بکھرا لہو کہانی ساری کہہ گیا
دست قاتل کو مگر پہچانتا کوئی نہیں!

☆ ☆ ☆

دیکھا ماں!
تم مجھے فوجی بنانا چاہتی تھی
تم مجھے وطن کی خاطر شہید دیکھنا چاہتی تھی
لو ماں!
میں شہید ہو گیا!!!

ملک بھر کے سکولوں سمیت بارہ جنوری کو آرمی پبلک سکول پشاور دوبارہ کھل رہا تھا، شہید بچوں کے والدین بھی وہاں موجود تھے، زخمی بچے جو پوری طرح تندرست بھی نہ ہوئے تھے سکول آئے تھے، یہ عزم و ہمت کی اعلیٰ مثال اور دشمنوں کے منہ پر تمانچہ تھا، بزدل دشمن نے اس ملک کے معصوم بچوں پہ حملہ کیا تھا، لیکن بچوں نے بتا دیا تھا وہ ایک باہمت اور زندہ قوم سے تعلق رکھتے ہیں جسے کبھی شکست نہیں دی جا سکتی، آرمی چیف کی آمد نے حوصلوں کو ہمالیہ بنا دیا تھا، اسمبلی میں شرکت کرنے کے بعد آرمی چیف بچوں سے ملاقات کر رہے تھے، معاً ان کی نظر ایک طرف افسردہ کھڑی لڑکی پر پڑی، انہوں نے اشارے سے اسے اپنے پاس بلا لیا۔

''بیٹا آپ کس کلاس میں پڑھتے ہو؟'' ان کے مہربان لہجے پر خیر النساء کے آنسو چھلک پڑے، ایک نظر میں وہ گیارہویں بارہویں کی طالبہ ہی لگی تھی۔

''میرا بھائی پڑھتا تھا یہاں فرسٹ ایئر میں۔'' نفی میں سر ہلا کر اس نے وضاحت کی۔

''شہیدوں کے وارث تو بہت بڑا دل رکھتے ہیں بیٹا۔'' آرمی چیف نے شفقت سے اس کا سر تھپتھپایا۔

''دشمن پر ایسی کاری ضرب لگائیں گے کہ سر اٹھا کے اس ملک کی طرف دیکھنا بھول جائیں گے، مگر اس کے لئے ہمیں آپ کا ساتھ چاہیے وہ دیں گے نا؟'' آرمی چیف سمیت سب لوگ اس کی طرف متوجہ تھے۔

''انشاء اللہ۔'' وہ روتے ہوئے مسکرائی، وہاں پر سیکورٹی کا بہانہ بنا کر نہ آنے والے

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب .... ☆
خمار گندم .... ☆
دنیا گول ہے .... ☆
آوارہ گرد کی ڈائری .... ☆
ابن بطوطہ کے تعاقب میں .... ☆
چلتے ہو تو چین کو چلیے .... ☆
نگری نگری پھرا مسافر .... ☆
خط انشاء جی کے .... ☆
بستی کے اک کوچے میں .... ☆
چاند نگر .... ☆

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور
فون نمبرز: 7321690-7310797

محبت کیا خبر تھی

قرۃ العین خرم ہاشمی

حکمران سوچ بھی نہیں سکتے کہ آرمی چیف کی موجودگی اور باتوں نے زخم زخم قوم کا سیروں خون بڑھا دیا تھا، فوج سے قوم کا عشق بے جا نہ تھا۔

میرے بچو! تمہیں نہ بھول پائیں گے
یہ وعدہ تھا یہ وعدہ ہے یہ وعدہ رہے گا
انشاءاللہ

☆☆☆

"معروف سیاستدان وقار احمد غازی کے بیٹے سیف اللہ غازی نے ضمنی انتخابات میں نور عالم خان کے حق میں کاغذات نامزدگی واپس لینے کا اعلان کر دیا۔" خضرٰی نے ٹی وی آن کیا تو بریکنگ نیوز چل رہی تھی، اس نے فوراً خیر الورا کو کال ملائی۔

"تم نے نیوز سنی سیف اللہ نے-----"

"ہاں مجھے پتہ چل گیا۔" خیر الورا نے اس کی بات کاٹی۔

"شاید اس ملک کا کچھ حق ادا کرنے کا خیال آ گیا ہو۔"

"ویسے حیرت کی بات ہے اس کا باپ کیسے برداشت کر سکتا ہے۔" خضرٰی حیران تھی۔

"اس کے باپ نے برداشت کیا بھی نہیں ہے اسے جائیداد سے عاق کر دیا ہے، اب وہ اپنے بیٹے کی جگہ دوسرا امیدوار لا رہے ہیں لیکن وہ اب جیت نہیں سکتا کیونکہ اس کے بیٹے کے اس قدم نے اس کی ساکھ کو خاصا متاثر کیا ہے۔" خیر الورا کو سب خبر تھی۔

دوسری طرف سیف اللہ غازی سوچ رہا تھا شاید اسی طرح جرم کی کچھ تلافی ہو سکے، کیونکہ وہ جان چکا تھا کہ کون کون ان دہشت گردوں سے رابطے میں تھے، حتیٰ کہ اس سانحہ کے بعد بھی، پھر ان سیاستدانوں نے اے پی سی میں کیسے شرکت کی وہ ایک الگ کہانی تھی، وہ دوسروں کا وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا نہ اس میں اتنی ہمت تھی کہ اپنے باپ کو کٹہرے میں لے آئے لیکن اپنے قدم اس نے پیچھے ہٹا لئے تھے، اسے بار بار خیر الورا کا وہ کہنا یاد آ رہا تھا اور شاید سچ ہی تھا۔

"ہمیں خبر تھی دشمن کے سب ٹھکانوں کی
شریک جرم نہ ہوتے تو مخبری کرتے"

سیف اللہ کا اٹھایا یہ قدم تبدیلی کی راہ کی طرف اٹھا تھا، اس ملک کی بقا کے لئے، جس کے لئے ہمارے بڑوں نے ان تھک محنت کی اور بے شمار قربانیاں دے کر حاصل کیا تھا، اسلام کے نام پر، پھر اس کو دولت کے پجاری غدار حکمرانوں نے اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کرپشن کر کے دولت کے انبار اکٹھے کر کے اس پاک وطن کو کھوکھلا کر دیا، وہ یہ سب یہ کرتے بھول گئے کہ ایک دن قوم حساب کا بھی ہے جس دن نہ ان کے کام دولت آئے گی نہ یہ محلات ان کو پناہ دیں گے اور نہ یہ اولاد آگے بڑھ کر ان کو بچا پائے گی اللہ کے غضب سے۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے میرے ننانوے ناموں میں ایک نام قہار ہے جو روز قیامت ان ناعاقبت اندیشوں کے لئے ہے جو دنیا اکٹھی کرنے میں آخرت کو بھول کر زمین کے خدا بن بیٹھے۔

آرمی پبلک سکول کی معصوم کلیوں جب پاک وطن کی تاریخ نئے سرے سے مرتب کی جائے گی تو اس میں تمہارا ذکر سنہری حروف میں ہوگا، جنہوں نے اپنے لہو کا نذرانہ دے کر اس ملک کو اس کے رہنے والوں کو یہ شعور بخشا کہ وہ پہچان جائیں کہ ان کا دشمن اصل میں ہے کون؟ اے معصوم شہیدو، ہم تمہیں کبھی بھول نہ پائیں گے کبھی نہیں، تمہیں ہمارے دل ہی نہیں دشمن کی ہوائیں بھی سلام کہتی ہیں۔

☆☆☆

READING CORNER

''واؤ خالہ! آپ کتنی اچھی لگ رہی ہیں۔''
حمزہ نے رمشا کی گود میں رکھے لیپ ٹاپ پہ نظر ڈالتے ہوئے، بے ساختہ کہا تھا، رمشا جو تیزی سے انگلیاں چلاتی، اپنا کام کر رہی تھی، حمزہ کی بات سن کر رک گئی اور مسکرا کر اسے دیکھنے لگی، جو دلچسپ نظروں سے سکرین کو دیکھ رہا تھا۔
''اچھی لگ رہی ہوں سے کیا مطلب ہے تمہارا کیا میں ویسے اچھی نہیں ہوں؟'' رمشا نے خفگی سے حمزہ کو گھورا تھا۔
''ویسے دیکھنے میں تو آپ بس ٹھیک ہی ہیں۔'' حمزہ نے غور سے رمشا کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو رمشا نے اس کا کان پکڑ کر زور سے کھینچا تھا۔
''اچھا سوری خالہ! میں تو مذاق کر رہا تھا، اب خالہ بھانجے میں اتنا سا بھی مذاق تو چلتا ہے ناں۔'' حمزہ نے اپنا کان چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے دہائی دی تھی۔
''اچھا میری خوبصورت خالہ، اگلی بار مس ورلڈ آپ ہی بنیں گی، میں دل سے دعا کروں گا پلیز اب تو میرا کان چھوڑ دیں، کیوں میری خوبصورتی میں لمبے کانوں کا اضافہ کر رہی ہیں۔''
حمزہ، رمشا کی منتیں کرتا ہوا کہہ رہا تھا، رمشا نے اس کا چہرہ اور کان سرخ ہوتے دیکھ کر چھوڑ دیا تھا اور ہنستے ہوئے بولی تھی۔
''دیکھا میڈیا والوں سے شرارت کرنے کا نتیجہ، ایک منٹ میں راہ راست پہ لے آئے ہیں ناں؟'' رمشا نے اپنے صحافی ہونے کا رعب جماتے ہوئے کہا تھا۔
''تو یہ ہے، آپ جیسے صحافیوں کی وجہ سے ہی میڈیا بدنام ہو کر رہ گیا ہے، جو دھونس زبردستی سے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرتے ہیں۔'' 9th کلاس کے حمزہ نے ذرا سا پیچھے ہٹتے ہوئے کہا تھا تاکہ رمشا پھر اس کے کان نہ پکڑ لے۔
''حمزہ کے بچے! آج تمہاری خیر نہیں، بہت تیز ہو گئے ہو تم اور تمہاری اماں جان کہے گی کہ میرے حمزہ سے زیادہ معصوم اور بھولا تو کوئی ہے ہی نہیں۔'' رمشا نے آس پاس کوئی چیز ڈھونڈی اسے مارنے کے لئے۔
''میں اپنی امی کا بچہ ہوں، کسی حمزہ کا نہیں رمشا خالہ۔'' حمزہ نے ہنستے ہوئے کہا تو رمشا نے پاس پڑا کشن اسے دے مارا۔
''ارے یہ کیا ہو رہا ہے؟ خالہ بھانجے کے مثالی مشہور زمانہ اتفاق میں، نفاق کا بیج کس نے بویا ہے۔'' امبر نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تھا، اس کے ہاتھ میں چائے کی ٹرے تھی۔
''کچھ نہیں ماما! آپ کی بہن کو سچ سننے کی عادت نہیں ہے، نجانے رپورٹنگ کیسے کر لیتی ہیں۔'' حمزہ نے ماں کو دیکھ کر مزید شیر ہوتے ہوئے کہا تھا۔
''اچھا اب چائے کا وقفہ لے لو اور دونوں لڑنا بند کرو۔'' امبر نے رمشا کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا، رمشا نے حمزہ کو جواب دینے کی بجائے، مختلف چائے کے لوازمات سے انصاف کرنے لگی۔
''واؤ یہ کب کی تصویریں ہیں؟'' امبر کی نظر بھی لیپ ٹاپ کی سکرین پہ پڑی تو وہ دلچسپی سے پوچھنے لگی۔
''امبر آپی یہ ایک ہفتے پہلے کی تصویریں ہیں، سٹوڈیو میں، جب چینل کی تیسری سالگرہ کا کیک کٹا تھا، یہ دیکھیں۔''
رمشا ایک مشہور چینل میں اینکر کے طور پر کام کرتی تھی، ماس کیمونیکیشن کرنے کے بعد، کچھ

عرصہ ایک رپورٹر کے طور پر بھی کام کیا تھا، آج ایک ٹاک شو کی میزبانی کر رہی تھی اور اس کا شو کافی پسند بھی کیا جاتا تھا، حمزہ بھی قریب آ کر تصویریں دیکھنے لگا تھا، رمشا کی اپنی ٹیم کے ساتھ اور سٹوڈیو کے اندر کی بہت سی تصویریں تھیں، رمشا ساتھ ساتھ اپنی ٹیم اور چینل کے مختلف حصوں کے بارے میں بھی بتا رہی تھی، حمزہ بہت دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔
''بہت بڑا اور بہت خوبصورت ہے تم لوگوں کا آفس۔'' امبر آپی نے ساری تصویریں دیکھنے کے بعد تبصرہ کیا تھا۔
''رمشا خالہ! آپ لوگوں کو اتنی ''خبریں'' کیسے مل جاتی ہیں؟ اور یہ خبر بنتی بھی کیسے ہے؟'' حمزہ نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا تھا۔
''خبر ہمارے آس پاس کے ماحول میں ہونے والے مختلف واقعات، حادثات، سیاسی ہلچل، ملکی و غیر ملکی تبدیلیوں وغیرہ سے ملتی ہے اور کسی بھی خبر کو چینل تک اس کی فیلڈ میں موجود ٹیم پہنچاتی ہے، مگر اس خبر کو عام لوگوں تک پہنچانے میں باقاعدہ ٹیم ورک ہوتا ہے، تراشا جاتا ہے تب ہی کوئی خبر آن ایئر جاتی ہے۔'' رمشا نے گرم گرم چائے کا سپ لیتے ہوئے حمزہ کو سمجھایا تھا۔
''رمشا خالہ! مجھے بھی ٹی وی پہ آنے کا بہت شوق ہے، آپ میری بھی ''خبر'' بنا دیں پلیز۔'' حمزہ نے معصومیت سے کہا تھا۔
''اچھا تمہاری ''خبر'' کیسے بن سکتی ہے؟ نہ تو تم کوئی مشہور سیاسی شخصیت ہو، نہ ہی کوئی سیلبرٹی اور نہ ہی تم نے تعلیم کے میدان میں اپنی ذہانت کے جھنڈے گاڑھے ہیں، پھر بھلا تمہاری ''خبر'' کیسے بن سکتی ہے؟'' رمشا نے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تھا، جس کی ذہین اور روشن آنکھوں میں سوچ کی پرچھائیاں واضح تھیں۔
''خیر خالہ اب آپ مجھے اتنا بھی گیا گزرا نہ سمجھیں، کچھ انتظار کریں، میٹرک کے بورڈ میں پہلی پوزیشن میری ہی ہو گی، پھر آپ جیسے چھوٹے موٹے، اینکرز میرا انٹرویو کرنا چاہیں گے، تب میرے پاس ٹائم نہیں ہو گا۔'' حمزہ نے فرضی کالر جھاڑے تھے، امبر آپی نے ہنستے ہوئے ''انشاء اللہ'' کہا تھا۔
''آپی اپنے شہزادے کے انداز تو ملاحظہ فرمایئے ابھی سے زبان کی تیزی اور شان بے نیازی دیکھیں، آگے کیا ہو گا، اللہ ہی مالک ہے۔'' رمشا نے بہن کو چھیڑتے ہوئے کہا تھا۔
''اچھا چھوڑو یہ سب باتیں، حمزہ کے اسکول میں کچھ دنوں تک سردیوں کی چھٹیاں ہونے والی ہیں، پھر ہم سب تمہارے ساتھ ہی لاہور چلیں گے، کل ٹائم نکالو تو ایک چکر بازار کا لگا لیں، امی ابو کے لئے کچھ گفٹس لے لوں گی میں، تم بھی اپنی مرضی اور پسند سے لے لینا جو بھی لینا چاہو، گفٹ دو تو تمہیں پسند ہی کب آتا ہے، سو سو نخرے کرتی ہو۔'' امبر نے منہ بناتے ہوئے کہا تھا، تو رمشا ہنستے ہوئے اس کے گلے لگ گئی تھی۔
''ارے نہیں آپی آپ کی پسند بہت ہی اچھی ہے بس......''
''میرا دماغ ہی تھوڑا کھسکا ہوا ہے۔'' حمزہ نے اچک کر اس کی بات کاٹی تھی اور کمرے سے باہر بھاگ گیا تھا، کیونکہ رمشا کے تیور جارحانہ ہو چکے تھے، اس کو بھاگتے دیکھ کر امبر بے ساختہ ہنستے لگی تھی۔

☆☆☆

امبر اور رمشا دو ہی بہنیں تھیں اور دونوں میں عمروں کا کافی فرق تھا، امبر کی شادی، بی اے کے دوران ہی، اس کے چچا زاد کیپٹن عثمان سے

ہو گئی تھی، مختلف شہروں میں گھومتے پھرتے ان کی زندگی بہت خوشگوار گزر رہی تھی، ان کے تین بچے تھے، حمزہ سب سے بڑا اور اس سے پانچ سال چھوٹی دو جڑواں بہنیں فروا اور پروا تھیں۔

دونوں بہت شرارتی اور نٹ کھٹ تھیں حمزہ کی جان تھی دونوں میں اور وہ دونوں بھی ہر وقت "بھائی بھائی" کہتی اس کے پیچھے ہوتی تھیں۔

ان دنوں کیپٹن عفان کی پوسٹنگ پشاور میں تھی، رمشا ان دنوں فراغت پاتے ہی لاہور سے اپنی بہن کے گھر پشاور پہنچ گئی تھی، کیونکہ بچوں کی خالہ میں اور خالہ کی بچوں میں جان تھی، خاص کر حمزہ جو پہلا اور کافی سال اکلوتا رہا تھا، پھو بھائی کی کمی بھی، ہمیشہ حمزہ کے وجود سے دور ہوئی تھی۔

رمشا بچوں کے ساتھ بچی بنی سارا دن ہنسی مذاق اور کھیل کود میں گزار دیتی تھی، عفان اور امبر بھی ان سب کو ہنسی مذاق اور خوش دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے، زمین پر بسا یہ چھوٹا سا گھر خوشی سکون اور محبت کے احساس کے ساتھ جنت لگتا تھا۔

☆☆☆

آج تینوں بچوں کو سکول روانہ کرکے ان کا ارادہ شاپنگ پہ جانے کا تھا، فروا اور پروا نے سکول جانے سے انکار کر دیا تھا اور مما اور خالہ کے ساتھ شاپنگ پہ جانے کی ضد کرنے لگی تھیں۔

"میں بھی نہیں جاؤں گا، آج ہم تینوں چھٹی کر لیتے ہیں۔" ناشتے کی میز پہ حمزہ نے اعلان کرتے ہوئے کہا تھا۔

"جی نہیں تم سکول جا رہے ہو، وہ دونوں تو بچیاں ہیں تم سمجھدار ہو اور ویسے بھی پڑھو گے تو ہی بورڈ میں ٹاپ کرو گے ناں، تبھی تمہاری "خبر" آئے گی ناں ٹی وی پر۔" رمشا نے حمزے سے سلائس پہ جیم لگاتے ہوئے کہا تو حمزہ اسے گھور کر رہ گیا۔

"یار خالہ! کبھی تو دشمنی چھوڑ دیا کرو، ان چڑیلوں کی خاطر اپنے شہزادے بھانجے کے پیچھے پڑ گئی ہو، بھول گئیں۔"

"کبھی ہم میں تم میں بھی پیار تھا"

حمزہ نے فروا اور پروا کے خوشی سے تمتماتے چہرے دیکھ کر کہا تھا تو دونوں اسے منہ چڑا کر رہ گئیں، اسی وقت حمزہ کی وین کا ہارن بجا تو وہ امید بھری نظروں سے رمشا کی طرف دیکھتا، بیگ اٹھا کر باہر جانے لگا، رمشا مزے سے ناشتہ کرتی، خود کو مگن ظاہر کرنے لگی، اسی وقت دروازے کے پاس پہنچ کر حمزہ نے مڑ کر ڈائننگ ٹیبل کی طرف دیکھا تھا، رمشا کی نظریں بھی اس کی نظروں سے ملی تھیں۔

"خالہ! ابھی بھی وقت ہے روک لو۔" حمزہ نے آخری کوشش کے طور پر کیا تھا، رمشا کے دل کو کچھ ہوا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی وہ اندر سے فوج کی یونیفارم میں تیار عفان آ گیا۔

"حمزہ تم گئے نہیں ابھی تک؟" عفان نے ناشتے کی میز کی طرف جاتے رک کر پوچھا تھا۔

"پاپا! بس جا رہا ہوں۔" حمزہ نے ناامیدی سے سر جھکا کر باہر کی طرف قدم اٹھا دیئے تھے۔

"ایک منٹ حمزہ!" امبر جلدی سے کچن سے نکلی اور حمزہ کے پاس پہنچ کر اس کا ماتھا چوما اور منہ میں مختلف دعائیں پڑھ کر اس پر پھونک ماری، امبر کی یہ عادت ہمیشہ سے رہی تھی، بچوں کو ماتھا چوم کر اور آیت الکرسی دم کر کے روانہ کرتی تھی۔

"ماں بیٹے کا جذباتی سین اگر ختم ہو گیا ہو تو کوئی ہمیں بھی ناشتے کا پوچھ لے۔" کیپٹن عفان نے مسکراتے ہوئے آواز لگائی تھی، تو امبر "ابھی آئی" کہتی کچن کی طرف مڑ گئی، ایک بھرپور روشن صبح کا آغاز، اس ہنستے مسکراتے گھر سے ہوا تھا اور ایک خونی، بربریت اور ظلم میں ڈوبا دن گھر سے باہر طلوع ہو رہا تھا۔

☆☆☆

رمشا نے عمارت کی کھنڈر دیواروں پر ہاتھ رکھا اس کے ہاتھوں کی لرزش بہت واضح تھی، اس کے قدم چل نہیں رہے تھے، وہ گھسیٹ رہی تھی، صرف وہی نہیں، دوسرے بہت سے چینلز کے صحافی، کیمرہ مین، سب کی حالت ایسی ہی تھی، عورت کیا اور مرد کیا سب رو رہے تھے، کسی کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے، وہ جو لفظوں کے کھلاڑی تھے، لفظوں کے ہیر پھیر سے واقف تھے، یہ لوگ ہی کیا، ہماری قوم، پوری دنیا اس سانحے پر کچھ بولنے سے قاصر تھی، اگر کچھ تھا تو صرف آنسو۔

درد، اذیت، تکلیف میں ڈوبے ہوئے سانسوں۔

کچھ دکھ ایسے ہوتے ہیں ناں کہ جن کے اظہار کے لئے لفظ نہیں بنے ہوتے، ان کا اظہار صرف آنسوؤں سے ہوتا ہے۔

اور آج ہر آنکھ سے بہنے والا آنسو، ہر مذہب، رنگ، نسل کے فرق کو مٹا کر انسانیت کے لئے بہہ رہا تھا، ان معصوم پھولوں کے لئے جنہیں کھلنے سے پہلے ہی مسل دیا گیا تھا۔

ہمارے کھلنے اور جھڑنے کے دن اک ساتھ آئے ہیں
ہمیں دیمک نے چاٹا ہے شجر کاری کے موسم میں

رمشا لڑکھڑاتے قدموں سے اس بڑے سے ہال میں داخل ہوئی، جہاں معصوم طالب علموں کا خون ابھی بھی موجود تھا اور ان کے خون سے اٹھتی خوشبو بہت مختلف تھی، اس لئے کہ یہ شہیدوں کا لہو تھا۔

رمشا نے غور سے دیکھنا چاہا، اس کے حمزہ کا خون کون سا تھا، مگر خون کا رنگ تو ایک ہی ہوتا ہے ناں، نہ بہانے والوں نے بہاتے ہوئے فرق کیا تھا اور نہ بہنے والے خون نے اپنے ساتھیوں کے خون سے ملنے میں فرق کیا تھا۔

"خالہ میری خبر بھی بنا دیں نا، مجھے بہت

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب ☆
خمارِ گندم ☆
دنیا گول ہے ☆
آوارہ گرد کی ڈائری ☆
ابن بطوطہ کے تعاقب میں ☆
چلتے ہو تو چین کو چلیے ☆
نگری نگری پھرا مسافر ☆
خط انشاء جی کے ☆
اس بستی کے اک کوچے میں ☆
چاند نگر ☆
دل وحشی ☆
آپ سے کیا پردہ ☆

ڈاکٹر مولوی عبد الحق

قواعد اردو ☆
انتخاب کلام میر ☆

ڈاکٹر سید عبد اللہ

طیف نثر ☆
طیف غزل ☆
طیف اقبال ☆

لاهور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 3710797

شوق ہے ٹی وی پر آنے کا۔"

بڑے سے ہال میں حمزہ کا سایہ لہرایا تھا۔

"خالہ ابھی بھی وقت ہے مجھے روک لو۔"

حمزہ کے امید میں ڈوبے آخری الفاظ، مگر رمشا کیسے چاہتے ہوئے بھی اسے روک سکتی تھی جبکہ اس کی شہادت لکھی جا چکی تھی، حمزہ نے رمشا سے خواہش کی تھی کہ ٹی وی پر آنے کی، مگر اسے کیا خبر تھی کہ وہ کچھ دن بعد ہر ٹی وی چینل پہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خبر بن کر بار بار آئے گا۔

مجھے کیا خبر تھی!

کہ ایک دن
پھولوں کی راہ گزر پہ چلتے
علم کی مشعل ہاتھ میں لئے
اندھیروں میں کھو جاؤں گا
میں.........
"خبر" بن جاؤں گا......!!

☆☆☆

"مما! پلیز ہوش میں آئیں، مما دیکھیں بھائی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں، مما پلیز، اٹھیں ناں۔" حمزہ کی تدفین کے وقت امبر بے ہوش ہو گئی تھی، امبر کو بار بار بے ہوشی کے دورے پڑ رہے تھے، سکول پر حملے اور بچوں کی اموات اور حمزہ کی خون میں لت پت لاش کو دیکھ کر وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئی تھی، کیپٹن عفان کی آنکھیں بھی شدت گریہ سے سرخ تھیں۔

سب کا برا حال تھا، فروا اور پروا بار بار بھائی کو پکار رہی تھیں، رمشا کے سمجھانے پر کہ بھائی اب کبھی واپس نہیں آئے گے، اب وہ ماں کو جھنجھوڑ رہی تھیں۔

امبر نے اپنے چہرے پر ننھے ہاتھوں کا لمس محسوس کیا تو بے اختیار آنکھیں کھول کر پکاریں تھیں۔

"حمزہ!" پہلی بار ماں بننے کا احساس، بس اسی نے عطا کیا تھا۔

کچھ دیر تک خالی خالی نظروں نے فروا اور پروا کے روتے ہوئے چہرے دیکھتی رہی پھر چیخ مار کر انہیں خود سے لپٹا کر بے اختیار رو دی تھی۔

"حمزہ!"

ہر سسکی میں ایک ہی نام اور صدا تھی۔

☆☆☆

بچوں کی شہادت کے بعد سکول بند کر دیے گے تھے جو تقریباً ایک ماہ کے بعد کھلے تھے، آج سکول کا پہلا دن تھا، سارے بچے ہمت اور جرأت کے ساتھ، اپنے بچھڑے دوستوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے موجود تھے، بہت سے بچوں کے والدین آرمی آفیسرز بھی بچوں کے حوصلے کو بڑھانے کے لئے موجود تھے، خود فوج کے سپہ سالار اور ان کی بیگم بچوں کے استقبال کے لئے گیٹ پہ موجود تھے۔

رمشا نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ ننھے، معصوم جرأت مند بچوں کی طرف دیکھا تھا، امبر اور کیپٹن عفان بھی نم آنکھیں لئے، اپنے روشن اور تابناک مستقبل کو دیکھ رہے تھے۔

جس قوم کے ننھے معمار اتنے بہادر اور جرأت مند ہوں، اس قوم کو کوئی بھی صفحۂ ہستی سے کیسے مٹا سکتا ہے۔

اس کا اندازہ وقت کے فرعونوں کو بھی اچھی طرح سے ہو گیا ہوگا۔

سب کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے ہوئے تھے اور ہر دل سے آمین کی صدا بلند ہو رہی تھی۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

☆☆☆

سمیرا احسان گل

سینی پہ کوئی مدھری دھن بجاتا وہ آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا آج اس کی کشف کے ساتھ پہلی ڈیٹ تھی کم سن، بھولی بھالی تو عمر کشف کا کومل چہرہ اور نازک سراپا بار بار نظروں کے سامنے گھومتا جذبوں میں ہلچل مچا رہا تھا اس سے قبل اس نے محض ایک کی تصویر ہی دیکھ رکھی تھی۔

اشعر اور احمت برابر اسے تیاری میں مدد دے رہے تھے۔

''اس شرٹ کے ساتھ یہ والی ٹائی لگاؤ۔'' احمت نے اپنی نئی نکور ڈاٹس والی ٹائی اس کی میرون شرٹ کے اوپر خود آگے بڑھ کر لگائی تھی۔

''اور تھوڑی خوشبو بھی لگا لو امپریشن اچھا پڑتا ہے۔'' اشعر نے رائل میرج کی وہ بوتل جو وہ ڈریسنگ کے دراز میں ہمیشہ لاکڈ کر کے رکھتا تھا آج کس قدر فیاضی سے اس پہ لگائی تھی وہ سمجھ رہا تھا کہ کیوں دونوں اس پہ اس قدر مہربان ہو رہے تھے، پچھلے سال ان سخاوتوں کا مظاہرہ عمر کے ساتھ کیا گیا تھا کیونکہ تب وہ پہلا لڑکا تھا جس کے توسط سے انہیں گرل فرینڈز نصیب ہوئی تھی اور اس بار یہ کارنامہ وہ سرانجام دینے والا تھا۔

''خالی خوشبو اور ٹائی سے کام نہیں چلے گا ذرا اپنے وہ لیدر کے شوز تو نکالو اور تمہاری یہ راڈو کی نئی گھڑی بھی کافی چمک رہی ہے۔'' وہ بھی خوب فائدہ اٹھا رہا تھا دونوں نے من ہی من اسے صلواتوں سے نوازتے ہوئے دونوں چیزیں عنایت کر دی تھیں نک سک سے تیار وہ اپنا آخری جائزہ لیتے ہوئے کلائی میں گھڑی باندھ رہا تھا جب اس کا سیل فون بج اٹھا۔

''شٹ۔'' نمبر دیکھ کر وہ خاصا بدمزہ ہوا تھا، مگر اسے بات تو کرنی ہی تھی۔

''میں اسے سب بتانے والا ہوں۔'' اس نے احمت اور اشعر کو دیکھتے ہوئے وارننگ دی تو اشعر نے اس کے ہاتھ سے فون جھپٹ لیا۔

''پاگل ہو گیا؟'' اسے گھورتے ہوئے اس نے خود کال ریسیو کی تھی۔

''ہیلو ہانیہ میں اشعر۔''

''اشعر ایک بار میری عمر سے بات کروا دو پلیز۔'' وہ جیسے بڑی منت سے بولی تھی۔

''وہ آج کل ملک سے باہر گیا ہوا ہے اور یہ تو ہم تمہیں پہلے ہی بتا چکے ہیں ہانیہ کہ وہ تمہارے ساتھ سیریس نہیں تھا تمہارا پیغام دیا تھا میں نے اسے، لیکن وہ تم سے بات بھی نہیں کرنا چاہتا تو بتاؤ اب ہم کیا کریں۔''

''کب آئے گا واپس کیا تم مجھے ایک بار اس سے ملوا سکتے ہو۔'' اسپیکر آن ہونے کی وجہ سے وہ دونوں خاموشی سے بنا پلکیں جھپکے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔

''ہاں جب وہ آئے گا تو میں تمہیں بتا دوں گا تم ہمارے اپارٹمنٹ آ کر اس سے مل لینا۔'' رابطہ منقطع ہو چکا تھا اور اشعر کی آنکھوں میں چھپے فتح اور سرشاری کی چمک اللہ آئی تھی۔

''اب آئے گا مزہ۔''

''اشعر یہ غلط ہے تم اسے اپارٹمنٹ کیوں بلوا رہے ہو۔'' حاذب نے موبائل واپس لیتے ہوئے گھورا تو وہ شانے اچکا کر بے نیازی سے بولا۔

''اپنی انسلٹ کا بدلہ لینے کے لئے۔'' اس سے قبل کہ وہ مزید کوئی اعتراض کرتا۔

''اوہ ہو تم تو جاؤ وہ آ چکی ہو گی۔'' احمت نے اسے پکڑ کر باہر کا راستہ دکھایا تھا اور پیچھے وہ دونوں سر جوڑ کر کوئی پلاننگ کرنے لگے تھے۔

☆☆☆

راستہ بھر اس کا ذہن ہانیہ میں الجھا رہا تھا یہ ایک سال پہلے کی بات تھی ان کے بی ایس آنرز کا

آخری سمیسٹر چل رہا تھا عمر کا کزن ہمایوں عائشہ کا فیانسی تھا، عائشہ سیکنڈری سکول میں ایف اے پارٹ ٹو کی اسٹوڈنٹ تھی وہ جب بھی ہمایوں سے ملنے آتی اس کے ساتھ ہانیہ ضرور آتی تھی ایک روز اشعر ہمایوں کے ساتھ گیا تو اس کی ملاقات ہانیہ سے ہو گئی اسے ہانیہ اچھی لگی تھی دونوں کے مابین ہلکی پھلکی گفتگو بھی ہونے لگی تھی لیکن اگلی ملاقات میں ہمایوں کے ساتھ عمر کو دیکھ کر ہانیہ کا دل اس کی جانب مائل ہو گیا تھا کچھ اس کی پرسنالٹی اتنی ڈیشنگ اور چارمنگ تھی اور پھر وہ خاصا دل پھینک اور فلرٹی قسم کا لڑکا تھا اشعر نے بہت کوشش کی کہ ہانیہ عمر کو چھوڑ کر اس کی دوستی ایکسپٹ کر لے لیکن عمر کو پانے کے بعد تو جیسے ہانیہ نے ہر سمت سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

عائشہ کالج کی مختلف دوستوں کو اپنے ساتھ لاتی رہتی تھی عمر بھی احمت، حاذب اور اشعر کو ساتھ لے کر جاتا تھا ہانیہ کی دوست کرن سے احمت کی اور حرا سے حاذب کی سیٹنگ ہو چکی تھی بعد میں عائشہ نے مہک کو اشعر سے متعارف کروایا تھا اشعر نے دل کھول کر اس سے فلرٹ کیا تھا لیکن فطری رقابت سی اسے عمر سے محسوس ہوتی تھی کہ ہانیہ نے اسے چھوڑ کر عمر کو چنا تھا سب لڑکیوں میں ہانیہ سب سے زیادہ خوبصورت تھی کچھ عمر اس پہ بھی اترا تا تھا عائشہ کے ابا کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا ایمرجنسی میں ایگزیم سے قبل ہی ان دونوں کی شادی ہو گئی تھی عمر بھی ایک ماہ بعد انگلینڈ چلا گیا تھا لیکن ان کی ملاقاتیں ایگزیم سے پہلے تک کرن، حرا اور مہک سے جاری رہی تھیں۔

اس کے بعد فون پہ رابطہ بحال رہا اور پھر کسی کی منگنی تو کسی کی شادی ہو گئی وہ تینوں بھی سارے قصے پہ مٹی ڈال کر اسٹڈی میں مصروف ہو گئے لیکن ہانیہ عمر کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو چکی تھی اور اب جبکہ عمر نے اس سے سارے روابط ختم کر لئے تھے تو وہ انہیں فون کر کے منتیں کرتی تھی کہ ایک بار اس کی عمر سے بات کروا دی جائے۔

اشعر اس موقع کا فائدہ اٹھا کر اب جانے کیا کرنے والا تھا۔

☆☆☆

پارک کے تنہا گوشے میں سنگی بینچ پہ بیٹھی کشف اس کا انتظار کر رہی تھی مگر وہ اکیلی نہیں تھی اس کے ساتھ اس کی دوست ماہین بھی تھی کشف سے اس کی دوستی انٹرنیٹ پہ ہوئی تھی اور آج پہلی بار وہ اسے اپنے روبرو دیکھ رہا تھا، کالج یونیفارم میں ملبوس وہ کچھ گھبرائی ہوئی جھجکی سی کھڑی تھی۔

''کیسی ہو؟'' پاکٹ میں دونوں ہاتھ ڈالے وہ ان کے سامنے کھڑا تھا۔

''بہت بے چین اور آپ کے انتظار میں ایک ایک پل گن کر گزارا ہے اس نے، صبح ناشتہ بھی نہیں کیا کالج میں بھی سارا دن آپ کا ورد کرتی رہی آپ کے تیج دن میں سو بار پڑھتی ہے بالکل پاگل بنا رکھا ہے آپ نے اسے، اب خود ہی پوچھیں۔'' اس کی گھوریوں، چٹکیوں اور بار بار نفی میں ہلتی گردن کو نظر انداز کیے ماہین جو بولنا شروع ہوئی تھی تو کشف سے خاموش کروانا مشکل ہو گیا تھا۔

حاذب نے دلچسپی سے اس کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھا جو سارے جذبے عیاں ہونے کے باعث اب کافی پشیمانی میں گھڑی تھی۔

''کیا اتنا خوش قسمت ہوں میں کہ کشف ہمدانی مجھے چاہتی ہے۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامے پوچھ رہا تھا ماہین اس دوران کچھ فاصلے پہ جا کھڑی ہوئی تھی۔

''بس منوالی اپنی ضد، اب میں جا رہی ہوں چھٹی کا ٹائم ہونے والا ہے۔'' اس کی والہانہ نظروں اور شوخ سوال سے نظریں چرا کر وہ اپنا ہاتھ کھینچ کر جانے کو تیار ہو چکی تھی۔

''اتنی جلدی۔'' خاذب جھنجلا گیا۔

''کچھ نوٹس فوٹو کاپی کروانے کے بہانے نکلے تھے اب کسی دن ہاسٹل سے ملنے آؤں گی تو زیادہ دیر ٹھہروں گی مگر پلیز اب جانے دو۔'' خاذب کی ناراضگی کے خوف سے وہ لجاجت بھرے لہجے میں بولی تھی خاذب کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ اسے کالج سے باہر نکالنے میں تو کامیاب ہوا تھا سو مسکراتے ہوئے اجازت دے دی۔

''مجھے بھی تمہاری مجبوریوں کا خیال ہے باقی فون پر بات کریں گے۔''

''تم دونوں کی ملاقات نے مجھے تو بور کروا دیا۔'' ماہین کافی منہ پھٹ اور بولڈ تھی، خاذب نے اس کے افسردہ چہرے کو دیکھتے ہوئے تسلی دی۔

''فکر مت کرو نیکسٹ ٹائم تمہاری بوریت کا سامان ساتھ لے کر آؤں گا۔''

''اچھا۔'' وہ معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلا کر چلی گئیں تو وہ اپنے مسلسل بجتے فون کی سمت متوجہ ہوا، ابا کی کال تھی انہوں نے کچھ سامان مریم کے ہاسٹل پہنچانے کو کہا تھا اور ساتھ ہی سنڈے کو گھر آنے کی ہدایت بھی کی تھی۔

☆☆☆

حرا کی تصویر سامنے رکھے وہ سر نیوڑھائے بیٹھا تھا اشعر اور احمت قریب ہی کشن دبوچے اس کا خوب ریکارڈ لگا رہے تھے۔

''کر لو اس سے شادی آخر تمہاری سابقہ گرل فرینڈ رہ چکی ہے۔''

''اور نہیں تو کیا۔'' اشعر نے بھی ٹکڑا لگایا تھا اور پھر دونوں ہنستے ہنستے صوفے سے نیچے لڑھک گئے تھے خاذب نے دونوں کو پکڑ کر پیٹ ڈالا۔

''اس سے شادی کر لوں جو کالج کے بہانے لڑکوں سے ڈیٹ پر ملنے جاتی ہے۔'' وہ اچھا خاصا جھلایا ہوا تھا کل جب وہ گاؤں پہنچا تو ابا نے اسے نئی خبر سنا دی تھی وہ اپنے کسی دوست کی بیٹی سے اس کا رشتہ طے کر چکے تھے اماں نے بڑے ارمانوں سے اسے لڑکی کی تصویر دکھائی تھی اور لڑکی کے روپ میں حرا کو دیکھ کر اس کی نظروں میں جیسے زمان و مکاں گھوم گئے تھے وہ صاف انکار کر آیا تھا مگر ابا نے اسے ایک ہفتے کا ٹائم دیا تھا انکار کرنے کے لیے بلکہ جواب انہیں اپنے حسب منشا ہی چاہیے تھا۔

''لڑکوں سے نہیں ایک لڑکے سے اور وہ بھی تم سے۔'' احمت نے تصحیح کی۔

''تو مجھ سے بھی کیوں ملنے آتی تھی فون پر لمبی لمبی باتیں، ہوٹلنگ، ڈیٹ، گفٹس کا تبادلہ کیا یہ شریف لڑکیوں کے طور طریقے ہیں میری جگہ کوئی اور لڑکا ہوتا تو وہ اس سے بھی یونہی محبت کی پینگیں بڑھا لیتی۔''

''ہاں لیکن اب تو تم سے ہی محبت کی تھی نا اس نے، یار تمہیں جب تم نے اسے بات کرنا چھوڑ دی تھی تو نروس بریک ڈاؤن ہو گیا بیچاری کا دو روز ہاسپٹل میں گزار کر آئی تھی۔'' احمت جانے کیوں اس کی اتنی وکالت کر رہا تھا خاذب نے مشکوک نظروں سے اسے گھورا تو اشعر نے فوراً اپنا موبائل اٹھا لیا۔

''اور یہ دیکھو آج ایک میسج آیا تھا مجھے، لو میرج اور ارینج میرج میں کیا فرق ہے لو میرج میں ہم اپنی گرل فرینڈ سے شادی کرتے ہیں اور ارینج میرج میں کسی اور کی گرل فرینڈ سے۔'' وہ ایک بار پھر پیٹ پر ہاتھ رکھے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا، انہیں خاذب کی سچویشن بے حد مزہ دے رہی تھی۔

''مرو تم دونوں۔'' وہ اٹھ کر اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا تھا لیکن اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے کسی بھی صورت حرا سے شادی نہیں کرنی چاہے ابا اسے جائیداد سے بے دخل کریں یا گھر سے نکال دیں۔

☆☆☆

ایک ہفتہ یونہی گزر گیا تھا اس دوران وہ کشف سے دو بار ملا تھا مگر اکیلا نہیں اب کی بار احمت اس کے ساتھ تھا اور کشف کے ساتھ آنے والی ماہین سے اس کی اچھی خاصی دوستی ہو چکی تھی، ماہین ہاسٹل میں رہتی تھی سو وہ اکیلی ہی شام کے بعد بھی ملنے لگا تھا دونوں کی بے تکلفی ایک ہفتے میں اس طرح بڑھی تھی جیسے دونوں ایک دوسرے کو برسوں سے جانتے ہوں اب ماہین نے کہا تھا کہ وہ اپنی کسی دوست کو ساتھ لائے تاکہ اشعر کی سیٹنگ بھی ہو مگر وہ ابھی تک ہانیہ کے چکروں میں الجھا ہوا تھا۔

☆☆☆

''میں نے کل شام اسے اپارٹمنٹ کے لیے کہا ہے سو تم دونوں کل گیارہ بجے سے پہلے واپس نہیں آؤ گے۔'' شام کے بعد وہ اکٹھے بیٹھے سوپ پی رہے تھے جب اشعر نے دونوں کو اپنے پلان کی کامیابی کا بتاتے ہوئے اطلاع دی۔

''کل تو میں نے ماہین کو بلایا ہے۔'' احمت نے چمچ واپس رکھتے ہوئے کہا۔

''او تو پیچھے رہ گیا خاذب تم تم بھی بلا لو کشف کو، ایک ساتھ انجوائے کرتے ہیں۔'' اشعر نے اسے بھی اکسایا تھا پہلے تو وہ انکار کرتا رہا پھر دونوں کے بے حد اصرار پر اس نے کشف کو بلانے کی حامی بھر لی تھی۔

ملاحظہ

ایک عورت کپڑے کی بڑی دکان میں گھس گئی
ہزاروں کی تعداد میں سلے سلائے جوڑے رکھے تھے
وہ رنگ برنگے کپڑوں کو دیکھتی رہی پھر مایوسی سے بولی۔
بس آپ کے پاس یہی کچھ ہے؟
سیلز گرل نے معصومانہ جواب دیا۔
محترمہ میرے بدن کا بھی جوڑ ذرا ملاحظہ فرمائیے۔

''نہیں خاذب میں شام کے وقت ملنے نہیں آ سکتی۔''

''یار احمت کا برتھ ڈے ہے ماہین بھی تو آ رہی ہے۔'' کشف کا انکار اسے طیش دلا رہا تھا۔

''وہ ہاسٹل میں رہتی ہے میں گھر سے کیسے آؤں۔''

''ٹھیک ہے پھر اب مجھ سے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' اس نے کہہ کر فون کاٹ دیا، اشعر اور احمت بھی مایوسی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''میں کل گاؤں جا رہا ہوں ابا کا دو بار فون آ چکا ہے وہ معاملہ بھی تو نمٹانا ہے۔'' سیل فون میز پر رکھتے ہوئے وہ صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔

''تو فکر نہ کر یار، میں ماہین سے کہہ دوں گا وہ ہاسٹل سے کسی لڑکی کو ساتھ لے آئے گی۔'' احمت نے ایک نئی راہ سجھائی تھی۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے۔'' اشعر بھی فوراً متفق ہوا تھا لیکن اسے جانے کیوں عجیب سی گھٹن ہو رہی تھی دل جیسے ہر چیز سے بیزار سا ہو رہا تھا شاید وہ کشف کے نہ آنے پر مایوس ہوا تھا۔

''نہیں یار تم لوگ انجوائے کرو میں کل گھر جاؤں گا۔''

''تو اشعر تم اسد کو انوائیٹ کر لو اس کے

پاس سے دوسرا سامان بھی مل جائے گا وسکی، سوڈا، کیجیکن۔" احمت کے مشورے پر اشعر کی آنکھوں میں عجیب سی چمک اُمڈ آئی تھی وہ زیرلب مسکراتے ہوئے اب اس کو ساری پلاننگ سے آگاہ کررہا تھا اگلی شام ہوئی اس نے اپنا مختصر سا سامان باندھا اور گاؤں کے لئے نکل آیا، ابھی بس نے ایک موڑ ہی کاٹا تھا جب احمت کی کال آ گئی۔

"یار ماہین وقت سے پہلے نکل آئی ہے اسد ابھی تک گاڑی لے کر نہیں آیا تم اسے طارق روڈ سے اپارٹمنٹ تک ڈراپ کر دو۔" جھنجلاتے ہوئے اس نے یوٹرن لیا، طارق روڈ میں وہ اسے ایک فوٹو اسٹیٹ کی شاپ پر کھڑی نظر آ گئی تھی لیکن اس کے ساتھ یہ دوسری لڑکی کون تھی۔

"مریم۔" اسے لگا طارق روڈ کی ساری عمارتیں ایک ایک کر کے اس کے اوپر آن گری ہو، اس کے قدموں میں جیسے چلنے کی سکت باقی نہیں رہی تھی اس کی ٹانگوں نے اس کا وزن سہارنے سے انکار کر دیا تھا، احساسات منجمد اور دل و دماغ جیسے سن ہو چکے تھے بس آنکھیں تھیں جو زندہ تھیں جو دیکھ سکتی تھیں۔

ماہین کے ساتھ کھڑی مریم کو، بڑی کون تھیں یہ نازک کم سن تتلیاں یا پھر وہ مرد جوان کی معصومیت سے فائدہ اٹھا کر ان کے جذبوں سے کھیل کر ان کے رنگوں کو نوچ کر خالی بوتل کی طرح ڈسٹ بن میں پھینک دیا کرتے تھے۔

اسے خود سے نفرت محسوس ہو رہی تھی ایک خیال جیسے تمام سوچوں پر حاوی ہو چکا تھا۔

"اگر میں گاؤں چلا جاتا تو میری بہن۔" اس کی کنپٹیاں سلگنے لگی تھیں اس کی نظروں میں حرا، کشف، ہانیہ، ماہین کے چہرے گڈمڈ ہو رہے تھے، اس نے کیوں نہیں سوچا تھا کہ کبھی ان چہروں میں مریم کا چہرہ بھی ہو سکتا ہے چور کوئی اور ہو گا تو نقب اس کے گھر میں بھی لگے گی، بڑی دقتوں کے ساتھ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا ماہین پہلے اس سمت متوجہ ہوئی تھی مریم نے خاذب کو دیکھا تو اس کا رنگ فق ہو گیا۔

"گاڑی میں بیٹھو۔" وہ قریب جا کر مریم سے بولا تھا وہ لب کاٹتے ہوئے ایک نظر ماہین کو دیکھتی مرے مرے قدموں سے گاڑی کی سمت چلنے لگی تھی۔

"عورت سے خلوتوں میں ملنے والا مرد کبھی بھی قابل اعتبار نہیں ہوتا اس سے قبل کہ وہ تمہاری معصومیت کا فائدہ اٹھائے اس عفریت سے خود کو بچا لو۔" وہ ماہین سے کہہ رہا تھا ماہین ہونق سی کھڑی اس کی صورت دیکھنے لگی۔

"میں کچھ بھی نہیں۔"

"سمجھنے کی بات تم لڑکیوں کو ہمیشہ دیر سے کیوں سمجھ میں آتی ہے، ٹھوکر کھا کر سنبھلنے سے اچھا ہے کہ اپنی نظریں زمین پر رکھا کرو۔"

"کیا مطلب؟" وہ بوکھلا گئی۔

"مطلب یہ کہ آج احمت کا برتھ ڈے نہیں ہے۔" وہ اتنا کہہ کر واپس مڑ گیا تھا اور اب اس کی انگلیاں ہانیہ کا نمبر ڈائل کر رہی تھی اسے سب بتانے کے بعد اس نے سم نکال کر پھینک دی تھی اسے اب کشف سے بھی بات نہیں کرنی تھی اسے احمت اور اشعر سے پھر کبھی نہیں ملنا تھا ویسے بھی ان کی دی ہوئی سات روز کی مہلت آج ختم ہو چکی تھی اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ حرا سے شادی کرے گا۔

☆☆☆

ابھی اس سے وفا باقی ہے

ثمینہ رسول

"دائس گوئنگ آن....؟"

"What,s going on?" میزان نے ہال میں انٹری دی اور ساتھ ہی سوال داغا۔

"کوئی کہیں نہیں جا رہا جی، ہم سب یہیں بیٹھے ریحان میاں کی دعوت کی تیاری کر رہے ہیں۔" شفتاں نے میزان کا سوال سن کر سمجھ کر اور تفصیل سے جواب دیا، سب کے چہروں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"Its ok میں بھی یہی پوچھنا چاہ رہا تھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" ساتھ ہی اس نے ہال میں نگاہ دوڑائی حرا اور عشیہ کسی میگزین پر سر جھکائے ہوئے تھیں، زارا ایک کوکنگ بک میں سے ریسپی نوٹ کر رہی تھی، عالیہ فیشن بک سامنے رکھے سب کے لئے ماسک تیار کر رہی تھی، ندا اور صبا جن کا شمار ابھی بچوں میں ہوتا تھا، وہ ایک کونے میں اپنے کسی پزل گیم میں گم تھیں، مجموعی طور پہ سب ہی ریحان چچا کے استقبال کی تیاریاں کر رہے تھے مگر کچھ مسنگ تھا، ہاں ارفع طیبہ! وہ ان تیاریوں میں شامل نظر نہیں آ رہی تھی، وہ موجود ہوتی تو یقیناً کوکنگ کا شعبہ اس کے حوالے کیا جاتا، کیونکہ اسے کوکنگ سے سب سے زیادہ دلچسپی تھی اور وہ بہت سی ڈشز بہت اچھی بنا لیتی تھی، ذرا دیر بعد ہنیا، ارفع کی کوکنگ ڈائری لئے ہوئے اندر داخل ہوئی، جس میں سے اس نے صرف مینیو ہی ترتیب دینا تھا، بنانا تو ارفع، زارا اور عشیہ ہی نے تھا، میزان ان کی تیاریوں کو تفصیلی نظر سے دیکھ کر اٹھ گیا، اس کا رخ جبران چچا کے پورشن کی طرف تھا۔

☆☆☆

نیاز ربانی کے پانچ بیٹے تھے پانچوں ہی خیر سے شادی شدہ اور بچوں والے تھے، سب سے بڑے ارمغان ربانی جن کے دو بیٹے حسان اور میزان، دونوں ہی ایم بی اے کر چکے تھے اور اب وہ اپنے دادا نیاز ربانی کے پھیلائے ہوئے بزنس کو مزید ترقی دینے کے چکر میں تھے، کیونکہ ان کے والد نے زیادہ تر وقت امریکہ میں گزار دیا تھا وہ ڈاکٹر تھے اسپیشلائزیشن کرنے کے لئے امریکہ گئے تو پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے، اس لئے یہ دونوں بھائی اب پاکستان آ گئے ان کے بعد جبران ربانی تھے جن کے علاوہ بیٹی ارفع طیبہ، مزید دو بیٹیاں عالیہ اور صبا اور دو بیٹے حمزہ اور طلحہ بھی تھے لیکن خاندان بھر میں پہلی پوتی اور بیٹی ہونے کی وجہ سے جتنی اہمیت اور پیار ارفع طیبہ کو ملا تھا، کسی اور کے حصے میں نہ آ سکا۔

تیسرے نمبر پر سکندر ربانی تھے جن کا ایک بیٹا عمر اور تین بیٹیاں زارا، ہنیا اور عشیہ تھیں، چوتھے نمبر پر دلاور ربانی تھے جس کے دو بیٹے، حسن اور حسنین اور ایک بیٹی حرا تھی، پانچویں اور ہر دلعزیز، ریحان چچا تھے، جن کی ایک بیٹی ندا اور دو سالہ بیٹا احمر تھا۔

ریحان چچا اکثر بزنس کے سلسلے میں امریکہ کا چکر لگاتے رہتے تھے مگر اس دفعہ چونکہ وہ فیملی کو ساتھ لے کر گئے تھے اس لئے ان کا قیام طویل ہو گیا تھا، اب ان کی واپسی کا سن کر ہر کوئی پر جوش استقبال کی تیاری کر رہا تھا، سوائے ارفع طیبہ کے، یہ نہیں کہ اسے ریحان چچا کے آنے کی خوشی نہیں تھی بلکہ اس وقت کوئی خوشی اس کا دکھ کم نہیں کر پا رہی تھی اور دکھ تھا بھی تو بلا کا، اس کی آنکھوں سے خواب چھینا جا رہا تھا، بچپن ہی سے اس نے ایک خواب دیکھا تھا خود کو ڈاکٹر کے روپ میں دیکھنا، اس مقصد کے لئے وہ ہمیشہ آؤٹ اسٹینڈنگ اسٹوڈنٹ رہی۔

پڑھائی کے معاملے میں کوئی کمپرومائز نہ کیا اور ہمیشہ اے پلس لیتی رہی، مگر قسمت کی بات

کہ میٹرک میں 88% اور ایف ایس سی (پری میڈیکل) میں 83% نمبرز لے کر بھی ہونہار ارفع انٹری ٹیسٹ میں شکست سے دوچار ہو گئی، وہ جو سمجھ رہی تھی کہ اب اس کا خواب تعبیر پانے ہی کو ہے، منزل اس کے قریب آتے آتے دور ہو گئی، خاندان بھر میں سب کو گویا یقین تھا کہ ارفع انٹری ٹیسٹ کلیئر کر لے گی مگر ارفع کی ناکامی نے سب کو حیرت سے دوچار اور ارفع طیبہ کو شدید بیمار کر دیا، پہلے سب کزنز اور ارمغان تایا کے پورشن میں اکٹھی ہو کر ساری سرگرمیاں سرانجام دیا کرتی تھیں کیونکہ ارمغان صاحب کے پورشن میں نیاز ربانی قیام کیا کرتے تھے، اس لئے سب بچے وہیں ڈیرہ ڈالے رہتے، مگر جب سے ارفع ٹیسٹ کلیئر نہ ہونے کی وجہ سے بیمار ہوئی تھی وہ تنہائی پسند اور اپنے کمرے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

"چچی جان! ارفع کہاں ہے؟" میزان، جبران چچا کے رہائشی حصے میں داخل ہوا، لاؤنج میں ندرت چچی جان کو دیکھ کر پوچھا۔

"ارفع اپنے کمرے میں ہے بیٹا! آؤ تم بھی۔" چچی ہاتھ میں ٹرے اٹھائے، غالباً ارفع کے کمرے میں جا رہی تھیں جبھی انہوں نے میزان کو بھی ساتھ آنے کا اشارہ کیا، میزان نے بڑھ کر ان کے ہاتھوں سے ٹرے لے لی چچی جان کمرے میں داخل ہوئیں تو چند لمحوں بعد میزان بھی چچی جان کی اجازت سے اندر آ گیا، اس نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور کمرے میں ایک طرف رکھی رائٹنگ ٹیبل کی چیئر کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا، میزان کو دیکھ کر ارفع مارے مروت کے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ارفع بیٹا! کھانا کھا لو، پھر ابھی میڈیسن بھی لینا ہے۔" چچی جان کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ ارفع کھانے اور میڈیسن سے لاپرواہی برت رہی ہے۔

"ارفع! اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟ بلکہ مستقبل کی ڈاکٹر خود کیسے بیمار ہو گئی؟" بات کرتے کرتے جونہی میزان نے ارفع کے چہرے کی طرف دیکھا اسے عجیب سا احساس ہوا، ارفع جیسے کڑے ضبط سے گزر رہی تھی۔

"Ok, leave it میں تو یہ پوچھنے آیا تھا کہ تم ریحان چچا کی دعوت میں کون سی نئی ڈش بناؤ گی؟ دیکھو! تم کچھ نیا بے شک نہ بنانا، بس وہ پیارے پیارے گول سے کٹلس ضرور بنانا، جن کی شکل سب کے سب ہم شکل اور سائز بھی ایک جیسا ہوتا ہے۔" ارفع کے لبوں کو ہلکی سی مسکراہٹ نے چھوا۔

"اور......وہ......ان کے کسی حصے کا نام بھی ان کا......؟"

"شامی کباب۔" ندرت چچی نے اس کی مشکل آسان کی۔

"Oh yess!...... وہی۔" میزان خوش ہوتے ہوئے بولا، ارفع کے چہرے کی رنگت قدرے بہتر نظر آنے لگی۔

(گویا میڈیکل کے بعد دوسری اہم چیز ہے کوکنگ جو ارفع طیبہ کو معمول کی زندگی کی طرف مائل کر سکتی ہے)

"میری ارفع امور خانہ داری میں بھی ماہر ہے۔" چچی جان نے ارفع کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ویسے ارفع! میں سوچ رہا ہوں کہ تم اگر کوکنگ کے میدان میں آ جاؤ تو آئندہ چند سال بعد تم پاکستان کی بہترین شیف ہو گی۔" میزان نے ایک الگ ہی تجویز پیش کی۔

اور ماں کے ہاتھ سے زبردستی کھانا کھاتی ہوئی ارفع کا دل یکدم ہی کچھ یاد کر کے دکھ سے بھر گیا، جی کھانے سے اچاٹ ہو گیا اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے ماں کو مزید کھلانے سے منع کر دیا۔

"ارفع! کیا ہوا گڑیا؟" میزان اب حقیقتاً پریشان ہوا۔

"میں کچھ اچھا نہیں کر سکتی، میزان بھیا! میں کچھ بھی نہیں بن سکتی۔" ارفع کا لہجہ مایوسانہ تھا۔

"ارے یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ تم کچھ نہیں کر سکتی؟ تم بہت کچھ کر سکتی ہو، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔" میزان نے جلدی سے کہا، اتنا تو تھا کہ وہ بولنے پر آمادہ ہوئی۔

"میں انٹری ٹیسٹ میں بھی فیل ہو گئی۔"

"تم Repeat کیوں نہیں کر لیتی، نیکسٹ ٹائم Selection کے زیادہ چانس ہوں گے۔" میزان نے حوصلہ بڑھایا۔

"نہیں، میں اب کبھی بھی نہیں پڑھ سکوں گی میں۔" ارفع دلگرفتہ تھی۔

"اوں ہوں مایوس نہیں ہوتے، تم بس جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ، تمہیں ڈاکٹر بنانا میری ذمہ داری...... اور...... یہ لو۔" میزان نے اس طرف میڈیسن بڑھائی، اب کی بار ارفع نے بھی خاموشی سے میڈیسن لے کر ماں کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑ لیا اور ارفع کے زرد اور کملائے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے میزان نے سوچا کہ اس کی خواہش کو پورا کرنا ہے، ہر صورت۔

☆☆☆

وہ جبران چچا کے پورشن سے واپس آ کر دادا جان کے کمرے کی طرف آ گیا، دروازہ کھلا تھا وہ ایک پاؤں اندر رکھتے ہوئے بولا۔

"دادا جان! میں اندر آ جاؤں۔"

"بیٹا! آپ تقریباً اندر آ چکے ہیں۔" دادا جان اس کا دوسرا قدم اٹھتے دیکھ کر بولے، میزان مسکرایا۔

"دادا جان! کیا کر رہے تھے آپ؟ میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا؟"

"نہیں بیٹا! بیٹھو، کچھ کام تھا کیا؟" دادا جان نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"جی دادا جان! ضروری کام تھا۔" میزان دادا جان کے قریب دیوان پر بیٹھ گیا۔

"دادا جان! ارفع کا میڈیکل کالج میں ایڈمیشن کیوں نہیں ہو پا رہا؟"

"بیٹا! ارفع انٹری ٹیسٹ کلیئر نہیں کر سکی، اس لئے اس کا میڈیکل کالج میں داخلہ نہیں ہو سکا۔" کہتے ہوئے دادا جان اضطراری انداز میں اٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑے ہوئے اور کھڑکی سے باہر نظر آتے لان پر نظریں جما دیں۔

"اوہو، دادا جان! صرف انٹری ٹیسٹ کلیئر نہ کر سکنے سے بندہ میڈیکل کالج میں داخلہ نہیں لے سکتا؟ آخر سیلف فنانس کے تحت بھی تو میڈیکل کی سٹڈی جاری رکھی جا سکتی ہے نا؟" میزان نے الجھے ہوئے انداز میں پوچھا۔

جواب میں دادا جان صرف ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئے، گویا یہ سب وہ خود بھی جانتے ہیں، میزان چند قدم آگے بڑھ کر دادا جان کے قریب آیا اور اپنے دونوں ہاتھ دادا جان کے شانوں پہ رکھ دیئے۔

"دادا جان! پلیز مجھے بتایئے کیا بات ہے؟" دادا جان کچھ لمحے خاموش رہے جیسے فیصلہ نہ کر پا رہے ہوں، پھر جیسے کسی فیصلے پر پہنچ کر وہ دیوان پر آ بیٹھے اور میزان کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"بیٹا تم ٹھیک کہتے ہو سیلف فنانس پر میڈیکل کی تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے مگر—— بس سمجھو یہ ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔" دادا جان کچھ کہتے کہتے رہ گئے۔

"دادا جان! آپ مجھ پر اعتماد نہیں کر رہے۔" میزان نے خفگی کا اظہار کیا۔

"میزان بیٹا! ارفع سیلف فنانس کے تحت بھی میڈیکل میں نہیں جا سکتی۔" دادا جان نے شکستہ آواز میں بتایا۔

"آخر کیوں؟" میزان حیران ہوا۔

"کیا ہم اتنا بھی نہیں کر سکتے؟"

"بات ہماری نہیں ہے بیٹا، جبران......" دادا جان پھر بات ادھوری چھوڑ گئے۔

"ادھر دیکھیں دادا جان! تھوڑی دیر کے لئے یہ بھول جائیں کہ ارفع جبران چچا کی بیٹی ہے، بس یہ یاد رکھیں کہ آپ نے کہا تھا اللہ نے ارفع کی صورت میں میری بیٹی کی کمی پوری کر دی ہے۔"

"وہ ہم سب کی بیٹی ہے دادا جان! صرف جبران چچا کی ہی نہیں، آپ جبران چچا سے کہیں کہ ارفع کا میڈیکل میں داخلہ کروا دیں، ورنہ ...... وہ مر جائے گی۔"

"بیٹا! پچھلے سال جبران نے کسی دوست کے ساتھ مل کر نئے کاروبار کے لئے اپنا سرمایہ لگایا تھا، آٹھ ماہ ہی میں کروڑوں کا کاروبار ٹھپ ہو گیا، جبران کا سارا سرمایہ جاتا رہا، دوست خود تو ڈوبا ہی ساتھ جبران کو بھی لے ڈوبا، اب جبران کی مالی حیثیت ایسی نہیں کہ وہ ارفع کو میڈیکل کے واجبات ادا کر سکے، ایک ہی صورت تھی کہ ارفع انٹری ٹیسٹ کلیئر کرے تو میرٹ پر داخلہ ہو جائے گا مگر...... ایسا ہو نہیں سکا، اب بچی پریشانی سے بیمار پڑ گئی ہے، اس کا خواب تھا ڈاکٹر بننا، جو اب پورا ہوتا نظر نہیں آ رہا۔" دادا جان کی نظروں میں ارفع کا زرد چہرہ گھوم گیا۔

"ارفع کے ساتھ اس کی دو اور دوستیں بھی انٹری ٹیسٹ کلیئر نہیں کر سکیں، ایک تو بی ایس سی کا ارادہ بنا لیا ہے دوسری کے والد اسے چائنہ بھجوا رہے ہیں میڈیکل کی سٹڈی کے لئے، اس نے ارفع کو بھی تیار کیا ہوا تھا مگر ارفع کو جب سے باپ کی مالی پوزیشن کا پتہ چلا ہے وہ بہت ٹینشن میں ہے۔"

"مگر دادا جان ضروری تو نہیں کہ جبران چچا کو بتا کر ہی ارفع کے واجبات ادا کیے جائیں۔"

"بیٹا! تم جبران کی طبیعت سے واقف نہیں ہو، تمہیں امریکہ سے آئے ہوئے ایک مہینہ بھی پورا نہیں ہوا، حنان کو دو سال ہو گئے ہیں آئے ہو اور وہ سب کے مزاج سے آشنا ہو چکا ہے، پھر بھی اس نے مجھے کہا کہ وہ سیلف سٹڈی کے تحت ارفع کا داخلہ کروا دیتا ہے، بیس پچیس لاکھ اس کے لئے کوئی بڑی بات نہیں، پھر غالباً میڈیکل کالج کے داخلہ فارم بھی لے آیا۔" نیاز ربانی نے کچھ دیر توقف کیا۔

"پھر کیا ہوا دادا جان!" میزان کو یہ توقف گراں گزرا۔

"پھر کیا ہونا تھا، جبران کو پتہ چلا تو اس کی خوددار طبیعت نے یہ گوارا نہ کیا، اس نے حنان کو مزید کارروائی کرنے سے منع کر دیا۔" نیاز ربانی کا لہجہ تھکا ہوا تھا۔

"جبران چچا نے منع کر دیا۔" میزان نے دہرایا۔

"پھر بھی دادا جان ہمیں کچھ کرنا ہوگا ورنہ ارفع کے لئے ٹھیک نہیں ہوگا، وہ مینٹلی بہت ڈسٹرب ہے، اس کی بحالی کی ایک ہی صورت ہے کہ اس کے ڈاکٹر بننے کے لئے حالات

سازگار کیے جائیں۔''

''مگر جبران مانے تب نا۔'' دادا جان نے کہا۔

''آپ ہی کو سٹینڈ لینا ہوگا، دادا جان کچھ کریں۔'' جبران نے اکسایا۔

''اور ارفع بھی باپ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرے گی۔'' دادا جان نے مزید اطلاع دی۔

''اوہ..... ارفع...... وہ میری ذمہ داری! آپ بس جبران چچا کی ذمہ داری لیں جیسا بھی ہو ارفع کا ایڈمیشن کروائیں، ارفع کی خوشی میں ہم سب کی خوشی ہے۔'' اب کے دادا جان نے پکا عہد کیا ارفع کے لیے ہر کوشش کرنے کا ارادہ۔

☆☆☆

ارمغان ربانی کے لاؤنج میں اس وقت خوب رونق لگی ہوئی تھی، ریحان ربانی تشریف لا چکے تھے، چونکہ اس دفعہ فیملی کے ساتھ گئے تھے، سب آپس میں یوں مل رہے تھے جیسے بہت سالوں بعد واپسی ہوئی ہو۔

کھانے کی ٹیبل پر اچھا خاصا پرتکلف اہتمام تھا، ارفع کی چونکہ طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے باقی لڑکیوں نے ہاتھ بٹایا، ہاں ایک دن پہلے ارفع نے شفتاں کے ساتھ مل کر شامی کباب ضرور بنا کر فریز کر لیے تھے اور آج فرائی کرنے میں زیادہ وقت نہ لگا تھا، خوشگوار ماحول میں کھانا ختم کیا گیا تو ارفع سبز چائے بنانے لگی اور اس کی مدد کے لیے زارا بھی ساتھ تھی، اتنی دیر میں حرا اور عالیہ نے ٹیبل سے برتن سمیٹ لیے۔

چائے دوبارہ لاؤنج میں سرو کی گئی، پھر جب چائے سے فارغ ہو گئے تو بینش چچی (ریحان چچا کی بیگم) نے سب کے لیے لائے گئے گفٹس ان میں تقسیم کیے، سبھی نے ان کی چوائس کو سراہا، ارفع کا گفٹ بیش قیمت چین سیٹ تھا، جو اسے بے حد پسند آیا، ریحان چچا اب سب سے فرینڈلی، ''سٹڈی پراگریس'' رپورٹ لے رہے تھے اور انہیں یہ جان کر حیرت ہوئی کہ ارفع نے ابھی تک میڈیکل کالج میں ایڈمیشن نہیں لیا، اس سے پہلے کہ وہ تفصیلات میں جاتے میزان نے ان کی توجہ ہٹائی۔

''چاچو! آپ کے موبائل پہ بیل ہو رہی ہے۔'' ریحان چاچو نے حیران ہو کر جیب سے موبائل نکالا اور (One message recieved) کے الفاظ جگمگا رہے تھے اوپن کیا تو ٹیکسٹ سامنے تھا۔

''Chachu! Its me Mezan!
آپ پلیز باہر آ کر میری بات سن لیں ابھی۔''

ریحان چچا حیرت دباتے ضروری کال کا کہہ کر سب سے معذرت کرتے ہوئے اپنے پورشن کی طرف بڑھ گئے، بینش چچی ابھی بھی لڑکیوں کے ساتھ گپ شپ کر رہی تھیں، چند منٹس بعد میزان بھی ریحان چچا کے کمرے میں موجود تھا۔

''سوری چاچو! آپ کو اس طرح بلانا پڑا۔'' ریحان نے معذرت کی (وہ نہیں چاہتا تھا کہ ارفع کے لیے تکلیف دہ موضوع کو سب کے درمیان چھیڑا جائے)۔

''کوئی بات نہیں یار! اب وہ بات بتاؤ جو تم کہنا چاہ رہے تھے۔'' چاچو نے نرمی سے کہا۔

''چاچو! بات یہ ہے کہ ارفع انٹری ٹیسٹ کلیئر نہیں کر سکی۔'' اور پھر اس نے مختصراً جبران چچا کے بزنس فلاپ ہونے اور کسی سے مدد نہ لینے کے بارے میں بھی بتا دیا۔

''جبران بھائی کے بزنس ختم ہونے کا تو مجھے پتہ چلا تھا اور میں نے انہیں پیشکش کی تھی کہ میں لیدر فیکٹری میں اپنے حصے کے پچاس فیصد

شیئرز آپ کے نام کر دیتا ہوں، چاہیں تو اسی میں سیٹ ہو جائیں چاہیں تو انہیں فروخت کر کے اپنے کاروبار میں لگا لیں، مگر انہوں نے سختی سے منع کر دیا۔'' چاچو نے بتایا۔

''مگر چاچو! مانا کہ جبران چچا بہت خوددار ہیں اور انہیں اپنے قوت بازو پر بھروسہ بھی بہت ہے وہ کسی سے مدد لینا یا کسی کا احسان لینا گوارا نہیں کریں گے، مگر اس وقت بات ارفع کی ہے، اس نے ٹیسٹ کی ناکامی کو دل سے لگا لیا ہے، چچی بتا رہی تھیں کہ وہ میڈیسن بھی ریگولر نہیں لے رہی ڈاکٹر کے مطابق اسے ٹینشن سے بچایا جائے ورنہ کسی شدید نقصان کا خدشہ ہے۔'' میزان کے لہجے میں فکرمندی تھی۔

''میزان! تم فکر نہ کرو، میں صبح جبران بھائی سے بات کروں گا اور انہیں ارفع کے ایڈمیشن کے لیے قائل کروں گا۔'' چاچو نے تسلی دی۔

''اوکے چاچو! انتظار رہے گا۔'' میزان نے بے تابی سے کہا اور ساتھ ہی جانے کے لیے اجازت لی۔

☆☆☆

جبران ربانی ناشتے کی ٹیبل پر اخبار کی سرخیاں دیکھ رہے تھے، ایک ہاتھ میں چائے کا کپ تھا جس کے ختم ہونے پر انہوں نے آفس کے لیے اٹھ جانا تھا (ابھی بھی وہ ہمت نہ ہارے تھے نئے سرے سے کاروبار جمانے کے لیے کوشش کر رہے تھے) بچے سکول اور کالج جا چکے تھے ارفع اپنے کمرے ہی میں تھی، رات کی گیدرنگ نے اسے تھکا دیا تھا، وہ صبح ناشتے کی ٹیبل پر بھی نہ آ سکی، اس سے پہلے کہ جبران ربانی ٹیبل چھوڑتے، ریحان ربانی آ پہنچے۔

''السلام علیکم جبران بھائی!''

''آؤ بیٹھو ریحان، ناشتہ کرو گے؟'' جبران بھائی نے سلام کا جواب دیتے ہوئے اخبار اور چائے کا خالی کپ میز پر رکھا۔

''جی بالکل! بھابھی میں ناشتے میں ایک گلاس جوس لوں گا ویسے اگر آپ پراٹھے بنا رہی ہیں تو میں آملیٹ کے ساتھ کھانا پسند کروں گا۔'' ریحان چاچو نے بے تکلفی کا مظاہرہ کیا، ندرت بھابھی کچھ ہی دیر میں جوس لے آئیں۔

''شکریہ بھابھی!'' ریحان چاچو نے جوس لیتے ہوئے کہا۔

''فیملی ٹور کیسا رہا ریحان؟'' جبران بھائی نے ہی بات کا آغاز کیا۔

''بہت اچھا رہا جبران بھائی، ویسے اگر آپ میری لیدر فیکٹری کا چارج سنبھال لیتے تو میں کچھ دیر اور وہاں قیام کر لیتا۔'' ریحان چاچو نے شکوہ کیا۔

''تم جانتے ہو میرا اپنا کام ہے اور آج اسے انتہائی توجہ کی ضرورت ہے۔'' جبران بھائی نے مدبرانہ انداز میں کہا۔

''یعنی اب آپ خود کو ہم سے الگ سمجھتے ہیں، آپ نے اپنے مسائل ہم سے الگ کر لیے ہیں۔'' وہ کہتے کہتے رک گئے کہ رشتے بھی۔

''ریحان تو تمہاری بھابھی تمہاری پسند کا آملیٹ تیار کرا لائیں ہیں۔'' جبران بھائی نے گویا ریحان کی بات سنی ہی نہیں۔

''بھابھی! ارفع کیسی ہے؟'' ریحان نے ناراضگی سے روئے سخن بھابھی کی طرف موڑ لیا۔

''ارفع کو کل کی تھکاوٹ کی وجہ سے بخار ہو گیا ہے، اچھی بھلی تھی میری بچی نجانے کیا ہو گیا ہے اسے۔'' ندرت بھابھی نے اداسی سے کہا۔

''آپ خود ارفع کی ڈائٹ کا خیال رکھیں اور ریگولر میڈیسن کھلائیں۔'' ریحان چاچو نے کہا۔

"پتہ نہیں وہ کیوں خود سے اتنی لاپرواہ ہو گئی ہے میڈیسن بھی زبردستی کھلاتی ہوں، کہتی ہے کہ ہر چیز سے دل اچاٹ ہو گیا ہے۔" انہوں نے مزید بتایا۔

"جبران بھائی! آپ ارفع کو سمجھائیں کہ وہ دل چھوٹا نہ کرے، دوبارہ اسٹڈی کرے تو انٹری ٹیسٹ کلیئر ہو جائے گا، میں خود اس کا میڈیکل میں داخلہ کراؤں گا، ان شاء اللہ۔" ریحان چاچو پھر بھائی کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ارفع کہتی ہے کہ وہ میڈیکل نہیں پڑھ سکے گی اس لئے میں نے اسے کہا ہے کہ وہ بی ایس سی کرے۔" جبران صاحب سنجیدگی سے بولے۔

"اور ویسے بھی ڈیڑھ دو سال میں اس کی شادی کرنے والا ہوں۔"

"کیا؟" ریحان چاچو کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور جبران صاحب نے یہ اطلاع دینے کے بعد مزید بات کرنا ضروری نہ سمجھا اور ٹیبل سے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابیاں اٹھا کر آفس کے لئے چلتے بنے۔

"بھابھی آپ نے سنا؟ بھائی ابھی کیا کہہ رہے تھے؟" ریحان چاچو سنبھل کر بھابھی سے بولے۔

"ریحان! میں کیا کر سکتی ہوں، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ارفع جس State of mind (ذہنی کیفیت) سے گزر رہی ہے اسے تبدیل کرنے کی کوشش کریں، یہ اس کی ذہنی اور جسمانی صحت کے لئے بہت ضروری ہے۔" بھابھی بدقت تمام یہ سب کہہ سکیں اور خاموش ہو گئیں۔

"گویا تم ہی بتاؤ ایسا کیا کیا جائے کہ ارفع اور ارفع کے باپ دونوں کی ذہنی کیفیت کو معمول پر لایا جا سکے۔"

"لیکن بھابھی تبدیلی کا مطلب یہ تو نہیں کہ بچی کو زبردستی پکڑ کر اس کی شادی کر دی جائے اعلیٰ تعلیم بہت ضروری ہے، چلیں ڈاکٹری نہ سہی لیکن کم از کم اسے ماسٹر تو کر لینے دیں۔" چاچو ہنوز ناراضگی سے بولے۔

"بس ریحان دعا کرو اللہ تعالیٰ ہی کچھ بہتری کر دے ورنہ جبران تو ماننے والے نہیں، ارے تم ناشتہ تو کرو ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" ریحان چاچو کو اٹھنے کے لئے پر تولتے دیکھ ندرت بھابھی بولیں۔

"اوہو میں خود بھی بھول گئی کہ ٹیبل پر ناشتہ لگا رہی تھی۔" انہوں نے فوراً خالی ٹرے اٹھائی اور دوبارہ واپس آئیں تو اس میں ناشتے کے باقی لوازمات، بھنا ہوا قیمہ اور اچار وغیرہ موجود تھا، مگر اب ریحان چاچو کا دل ناشتے سے اچاٹ ہو چکا تھا، وہ بس یہی سوچ رہے تھے کہ ارفع کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

سہ پہر کو جب نیاز ربانی لان میں بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے، سامنے ہی ٹیبل پر اخبار رکھا ہوا تھا، وہ اخبار دن ڈھلے پڑھا کرتے تھے، ریحان چاچو بھی وہیں آ بیٹھے۔

"چائے پیو گے ریحان؟ اوہو...... چائے نہیں میں جوس منگواتا ہوں، شمشاں۔" انہوں نے لاؤنج کی طرف رخ کر کے نرمی سے ملازم کو آواز دی۔

"جی میاں جی!" شمشاں فوراً آئی۔

"بچے ریحان میاں کے لئے فریش جوس لے آؤ۔" میاں جی سے سنتے ہی شمشاں جی اچھا کہہ کر پلٹ گئی، میاں جی کچھ دیر تو خاموش بیٹھے ریحان میاں کا جائزہ لیتے رہے پھر پوچھا۔

"ریحان بچے کچھ پریشانی ہے کیا؟"

"ابا جی! آپ کو پتہ ہے جبران بھائی ارفع کے لئے کیا فیصلہ کیے ہوئے بیٹھے ہیں؟" ریحان چاچو تو گویا تیار بیٹھے تھے اک ذرا چھیڑے جانے کے منتظر۔

"یہی کہ ارفع میڈیکل میں نہیں جائے گی، میں جانتا ہوں۔"

"نہیں ابا جی! ارفع اب میڈیکل تو کیا شاید ہی اسٹڈی کمپلیٹ کر سکے۔" ریحان چاچو بے چینی سے بولے، شمشاں ٹیبل پر جوس رکھ کر پلٹ گئی۔

"میری بات ہوئی تھی جبران سے، اس نے کہا تھا کہ میں ارفع کا میڈیکل میں داخلہ نہیں کروا سکتا، لیکن اس نے ارفع کو مزید پڑھائی سے منع بھی نہیں کیا۔" ابا جی نے گویا ریحان چاچو کو تسلی دی۔

"لیکن مجھے جبران بھائی نے کہہ دیا ہے کہ وہ ڈیڑھ دو سال میں ارفع کی شادی کرنے والے ہیں۔" ریحان چاچو نے بریکنگ نیوز سنائی۔

"کیا؟" یہ چیخ نما آواز میاں جی کی بجائے میزان کی تھی جو ریحان چاچو کو دادا جان کے ساتھ مصروف گفتگو دیکھا تو وہیں چلا آیا، آتے آتے جو چند الفاظ میزان کے کانوں میں پڑ گئے انہیں سن کر وہ بے ساختہ چیخ اٹھا۔

"چاچو! آخر جبران چاچو کو کیا ہو گیا ارفع کی حالت دیکھ کر بجائے اس کی بحالی کے وہ عجیب حل سوچ رہے ہیں۔"

"میزان! کیوں پریشان ہو رہے ہو بیٹا بیٹھو۔" دادا جان نے میزان کو پاس رکھی ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ابا جی! جبران نے واقعی بڑا بودا سا حل سوچا ہے۔" ریحان چاچو نے کہا۔

"تعلیم ادھوری رہ جانے سے ارفع بہت پریشان ہو جائے گی، ہمیں ارفع کے لئے کچھ کرنا ہوگا۔"

"کچھ کرتے ہیں بیٹا! ہم ارفع کے خواب مرنے نہیں دیں گے، اب جبران کے ساتھ اسی کے ذہن کے مطابق معاملہ سلجھانا ہوگا۔" ابا جی نے ایک نئے عزم و ارادے سے کہا، ریحان چاچو اور میزان کی کافی تسلی ہو گئی، ابا جی نے اگر حامی بھر لی ہے تو پھر جبران کی ناراضگی کیا معنی رکھتی ہے؟ آخر ابا جی "باپ" ہونے کا حق جتا کر بات منوا سکتے ہیں نا۔" دونوں کی ایک ہی سوچ تھی۔

☆☆☆

"کہاں ہوتے ہو میزان؟ آج کل نظر ہی نہیں آتے۔" حسان نے لاؤنج میں بیٹھے میزان کو دیکھ کر کہا، جو اس وقت بھی بظاہر تو ٹی وی دیکھ رہا تھا مگر حقیقتاً وہ ٹی وی کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"یہیں گھر ہی پہ ہوتا ہوں حسان بھائی، دادا جان کے ساتھ ہی نشست رہتی ہے۔" میزان ٹی وی بند کر کے بھائی کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ بتائیں، آپ کا آفس ورک کیسا چل رہا ہے؟" میزان نے بھائی سے پوچھا۔

"میرا آفس؟ بری بات میزان۔" حسان نے خفگی سے کہا۔

"کبھی کبھار چکر لگانے کا مطلب یہ نہیں کہ تمہارا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے، یا تمہاری ذمہ داری نہیں ہے، یہ ہم دونوں کا ہے آج کل ویسے بھی فیلڈ ورک بڑھ گیا ہے، یہ بتاؤ کب تک اپنی روٹین سیٹ کر رہے ہو باقاعدہ آفس جوائن کرنے کے لئے؟"

"ارے ارے آپ نے تو میری باقاعدہ

کلاس لے ڈالی ہے، جلد ہی آفس جوائن کرلوں گا بھائی! بس ایک ٹاسک ہے وہ مکمل کرلینے دیں۔" میزان نے کہا۔

"میزان بھائی! یہ چائے لیجئے، ساتھ میں مکس پکوڑا کا لطف اٹھائیں میں نے فرسٹ ٹائم ٹرائی کیا ہے۔" صبا ہاتھ میں ٹرے لئے چلی آرہی تھی، کہ حنان بھائی پر نظر پڑی تو بولی۔

"ارے حنان بھائی! آپ بھی یہاں ہیں، شکر ہے اتنے دنوں بعد آپ نظر تو آئے، میں آپ کے لئے بھی چائے لاتی ہوں۔" وہ واپس پلٹی۔

"ہوں تو تم کس ٹاسک کا ذکر کررہے تھے۔" حنان بھائی نے بات وہیں سے شروع کی جہاں سے صبا کے آنے سے گفتگو کا تسلسل ٹوٹا تھا، میزان نے مختصراً انہیں ارفع کی کنڈیشن اور جبران چچا کے نئے فیصلے کے بارے میں بتایا، ابھی بات جاری تھی کہ صبا بوتل کے جن کی طرح ہاتھ میں بڑی سی ٹرے لئے حاضر ہوئی، اب کی بار چائے کے لوازمات کافی سے زیادہ تھے۔

"حنان بھائی میں نے سوچا آپ کو بھوک لگ رہی ہوگی، اب تو آپ شام کی چائے پر بھی ساتھ نہیں ہوتے۔" صبا نے ٹیبل پر پلیٹس رکھنا شروع کیں بسکٹ، کٹلس، نمکو، چپس، کیک پیس، وہ جنوں والی فکر مندی کے ساتھ بھوک مٹانے کے لوازمات اٹھا لائی تھی۔

"گڑیا! اتنے تکلف کی کیا ضرورت تھی مجھے اس وقت بالکل بھی بھوک نہیں تھی۔" حنان نے صبا سے کہا، لیکن میزان جانتا تھا کہ حنان نے لنچ میں بھی کھانے کے نام پہ بس چائے ہی پی ہوگی۔

"میں تمہیں یہ تو نہیں کہوں گا کہ تم کسی کے معاملات میں نہ پڑو کیونکہ ارفع کسی کی نہیں ہے جبران چچا ہماری فیملی کا حصہ ہیں۔" حنان نے صبا کے جانے کے بعد کہا۔

"مگر بات یہ ہے کہ جبران چچا ایسا نہیں سمجھتے وہ اپنے مسائل دوسروں کے سامنے لانا پسند نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ اپنے بھائیوں کے بھی۔" حنان نے چائے کا کپ اٹھا لیا۔

"حنان بھائی کچھ ایسا کریں کہ جبران چاچو اپنی بے جا ضد سے باز آجائیں اور ارفع زندگی کی طرف لوٹ آئے۔" میزان نے اضطراری حالت میں ہاتھ پکڑا ہوا کپ ٹیبل پر رکھ دیا اور حنان نے میزان کی بے قراری کو خصوصی طور پر نوٹ کیا وہ بے حد بے چین و مضطرب تھا۔

"میزان! میں نے اپنی طرف سے ارفع کے لئے کوشش کی تھی مگر جبران چاچو کو اچھا نہیں لگا۔" حنان نے میزان کو توجہ سے دیکھا۔

"پھر بھی حنان بھائی کچھ ایسا کریں کہ جبران چاچو مان ہی جائیں۔" میزان کا انداز تھوڑا سا لاڈلے بچے سا ہو گیا، من پسند کھلونا پانے کی ضد۔

"او کے تم اپنی چائے تو ختم کرو۔" حنان نے چپس کی پلیٹ اپنے اور میزان کے درمیان رکھتے ہوئے کہا۔

"دادا جان کیا کہتے ہیں اس بارے میں؟" حنان بھائی نے میزان سے دریافت کیا۔

"وہ بھی ارفع کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتے ہیں مگر شاید جبران چچا کی رضامندی چاہتے ہوں اور ہوسکتا ہے کہ وہ جبران چاچو کو نہ منا سکیں اور کسی روز جبران چاچو ہمیں بتائیں کہ انہوں نے ارفع کی شادی طے کر دی ہے۔" میزان کا اضطراب اور واضح ہوا۔

"ہوں۔" حنان بھائی معنی خیزی سے گہری سانس لی، گویا معاملے کو پوری طرح سمجھ چکے ہوں۔

"کچھ کرتے ہیں میرے بھائی! کہ ارفع بھی زندگی کی طرف لوٹ سکے اور..... اور میرا بھائی بھی۔" حنان بھائی مسکرا رہے تھے۔

"ہیں یہ حنان بھائی کیا کہہ رہے ہیں؟ کس حوالے سے کیا وہ کچھ جان گئے ہیں؟" میزان کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"میں نے تو اپنے جذبات خود پر بھی عیاں نہیں کیے تو پھر یہ بھائی کو؟" اور حنان بھائی نے ایک پکوڑا پیس اٹھا کر میزان کے کھلے ہوئے منہ میں رکھ دیا۔

☆☆☆

رات میں کسی پہر بارش پھر ہوئی تھی موسم خاصا خوشگوار ہو گیا تھا، لان کی گھاس گیلی تھی اور پودوں نے دھل کر نیا لباس پہن لیا تھا، ننھے پودوں پر رنگ رنگ کے پھول مزید خوش رنگ لگ رہے تھے گویا صبح نکھر آئی تھی، ارفع نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے یہ منظر دیکھا تو اس کا دل لان میں بیٹھنے کو چاہا سو وہ واپس پلٹی، بے ساختہ رائٹنگ ٹیبل سے بک اٹھانے ہی لگی تھی کہ رک گئی۔

"اب کیا فائدہ؟" وہ یونہی خالی ہاتھ لان میں آئی اور ایک طرف نصب سنگی بنچ پر بیٹھ گئی، خیال نہ رہا کہ بنچ کی سطح گیلی تھی اسے اپنی سٹوڈنٹ لائف کے وہ دن یاد آنے لگے جب وہ سب دوستیں یونہی لان میں بیٹھتی تھیں تو ساتھ اپنی کوئی نہ کوئی کتاب یا پھر نوٹس ہوتے تھے، اکیلی ہوتی تو یونہی کرتی، اگر باقی کزنز بھی ساتھ ہوتیں تو ہاتھ میں Lays کا پیکٹ ہوتا یا پھر زیادہ تر ارفع کی تیار کردہ ہلکی پھلکی ڈش باتوں کا مزہ بڑھا دیتی اور اسے یاد تھا انٹری ٹیسٹ کی تیاری کی دوران کیسے سب نے اس کا خیال رکھا تھا، ارفع سے کچھ پکوانے کی فرمائش کرنے کی بجائے اس کے لئے خود کچھ نہ کچھ بنا رہی ہوتی تھیں، بس یہ چلتا کہ ارفع کی جگہ اس کا سلیبس بھی یاد کرلیتیں، کیونکہ ارفع نے بارش کا پہلا قطرہ بننا تھا، اس کے بعد عمیہ اور چھوٹی سی صبا کی بھی خواہش تھی ڈاکٹر بننا، ارفع اس فیلڈ میں آجاتی تو ان کے لئے آسانی ہو جاتی، اچھی رہنمائی مل پاتی مگر اب...... یہ سب خواب و خیال ہوا۔

اپنے اپنے پورشن میں بھی یقیناً سکول، کالج اور آفس کے لئے تیاری کررہے تھے، اسے وہاں تنہا بیٹھے کافی دیر ہو چکی تھی زارا اور عمیہ کی کالج وین کا ہارن سنائی دیا تو باہر آگئیں، مین گیٹ چونکہ ایک ہی تھا اس لئے باہر نکلنے سے پہلے جبران چاچو کے پورشن کی طرف نظر اٹھی تو ارفع اپنے لان میں بیٹھی دکھائی دی، وہ دونوں جانے سے پہلے ارفع کے پاس آگئیں، خیریت معلوم کی اور اسے کمرے سے باہر دیکھ خوش ہوئیں، اسی اثناء میں ہارن کی آواز پھر سنائی دی تو وہ ارفع سے معذرت کرتیں رخصت ہو گئیں۔

حنان بھائی آج اپنی نگرانی میں میزان کو آفس لے کر جانے کے خیال کے ساتھ لئے ہوئے آرہے تھے گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے ان کی نظر بھی ارفع پر پڑی تو وہ ادھر آگئے۔

"ارفع! کیسی طبیعت ہے گڑیا؟" ارفع نے چہرہ اٹھا کر حنان بھائی کو دیکھا، گلابی رنگت، زرد پڑ چکی تھی ہونٹ نیلے ہو رہے تھے اور چہرہ یوں سفید ہو رہا تھا کہ جیسے جسم میں خون ہی نہ ہو، میزان کا دل کٹ کر رہ گیا، ارفع کپکپا بھی رہی تھی، حنان بھائی کو اس کا لرزنا محسوس ہوا تو انہوں نے فوراً شفتاں کو آواز دے کر ارفع کی شال لانے کو کہا، پھر وہ اسے اس کے کمرے میں چھوڑ آئے، معذرت چچی ارفع سے کچھ کھانے

کا پوچھنے آ رہی تھیں وہ اسے دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

"پریشان نہ ہوں چچی! ارفع کو کمزوری کی وجہ سے سردی لگ رہی ہے۔" حنان بھائی نے تسلی دی اور ارفع کے لیے گرم دودھ منگوانے کو کہا، ارفع کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں گویا اتنے دنوں سے وہ جس شکست و ریخت کے عمل سے گزر رہی تھی اب اس شکست کو مان لیا تھا، ارفع نے بمشکل دودھ کا آدھا گلاس ختم کیا۔

حنان بھائی نے اپنی نگرانی میں میڈیسن کھلائی اور تھوڑی دیر بعد ضروری کال کا کہہ کر وہاں سے آ گئے، میزان چاہتا تھا کہ وہ ارفع کو تسلی دے مگر جانتا تھا کہ وہ لفظوں سے نہیں بہلے گی سو کچھ دیر بعد وہ بھی باہر آ گیا۔

اس کا خیال تھا کہ حنان بھائی آفس جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھے اس کا انتظار کر رہے ہوں مگر اس وقت وہ حیران رہ گیا جب انہوں نے گاڑی کی چابی اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے اسے آفس جانے کو کہا۔

"کیا مطلب؟ میں اکیلا آفس جاؤں؟ اور آپ؟" میزان نے حیرت سے پوچھا۔

"میں آج اپنے بھائی کا پرپوزل لے کر جانے والا ہوں۔" حنان بھائی نے کہا۔

"ویسے تو اس طرح کے کام گھر کی بزرگ خواتین کرتی ہیں لیکن پاپا سے میری بات ہوئی ہے وہ کہتے ہیں کہ دادا جان سے کہو کہ وہ جبران چاچو سے ارفع کے رشتے کی بات کریں۔" حنان بھائی کی سیدھی سی بات بھی میزان کو کچھ لمحوں بعد سمجھ میں آئی۔

"یو آر گریٹ برادر (You are great brother)۔" میزان خوشی سے بولا۔

"And you are gething late brother!" حنان بھائی نے گاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

جبران صاحب ناشتے کی ٹیبل پر پہنچے تو بیوی کے پریشان چہرے پر نظر پڑی، پوچھنے پر انہوں نے ارفع کی طبیعت خراب ہونے کے بارے میں بتایا، یہ جان کر جبران صاحب بھی پریشان ہو اٹھے، وہ ارفع کے کمرے میں آ گئے۔

"ارفع! بیٹا کیا ہوا؟" انہوں نے بے قراری سے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں پاپا! بس تھوڑی سی ٹھنڈ لگ رہی تھی۔" وہ ایک خوددار باپ کی بیٹی تھی، جانتی تھی کہ جبران صاحب نے اپنے طور پر بہت ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا تھا، سو اب انہیں کیا بتاتی؟ مگر کہنے کی ضرورت نہیں تھی، سب نظر آ رہا تھا، اس کی فرماں برداری بھی اور شکست و ریخت بھی۔

"بہادر بنو بیٹا!" وہ صرف یہی کہہ سکے اور ارفع اپنی بہادری کو آزما رہی تھی۔

☆☆☆

حنان صاحب دادا جان کے ساتھ جبران چاچو کی طرف آیا تو وہ گھر ہی پہ تھے، ندرت چچی فوراً چائے لانے کے لیے اٹھیں مگر دادا جان نے منع کر دیا، بلکہ انہیں بھی پاس بیٹھنے کو کہا، سب لوگ لاؤنج میں بیٹھ گئے دادا جان نے ارفع کی طبیعت پوچھی حنان نے انہیں ارفع کی طبیعت کا نہیں بتایا تھا۔

"بس ٹھیک ہی ہے ابا جی!" ندرت چچی اتنا ہی کہہ سکیں۔

"جبران! تم نے ارفع کے لیے کیا فیصلہ کیا ہے؟" اب کی بار ابا جی نے براہ راست بیٹے

سے پوچھا۔

"ارفع اب بی ایس سی کرے گی ابا جی! اور گریجویشن مکمل ہونے تک ارفع کی شادی کر دینے کا سوچ رہا ہوں۔" جبران چاچو نے بتایا، چہرے سے فکرمندی عیاں تھی۔

"اور کہیں تم نے ارفع کا رشتہ بھی تو نہیں طے کر دیا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہیں ابا جی! آپ کی رضامندی اور علم میں لائے بغیر ہم ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟" چچی بولیں۔

"اور کہاں رشتہ کریں گے اس کا فیصلہ بھی آپ ہی کریں گے۔"

"ہوں۔" ابا جی نے اطمینان کی سانس بھری۔

"تو اگر میں ارفع کا رشتہ طے کر دوں تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟ مجھے ارمغان نے اپنے بیٹے کے لیے کہا کہ تم سے بات کروں۔"

چچی تو ان کی بات سن کر کھل اٹھیں اور جبران چاچو نے حیران نظروں سے حنان کو دیکھا ان کا کم گو اور باتکلف سا بھتیجا، جب سے انہوں نے اس کے خلوص کو ٹھکرایا تھا تب سے ہی اس نے امریکن سٹائل زندگی شروع کر دی تھی، اپنا کام خود کرنے کی عادت (تو کیا اب وہ اس بات پر راضی ہے؟)۔

"چاچو! ہم لوگ میزان کے لیے آئے ہیں، میزان اگرچہ ابھی ایم بی اے کر کے آیا ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں دو سالوں میں اپنا مشترکہ بزنس خوب سیٹ کر چکا ہوں لہٰذا سمجھیں کہ میزان اپنے پاؤں ہی پر کھڑا ہے۔" حنان نے وضاحت کی۔

"مزید یہ کہ میں اس وقت یہاں ارفع کا بڑا بھائی بن کر بیٹھا ہوا ہوں، اگر آپ نے انکار بھی کیا تو دھونس سے منوا لوں گا، دادا جان میرے ساتھ ہیں۔" حنان اٹھ کر چاچو کے پاس آ بیٹھا۔

چچی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ فوراً سے پیشتر ہاں کہہ دیں، انہوں نے شوہر کی طویل خاموشی سے گھبرا کر ابا جی کی طرف سے مدد طلب نظروں سے دیکھا۔

"ہاں بھئی برخوردار! تمہیں کوئی اعتراض، یقیناً نہیں ہوگا۔" ابا جی نے قدرے ڈپٹتے ہوئے "نہیں" پر زور دیا۔

"نہیں ابا جی! جیسے آپ کو مناسب لگے۔" چاچو دھیمے سے بولے۔

ابا جی نے سکون کا سانس بھرا، چچی کی بھی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی، انہیں خدشہ ہی تھا شوہر کی طرف سے، بیٹی اتنے محبت کرنے والے لوگوں میں رہتی اس سے بڑھ کر اچھی بات بھلا کیا ہوتی؟

"شکریہ چاچو!" حنان مسکرایا۔

جبران چاچو نے حنان کو دیکھا جس کے خلوص اور محبتوں نے انہیں زیر کر لیا تھا، انہوں نے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔

☆☆☆

حنان چاہ رہا تھا کہ وہ ارفع کو جا کر بتائے مگر چچی نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ "مشرقی بھائی" بہنوں سے براہ راست اس طرح کی باتیں نہیں کرتے، "مائیں" کرتی ہیں، سو اب وہ میزان کو فون پر بتانے کے بعد دادا جان کی اپنے پاپا سے بات کروانے لگا۔

پاپا سے تفصیلی بات ہو چکنے کے بعد میزان کے موبائل پہ میسج بھیجا کہ لنچ گھر آ کر کرے لیکن آتے ہوئے سب گھر والوں کے لیے اچھا سا لنچ پیک کروا لائے، گھر میں اس وقت دادا جان اور چچیاں ہی تھیں سب کے لیے یہ خبر خوشگوار ہوا کا

جھوٹا ثابت ہوئی۔

لنچ کے بعد حنان بھائی اور میزان، ارفع کی طرف آئے، دستک کے جواب میں ارفع کی کمزور اور قدرے تھکی ہوئی آواز سنائی دی۔

"لیں آ جائیے۔" دونوں اندر آ گئے۔

میزان پر نظر پڑتے ہی ارفع بوکھلا اٹھی مگر جب حنان بھائی نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس نے بے اختیار رونا شروع کر دیا۔

"ارفع! ایسے کیوں رو رہی ہو؟" حنان بھائی نے نرمی سے پوچھا۔

"حنان بھائی! میں ڈاکٹر نہیں بن سکتی، میری ایجوکیشن بھی کمپلیٹ نہیں ہوئی۔"

"Take it easy Arfa!" یہ سب تمہارے ڈاکٹر بننے ہی کے لئے کیا ہے۔" حنان بھائی نے تسلی دی۔

"بے فکر رہو ارفع! تم ڈاکٹر ضرور بنو گی۔" میزان نے بھی حوصلہ بڑھایا۔

"یہ دیکھو!" حنان بھائی نے میڈیکل کالج کے ایڈمشن فارم اس کے سامنے رکھ دیے۔

"انہیں فل کر دو، باقی سب مجھ پہ چھوڑ دو۔" ارفع حیرت زدہ تھی وہ تو سمجھ بیٹھی تھی کہ اب اس کا خواب خیال ہوا مگر...... میزان کا حوصلہ بڑھاتا انداز...... حنان بھائی کی تسلی اور سامنے پڑے ہوئے فارم...... ایک خواب کی سی کیفیت میں اس نے فارم فل کرنا شروع کر دیے۔

☆☆☆

شام کو سب کزنز ارفع کے کمرے میں جمع تھیں، سب کے لئے ہی یہ خبر بہت خوش کن تھی، بہت دنوں بعد ارفع بھی دل سے مسکرائی تھی، ارمغان تایا اور تائی ایک ہفتہ بعد آ رہے تھے اس لئے ایک اچھا فنکشن متوقع تھا، خاندان میں اس طرح کا پہلا فنکشن تھا، سب کزنز کو ایک ہی فکر لاحق تھی اچھے سے ڈریس، جوتے، جیولری۔

ارفع سے یہ جان کر انہیں بہت خوشی ہوئی کہ وہ مزید تعلیم جاری رکھ سکے گی، اس کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر بکس پھر نظر آنے لگی تھیں، دن گویا پر لگا کر اڑ گئے، تایا تائی آ گئے تو دو دن بعد فنکشن رکھ دیا گیا، چچیاں مل کر دونوں طرف کی خریداری اور تیاری کر چکی تھیں جبران چاچو کا ارادہ صرف منگنی کا تھا مگر دادا جان نے نکاح کا کہہ دیا، جبران چاچو کے دل کو کچھ ہوا اتنی جلدی...... لیکن اباجی کا کہنا کیسے ٹال سکتے تھے، میزان کی گویا دلی مراد بر آئی۔

☆☆☆

فنکشن والے دن مہمان بس قریبی لوگ تھے، البتہ بچیوں کو خوب اجازت تھی فرینڈز کو بلانے کی، فنکشن گھر ہی پہ ارمغان چچا کے لان میں رکھا گیا، اسٹیج بھی تیار کروایا گیا، زارا کی ایک دوست نے بیوٹیشن کا کورس کیا ہوا تھا، اس نے ارفع کو تیار کر دیا، بڑی بڑی سیاہ آنکھیں نمایاں ہو کر ارفع کو مزید خوبصورت بنا رہی تھیں، میزان بھی سفید شلوار قمیض کے ساتھ براؤن شال گلے میں سجائے بہت ڈیسنٹ لگ رہا تھا، سبھی نے خوبصورت کپل کو سراہا۔

نکاح کے بعد سبھی کزنز نے دونوں کو گفٹس دیے، کھانے کا دور چلا تو میزان پھر ارفع کے پاس اسٹیج پر آ گیا، ارفع ابھی تک چچاؤں کے کیش پرائز گفٹس ہاتھ میں پکڑے ہوئے بیٹھی تھی جن کے اوپر لکھا تھا "پیاری بیٹی ارفع کے لئے"۔

"بھئی ان محبت ناموں کے اندر بھی تو جھانکو۔" میزان کی شوخ و شرارتی آواز سن کر ارفع نے نظریں اٹھائیں پھر فوراً ہی شرما کر جھکا لیں۔

ارفع نے ایک ایک کر کے سب کو کھولا ہر

[لفافے] میں سے کیش کی بجائے پانچ پانچ لاکھ [مالیت] کے چیک نکلے، ارفع حیران رہ گئی۔

"میں نے ہی سب کو یہ مشورہ دیا تھا کہ [آ]پ ارفع کے لئے جو کچھ کرنا چاہتے ہیں کر [د]یں۔" میزان نے بتایا۔

"مگر میرے میڈیکل کے سب واجبات تو [حن]ان بھائی کلیئر کروا چکے ہیں، آپ نے یہ سب کیوں کیا؟" ارفع حیران تھی۔

"جبران چاچو کہ یہ بتانے کے لئے کہ [بیٹ]یاں سانجھی ہوتی ہیں، محبت ان کا حق ہے اور [ان] کا فرض...... اس لئے سب کو اپنا فرض ادا کرنا [چاہ]یے اور دیکھو میں نے بھی اپنی محبت کا فرض ادا کیا ہے۔"

"آپ نے کب کیا؟ ماما بتا رہی تھیں حنان [بھ]ائی نے یہ سب کیا ہے، انہوں نے پاپا کو منایا ہے۔" ارفع نے اپنی معلومات بہم پہنچائیں، صبا، میزان بھائی کے لئے کھانے کی پلیٹ تیار کر لائی تھی۔

"اور حنان بھائی نے اتنا مشکل کام کیا کس کے لئے ہے؟ میرے لئے نا۔" میزان نے صبا کے ہاتھ سے پلیٹ لیتے ہوئے کہا۔

صبا اب اپنی پلیٹ لئے ارفع کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کے لئے اصرار کرنے لگی۔

ارفع نے ایک نظر میزان پر ڈالی محبت اور وفا کا پیکر، جس نے کوئی لمبے چوڑے عہد و پیمان نہیں باندھے تھے لیکن سب کو وفا کی ڈور سے باندھ دیا تھا۔

"او کے مان لیا۔" ارفع نے بہت آسانی سے مان لیا، میزان نے ارفع کو دیکھا، پھر مسکرا دیا، ارفع اب بھی اسے دیکھ رہی تھی۔

کسی خوش نگاہ سی آنکھ نے
یہ کمال مجھ پہ کرم کیا
میرے لوح جاں پہ رقم کیا
وہ جو ایک چاند سا حرف تھا، وہ جو ایک شام سا نام تھا
وہ جو ایک پھول سی بات پھرتی تھی در بدر
اسے گلستاں کا پتہ دیا
میرا دل کہ شہر ملال تھا، اسے روشنی میں بسا دیا
بہم کیا
میرے آئینوں پہ جو گرد تھی ماہ و سال کی
وہ اتر گئی
وہ جو دھند تھی میرے چار سو، وہ بکھر گئی
کبھی روپ عکس جمال کے
کبھی خواب شام وصال کے
وہ جو غبار وقت میں تھا سر بسر آئے ہوئے
وہ چمک اٹھے
لئے سات رنگ بہار کے
چلی میں جو سنگ بہار کے
کسی شعبدہ ساز نے
میرے نام پہ میرے واسطے
میری بے گھری کو پناہ دی
میری جستجو کو نشاں دیا
جو یقین سے بھی حسیں ہے
مجھے ایک ایسا گماں دیا
وہ جو ریزہ ریزہ وجود تھا
اسے ایک نظر میں بہم کیا
کسی خوش نگاہ سی آنکھ نے
یہ کمال مجھ پہ کرم کیا

☆☆☆

داستان بنت حوا

مابی ناز

زمین پھٹی نہ آسمان رویا
حوا کی بیٹی لٹتی رہی

"کلر والہ سے تین سالہ بچی کی زیادتی کے بعد مسخ شدہ لاش برآمد" تین سالہ نائلہ کو بیس سالہ جوان نے زیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد بے دردی سے قتل کر کے کھیتوں میں پھینک دیا، تین دن تک معصوم بچی کی بے گور و کفن لاش کھیتوں میں پڑی سڑتی رہی جہاں گدھ اور کتے اسے نوچ نوچ کر کھاتے رہے۔"

"گوجرانوالہ میں گھریلو ناچاقی اور تنازعات کے انتقام میں چوہدریوں نے گھر میں کام کرنے والی 45 سالہ زینب بی بی کو محلے کی گلیوں میں برہنہ کر کے دوڑا دیا، چوہدری فراز کی بہن گھریلو ملازمہ زینب بی بی کے بھائی کے ساتھ فرار ہو گئی تھی انتقاماً فراز نے موصوف کی غریب اور بیوہ بہن کو مکمل طور پر بے پردہ کر کے سارے محلے کی گلیوں میں دوڑایا، عوام اور حکومت خاموش تماشائی بنے رہے۔"

"کالج جاتی ہوئی ارسہ شہباز کو گن پوائنٹ پر چار لڑکوں نے اغواء کر لیا، ایک ماہ تک درندوں کی حراست میں رہنے اور ان کی ہوس کا نشانہ بننے والی ارسہ شہباز گھر لوٹنے پر انصاف کی دہائیاں دیتی تھک گئی، کوئی شنوائی نہ ہونے پر خود پر تیل چھڑک کر آگ لگا لی۔"

"ایک سال کی صائمہ کو اس کا بہنوئی ریاض اپنی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اپنی بیٹی بنا کر گھر لے گیا، لیکن موقع پاتے ہی معصوم بچی کو زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا، زیادتی کے بعد چھوڑیاں مار مار کر ہلاک کرنے کی ناکام کوشش، بچی کا چہرہ بری طرح مسخ، زندگی کی آخری سانسیں پوری کرتی صائمہ کے غریب والدین انصاف کی بھیک مانگنے پر مجبور۔"

"جوئے باز افتخار اپنی بیوی اور بیٹی سے جسم فروشی کا دھندا کرواتا رہا، انکار کی صورت میں تیزاب چھڑک کر بری طرح جھلسا دیا، پرسان حال کوئی نہیں۔"

"یقیناً ہم میں سے ہر ایک نے اس طرح کی کئی خوفناک اور لرزا دینے والی خبریں پڑھی، دیکھی اور سنی ہوں گی یہ اور اس جیسی ہزاروں ماتم کناں سرخیاں روزانہ اخبارات کی زینت بنی ہماری نظروں کے سامنے ہوتی ہیں، لیکن ہر بار ہم چند منٹ کے سوگ اور افسوس کے بعد بالآخر پھر سے اپنے اپنے کام دھندوں میں مشغول ہو جاتے ہیں جبکہ کچھ لوگ ایسے انسانیت سوز واقعات کو دیکھ کر بھی "دوسروں کا مسئلہ ہے" کہتے ہوئے درخور اعتنا نہیں جانتے اور باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر کہتے ہیں "شکر ہے کہ یہ سب ہمارے ساتھ یا ہمارے کسی "اپنے" کے ساتھ نہیں ہوا۔"

انسانی تاریخ کے اوراق ایسے لاکھوں المناک اور اندوہناک واقعات سے سیاہ ہو گئے لیکن ان "قسمت کی ماریوں" کے لئے کوئی مسیحا نہ آیا جو ہاتھ ان کی مدد کے لئے بڑھا وہ کاٹ دیا گیا جو قدم ہمدردی میں اٹھا روک دیا گیا "بنت حوا" کے نازک وجود کی نگہداشت کرنے والے

اسے نوچنے لگے جب محافظ ہی لٹیرے بن یں تو اس آشیاں کے اجڑنے میں کوئی شک ے رہتا ہے؟ آیئے قارئین آج میں آپ کو ایسی لڑکی کی کہانی اس کی زبانی سناؤں جو ت کے جہنم میں جھونکی گئی ایک معصوم لڑکی کو آتش گردوں سے بچانے کی تگ و دو میں خود بھی جھلس گئی۔

نہ کوئی تجھ سے رحم کی بھیک نہ اور ہی کوئی صلہ چاہیے
کسی جلتے ہوئے لاشے کے لیے بس آگ میں کود کر جلنا چاہیے
میں ہر حال میں ظلم گزیدوں کی جہاں تک ہو سکے

مجھے دنیا سے کچھ نہیں لینا صرف اپنے رب کی رضا چاہیے

شہروں کی بھاگتی دوڑتی زندگی میں جہاں ہزاروں درندے گھات لگائے بیٹھے ہیں وہیں گاؤں کی جہالت میں بھی سینکڑوں بھیڑیے منہ کھولے ہوئے ہیں، شہری زندگی میں گھروں سے باہر نکلنے والی عورت غیر محفوظ ہے تو گاؤں میں گھر کی چار دیواری میں مقید صنف نازک بھی سہمی ہوئی ہے، قارئین کرام نازش رحمٰن کی بیان کردہ اس اندوہ گیں داستان کو دیدہ گریاں سے سنیے اور دیدہ عبرت سے دیکھیے۔

☆☆☆

میں نازش رحمٰن ابھی تین سال کی تھی جب ماموں مجھے اپنے ساتھ شہر لے گئے تاکہ میں بھی ان کے بچوں کی طرح پڑھ لکھ سکوں، میں اپنے گاؤں کی ان خوش نصیب لڑکیوں میں سے ایک تھی جو شاید قسمت سے ہی پڑھ سکتی تھیں اور پھر میٹرک سے زیادہ تو چوہدریوں کی لڑکیوں میں سے بھی کوئی نہ پڑھی تھی اور اگر کوئی لڑکا صدیوں بعد ایسا پیدا ہوتا جو زیادہ پڑھ لکھ جاتا تو وہ دوبارہ کبھی گاؤں کا رخ نہ کرتا میرے ماموں کی طرح، میں نے بی اے تک تو شہر میں بہت اچھے طریقے سے پڑھا مگر پھر گاؤں سے اماں ابا کے واپسی پر اصرار اور ماموں کے پنڈی تبادلے کی وجہ سے مجھے اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر واپس گاؤں آنا پڑا، مجھے اپنا ماسٹرز نہ کر سکنے کا دکھ بھی تھا مگر اس بات کی خوشی بھی کہ میں پورے گوٹھ کی واحد اتنی پڑھی لکھی لڑکی ہوں ویسے بھی مجھے اپنے گاؤں کی کھلی فضا اور مٹی سے بے حد پیار تھا سو میں خوشی خوشی چلی آئی، مگر پچھلے ڈیڑھ ماہ سے میں جس طرح چوہدری صاحب کی سختی اور عزت و غیرت کے واقعات سن رہی تھی وہ پہلے تو میرے لئے عجیب تھے مگر اب پریشانی کا باعث بھی، آج بھی خالہ جیا اور اپنی اماں کے الفاظ سن کر میں ساکت رہ گئی کہ یہ لوگ اس معاملے میں کتنے Rigid سخت تھے، خدا جانے غلط تھے یا صحیح؟

''بھئی سچ تو یہی ہے کہ ہمارے چوہدری صاحب میں بڑے ہی غیرت والے اور با اصول آدمی، مجال ہے جو ذرا سی بھی بے حیائی برداشت کریں پھر ایسی ''نجو'' جیسی کلموہی اور بے شرم لڑکیوں کی سزا تو یہی ہونی چاہیے کہ انہیں بے دردی سے پتھر اور جوتے مار مار کر گاؤں والوں کے لئے عبرت بنا دیا جائے، اچھا کیا جو چوہدری صاحب نے گولی سے اڑا دیا اس کو۔''

خالہ جیا (رضیہ) جو پچھلے ایک گھنٹے سے اماں کے سامنے چوہدری صاحب کی قصیدہ گوئی میں رطب اللسان تھی اپنی موٹی سی ناک کو قدرے چڑھا کر بولی تو ان کی بات سن کر میری روح تک کانپ اٹھی مگر میں ضبط کیے کمرے کی کھڑکی کے پاس کونے میں بیٹھی رہی، کافی دیر بعد جب خالہ دل کی بھڑاس نکال کر اپنے گھر جانے کے لئے نکلی تو میں بھی اٹھ کر اماں کے پاس صحن میں چلی آئی۔

''اماں یہ نجو کو کیوں مارا چوہدری صاحب نے؟'' دل میں چبھتا کانٹا سوال بن کر بالآخر میری زبان تک آ ہی گیا۔

''بس بیٹا بے حیا تھی ماں باپ کی عزت کا ذرا سا بھی پاس نہ رکھا کاری تھی وہ اور کاری کی سزا موت ہی ہوتی ہے۔'' اماں کا آنچ دیتا نفرت سے بھرپور لہجہ دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تو اماں فوراً پگھل گئی اور نرمی سے مجھے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے بولی۔

''دیکھ نازی یہ عزت والے غیرت مند لوگوں کا گاؤں ہے، یہاں ماں باپ کی عزت پامال کرنے والی لڑکیوں کو یہی سزا ہے، جو خاندان کی عزت کا خیال نہ کرے پھر اس کا خیال بھلا کون کرے؟ پر تو دل چھوٹا نہ کر۔'' اماں نے ہاتھ میرے سر پر رکھ کر مجھے پچکارا۔

''میری نازی دھی تو تو بڑی پڑھی لکھی اور عقلمند ہے نا اتنی سی بات پر روتے نہیں چپ کر شاباش۔''

''یہ اتنی سی بات ہے اماں کسی انسان کی جان چلی جائے اور ہمیں افسوس تک نہ ہو۔'' مجھے اماں کی بات سن کر حقیقتاً دکھ ہوا تھا، مگر وہ میری بات پر چپ کر گئی۔

''وہ بے غیرت تھی نازی اور اب دیکھ تو اس کی ہمدردی کرنا بند کر تیرے باپ یا بھائی نے سن لیا نا تو تیری جان کو بھی آ جائیں گے۔''

''اور سن۔'' وہ قدرے آواز دبا کر ناصحانہ انداز میں بولیں۔

''ویسے تو تجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں تو خود پڑھی لکھی ہے مگر پھر بھی چتر کبھی کسی کج رو یا بے حیا لڑکی سے دوستی مت کرنا تو ہماری دھی ہے ہماری عزت اب تیرے ہاتھ میں ہے اور یاد رکھ اگر تو نے کوئی ایسی ویسی غلطی کی تو کسی سے بھی رحم یا معافی کی امید مت رکھنا۔'' بات ختم ہوتے تک اماں کے لہجے میں پھر وہی سختی اور تلخی در آئی تھی، مجھے تنبیہ کر کے اماں گھڑا اٹھائے نلکے پر چل دی مگر میں وہیں بیٹھی اماں کی سفاک لہجے میں کہی گئی بات میں کھو گئی، ان کا انداز مجھے ہولانے کے لئے کافی تھا۔

☆☆☆

''پتہ ہے نازش ایک بار بے بے زینب نے اپنا کھیس (موٹی چادر) دھو کر دیوار پر سوکھنے کے لئے ڈالا تو گلی میں گزرتے ہوئے بابا عالم نے وہ کھیس چپکے سے اڑایا اور اپنے گھر میں چھپا کے رکھ لیا، ادھر تیری بے بے زینب نے جب کھیس اپنی جگہ پر نہ پایا تو پورے گاؤں میں شور مچا دیا کہ ہائے میرا کھیس چوری ہو گیا ہے، معاملہ چوہدری کی پنچائیت تک پہنچ گیا، سب پوچھ پچھ ہوئی تلاشی لی گئی مگر کھیس نہ ملا۔'' لالی ایک پل کو سانس لینے کو رکی ادھر میں پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھی سو وہ پھر سٹارٹ ہو گئی۔

''پتہ ہے پھر چوہدری صاحب نے کیا کہا انہوں نے اعلان کیا کہ وہ کھیس جس کے پاس سے بھی ملا اسے پانچ سو روپیہ جرمانہ دینا ہو گا چوہدری صاحب کی بات سن کر بابا عالم یک دم غصے سے کھڑا ہو گیا اور منہ چلا کر بولا، چوہدری جی یہ بھی کوئی بات ہے بھلا چھٹا پرانا سا تو وہ کھیس ہے اگر میں نے اس کا پانچ سو دینا ہے تو اس سے بہتر ہے میں اتنے پیسوں کا نیا ہی لے آتا۔'' یوں اس نے پوری پنچائیت میں اپنی چوری خود ہی پکڑا دی۔''

بات پوری کر کے لالی (لیلیٰ) نے خود بھی زور و شور سے ہنسنا شروع کر دیا، جبکہ میرا تو بابا عالم کی معصومیت بھری بیوقوفی پر لوٹ پوٹ کر ہنستے ہنستے برا حال ہو گیا، اس وقت ہم سبزیوں کے کھلے کھیت میں بیٹھی بادلوں سے ڈھکے اس خوبصورت موسم کو انجوائے کر رہی تھیں، لالی اس گاؤں کی وہ خوبصورت ترین لڑکی تھی جس نے مجھے بے حد متاثر کیا پھر اس کی معصومیت بھری گفتگو نے مجھے اس سے دوستی کرنے پر مجبور کر دیا، وہ قدرے سہمی ہوئی سادہ سی لڑکی تھی اس کی خوب گوری اور کھلتی رنگت پر گہری سیاہ آنکھیں اور ان کی چمک خود بخود دیکھنے والوں کو اٹریکٹ کرتی تھی، مگر وہ خود کو چھپائے ہر وقت مجھ پر اور میری قسمت پر رشک کرتی تھی۔

''نازی تو بڑی خوش نصیب ہے جو اتنا پڑھ لکھ گئی ورنہ تو مجھ جیسی بدنصیب لڑکیاں چاہ کر بھی

پڑھ نہیں پاتیں۔" وہ آنکھوں میں حسرت سموئے مجھے دیکھتی تو مجھے بے اختیار اس سے ہمدردی ہونے لگتی۔

"لالی میرے خیال سے کافی دیر ہوگئی ہے چلو جلدی گھر چلیں۔" میرے کہنے پر ہم دونوں تیز تیز قدم اٹھاتی واپس آنے کے لئے بڑھیں تب ہی ایک جیپ تیز رفتاری سے آکر ہمارے سامنے رکی۔

"چھوٹے چوہدری جی آپ؟ السلام علیکم!" لالی نے جلدی سے گھبرا کر جیپ سے برآمد ہونے والے آدمی کو سلام جڑ دیا۔

"وعلیکم السلام، کہاں گئی ہوئی تھیں تم دونوں؟" بڑی بڑی مونچھوں والے اس آدمی نے بڑی بھاری اور بارعب آواز میں درشتی سے پوچھا۔

"جی وہ چوہدری جی یہ نازی کہہ رہی تھی کہ موسم کافی اچھا ہو رہا ہے تو...... تو تھوڑی دیر کھیتوں سے ہو آئیں اسے کھیت بڑے پسند ہیں نا۔" وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے تفصیلاً بولی، جبکہ میں ابھی تک اس آدمی کا بغور معائنہ کرنے میں مصروف تھی، بڑی مونچھوں اور لال سرخ آنکھوں کے ساتھ چہرے پر کرختگی لئے وہ شخص کہیں سے بھی شائستہ یا مہذب نہیں لگ رہا تھا میں بہت اعتماد سے کھڑی تھی جبھی وہ شخص ایک نظر مجھ پر پھینک کر دوبارہ گویا ہوا۔

"تم دونوں اکیلی کیوں آئی ہو؟ اور یہ وہ ماسٹر (رحمٰن) کی بیٹی ہے نا جو شہر گئی تھی پڑھنے کے لئے؟"

"جی..... جی چوہدری صاحب۔" میں ابھی تک خاموش ہی کھڑی تھی۔

"دیکھ لیں گے اس کو بھی۔" چوہدری نے گہری نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا پھر بولا۔

"ابھی فی الحال تو لالی تو چل میرے ساتھ ڈیرے پر۔"

"ڈیرے پر..... مگر چوہدری صاحب جی میں نے تو ابھی اپنے اماں بابا سے نہیں پوچھا۔" اس کی گھبراہٹ چہرے سے نمایاں تھی، جبھی چوہدری نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

"او نہیں پوچھا تو میں کیا کھانے لگا ہوں تجھے، ایک بار ان کو بتا دیا کہ چوہدری نیاز کے ساتھ گئی تھی پھر کسی کی کیا مجال کہ کوئی کچھ کہے۔" اس نے اپنی غرور سے اکڑی گردن کو مزید اکڑا دیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے چوہدری جی مگر گاؤں والے باتیں کرتے ہیں، آپ کو تو کوئی کچھ نہیں کہے گا مگر میری شامت آجائے گی اور مجھے تو جی ان لوگوں اور اپنے اماں بابا سے بہت ڈر لگتا ہے۔" وہ نظریں جھکا کر ایک بار پھر انکار کرنے لگی تو چوہدری نے آگے بڑھ کر سختی سے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"اوئے کس کی جرأت ہے اتنی، ہماری مرضی کے بغیر تو پرندہ بھی پر نہ مارے پر، دیکھتا ہوں میں کیسے کرتے ہیں یہ بات؟" وہ اسے پکڑ کر آگے بڑھنے لگا تو لالی نے میری طرف مدد طلب نظروں سے دیکھا اور مجھے یوں پکارا جیسے میں کوئی مسیحا ہوں جو اسے سخت گرفت سے نجات دلا دے گا۔

"نازی!" اس کے یوں پکارنے پر میں نے بڑے تحمل سے چوہدری کو مخاطب کیا۔

"دیکھئے چوہدری صاحب جب لالی ابھی نہیں جانا چاہ رہی تو آپ زبردستی کیوں کر رہے ہیں؟ تھوڑی دیر بعد وہ خود اپنی اماں کے ساتھ آجائے گی ڈیرے پر۔"

"او چل بس کر لو، تیرے جیسی شہر میں پڑھی لکھی عیاش اور اوباش لڑکی کے میں منہ بھی نہیں لگنا چاہتا جو لڑکوں کے ساتھ پڑھنے لکھنے کے بہانے نجانے کیا کیا گل کھلا آئی ہو۔" چوہدری کے انداز تخاطب اور اس کے منہ سے نکلنے گالی مجھے آگ بگولا کر گئی۔

"چوہدری صاحب۔" میری بلند آواز چاروں طرف کھیتوں میں پھیل گئی۔

"اگر آپ میرے ساتھ تمیز سے بات کریں گے تو بدلے میں بھی آپ کی عزت کروں گی لیکن اگر آپ یوں بدتمیزی دکھائیں گے تو میں بھی کوئی لحاظ نہیں کروں گی سمجھے آپ؟" میرا انگلی اٹھا کر وارن کرنا چوہدری صاحب کو مزید بھڑکا گیا۔

"بہت کڑ بھر لمبی زبان ہو گئی ہے تیری لگتا ہے کاٹنی پڑے گی، ٹھیک ہے دیکھ لوں گا میں تم لوگوں کو بھی، آج تو میں جا رہا ہوں مگر یاد رکھنا یہ گھڑیاں بہت مہنگی پڑیں گی تمہیں بدلہ تو چکانا پڑے گا۔" وہ سرخ انگارہ آنکھوں سے ہمیں گھورتے ہوئے بولا۔

"جب وقت آئے گا تو دیکھ لیں گے ہمیشہ ضروری نہیں کہ ہار عورت کے حصے میں ہی آئے کبھی کبھی مرد کو بھی بدلہ چکانا پڑ جاتا ہے۔" میں نے بہت اعتماد کے ساتھ اس کے الفاظ اسی کو لٹائے تو وہ زہر خند مسکراہٹ میری طرف اچھال کر بولا۔

"ایک بات کھوپڑی میں بٹھا لینا بی بی کہ تیرے یہ واہیات لیکچر جو تو شہر سے سیکھ کر آئی ہے یہاں کسی کام نہ آئیں گے اور دھیان سے سن لے عورت چاہے شہر کی پڑھی لکھی ہو یا گاؤں کی ان پڑھ ہو رہے گی وہ عورت ہی جو نہ کبھی مرد کو ہرا سکی ہے نہ ہرا سکے گی اور تم لوگوں کا انجام برا ہوگا یاد رکھنا۔" وہ الفاظ کی صورت منہ سے شعلے برساتا ہوا واپس چلا گیا تو لالی نے سہمی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"کچھ غلط ہو گیا ہے نازی۔" اور اس بات کا اندازہ تو خود مجھے بھی ہوا تھا کہ جو ہوا ہے وہ اچھا نہیں ہوا۔

☆☆☆

کھیتوں سے واپسی پر گھر آکر میں نے اماں کو بابا اور بھائی کے سامنے ہی ساری بات تفصیل سے بتائی تو ابا اور لالا اور لیس نے میرا گھر سے نکلنا بند کر دیا، میں نے احتجاج کرنا چاہا تو لالا ادریس بولے۔

"دیکھ نازی ہمیں اپنی عزت بڑی پیاری ہے اس کے لئے ہم تجھے گھر میں قید رکھنا تو کیا مار بھی سکتے ہیں مگر کسی کی بات سننا ہمیں گوارا نہیں ہے۔" بھائی کا انداز ایسا دو ٹوک تھا کہ میں نے خاموشی اختیار کرنے میں ہی عافیت جانی کیونکہ شاید میں اپنے گھر والوں کے خیالات اور سوچ بھی جان گئی تھی۔

تقریباً ڈیڑھ ماہ سے میں گھر میں بالکل قید ہو کر رہ گئی تھی، اس دن کے بعد نہ لالی مجھ سے ملنے آئی اور نہ ہی میں ان کے گھر جا سکی، ایک دن بھری دوپہر میں لالی میرے گھر چلی آئی تو مجھے اس کو دیکھ کر حیرت کا شدید جھٹکا لگا کہ اس کا گورا سفید موتی جیسا رنگ بالکل پیلا زرد ہو رہا تھا اور خوبصورت چمکیلی آنکھوں میں عجب وحشت اور اداسی جھلک رہی تھی میں اس دن گھر پر اکیلی تھی سو میں نے بے حد اصرار کر کے اس کی اس حالت کی وجہ پوچھی تو تب وہ روتے ہوئے بولی۔

"نازی اس دن چوہدری سے ہونے والی منہ ماری کے بعد میں نے کسی کو اس بارے میں نہیں بتایا تھا کیونکہ بدنامی سراسر اپنی ہی ہوتی مگر

جاتی ہوا اس کے ایک ہفتہ بعد ہی چوہدری نیاز نے میرا رستہ روکا اور کہا کہ وڈے چوہدری جی نے مجھے اپنے ڈیرے پر بلایا ہے اب کی بار اگر میں نہ گئی تو وہ مجھے زبردستی اٹھا کر لے جائے گا، میں بہت ڈر گئی تھی نازی اسی لئے اس کی دھمکی پر اس کے ساتھ چلی گئی مگر ڈیرے پر نہ تو وڈا چوہدری تھا اور نہ ہی کوئی اور اس نے مجھے دھوکا دیا تھا جھوٹ بولا تھا اور پتہ ہے نازی ....'' وہ رک کر میری طرف دیکھنے لگی۔

''اس چوہدری نے کیا کیا؟ اس نے اپنی بات پوری کر دی میری عزت میرا مان سب کچھ چھین لیا مجھ سے۔'' وہ اب بلند آواز سے ہچکیوں میں رو رہی تھی جبکہ میرے پیروں تلے نہ زمین رہی تھی اور نہ سر پر آسمان، ہزاروں بم گویا ایک ساتھ میرے سر پر پھٹے تھے، کئی لمحے مجھ سے کچھ بھی بولا نہ گیا۔

''لالی تو نے..... تو نے گھر والوں یا وڈے چوہدری کو بتایا؟'' بہت دیر بعد میں نے ہمت کر کے اس سے استفسار کیا۔

''وڈا چوہدری جانتا ہے سب کچھ..... مگر وہ کمینہ بھی چوہدری نیاز کا ہی باپ ہے جو دوسروں کی بہنوں بیٹیوں پر الزام لگا کر انہیں تو بھری پنچائیت میں گولی مار سکتا ہے مگر خود غیرت اور عزت کے نام تک سے واقف نہیں۔'' وہ حقارت سے بولی۔

''وڈے چوہدری کو میں نے بتایا تو اس نے الٹا مجھے ہی دھمکی دی کہ اگر میں نے کسی کو یہ بات بتائی یا اپنی زبان کھولی تو وہ مجھے اذیت ناک موت تو دے گا ہی مگر اس سے پہلے جو بدنامی اور رسوائی پورے گاؤں میں کروائے گا اس کے بعد لوگ میری لاش پر بھی تھوکیں گے، جبکہ وہ چوہدری تو پھر ویسے کا ویسا ہی قابل عزت اور محترم رہے گا۔''

''لیکن لالی تجھے کسی نہ کسی کو تو بتانا چاہیے تھا۔''

''کوئی فائدہ نہیں، سب مجھے ہی الزام دیں گے اور پھر چوہدری کا نام لینے پر تو کوئی مانے گا بھی نہیں کیونکہ وہ بہت محترم سمجھا جاتا ہے یہ معاشرہ مردوں کا ہے وہ عورت کے ساتھ جیسا سلوک کرنا چاہے کریں گنہگار تو عورت ہی کہلائے گی، چوہدری نیاز نے جو کہا وہ کر دیا اور اب میں نہیں چاہتی کہ وڈے چوہدری نے جو کہا ہے وہ اسے بھی پورا کر دے، مگر میں کیا کروں میں اپنے اندر ہونے والی اس تبدیلی کو روک نہیں سکتی۔'' وہ ایک بار پھر بے بسی سے رونے لگی۔

''نازی میں..... میں اس چوہدری کے ناجائز بچے کی ماں۔'' وہ اپنی بات پوری نہ کر پائی تھی اور مجھے لگا جیسے پورے گھر کی چھت ''دھڑام'' سے میرے اوپر آ گری ہو، جہاں عورت بہت نیچے دب گئی ہو، نجانے کتنی دیر ہم دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کر روتی رہیں اور پھر اچانک میں نے اسے خود سے الگ کیا اور اک عزم سے بولی۔

''اب میں چپ رہنے والی نہیں لالی، بہت برداشت کر لیا ہم عورتوں نے ان کی ناانصافیوں کو، میں پورے گاؤں کو بتاؤں گی کہ چوہدری کس قدر گھٹیا اور ذلیل آدمی ہے، میں تمہارا ساتھ دوں گی میں گواہی......''

''نہیں..... نہیں تجھے خدا کا واسطہ ہے نازی تو ایسا کچھ مت کرنا، مجھے بے گناہ ثابت کرنے کی تیری کوشش کام نہ آئے گی، یہ داغ جو میرے ماتھے پر کالک کی طرح لگ گیا ہے تو اسے مٹاتے مٹاتے خود اپنے ہاتھ کالے مت کر لینا، یہاں کے لوگ تو پہلے ہی تیرے پڑھے لکھے ہونے پر اعتراض کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سارا قصور تیری اس پڑھائی کا ہے جس نے تجھے منہ پھٹ اور مردوں سے بات کرنے والی بے حیا لڑکی بنا دیا، تجھے میری قسم تو ایسا کچھ نہیں کرے گی جس سے آئندہ کوئی گاؤں کا آدمی اپنی اولاد کو پڑھنے نہ دے۔'' وہ منت کرتے ہوئے بولی۔

''لیکن کیا فائدہ ایسی پڑھائی کا جس سے ہم کسی مظلوم کو اس کا حق بھی نہ دلا سکیں۔'' میں نے پھر سے کہا۔

''کس حق کی بات کر رہی ہو نازی جو سرے سے کبھی اس گاؤں میں مانا ہی نہیں گیا، تم اکیلی کچھ نہیں کر سکتی، رہی میری بات تو یہ ذلالت اور بے عزتی کی موت میرا نصیب بن گئی ہے۔'' وہ حد درجہ مایوس اور اداس تھی۔

یہ جو ایک ایک پل گزر رہا ہے نا میرے لئے کسی قیامت سے کم نہیں مجھے اسی میں اپنی پوری زندگی جینا ہے تو بہ کر لی ہے، اپنے رب کو منانا ہے تاکہ ذلت کی اس موت کے بعد اگلی دنیا میں عزت پا سکوں میں جانتی ہوں یہ بات گاؤں والوں کو آج پتہ چلے یا کل بے قصور ہوتے ہوئے بھی قصور وار مجھے ہی ٹھہرایا جائے گا، یہاں تو کوئی کسی کی بہن بیٹی کی طرف انگلی اٹھا کر جھوٹی بات بھی کہہ دے تو وہ ساری زندگی کے لئے رد کر دی جاتی ہے صفائیاں دیتے دیتے اس کی عمر گزر جاتی ہے جبکہ یہاں تو ایک بہت بڑا ثبوت سچ کی صورت سامنے ہو گا پھر چوہدری کے مقابلے میں کون میری بات سنے گا؟ کون مانے گا تیری گواہی کو؟''

''لیکن.....؟'' میں نے کچھ کہنا چاہا۔

''لیکن ویکن کچھ نہیں نازی، بس تو اتنا احسان کرنا کہ ابھی یہ بات کسی کو نہ بتانا میرے پاس یہ جو چند گھڑیاں بچی ہیں انہیں مجھ سے مت چھیننا، تو یہاں کے لوگوں کو نہیں جانتی ان جاہل گاؤں والوں اور چوہدری میں کوئی فرق نہیں میں اپنا بدلہ قیامت کے دن ان گاؤں والوں اور عزت و ناموس کے علمبردار بنے ان چوہدریوں سے خود لوں گی، جو مجھ اور مجھ جیسی بے گناہ لڑکیوں کو موت کی سزا سناتے ہوئے خدا کی ذات کو بھول جاتے ہیں۔'' وہ میرے سامنے ہاتھ جوڑے رو رہی تھی جبکہ میں عالم تحیر میں کھڑی رہ گئی، کیونکہ میرے پاس بولنے کو کوئی لفظ نہیں تھا۔

☆☆☆

لالی کو میرے گھر آئے چار ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا، اس کے بعد وہ مجھے کبھی دکھائی نہ دی اور میں خود اس واقعہ کے بعد اس قدر وحشت زدہ ہو چکی تھی کہ گھر کے دروازے پر جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا تھا اس دوران میں نے کئی بار اللہ کے سامنے لالی کے حق کے لئے دست سوال دراز کیا تھا، کئی بار رات کو سوتے میں ڈر کر آنکھ کھل جاتی تھی اور سوچتی تھی کہ نجانے اب کیا ہو گا لالی کے ساتھ؟

ایک صبح جب میں سویرے سویرے اٹھ کر نلکے پر ہاتھ منہ دھونے آئی تو اماں اپنی نئی موٹی چادر لپیٹ کر عجلت میں میرے پاس آئیں۔

''نازی دروازے کی کنڈی لگا لے میں چوہدری کی پنچائیت میں جا رہی ہوں ذرا۔''

''پر کیوں اماں؟'' میرا دل انجانے خوف سے دھڑکا۔

''وہ گامے (غلام) کی بیٹی تھی ناں لالی وہ کمینی پتہ نہیں کس خبیث کی اولاد پال رہی تھی کوکھ میں، آج اسی کو لے کر گئے ہیں جرگے میں فیصلہ ہو گا، توبہ میرے خدایا، ایسی گھٹیا اور ذلیل اولاد سے تو بے اولاد ہونا بہتر ہے جو ماں پیو کو دوسی نظر اٹھانے کے لائق نہیں چھوڑتے۔'' اماں اور

READING CORNER

بھی نہ جانے کیا کچھ بڑبڑاتی رہیں مگر میری سماعت تو مفلوج ہو چکی تھی، اماں کے جانے کے چند منٹ بعد میں اپنی چادر سنبھالتی ہوئی باہر نکل گئی، میرا رخ اب جرگے کی طرف تھا۔

"توبہ توبہ کیسی میسنی نکلی یہ کلموڑ ماری۔"

"بہت اچھا ہوا اگر چوہدری صاحب اس بے حیاء کا گلا کٹوا ڈالیں، ورنہ ایسی بے شرم تو دوسروں کی بہو بیٹیوں کو بھی خراب کر دے گی۔" طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں، پنچائیت میں اتنا ہجوم تھا کہ جیسے پورے کا پورا گاؤں چوہدری کے ڈیرے پر جمع ہو گیا ہو، میں چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔

"ارے کھیتوں میں جاتی تھی کام کرنے وہیں نہ جانے کس کے ساتھ گل کھلاتی رہی اور ہمیں پتہ بھی نہ چلا۔" میرے قریب کھڑی عورت ساتھ والی سے کہہ رہی تھی۔

"اے بہنے ہو گا کوئی دوسرے گاؤں کا وہاں بھی تو جاتی تھی کام کرنے اور ویسے بھی اپنے گاؤں کے تو سارے کے سارے مرد خود ہی اپنی عزت اور غیرت پر مر مٹنے والے ہیں پھر وہ کیوں ایسا کچھ کر دیں گے۔" مجھے ان کی بے خبری اور جاہل پن پر بیک وقت غصہ اور ترس آ رہا تھا، نفرت سے ان عورتوں کو دھکیلتے ہوئے میں آگے بڑھی تو دیکھا کہ بڑے چوہدری پنچائیتی کرسی پر بیٹھے تھے جبکہ چوہدری نیاز اور اس کے دو بھائی علمبردار اور اللہ دتہ کے ساتھ آس پاس رکھی کرسیوں پر براجمان تھے، لالی پنچائیت کے بیچوں بیچ سر جھکائے رو رہی تھی اس کے گھر کے تمام افراد وہاں موجود تھے۔

"میں نے بہت پہلے اس لڑکی کے لچھنوں سے آگاہ کیا تھا تجھے گامے پر تو نے وہی بے غیرتی دکھائی اور اس کو آزادی دیئے رکھی دیکھ لیا نتیجہ اب اس کا۔" وڈے چوہدری صاحب پورے غضب سے دھاڑے جبکہ لالی کے باپ کا سر شرم سے زمین پر لگنے کو تھا۔

"اب تیرے رونے یا شرمندہ ہونے سے کچھ نہیں ہو گا مسئلہ پورے گاؤں کا ہے اگر تو واقعی عزت یا غیرت والا ہے تو پکڑ یہ کلہاڑا اور اتار دے اس بے شرم کی گردن۔" الفاظ تھے یا کوئی بم میرے وجود کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے، چوہدری نیاز نے اٹھ کر کلہاڑا آگے کیا مگر گامے میں اتنی ہمت نہ تھی۔

"دیکھا...... دیکھا گاؤں والو، یہ ایک بے غیرت باپ ہے جس نے اپنی بیٹی کو بے حیائی پھیلانے کے لئے زندہ رکھا ہوا ہے۔"

"چوہدری نیاز ڈر...... ڈر خدا کے غضب سے اگر میرے ماں باپ نے مجھے بے حیائی پھیلانے کے لئے رکھا ہوا ہے تو تیرے ماں باپ نے تجھے کتوں کی طرح عیاشی کرنے اور دوسروں پر جھوٹے الزام کے لئے پال چھوڑا ہے۔" ہجوم میں سنسناہٹ پھیل گئی۔

"ہاں میرے وجود میں پلتا یہ بچہ بے شک ایک کتے، کمینے اور خبیث کی اولاد ہے اور وہ کتا کوئی اور نہیں صرف تو ہے تو، یہ ہے تیری اوقات۔" جوش کی وجہ سے لالی کی آواز پھٹ رہی تھی۔

"بکواس بند کر کمینی۔" نیاز نے ایک الٹے ہاتھ کا تھپڑ لالی کے منہ پر مارا تو لوگوں پر سناٹا طاری ہو گیا، وہ اسے بالوں سے پکڑتے ہوئے بولا۔

"جب کسی اور کا نام نہیں آیا تو میرا نام بھونک دیا، یاد رکھ میری غیرت مندی کا گواہ یہ پورا گاؤں ہے، تو جتنا چاہے ڈھنڈورا پیٹ لے اس گاؤں کا ایک بھی بندہ یہ بات نہیں مانے گا کہ

مجھ جیسا عزت دار آدمی یہ کام کر سکتا ہے۔"

"جانتی ہوں کوئی نہیں مانے گا، اس لئے تو چپ چاپ تمہارا فیصلہ بن رہی ہوں لیکن قیامت کے دن تجھے میرا تجھے میرا فیصلہ سننا ہو گا جب تیرا گریبان......"

"چپ کر گھٹیا عورت، کرتوت دیکھ اپنے اور باتیں دیکھ۔" وہ اسے بالوں سے جھنجھوڑتے ہوئے ایک اور تھپڑ رسید کر چکا تھا، غصے کے مارے خون میری شریانوں میں ابلنے لگا۔

"ایسے دعوے کسی ثبوت کسی گواہ کے برتے پر کئے جاتے ہیں ہمارے سامنے تو اتنا بڑا ثبوت ہے تیرے گنہگار ہونے کا تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ تو سچی اور معصوم ہے کون گواہی دے گا؟" وہ بولا۔

"میں دوں گی گواہی اس کے بے قصور ہونے کی، میں جانتی ہوں کہ یہ کام تجھ جیسے عزت کی آڑ میں بے غیرتی دکھانے والے انسان کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا ہے۔" میں حلق کے بل چلاتی ہوئی آگے بڑھی تو چوہدری سمیت پنچائیت کے تمام افراد دنگ رہ گئے، چند عورتوں نے منہ پر ہاتھ رکھ کر دبی دبی آواز میں سرگوشیاں کیں۔

"یہ کون بدتمیز اور بدتہذیب لڑکی ہے جسے یہ بھی نہیں پتہ کہ مردوں سے بات کیسے کی جاتی ہے؟" وڈا چوہدری چنگھاڑا۔

"ابا یہ مانے کی دھی ہے جو شہر سے پڑھ کر آئی ہے، بہت چٹر چٹر کرتی ہے پہلے بھی بکتی رہی ہے یہ وہاں، لالی کے ساتھ بہت پھرتی تھی یہ، اس نے پٹیاں پڑھائیں ہوں گی جیسی عیاشی یہ خود وہاں کرتی رہی ہے ویسی ہی اسے......" اماں ہجوم کو چیرتی ہوئی مجھ تک آنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"بس چوہدری اس دن بھی تو نے ایسی ہی بکواس کی تھی جس دن میرا اور لالی کا راستہ روکا تھا، تمہارے ذہنوں میں جو یہ خناس بھرا ہے نا یہ خدا کی پکڑ پر ایک جھٹکے سے نکل جائے گا تم جیسے نیچ اور گندی ذہنیت کے لوگ بس اتنا ہی سوچ سکتے ہیں۔" میں غصے سے ہانپ رہی تھی، جبکہ مجمعے سے کئی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

"ہائے ہائے دیکھو تو کیسی منہ پھٹ ہے، صحیح کہہ رہا ہے چوہدری کیا شہر سے یہی تمیز سیکھ کر آئی ہے، چوہدری صاحب سے کسی نے آج تک اس لہجے میں بات نہیں کی مرنے والی کو تو ڈر نہیں لیکن اس کو کیا ہوا؟"

"لالی کے ساتھ تو یہ اکڑ رہتی تھی ورنہ خود لالی تو ایسی نہ تھی۔" نسوانی آواز میرے کانوں میں پڑی تو میں نے مڑ کر تاسف سے انہیں دیکھا۔

"نازی ہوش کر یہ چوہدری صاحب کی پنچائیت ہے۔" اماں میرا بازو پکڑ کر جھنجھوڑ رہی تھی۔

"اور تو یہ کیا اول فول بک رہی ہے تجھے کیا ضرورت پڑی ہے کسی کے معاملے میں بولنے کی چل ادھر۔" انہوں نے مجھے پیچھے کھینچا۔

"ٹھہر جا ذرا بیٹے، جس لڑکی کو تو آج تک تمیز نہیں سکھا سکی اسے آج ہم گاؤں والوں کے سامنے سکھائیں گے کہ بات کیسے کی جاتی ہے، ایک تو بے حیائی پھیلائی ہے اوپر سے۔" وڈا چوہدری دھاڑا۔

"نہیں نہیں وڈے چوہدری جی بچی ہے غلطی ہو گئی بے چاری کو پتہ نہیں تھا معاف کر دیں جی۔"

"بس کر دے چاچا بات اک تیری بیٹی کی نہیں پورے گاؤں کی بیٹیوں کی ہے، اگر آج اسے سزا نہ دی گئی تو کل یہ کسی اور لالی کو ورغلائے گی۔" چوہدری طیش کے عالم میں

آگے بڑھا۔

”مجھے کسی نے نہیں ورغلایا، یہ میری طرح بے قصور ہے چھوڑ دو اسے۔“ لالی چیخی مگر وہ خود اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر سکتی تھی میری رہائی کیا کرواتی۔

”ارے بہت خوددار اور غیرت مند سمجھتے ہو نا خود کو لیکن رات کی تاریکی میں بے حیائی کا وہ ناچ ناچتے ہو جس پر حیاء کا پردہ ڈالنا بھی پھر خوب جانتے ہو، تم لوگوں سے اچھی اور باعظمت تو وہ لڑکیاں ہیں جو تم جیسے بھیڑیوں کے ہاتھوں روندی جاتی ہیں لیکن جھوٹ یا بہتان طرازی تو نہیں کرتی۔“ میرا وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔

”بند کر اپنی بے ہودہ تقریر، تو کیا سمجھتی ہے اس طرح تو گاؤں والوں کو بھٹکا لے گی، تو لالی جیسی کسی بیوقوف کو تو جھانسا دے سکتی ہے ہمیں نہیں۔“ وڈا چوہدری بھڑک کر کرسی سے اٹھا۔

”میں کیا بھٹکاؤں گی انہیں جو پہلے ہی بھٹکے ہوئے ہوں میں تو گاؤں والوں کو بہت سادہ اور معصوم سمجھتی تھی مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ ایسے جاہل ہوں گے جو کسی کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور انہیں اپنی غلطی کا احساس تک نہ ہوگا۔“

”بس کر دے نازی چپ کر جا۔“ اماں نے میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

”ہمت تو دیکھیے۔ اس کی ابا جان کیسے بھری پنچائیت میں ہمیں جھوٹا اور بہتان طراز کہہ رہی ہے۔“ چوہدری نیاز کے بھائیوں میں سے ایک اٹھ کھڑا ہوا۔

”دیکھا گاؤں والوں کیسے بدچلن اور آوارہ لڑکیوں کو باعظمت اور اچھی کہہ کر ہماری اور پنچائیت کی توہین کر رہی ہے، سزا تو اسے ملے گی ہی لیکن اب جرگے کے افراد مل کر فیصلہ کریں کہ ان دونوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟“ وڈا چوہدری گاؤں والوں سے مخاطب ہوا۔

”مجھے جو چاہو سزا دے لو مگر اسے چھوڑ دو، اس نے کچھ نہیں کیا؟“ لالی کی صداؤں اور اماں ابا کی فریادوں کی پرواہ کیے بغیر پنچائیت نے لالی کی سزا موت اور میری سزا 80 جوتے مقرر کی، لالی کا سب سے بڑا بھائی کلہاڑا تھام کر اس کی طرف بڑھا تو اس نے منت بھری نظروں سے بھائی کو دیکھا کہ آخر موت کا ڈر تو سبھی کو ہوتا ہے۔

”ادا...... ادا سائیں میں بے قصور ہوں، خدا کے واسطے مجھ پر یہ ظلم نہ کرو۔“ اس نے بھائی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

”تو بھی گناہ گار ہو جائے گا ادا، یہ غیرت کے نام پر تجھ سے بے گناہ کا ناحق قتل کروانے لگے ہیں، اللہ کے واسطے مجھے مت مارو ادا سائیں۔“ موت کا خوف بری طرح اس پر سوار تھا اس کے بھائی کی گرفت کلہاڑے پر ڈھیلی پڑ گئی تو اس کے ہاتھ سے کلہاڑا چھوٹتے دیکھ کر مجمعے میں سے آواز آئی۔

”بے غیرت ہے یہ شیدا، اتنی بھی ہمت نہیں کہ ایک بے شرم لڑکی کو کاری کر کے جہنم واصل کرے اور اپنی رہی سہی ساکھ بچائے۔“

”آفرین ہے تجھ پر اور تیری مردانگی پر۔“ دوسری آواز اور پھر کئی تائیدی آوازیں میری سانسیں اٹک گئیں۔

”دیکھ شیدے اگر تو اسے نہیں مارے گا تو ہم اسے بے دردی کی اذیت ناک موت ماریں گے کیونکہ یہاں سوال پورے گاؤں کی غیرت اور ماں بیٹیوں کی عزت کا ہے، مرے گی تو یہ ہر صورت مگر بہتر ہے کہ تو اسے اپنے ہاتھوں سے مار کر گاؤں والوں کی نظروں میں سرخرو اور عزت دار ہو جا۔“ چوہدری کی آواز پر شیدے نے ایک دم ہوا میں کلہاڑا لہرایا اور لالی کی گردن پہ پہلا وار کیا۔

”اللہ!“ نازی کے حلق سے فلک شگاف چیخ بلند ہوئی اور کسی مٹی کے بت کی طرح وہ ”دھڑام“ سے زمین پر گری۔

”میں بے غیرت نہیں ہوں، میں بے غیرت نہیں ہوں۔“ ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے شیدا اس پر پے در پے وار کر رہا تھا۔

”لالی......!“ میری آواز پورے گاؤں میں گونجی اور میں گھٹنوں کے بل زمین پر گری، لالی میرے سامنے خون میں لت پت تڑپ رہی تھی۔

”مجھے بچا لو نازی۔“ لالی کی آواز ختم ہو جانے کے باوجود مجھے سنائی دے رہی تھی اور میں پوری کھلی آنکھوں سے یک ٹک لالی کی لاش کو بے جان وجود میں ڈھلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

مجھے خبر نہ ہوئی کب گاؤں کے مردوں اور عورتوں نے بڑھ کر باری باری میرے سر پہ جوتے مارنے شروع کیے؟ جانے کتنے جوتے کھانے کے بعد میں بے ہوش ہو گئی تھی اور گاؤں والوں نے باقی جوتے مجھے کہاں اور کیسے مارے تھے؟ مجھے یاد ہے تو صرف اتنا کہ میرے سر پہ پڑنے والا پہلا جوتا میرے بھائی یا باپ اور پھر اماں کا تھا جو مجھے زندہ درگور کر گیا تھا، لالی کا تڑپ تڑپ کر ساکت ہو جانے والا بت میرے سامنے پڑا تھا اور یہ ہی وہ آخری منظر تھا جو بے ہوش ہونے سے پہلے میری نظروں نے دیکھا، لالی کی روح تو اوپر آسمانوں پر جا چکی تھی مگر میں پاتال کی گہرائیوں میں گر رہی تھی، ہر لحہ ہر پل اور سر پہ پڑنے والے ہر جوتے کے ساتھ۔

☆☆☆

آج اس بات کو چھ ماہ ہو چکے ہیں اور میرا حال یہ ہے کہ لوگ مجھے پاگل کہتے ہیں، مجھے گھر میں ایک لمبی زنجیر کی مدد سے باندھ دیا جاتا ہے تاکہ کسی کو ضرر نہ پہنچا سکوں مگر شاید لوگ یہ نہیں جانتے کہ اب میں کسی کو ضرر پہنچانے کے قابل ہی کہاں ہوں؟ لالی خوش نصیب تھی جو ایک ہی بار مر گئی مگر میں آج بھی زندہ ہوں ہر روز ایک نئی موت کے لئے اور شاید ان ظالم بھیڑیوں کا انجام دیکھنے کے لئے۔

نجو (نجمہ)، لالی (لیلیٰ)، نازی (نازش) یہ تینوں نام ان ہزاروں لڑکیوں کے ناموں میں سے ہیں جو عزت وغیرت کے واقعات کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں، آج میں سوچتی ہوں کہ چوہدری نیاز نے ٹھیک کہا تھا۔

”عورت چاہے شہر کی پڑھی لکھی ہو یا گاؤں کی ان پڑھ رہے گی وہ عورت ہی جو نہ کبھی مرد کو ہرا سکی ہے اور نہ ہرا سکے گی۔“

ہر حال میں تو مظلوم ہوئی
ہر دور میں تو مقہور ہوئی
کبھی خود فروشی تک نوبت آئی
کبھی خود سوزی پہ مجبور ہوئی
بھوک ہوس لاچاری افلاس
کس کس ڈر سے تو روئی نہیں
اے بنت حوا اے بنت حوا اے بنت حوا
تیرا غمگسار یہاں کوئی نہیں

☆☆☆

حاصل مطالعہ

القرآن

مومنوں کی بات اس کے سوا نہیں کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور وہی فلاح (دو جہاں) کی کامیابی پانے والے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولوں کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے۔ پس وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

سارا حیدر، کوٹ ادو

حدیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے اور نہ چھپ کر دوسروں کی باتیں سنو، نہ ٹوہ لگاؤ، نہ دوسرے کے سودے پر محض دھوکا دینے کے لئے بڑھ کر قیمت لگاؤ۔ نہ آپس میں ایک دوسرے سے حسد کرو، نہ باہم بغض رکھو نہ آپس میں بول چال بند کرو اور سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔''

علینہ طارق، لاہور

''صرف اللہ سے مانگو''

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ''اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے تو تم بھی ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو حرام سمجھو۔''

''اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں ہدایت دوں۔ پس مجھ سے ہدایت کی دعا مانگو تو میں تمہیں ہدایت دوں۔''

''اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں کھانا دوں پس مجھ سے روزی مانگو تو میں تمہیں کھلاؤں۔''

''اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک ننگا ہے سوائے اس کے جس کو میں پہناتا ہوں، تو مجھ سے کپڑا مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔''

''اے میرے بندو! تم رات میں اور دن میں گناہ کرتے ہو اور میں معاف کر سکتا ہوں، پس مجھ سے معافی مانگو، میں تمہیں معاف کر دوں گا۔'' (مسلم شریف)

فلاح نعیم، شیخوپورہ

انمول موتی

☆ امن کی فاختہ وہیں اترتی ہے جہاں پیار اور صلح کی دھوپ چمکتی ہے۔

☆ رشتے اہم نہیں ہوتے ان کو نبھانے کے طریقے اہم ہوتے ہیں۔

☆ مجھے بتاؤ کہ تمہارے دوست کون ہیں۔ پھر میں بتاؤں گا کہ تم کون ہو۔ (سروانٹس)

☆ جس کا لباس باریک اور ہلکا ہوگا اس کا ذہن بھی ضعیف ہوگا۔ (امام غزالی)

☆ پاؤں کبھی غلط راہ پر نہیں اٹھتے جب تک آپ خود نہ چلیں۔

☆ ملنے کے دو ہی معیار ہوتے ہیں۔ خیالات ملتے ہوں یا خون۔

جواہر پارے

☆ زندگی کے ارادے سے کم، اور یقین سے

☆ میں یہ دعا نہیں کرتا کہ دشمن مر جائے۔ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ، کہ دوست زندہ ہو جائیں۔

راضیہ سراج، مظفر گڑھ

سچی باتیں

1۔ کچھ چیزیں انجوائے کرنے کے لئے ہوتی ہیں مگر کچھ چیزیں محسوس کی جاتی ہیں جیسے سچی محبت، گہری شاعری، پھولوں کی خوشبو، آنسوؤں کی کہانی، ہونٹوں کی مسکراہٹ۔

2۔ ہر انسان قدرتی خوبصورتی اور کشش رکھتا ہے۔

3۔ ظاہری خوبصورتی سے بڑھ کر سچے جذبات ہی خوبصورتی ہیں۔

4۔ جوانی رنگینیاں مانگتی ہے، جس میں تتلی بن کر رنگوں میں اڑے لیکن کچھ لوگ کچھ اور ہی ہوتے ہیں یہ وہی جانتے ہیں جو سوچتے ہیں۔

5۔ ضروری نہیں شاعری کرنے والا ہر کوئی محبت دے وفائی کا مارا ہو کچھ شاعری اپنی محبت کو پانے کے لئے بھی کی جاتی ہے۔

6۔ کسی کو کچھ دینا ہے تو چاند کی چاندنی دو، پھولوں کی خوشبو دو، اپنی روح کا سکون دو، اپنے دل کی دھڑکن دو، یہ سب وہی دے سکتا ہے جو سچے جذبات رکھتا ہو اور وہ جانتا ہو یہ سب کیسے دیتے ہیں۔

7۔ کسی دامن میں پڑے کانٹے چن لو اور بدلے میں پھول ڈال دو۔

8۔ سچی محبت وہ ہے جو تمہاری روح میں سما جائے اور اس کی خوشبو آئے۔

9۔ دنیا میں وہ انسان سب کچھ رکھتا ہے جسے سچی محبت حاصل ہو۔

رضا فاطمہ، ملتان

اے ابن آدم!

ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے۔ پر ہوگا وہی جو میری چاہت ہے۔ پس تو نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا اس کے جو میری چاہت ہے تو میں بخش دوں گا تجھ کو وہ بھی جو تیری چاہت ہے۔ اگر تو نے نافرمانی کی اس کی جو میری چاہت ہے تو میں تجھ کو تھکا دوں گا، اس میں جو تیری چاہت ہے اور پھر ہوگا وہی جو میری چاہت ہے۔ (حدیث قدسی)

رابعہ طارق، لاہور

حضرت عمرؓ کی جرأت و استقامت

اسلام کے آغاز میں جب مسلمان ضعف کی حالت میں تھے، حضرت عمرؓ جن کی بہادری اور شجاعت سے بچہ بچہ واقف ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اسلام کی قوت کے واسطے ان کے مسلمان ہونے کی دعا کی، جو قبول ہوئی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہم لوگ کعبے کے قریب اس وقت تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے جب تک کہ عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اول اول ہر شخص نے چھپ کر ہجرت کی مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں ڈالی اور بہت سے تیر ساتھ لیے۔ پہلے مسجد میں گئے، طواف اطمینان سے کیا پھر نہایت اطمینان سے نماز پڑھی، اس کے بعد کفار کے مجمع میں گئے اور فرمایا ''جس کا یہ دل چاہے کہ اس کی ماں اس کو روئے، اس کی بیوی بیوہ ہو، اس کے بچے یتیم ہوں، وہ مکے سے باہر آ کر میرا مقابلہ کرے۔'' یہ بات الگ کہ جماعتوں کو سنا کر تشریف لے گئے، کسی ایک شخص کی بھی ہمت نہ پڑی کہ حضرت عمرؓ کا پیچھا کرتا۔ (اسد الغابہ)

غزالہ جبیں، ملتان

زیادہ گزرے تو اپنی لگتی ہے ورنہ دوسرے ہی گزارتے ہیں اور انسان بیچارہ بنا ان کو گزرنے دیتا ہے۔ گزرتے دیکھتا رہتا ہے۔

☆ جو رشتہ ٹوٹ جائے وہ زندگی کی شاخ سے گرے پتے جیسا ہوتا ہے۔ نیچے گر گیا اور سوکھ گیا پھر کم ہی ہرا ہوتا ہے۔

☆ اگر ہر آدمی دوسرے آدمی کے برابر ہوتا تو یہ دنیا انہیں اپنے میں سمو لینے کے لیے اتنی بڑی ثابت نہ ہوتی۔

☆ روح میں ایسے اسرار پوشیدہ ہیں، جنہیں کوئی مفروضہ کوئی قیاس آشکار نہیں کر سکتا۔

☆ ہر شخص اپنے اندر ایک بے باک رہبر رکھتا ہے اور وہ ہے اس کا ضمیر۔ نفس کے شور سے بچ کر ضمیر کی سرگوشی پر کان لگاؤ۔ حقیقت کا اور اک خود بخود ہو جائے گا۔

☆ خواہشات مہیب جنگل ہیں۔ جن میں بھٹکتے ہوئے عمر بیت جائے گی، مگر منزل کا رستہ نہیں ملے گا۔

☆ کوئی شخص تم سے اس وقت تک متاثر نہیں ہو سکتا جب تک تمہارے دلی جذبات تمہارے لہجے میں اثر نہ دکھائیں۔

☆ جو غم گزر چکا ہے اس پر رنجیدہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ہم ایک نئے غم کو دعوت دے رہے ہیں۔

ذکیہ غفار، فیصل آباد

زن داری

نظام الملک طوسی سے کسی شہزادے نے پوچھا۔

''دانا بزرگ! تخت نشینی کی کم سے کم عمر کیا ہوتی ہے؟''

طوسی نے جواب دیا۔ ''پندرہ سال۔''

شہزادے نے دوسرا سوال کیا۔

''اور شادی کے لیے کم سے کم عمر کیا ہونی چاہیے؟''

جواب ملا۔ ''اٹھارہ سال۔''

شہزادے نے پوچھا۔

''یہ کیوں؟ جہاں داری جیسے مشکل کام کے لیے پندرہ سال اور شادی جیسے معمولی کام کے لیے اٹھارہ سال! آخر کیوں؟''

''شہزادے!'' طوسی نے جواب دیا۔

''کچھ دن صبر کر، جب تو تخت نشینی کے بعد رشتہ ازدواج میں جکڑا جائے گا تو تجھے خود ہی یہ نکتہ معلوم ہو جائے گا کہ جہاں داری سے زن داری کہیں مشکل کام ہے۔''

اقوال حضرت امام علی کرم اللہ وجہہ

☆ ترک گناہ توبہ کرنے سے آسان ہے۔

☆ جب دشمن پر غلبہ پاؤ تو اسے معاف کر دو۔

☆ موقع کو ہاتھ سے جانے دینا رنج و اندوہ کا باعث ہوتا ہے۔

☆ جو اپنے راز کو چھپائے رہے گا، اسے پورا قابو رہے گا۔

☆ جو برے فعل کو اچھا سمجھتا ہے وہ اس فعل میں شریک ہے۔

☆ حکمت مومن ہی کی گمشدہ چیز ہے، اسے حاصل کرو، اگرچہ منافق سے لینا پڑے۔

☆ اللہ سے ڈرو، اس نے تمہارے گناہوں کو اس طرح چھپایا کہ گویا بخش دیا۔

☆ خدا کی اطاعت اپنی جان پر جبر کیے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

☆ خدا کے نزدیک بندے کی وہ غلطی جو اسے تکلیف دے اچھی ہے اس خوبی سے جو اسے مغرور بنا دے۔

نازیہ رمضان، سکھر

☆☆☆

میری ڈائری سے

صائمہ محمود

عقیلہ ہاشمی: کی ڈائری سے ایک غزل۔

شہر بھر میں جو اک نظیر تھا
انا کا اپنی وہ بھی اسیر تھا
میرے آسماں سے جو بچھڑ گیا
میری ذات کا وہ منیر تھا
نفرتوں کی صلیب
وہ جو بٹ گیا میرا شریر تھا!
ظلمتوں کے فریب میں
جل کر رہا میرا ضمیر تھا
جسے سمجھا ایک قطرہ بے قیمت
میرے غم کا مگر سفیر تھا
اسی نے لوٹ لیا مجھے راہ میں
میرے کارواں کا جو امیر تھا
میری لاج کے لیے جو مٹا!
کوئی اور کہاں میرا ویر تھا

نائلہ تبسم: کی ڈائری سے ایک نظم

اب بھی زندہ ہیں
برگد کے بوڑھے پیڑ تلے
کچھ یادیں اب بھی زندہ ہیں
کچھ باتیں اب بھی زندہ ہیں
وہ پیڑ اب بھی ویسا ہے
بدلا ہے تو صرف وقت
دنیا کے ان دھندوں میں
الجھ کر ہم رہ گئے ہیں
نہ ہم وہ رہے ہیں
نہ تم وہ رہے ہو
لیکن!
ٹوٹا نہیں اب بھی ہماری دوستی کا رشتہ
وہ رشتہ اب بھی زندہ ہے
اس دوستی کی مالا میں
یادوں کے کچھ موتی ہیں
کوئی مول نہیں جن کا
میرے دل کے قید خانے میں
تو ابھی تک مقید ہے
جو بن پڑے تو
فرصت کے کسی لمحے میں
اس جگہ پہ ضرور آنا
روز وہاں میں جاتی ہوں
روز تمہیں بلاتی ہوں
لیکن! وقت کی اس ڈور نے
تمہیں بہت اونچا اڑا دیا ہے
کبھی واپس آنا
اس برگد کے بوڑھے پیڑ تلے
جہاں یادیں اب بھی زندہ ہیں
جہاں باتیں اب بھی زندہ ہیں

رافعہ خالد: کی ڈائری سے ایک نظم

ہم تو وہ لوگ ہیں؟
نہ کسی کے دشت شمار میں ہیں
نہ کسی کے نگاہ کے حصار میں ہیں
یوں جیسے کوئی ہو صدیوں کا بے انت سفر
صحرا صحرا پھرتا کوئی خاک سر
کیا پوچھتے ہو کہ کون ہیں ہم
جان لو نہیں تو تمہیں معلوم ہو؟
ہم تو وہ لوگ ہیں جو جیون دے کر بھی
کسی کے دل میں مسکن نہ بنا پائے
یوں جیسے کوئی مدھم سی کرن

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com

کسی روزن سے ابھرے اور ڈوب جائے

فرح راؤ: کی ڈائری سے ایک غزل

دل سے نکلی اکثر باتیں ایسی ہوتی ہیں
کبھی کہیں ہو رنگ برساتیں ایسی ہوتی ہیں
کبھی کبھی ہم بے موت مر جاتے ہیں
کچھ لوگوں کی ذاتیں ایسی ہوتی ہیں
کبھی کہیں تو درشن دے وہ اپنے
ہر جگہ کہاں پیار کی برساتیں ایسی ہوتی ہیں
تنہا ہی رہنا اچھا لگتا ہے اب تو
زندگی میں کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں
کبھی تو وہ جیت کر خوش ہو مجھ سے
کبھی کبھی تو ہار کی کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں

صائمہ اسلام: کی ڈائری سے ایک نظم

آنکھ نم کیوں رہے؟
میں نے مانا کہ تم کو!
بہت غم ملے زندگی میں
بہت درد دیا اپنوں نے!
اب میں ہوں تو پھر
کوئی رنج والم کیوں رہے؟
جاناں اب تیری!
آنکھ نم کیوں رہے؟
میں آیا ہوں خوشیاں لے کر!
بہت سی چاہتیں لے کر!
میں تجھ کو دوں گا ہر خوشی
پوری کر دوں گا ہر کمی
میں ہوں تو پھر
کوئی ستم کیوں رہے
اب میں ہوں تو پھر
تیری آنکھ نم کیوں رہے؟

فوزیہ خضر: کی ڈائری سے ایک غزل

مٹھی کھول بھی دوں تو اڑے نہ تمہاری خوشبو
جیسے میری خاک میں گھلی ہو تمہاری خوشبو
تم چپکے سے میری آنکھوں پہ ہاتھ رکھے رہو
تمہارے آنے کا بھید بتا دے تمہاری خوشبو
میں محفل میں بھی جا کے سب سے منفرد ہوں
کہ میں نے آنچل میں باندھی ہے تمہاری خوشبو
دور جانے کا کھیل نہ کھیلو کہ ہار جاؤ گے
میری زادراہ ہے ہر سفر میں تمہاری خوشبو
چند لمحے پیاسی زمیں پر بارش کی طرح پھسل گئے
مجھے پاگل بنا گئی تمہاری قربت تمہاری خوشبو

فوزیہ غزل: کی ڈائری سے ایک نظم

"خاک کربلا کی آواز"
ہاں ہوگی آپ سے یہیں
یہیں سے اٹھے گا قافلہ عشاق
ہاں یہیں پہ پائے گی انجام
رسم وفا کی ساری قسمیں
ہاں یہیں پہ پورا ہو گا عہد جنوں اب
جائے گا نہ رائیگاں جسم سے بچھڑا خوں اب
ہاں یہیں پہ ٹھہرے گا امر نام تیرا
دنیا لے گی راستے منزلوں کے یہیں سے
ہاں یہیں ہوگی لہو رنگ زمین
ہاں یہیں چاند چمکائے گی جبیں
ہاں یہیں پہ سجدوں کا اجر ملے گا
ہاں یہیں پہ انعام کاسۂ صبر ملے گا
ہاں یہیں پہ لکھ دیا تھا تقدیر نے
لوح ازل سے ابد تک زندہ نام تیرا
ہاں یہیں پہ چنا جائے گا امام زمانہ تجھے
ہاں یہیں پہ ہے مقام تیرا
ہاں یہیں پہ بنے گا آنے والے زمانے کا
ہر انسان ہم کلام تیرا
قافلہ جہاد کے لیے رہے گا مقام
سدا نام تیرا
ہاں یہیں پہ حاصل ہو گی تجھے
رضائے حق شناس
یہیں پہ ملنا ہے تجھے

☆☆☆

حنا کی محفل

رابعہ شاہ ---- سرگودھا

س: انتظار کس کا ہے؟

ج: بتا دوں برا تو نہ مان جاؤ گی۔

س: اس سے جھگڑا کس بات پر ہوا تھا؟

ج: بی جمالو بننے کی کوشش نہ کرو۔

س: آپ اسے منائیں گے یا وہ آپ کو؟

ج: تم کیوں پوچھ رہی ہو

س: ڈر کیوں لگ رہا ہے؟

ج: کہیں تم کوئی نیا فتنہ کھڑا نہ کر دو۔

س: اتنے بے چین کیوں ہو رہے ہو؟

ج: تمہاری باتوں کی وجہ سے۔

س: میرا یقین کرو؟

ج: کس بات کا۔

س: وہ آئے گی؟

ج: میری بلا سے۔

س: دیکھو وہ آ گئی؟

ج: یہ جھانسے کسی اور کو دو۔

س: جو کچھ دل میں ہے آج وہ کہہ ڈالو؟

ج: اگر دل کی بات زبان پر آ گئی تو۔

فوزیہ بٹ ---- گجرات

س: السلام وعلیکم عین سے عبرت غین سے غیرت کیسے ہو؟

ج: اگر ذرا سی بھی غیرت ہے تو اس سے عبرت حاصل کرو۔

س: سنا ہے تم اور تمہاری شخصیت بدلی بدلی سی ہے کیا واقعی؟

ج: سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کرتے۔

س: نئے لوگوں سے مل کر پرانے لوگوں کو کیوں بھول جاتے ہو؟

ج: یہ غلط ہے سنا نہیں کہ نیا نو دن پرانا سو دن۔

س: آرزو ہے کہ تو یہاں آئے اور......؟

ج: میں تم سے ادھار مانگوں۔

س: ساری لڑکیاں تم کو ہی بھائی جان کیوں کہتی ہیں؟

ج: میں کسی کو کہنے سے روک نہیں سکتا۔

س: سنا ہے کہ تم سلمان خان سے بہت متاثر ہو واقعی؟

ج: کون سلمان خان؟۔

س: پتھروں میں رہنے والے پتھر ہوتے ہیں کیا واقعی؟

ج: جیسا دیس ویسا بھیس۔

نعیمہ طاہر ---- مظفر گڑھ

س: اگر رات کو نیند نہ آئے تو؟

ج: سڑکوں پر مٹر گشت کریں۔

س: خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

ج: یہ تو خربوزہ ہی بتا سکتا ہے۔

س: "دور کے ڈھول سہانے" اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: کہنے والے نے ٹھیک ہی کہا ہے۔

فوزیہ غزل ---- شیخوپورہ

س: ہماری نئی پود کو بگاڑنے میں سب سے زیادہ کس کا ہاتھ ہے؟

ج: بڑے بڑوں کا۔

س: پاگل تو اس کی حرکتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ عقل مند کی کیا پہچان ہے؟

ج: وہ تو بے چارہ حرکت ہی نہیں کرتا۔

س: اگر دنیا میں موت نہ ہوتی تو؟

ج: زمین پر تل دھرنے کو جگہ نہ ہوتی۔

س: مہنگائی کے اس دور میں سب سے سستی چیز کون سی ہے؟

ج: انسانی زندگی جہاں چند روپے کے عوض انسان کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

ثنا فیصل ---- لاہور

س: اگر کسی کو اس کا آئیڈیل نہ ملے تو وہ بیچارہ کیا کرے؟

ج: صبر شکر کر کے جہاں ماں باپ کہتے ہیں شادی کر لے۔

س: عورت کا انتخاب مشکل ہے یا مرد کا؟

ج: انتخاب بڑا مشکل ہوتا ہے۔

س: کیا محبت واقعی روگ ہوتی ہے؟

ج: تمہارا تجربہ کیا کہتا ہے۔

س: لوگوں کو اپنی اوقات کا کب پتہ چلتا ہے؟

ج: جب اس کی کوئی سنتا ہی نہیں۔

شہریب احسن ---- سرگودھا

س: لوگ کہتے ہیں عشق خلل ہے دماغ کا؟

ج: لوگ کہتے ہیں تو ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔

س: آپ کو دھوکا دینا اچھا لگتا ہے یا دھوکا کھانا؟

ج: میں دونوں دھوکوں سے گریزاں ہوں۔

س: سانس اور آس میں فرق بتائیں؟

ج: سانس کے ہوتے ہوئے آس ختم ہو جاتی ہے۔

فریحہ چوہدری ---- گوجرانوالہ

س: کیا بازار میں خوشیاں فروخت ہوتی ہیں؟

ج: خوشیاں تو ہمارے اطراف میں ہیں۔ بس اس کی کھوج کے لئے حوصلے کی ضرورت ہے۔

س: ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا کوئی مرہم بتا دیں؟

ج: بس دل سے بغض نکال دیں۔

س: آخر اس دل کی کیا بساط ہے؟

ج: یہ دل پر ہی منحصر ہوتا ہے۔

رومیصہ خان ---- لاہور

س: میرے دل میں کیا ہے بوجھو تو جانیں؟

ج: میں اپنے دل کے بارے میں تو بتا سکتا ہوں۔ تمہارے دل کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

س: سمندر کی گہرائی زیادہ ہوتی ہے یا دل کی؟

ج: دل دریا سمندروں ڈونگے۔

س: سنا ہے صبر کا پھل بڑا میٹھا ہوتا ہے؟

ج: سننے اور کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

س: کون اپنا کون پرایا۔

ج: آزما لینے میں کیا حرج ہے۔

نسرین خالد ---- گوجرانوالہ

س: اگر انسان ریموٹ کنٹرول سے چلنے لگیں تو؟

ج: لگیں تو کیا مطلب، ابھی بھی چلتے ہیں یقین نہیں آتا تو کسی بھی شوہر کو دیکھ لو۔

س: نفرت کی زمین پر بھی پیار لکھنے والے لوگ کیسے ہوتے ہیں؟

ج: اس دور میں تو پاگل ہی ہوتے ہیں۔

ثوبیہ ریحان ---- سرگودھا

س: السلام علیکم جناب کیا کر رہے ہیں؟

ج: آپ کے سوال پڑھ رہا ہوں۔

س: کس موسم کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے؟

ج: جس میں اندر اور باہر کا موسم یکساں خوشگوار ہو۔

س: ہمیں تو حنا کی محفل سے محبت ہے اور آپ کو؟

ج: محفل والوں سے۔

س: کبھی غصہ آیا؟

ج: بے تکے سوال پڑھ کر۔

س: کس بات پر زیادہ غصہ آیا؟

ج: جس بات پر بھی غصہ آیا۔

☆☆☆

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

رنگ حنا

قطعہ

خوب کی ہے آپ نے چارہ گری
پھر کہتے ہو کہ ہم سے ناراض ہوں
کل تھی فقط ہلکی سی کھانسی تھی مجھے
آج کل مجموعۂ امراض ہوں

فلاح نعیم، شیخوپورہ

بچپن

مجھے بہت دکھ ہوا جب اس نے مجھے چھوڑ دیا اور مجھے وہ دن بڑا یاد آیا جب میری حسین یادیں چکنا چور ہو گئیں پل بھر میں وہ مجھے رو کر کے چلا گیا اور میں تو آج تک اس کی یادوں کو سینے سے لگائی بیٹھی ہوں کہ کاش وہ مجھے ایک پل بھی یاد کر لے یا لوٹ آئے مگر نہیں وہ پردیسی تھا اس نے جانا ہی تھا۔ سو وہ چلا گیا میں آج تک اسے یاد کرتی ہوں کاش وہ لوٹ آئے۔

''ہائے میرا بچپن۔''

فوزیہ خضر، مظفر آباد

دعا

میری یہی دعا ہے
کہ تم
افق پر تاروں کی طرح
چمکو
تم دوسروں کے لیے
رہبر ہو

عظمیٰ نعیم، سرگودھا

قسمت کی بات

ایک ریڑھی پر ایک شخص امرود بیچ رہا تھا، ایک گاہک آیا اور اس نے کہا کہ۔

''امرود کس طرح ہیں؟'' ریڑھی والے نے کہا کہ۔

''بارہ روپے کلو۔''

گاہک نے کہا۔

''بھائی صاحب چاہے چودہ روپے کلو دیں لیکن امرود ٹھیک ہونے چاہئیں۔''

امرود بیچنے والے نے کہا۔

''بے فکر ہو کر لے جائیں۔''

گاہک گھر جا کر امرودوں کو کاٹتا ہے تو ان میں سے کیڑے نکل آتے ہیں۔ گاہک کو بڑا غصہ آتا ہے وہ فوراً ریڑھی والے کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے۔

''اس میں تو کیڑے ہیں۔''

امرودوں والا کہتا ہے کہ۔

''اپنی اپنی قسمت کی بات ہے آپ کے کیڑے نکلے ہیں کل ایک شخص نے امرود کاٹا تو اس کا سائیکل نکلا تھا۔

یہ تو قسمت کی بات۔

فرح راؤ، کینٹ لاہور

''خمیازہ''

تم نے بھی تو خواہش کی تھی
کہ سورج کو اتارو گے
آنگن میں اپنے
اب جل گیا ہے گھر سارا
تپش سے اس کی
تو کیا ہوا؟
خواہش کا آخرا تنا
خمیازہ تو بھگتنا ہی پڑتا ہے

فوزیہ غزل، شیخوپورہ

ایک سے بڑھ کر ایک

اصغر کی چند دنوں کے بعد شادی ہونے والی تھی اس کے قریبی دوست اسے مشورہ دے رہے تھے کہ پہلے دن سے ہی بیوی پر رعب ڈالنا اگر بیوی سے ڈر گئے تو تمام عمر زن مریدی میں گزرے گی دوستوں میں سے ایک دوست نے اسے ترکیب بتائی کہ کمرے میں ایک عدد بلی چھوڑ دینا نئی نویلی دولہن بلی سے خوفزدہ ہو گی اور تم بلی کو مار کر دولہن پر رعب جمانا بس یوں سمجھو کہ جیت تمہاری ہو گی۔

شادی والی رات اصغر نے ایسا ہی کیا کہ کسی طرح ایک عدد بلی بیڈ روم تک پہنچا دی جب وہ خود اندر جانے لگا تو پتہ چلا کہ دروازہ بند ہے اور اندر سے دھم دھما دھم کی آوازیں آ رہی ہیں کچھ دیر بعد دروازہ کھلا تو دولہن صاحبہ ایک ہاتھ میں ڈنڈا سنبھالے اور دوسرے ہاتھ میں بلی کو دم سے اٹھائے فرمانے لگیں۔

''ارے آپ؟ دیکھیں اس کم بخت نے مجھے بہت تنگ کیا میں نے سوچا کہ آپ کے آنے سے پہلے اس کا کام تمام کر لوں۔''

فریدہ اشفاق، خانیوال

بچت

خرم صاحب نے سوچا بیٹی کی شادی کرنی ہے اخراجات پر کچھ کنٹرول کیا جائے۔ چنانچہ اس دن خرم صاحب نے بچت کی مہم کا آغاز کرتے ہوئے دفتر سے واپس گھر آنے کے لئے بس میں بیٹھنے کی بجائے اس کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔ جب وہ ہانپتا ہوا گھر میں داخل ہوا تو اس نے بیگم صاحبہ کو خوشخبری سنائی۔

''بیگم! آج میں بس کے پیچھے دوڑتا ہوا گھر پہنچا ہوں اور اس طرح میں نے تین روپے بچا لئے ہیں۔''

''ہونہہ۔'' بیگم صاحبہ بولیں۔

''اگر تم کسی ٹیکسی کے پیچھے دوڑتے تو پورے پچاس روپے بچتے۔''

اُم کلثوم، بدین

قطعہ

تعبیروں کی کن حسرتوں میں
دولت خوب برسے گی اب تو اپنی باری ہے
مولا جب بھی دیتا ہے چھپر پھاڑ کر دیتا ہے
اس لئے ساری عمر چھپر تلے گزاری ہے

پیشہ

جیب کترے نے اپنے ساتھی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

''کیا اپنا پیشہ چھوڑ دیا؟''

جیب کترے نے شرماتے ہوئے جواب دیا۔

''نہیں یار! ابھی ایک مولوی صاحب کی جیب صاف کی تھی وہاں سے یہ ہی نکلی۔''

سدرہ سحر، پاکپتن

بہو

ایک عورت کی بہو کچھ بولتی نہ تھی۔

''بہو تو بولتی کیوں نہیں۔'' ساس نے بہو کی خاموشی سے تنگ آ کر پوچھا۔

''میری ماں نے مجھے منع کیا تھا کہ ساس کے گھر بولنا مت۔'' بہو نے جواب دیا۔

''تیری ماں بے وقوف ہے تو ضرور بولا کر۔'' ساس نے کہا۔

''تو پھر میں کچھ بھی بولوں۔'' بہو نے کچھ حوصلہ پا کر پوچھا۔

''ہاں بول میری بچی۔'' ساس نے دلار سے کہا۔

''اچھا اماں! تجھ سے ایک بات پوچھوں

READING CORNER

اگر تمہارا لڑکا مر جائے تو کیا تم میری شادی کر دو گی یا یونہی بٹھائے رکھو گی۔"

"بہو تو خاموش ہی رہا کر تیری ماں کا کہنا ٹھیک ہی ہے۔" ساس نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

ریحانہ، لاہور

یقین دہانی

علی جب بھی دوستوں کی محفل میں پہنچتا سب اسے دیکھ کر منہ پر رومال رکھ لیتے۔ کئی بار ایسا ہونے پر آخر علی نے ایک دوست سے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا۔

"تمہارے موزے بدبودار ہیں انہیں بدل کر نئے موزے پہننے شروع کر دو۔"

اگلے روز علی نئے موزے پہن کر گیا لیکن دوستوں نے حسب معمول ناک پر رومال رکھ لئے علی کو بہت غصہ آیا تقریر کے انداز میں بولا۔

"مجھے معلوم ہے تم لوگوں نے کیوں ناک پر رومال رکھ لئے ہیں مگر میں نے پرانے موزے اتار کر نئے پہن لئے ہیں اگر یقین نہ ہو تو دیکھو۔" اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکالی اور بولا۔

"یہ دیکھو یہ ہیں وہ موزے خدارا اب تو رومال ہٹا دو۔"

روبینہ یاسمین، کراچی

احساس

"کیا بات ہے مزمل اتنے پریشان کیوں نظر آ رہے ہو؟" عاطف نے پوچھا۔

"کیا بتاؤں یار! مجھ سے اتنی زبردست غلطی سرزد ہوئی ہے کہ اب میری زندگی کا بڑا حصہ جیتے جی جہنم کی نذر ہو جائے گا۔"

"آخر ہوا کیا؟"

"دراصل میں اپنی ساس کی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"آپ کا دوپٹہ پرانا ہو گیا ہے۔ میں آپ کو نیا دوپٹہ لا دوں گا۔" وہ خوش ہوئیں تو میں نے کہا۔

"آپ کا سوٹ بھی سلوا دوں گا۔" اور پھر میں نے انہیں مزید خوش کرنے کی کوشش کی۔

"آپ کے دستانوں پر بے شمار سلوٹیں پڑ چکی ہیں۔ میں آپ کو نئے دستانے بھی خرید دوں گا۔"

"لیکن یار! جب وہ غرائیں تو مجھے احساس ہوا کہ ان کے ہاتھوں میں دستانے تو تھے ہی نہیں۔"

سیدہ نسبت، کبیر والا

علم کا رعب

علم کا رعب ٹھیک ہے لیکن
ڈگریوں کا بھی کچھ اثر ڈالو
کر لیا ہے جو تم نے ایم اے تو
ساتھ ہی میٹرک بھی کر ڈالو

سیما ممتاز، لاڑکانہ

گول کیپر

فٹ بال ٹیم کے کھلاڑیوں کے انٹرویوز ہو رہے تھے۔ ایک کھلاڑی سے صحافی نے سوال کیا۔

"آپ کتنے عرصے سے فٹ بال کھیل رہے ہیں؟"

کھلاڑی "جناب! گزشتہ پانچ برس سے۔"

صحافی "اب تک آپ نے کتنے گول اسکور کیے ہیں؟"

کھلاڑی "اب تک میں نے کوئی گول اسکور نہیں کیا بلکہ میں تو گول اسکور ہی نہیں کرتا۔"

صحافی "پھر آپ کو ٹیم میں کیوں شامل کیا گیا ہے؟"

کھلاڑی "اس لئے کہ میں گول کیپر ہوں۔"

رانیہ خالد، اوکاڑہ

کچھ بھی نہیں

صائمہ مظہر، حیدر آباد

ورزش

پہاڑوں پر واقع ایک ہوٹل اس وجہ سے مشہور تھا کہ ہوٹل کی انتظامیہ نے یہاں ٹھہرنے والوں کے لئے ورزش کا بہترین انتظام کر رکھا تھا، لیکن ایک گاہک نے ان سہولتوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا، وہ ہر وقت پڑا سوتا رہتا، ہوٹل سے رخصت ہونے لگا تو منیجر نے اس کی منت سماجت کی کہ "ہوٹل کی روایات نہ توڑیے زیادہ نہیں تو ایک معمولی سی ورزش ضرور کرتے جایئے، مثلاً اپنے ٹرنک کاؤنٹر تک ساتھ لے جائیں۔"

گاہک نے فرمائش کی تکمیل کی منیجر بولا۔

"اب ٹرنک کھول کر ذرا ہوٹل کی چادریں اور تولیے بھی نکال دیجئے۔"

ایمان علی، ٹوبہ ٹیک سنگھ

واضح فرق

کاروں کے شو روم میں سیلز مین ایک کار کے نئے ماڈل کی خوبیاں گنوا رہا تھا، متوقع خریدار نے سب کچھ سننے کے بعد قدرے بے زاری سے کہا۔

"مجھے تو اس سال کے اور پچھلے سال کے ماڈل میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔"

"بہت بڑا فرق ہے جناب!" چرب زبان سیلز مین فوراً بولا۔

"پچھلے سال کے ماڈل میں سگریٹ لائٹر، اسٹیئرنگ وہیل سے چھ انچ کے فاصلے پر لگا ہوا تھا، اس نئے سال کے ماڈل میں سگریٹ لائٹر، اسٹیئرنگ وہیل سے صرف چار انچ کے فاصلے پر لگا ہوا ہے۔"

شاہدہ واسد، گوجرانوالہ

اسے تو مٹ ہی جانا تھا
دسمبر کے حسین دن تھے
مری کی یخ بستہ فضاؤں میں
ہمارے چار ہاتھوں نے
مجسمہ اک بنایا تھا

ہجر موسم

بارشوں کا موسم خوب ہے لیکن
کسی کے غم میں آنکھوں کے برسنے کا
موسم ایسا ہے کہ
جب کچھ بھی اچھا نہیں لگتا
نہ سب سے اچھا لگتا ہے

فوزیہ غزل، شیخوپورہ

امتحان

باپ:۔ "پیپر کیسا ہوا؟"

بیٹا:۔ "صرف پہلا سوال رہ گیا، دوسرا سوال آتا نہیں رہا تھا، چوتھا سوال کرنا بھول گیا، پانچواں سوال نظر نہیں آیا اور چھٹا سوال صفحے کے دوسری طرف تھا۔"

باپ:۔ "اور تیسرا سوال؟"

بیٹا:۔ "صرف وہی غلط ہوا۔"

رانیہ سحر، ملتان

جواب

ایک خاتون نے ائیر پورٹ فون کر کے پوچھا۔

"کراچی سے دبئی تک کے لئے فلائٹ کتنا ٹائم لیتی ہے؟"

فون اٹینڈ کرنے والے صاحب کو معلوم نہیں تھا، انہوں نے کسی اور سے پوچھنے کے ارادے سے کہا۔

"محترمہ ایک منٹ۔"

"حیرت ہے، پی آئی اے کے پاس اتنے تیز رفتار جہاز آ گئے۔" خاتون نے فوراً کہا اور فون بند کر دیا۔

حیدر رضا، جھنگ

☆☆☆

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com

بیاض

تسلیم طاہر

طاہرہ آصف ---- ملکہ ہانس
کبھی مجھ کو ساتھ لے کر کبھی میرے ساتھ چل کر
وہ بدل گئے اچانک میری زندگی بدل کر

ہر ایک پل تیری چاہت کے نام پہ قربان
ہر ایک لمحہ تیری یاد کا سہارا ہے

مدت کا ایک دوست کچھ اس طرح بچھڑ گیا
جیسے کہ چل رہے تھے کسی اجنبی کے ساتھ
ارم ناز ---- شیخوپورہ
ٹوٹ جائے نہ کہیں ضبط کا بندھن مجھ سے
میں تو آیا ہوں تری آنکھ کا دریا لینے

اب کے کرنا تو کسی ایسے کی چاہت کرنا
جس کو آتا ہی نہ ہو شکوہ شکایت کرنا

تیری کم گوئی کے چرچے تھے زمانے بھر میں
کس سے سیکھا ہے یوں باتوں کی وضاحت کرنا
سپاس گل ---- رحیم یار خان
تجھے کتنا کہا تھا آنکھ میں سورج نہ رکھا کر
وہی آخر ہوا نا، خود کو اندھا کر لیا تو نے

یہ کیا آئی تھی جی میں دوستوں کو آزمانے کی
یہ کیا بیٹھے بٹھائے خود کو تنہا کر لیا تو نے
ایمان علی ---- سکھر سندھ
وہ ٹھہرا ٹھہرا سا پانی، وہ سلجھا سلجھا سا موسم
میں الجھا الجھا سا شاعر، میں ٹھہرا پاگل آوارہ

کیا موسم تھا کیا شامیں تھیں، کیا راہیں تھیں کیا راہی تھے
اک لڑکی کچھ دیوانی سی، اک لڑکا پاگل آوارہ
فوزیہ خضر ---- مظفر آباد
مت لوٹ کے چاہو مجھے
بھول جائے کی راہ مجھے
بس اتنا خیال رکھ لینا
پیار تم سے ہے بے پناہ مجھے

وہ میرا ہو جو نگاہوں میں حیا رکھتا ہو
ہر قدم ساتھ چلے عزم وفا رکھتا ہو
ناز اس کے نہ اٹھاؤں تو شکایت نہ کرے
ہر غم سہہ کر بھی ہنسنے کی ادا رکھتا ہو

خوشبو خوشبو بات ہو تم
پورے چاند کی رات ہو تم
نرم ہوا کے جھونکے کی مانند
ہر لمحہ میرے ساتھ ہو تم

دل میں نہ ہو جرأت تو محبت نہیں ملتی
اتنی بڑی دولت خیرات میں نہیں ملتی
شہر میں کچھ لوگ یونہی ہم سے خفا ہیں
ہر ایک سے اپنی بھی طبیعت نہیں ملتی
رابعہ شاہ ---- مظفر گڑھ
جہاں جاتا ہے میرا ذکر وہ کرتا ہے نفرت سے
یہ اس کی مہربانی ہے مجھے بھی ساتھ رکھتا ہے

میں نے جس لمحے کو پوجا ہے اسے بس اک بار
خواب بن کر تیری آنکھوں میں اترتا دیکھوں
نوروز شاہ ---- اوکاڑہ
ذرا دیر ہو جاتی ملنے کو وہ نظروں کے عتاب لکھتا تھا

آنسوؤں سے بھرے نین دیکھ کر وہ جواب لکھتا تھا
سہم جاتی تھی میں اسے خفا دیکھ کر غزل
میری سبھی صورت دیکھ کر وہ دل بے تاب لکھتا تھا

....

کاش میں اتر جاؤں
اس میں اس کی طرح غزل

نازیہ چوہدری ---- بہاؤنگر
تیری جیسی آنکھوں والے ہوتے ہیں جب ساحل پر
تو لہریں شور مچاتی ہیں لو آج سمندر ڈوب گیا

نائلہ تبسم ---- دھوریہ
خوشی اور غم کے موسم سب کے اپنے ہوتے ہیں
کسی کو اپنے حصے کا کوئی لمحہ نہیں دیتا
اٹھانا خود ہی پڑتا ہے تھکا ہارا بدن اپنا
کہ جب تک سانس چلتی ہے کوئی کندھا نہیں دیتا

رانی سلطان ---- حافظ آباد
چاہتوں کی سزا نہ دے جانا
وقت آخر دغا نہ دے جانا
ہم نے ڈھونڈا ہے مشکلوں سے تمہیں
ہاتھ میں پھر دیا نہ دے جانا

....

آج کی رات جو برسات میرے گھر ٹھہرے
دل کی بنجر سی زمیں پر بھی نمی آ جائے
وہ ازل سے میرے دل میں بسے ہیں ناصر
کیسے ممکن ہے محبت میں کمی آ جائے

....

سہما سہما ڈرا سا رہتا ہے
جانے کیوں جی بھرا سا رہتا ہے
عشق میں اور کچھ نہیں ہوتا
آدمی با ورا سا رہتا ہے

فوزیہ غزل ---- شیخوپورہ
دھوپ کی موج میں خورشید کا خوں ملتا ہے
سوگ میں پرچم احساس نگوں ملتا ہے
ہاں مگر ابن علی ایک شجر ہے ایسا
جس کے سائے میں شریعت کو سکوں ملتا ہے

....

آنکھوں میں جاگتا ہے سدا غم حسینؑ کا
سینے میں سانس لیتا ہے ماتم حسینؑ کا
مٹی میں مل گئے ہیں ارادے یزید کے
لہرا رہا ہے آج بھی پرچم حسینؑ کا

....

غربت ہے رشک بخت سکندر بنی ہوئی
صحرا کی دھوپ خود ہے سمندر بنی ہوئی
دیکھو سر حسینؑ کی بخشش کا معجزہ!
نوک سناں ہے دوش پیمبر بنی ہوئی

نگہت پروین ---- کراچی
شریک جرم نہ ہوتے تو مخبری کرتے
ہمیں خبر ہے لیٹروں کے ہر ٹھکانے کی

....

نوک شمشیر پہ یوں ہم نے گزارے لمحے
کانچ کی آنکھ سے خوابوں کا گزر ہو جیسے

فریدہ جاوید فری ---- لاہور
جو سامنے ہوتا ہے نہیں دید کے قابل
یہ آنکھ کسی درد کے منظر کے لیے ہے
ہجر کا باب ہو گئے تم بھی
کتنے کم یاب ہو گئے تم بھی

....

میں نہ کہتا تھا وقت ظالم ہے
دیکھ لو خواب ہو گئے تم بھی

رضا حیدر ---- وہاڑی
نگار وقت اب اسے لہو سے کیا چمن کریں؟
یہ دشت جاں کہ ہانپتا رہا سراب اوڑھ کر
لبوں کے حرف نرم کی تپش سے مت جگا اسے
یہ دل تو کب کا سو چکا ردائے خواب اوڑھ کر

....

مجھ کو معلوم نہ تھا زمانے کی تیز ہواؤں کا سعد
ورنہ وفا کی چادر میں گھر سے اوڑھ کر ہی نکلتا

....

ہاتھوں میں دوستی کی لکیریں سجا کے مل

آنکھوں میں احتیاط کی شمعیں جلا کے مل
دل میں کدورتیں ہیں تو ہوتی رہیں مگر
بازار میں ملا ہے تو ذرا مسکرا کے مل

نعیمہ طاہر ---- مظفر گڑھ
یہ کچھ دن ہیں کہ اس کو یاد ہر اک شام کرنا ہے
پھر اپنے دل کی بستی میں اسے گمنام کرنا ہے

....

تمہیں خبر ہی نہیں کوئی ٹوٹ گیا
محبتوں کو پائیدار کرتے ہوئے

....

ہمارے ذہن پر چھائے نہیں ہیں حرص کے سائے
جو ہم محسوس کرتے ہیں وہی تحریر کرتے ہیں

....

ہماری ڈوبتی نبضوں سے زندگی تو نہ مانگ
تجھی تو ہیں لیکن اتنے امیر ہم بھی نہیں

فرح راؤ ---- کینٹ لاہور
تیرا ملنا ہی مقدر میں نہیں تھا ناز
ورنہ کیا کچھ نہیں کھویا آپ کو چاہنے کے لیے

عمران نسی ---- ڈیرہ عالم پور
سپنوں سے دل لگانے کی عادت نہیں رہی
ہر وقت مسکرانے کی فطرت نہیں رہی
یہ سوچ کر کے اب کوئی منانے نہیں آئے گا
اب ہمیں روٹھ جانے کی عادت نہیں رہی!

سلیم سیال ---- مظفر گڑھ
میرے شعروں میں الہام کی صورت اترا تھا
معانی بن کر جو لفظوں میں پہلی بار دھڑکا تھا

....

وہ جس کے ہونے سے زندگی نغمہ سرائی ہے
اسے کہنا کہ پگلی جنوری پھر لوٹ آئی ہے

ندا ---- کراچی
تمہاری سالگرہ پہ دعا ہے ہماری
کہ روز مبارک ہزار بار آئے
تمہاری ہنستی ہوئی زندگی کی راہوں میں
ہزار پھول لٹاتی ہوئی بہار آئے

سیما ---- لاہور
سالگرہ کے اس حسین موقع پہ
میری یادوں میں تو بھی شامل ہے
آنا بھی انہی فضاؤں میں
تو میری زندگی کا حاصل ہے

ثوبیہ صدیقہ ---- بہاولپور
خزاں کی رت ہے جنم دن ہے دھواں اور پھول
ہوا بکھر گئی موم بتیاں اور پھول!
وہ لوگ آج خود اک داستاں کا حصہ ہیں
جنہیں عزیز تھے قصے، کہانیاں اور پھول!

ارم ---- کراچی
دن رات محبت کی تمناؤں میں رہنا
جلتے ہوئے خوابوں کی گھنی چھاؤں میں رہنا
نازک سے میرے دل کے لئے دھوپ کی رت میں
مشکل ہے تیرے ہجر کے صحراؤں میں رہنا

سیما ممتاز ---- لاڑکانہ
آنکھ موندے اس گلابی دھوپ میں
دیر تک بیٹھے اسے سوچا کریں
دل، محبت، دین، دنیا، شاعری
ہر دریچے سے تجھے دیکھا کریں

فوزیہ بٹ ---- گجرات
یوں اکیلے میں اسے عہد وفا یاد آئے
جیسے بندے کو مصیبت میں خدا یاد آئے
جیسے بھٹکے ہوئے پنچھی کو نشیمن اپنا
جیسے اپنوں کے بچھڑنے پہ دعا یاد آئے

....

میرے سینے میں صحرا ہے سلگتا
مگر آنکھوں میں ساون کی جھڑی ہے
چلے آتے تمہارے پاس لیکن
جدائی راستہ روکے کھڑی ہے

ردا طارق ---- کراچی
کون سی بات خیالوں میں اتر آئی ہے
سرخ اتنے جو رخسار ہوئے جاتے ہیں

سعدیہ جبار ---- ملتان

آج جینا بڑا محال ہوا

....

تو ہنسے تو مہک اٹھیں دل کی کلیاں
تیری اک مسکراہٹ سے ہماری عید ہو جائے
عائشہ شہباز ---- لاہور

کھلا کھلا ہو یہ جہاں دھلا دھلا سماج ہو
تیری زمین پہ اے خدا محبتوں کا راج ہو

....

کتنی گم گشتہ بہاروں کا پتا دیتے ہیں
صحن گلشن میں یہ سوکھے ہوئے پتے یارو
اک پری زاد کی رسوائی کا ڈر ہے ورنہ
ہم بھی ساون کی طرح کھل کے برستے یارو

....

مسکراتے ہوئے چہروں سے تبسم کی ضیا
لوٹ لیتے ہیں یہ دستور انسانوں کا
نسرین خورشید ---- جہلم

وہ کیسے لوگ تھے یارب جنہوں نے پالیا تجھ کو
ہمیں تو ہو گیا ہے دشوار ایک انسان کا ملنا

....

یہ درد کے ٹکڑے ہیں اشعار نہیں ساغر
ہم کانچ کے دھاگوں میں زخموں کو پروتے ہیں

....

اوروں کے لئے دھوپ میں چپ چاپ کھڑے ہیں
سیکھے کوئی آداب وفا سنگ و شجر سے
صائمہ مظہر ---- حیدرآباد

وہ وقت بھی دیکھے ہیں تاریخ کی گھڑیوں نے
لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

....

اپنے کردار کو موسم سے بچائے رکھنا
لوٹ کر پھول میں واپس نہیں آتی خوشبو

☆☆☆

....

بچھڑ گیا ہے تو اس کا ساتھ کیا مانگوں
ذرا سی عمر ہے غم سے نجات کیا مانگوں
وہ ساتھ ہوتا تو ہوتی ضرورتیں بھی بہت
اکیلی جان کے لئے کائنات کیا مانگوں

....

رونق بزم بن گئے لب پہ حکایتیں رہیں
دل میں شکایتیں رہیں لب نہ مگر ہلا سکے
عجز سے اور بڑھ گئی برہمی مزاج دوست
اب وہ کرے علاج دوست جس کی سمجھ میں آ سکے
حفصہ حماد ---- کراچی

یہ کہہ رہی ہے تمہیں چھو کے آنے والی ہوا
اداس میں ہی نہیں بے قرار تو بھی ہے

....

تیری محبت میں یہ کیسا احساس ہے
کہ تو دور ہو کر بھی میرے دل کے پاس ہے
میں تیری تمنا کو دل سے مٹاؤں کیسے
تو سمندر ہے اور مجھے تیری پیاس ہے

....

جانے کیوں یہ گماں ہوتا ہے
کہ وہ نظر آئے گا سرراہ چلتے وقت
خدا لکھ دے گا اسے میری قسمت میں
کسی قبولیت کی گھڑی میں شام ڈھلتے وقت
مصباح فیصل ---- کوہاٹ

یاد ہے میں کیا تھا پر اب جانے کیا ہو گیا ہوں
آئینے میں شکل دیکھے اک زمانہ ہو گیا
ختم ہوئی ڈائری گرتے ہوئے پتے ریاض
آ گیا ماہ دسمبر سال بوڑھا ہو گیا

....

وقت گزرا تو یہ ملال ہوا
ختم اک زندگی کا سال ہوا
کتنی شدت سے کوئی یاد آیا

حنا کا دسترخوان

فرزانہ طارق

مٹن مسور

اشیاء

گوشت (بغیر ہڈی کا)	پانچ سو گرام
گرم مصالحہ (پسا ہوا)	ایک عدد
اجوائن	تھوڑی سی
مرچ	حسب ذائقہ
یخنی	چار کپ
مسور (صاف کر کے بھگو دیں)	ایک کپ
ٹماٹر (پسے ہوئے)	کھانے کے دو چمچ
گاجر (چھیل کر چھوٹے ٹکڑے کر لیں)	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
سبز دھنیا	حسب ضرورت
تیل	دو کھانے کے چمچ

ترکیب

نان اسٹک پین میں گوشت کو بغیر تیل کے تل لیں، وقتاً فوقتاً الٹتے پلٹتے رہیں، تاکہ دونوں طرف سے اچھی طرح سنک جائیں، اب اس میں تیل ڈال کر ہلکا گرم کریں اور اس میں پیاز، گاجر، نمک، مرچ اور اجوائن ڈال کر تھوڑی دیر بھونیں، جب اچھی طرح بھن جائے تو اس میں یخنی، گرم مصالحہ اور ٹماٹر ڈال کر پکائیں، جب ایک ابال آ جائے تو آنچ ہلکی کر کے پکنے دیں، جب گوشت اور مسور گل جائے تو دھنیا چھڑک کر اتار لیں۔

مونگ کی دال گوشت

اشیاء

دال (آدھا گھنٹہ پہلے بھگو دیں)	ایک پاؤ
گھی، تیل	آدھا کپ
لہسن (پسا ہوا)	چھ جوے
نمک	حسب ذائقہ
سرخ مرچ	حسب ذائقہ
ہری مرچ (باریک کٹی ہوئی)	چھ عدد
گوشت	ایک پاؤ
پیاز	دو عدد
ادرک (پسی ہوئی)	ایک انچ کا ٹکڑا
ہلدی	ایک چٹکی
گرم مصالحہ (پسا ہوا)	چائے کا آدھا چمچ
ہرا دھنیا (باریک کترا ہوا)	کھانے کے چار چمچ

ترکیب

گھی، تیل گرم کریں اور اس میں پیاز سرخ کر لیں، اب اس میں ادرک لہسن اور گوشت ڈال کر بھونیں، جب اچھی طرح بھن جائے تو اس میں نمک، مرچ اور ہلدی ڈال دیں، اب اس میں حسب ضرورت پانی ڈال کر گوشت گلنے کے لئے رکھ دیں، جب گوشت گل جائے تو اس کو بھون کر دال گل جائے اور پانی بالکل خشک ہو جائے، جب دال بھی گل جائے تو اس پر گرم مصالحہ، ہری مرچ اور ہرا دھنیا ڈال کر دم پر رکھ دیں، چند منٹ بعد اتار لیں، مزے دار دال مونگ اور گوشت تیار ہے۔

ماش کی دال گوشت

اشیاء

ماش کی دال	ایک پاؤ
گھی، تیل	پون کپ

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com

پیاز (باریک کٹی ہوئی) تین عدد
نمک حسب ذائقہ
سرخ مرچ حسب ذائقہ
ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا) حسب ضرورت
گوشت ایک پاؤ
لہسن ایک پوتھی
ادرک (باریک کٹی ہوئی) ایک چھوٹا ٹکڑا
ہلدی چائے کا چوتھائی چمچ
گرم مصالحہ چائے کا ایک چمچ
ہری مرچ (باریک کٹی ہوئی) چار عدد

ترکیب

ایک دیگچی میں گھی گرم کریں اور پیاز ڈال کر سرخ کر لیں، پھر اس میں گوشت اور لہسن ڈال کر بھونیں، جب گوشت بھن جائے تو اس میں نمک، مرچ، ہلدی اور لہسن ڈال دیں، پھر اس میں حسب ضرورت پانی ڈال کر گلنے کے لئے رکھ دیں، (پانی اتنا ڈالیں کہ گوشت نیم گلا ہو تو خشک ہو جائے) جب گوشت نیم گلا ہو جائے تو بھون لیں۔

دال ڈال کر تھوڑا سا بھونیں اور ادرک ڈال دیں، جب بھن جائے تو اس میں دال ڈال دیں، اب اتنا پانی ڈالیں کہ دال گل جائے، مگر دانہ ثابت رہے، جب گوشت اور دال گل جائے اور گھی چھوڑ دے تو ہری مرچ، گرم مصالحہ اور ہرا دھنیا ڈال کر چند منٹ دم پر رکھ دیں، جب دم آ جائے تو اتار لیں، چٹنی، سلاد اور چپاتی کے ساتھ کھانے کے لئے پیش کریں۔

دیجی ٹیبل کوفتے

اشیاء

آلو (ابلے ہوئے) آدھا کلو
قیمہ (ابلا ہوا) ایک کپ
انڈے (پھینٹے ہوئے) دو عدد
کالی مرچ آدھا چائے کا چمچ
گھی، تیل (تلنے کے لئے) حسب ضرورت
مٹر دانے (ابلے ہوئے) آدھا کپ
انڈے (ابلے ہوئے) دو عدد
نمک حسب ذائقہ
سلاد حسب ضرورت

ترکیب

قیمے اور آلو کو اچھی طرح پیس لیں، اس میں ابلے ہوئے مٹر، نمک اور کالی مرچ ڈال کر ہاتھ سے اچھی طرح ملائیں، ان کے چھوٹے چھوٹے کوفتے بنا لیں، کڑاہی میں گھی، تیل گرم کریں، ان کوفتوں کو انڈے میں اچھی طرح ڈبو کر کڑاہی میں ڈال دیں، جب ہلکے بادامی ہو جائیں تو نکال لیں اور ٹشو پیپر پر رکھیں، ان کوفتوں کو ڈش کے درمیان میں رکھ کر اس کے ارد گرد سلاد اور ابلے ہوئے انڈوں کو کاٹ کر سجائیں۔

فرائیڈ سبزیاں

اشیاء

سبز ملی جلی سبزیاں
(بالک، بند گوبھی، شملہ مرچ وغیرہ) ایک کلو
ادرک (چاپ کیا ہوا) ایک انچ کا ٹکڑا
نمک حسب ذائقہ
چینی چائے کا ایک چمچ
ٹماٹر ساس چائے کے دو چمچ
مٹر کی پھلیاں پچاس گرام
سبز مرچ (چار لمبے ٹکڑے) ایک عدد
میٹھا سوڈا ایک چٹکی
آئل (پکا ہوا) کھانے کے تین چمچ
ساس کے اجزا
گاڑھا سویا ساس چائے کے دو چمچ
کارن فلور چائے کے دو چمچ
کالی مرچ حسب ذائقہ

مرغ یخنی ایک کپ
گرم مصالحہ چائے کا ایک چمچ

ترکیب

پالک، بند گوبھی، شملہ مرچ تمام سبزیاں تین انچ کے ٹکڑوں میں کاٹ لیں، شملہ مرچ کے بیج نکال دیں، ایک دیگچی میں پانی ڈال کر ابالیں، نمک، میٹھا سوڈا اور چینی ڈال کر سبزیاں اس میں ڈال دیں اور پانچ منٹ تک ابالیں، اب سبزیاں پانی سے نکال کر نچوڑ لیں اور پانی ضائع کر دیں، ان سبزیوں میں پکا ہوا تیل ایک کھانے کا چمچ ڈال کر ڈھانپ دیں۔

کھانے کے دو چمچے آئل کڑاہی میں گرم کریں اور اس میں ادرک ایک منٹ فرائی کریں، اب سبز اور سرخ مرچ ڈال کر مزید دو منٹ فرائی کریں، اب اس میں ساس کے اجزا ڈال دیں، کفگیر سے ہلا کر تین چار منٹ تک دھیمی آنچ پر پکنے دیں، اب اس میں سبزیاں شامل کر دیں اور ایک منٹ تک پکا کر پیش کریں، پیش کرتے وقت کالی مرچ اوپر سے چھڑک دیں۔

کھٹی میٹھی سبزیوں کی چاٹ

اشیاء

آلو ایک عدد
مٹر کے دانے (ابال کر پیس لیں) ایک کپ
ادرک پیسٹ دو چائے کے چمچ
چاٹ مصالحہ دو چائے کے چمچ
ہری مرچیں (کٹی ہوئی) دو عدد
آم کی چٹنی تین چمچ کھانے کے
چنا پاؤڈر تین کھانے کے چمچ
تیل تلنے کے لئے حسب ضرورت
گاجر ایک عدد
پنیر (کش کیا ہوا) تین سو گرام
خشک آم چور ایک کھانے کا چمچ
سرخ مرچ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ
سبز دھنیا (کٹا ہوا) حسب ضرورت
مکھن دو کھانے کے چمچ
نمک حسب ذائقہ

ترکیب

ایک پیالے میں آلو، گاجر، مٹر، پنیر، ادرک پیسٹ، آم چور، چاٹ مصالحہ، لال مرچ پاؤڈر، ہری مرچیں، ہرا دھنیا، آم کی چٹنی، مکھن، بھنے ہوئے چنے کا پاؤڈر اور نمک حسب ذائقہ ڈال دیں اور اچھی طرح ہاتھوں سے ملائیں، اب اس کو چھ برابر کے حصوں میں تقسیم کر کے سیخوں کے گرد جمائیں، اب توے کو گرم کریں اور اس پر تیل ڈالیے اور اس پر ان سیخوں کو سنہرا ہونے تک پکائیں، گرم گرم اپنی پسندیدہ چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

مولی کے کوفتے

اشیاء

مولی ایک پاؤ
گرم مصالحہ (پسا ہوا) چوتھائی چائے کا چمچ
پیاز (پسی ہوئی) ایک عدد
نمک حسب ذائقہ
بیسن ایک سو پچیس گرام
انڈہ (پھینٹ لیں) ایک عدد
ادرک (پسی ہوئی) آدھا چائے کا چمچ
کالی مرچ (پسی ہوئی) حسب ذائقہ
تیل تلنے کے لئے حسب ضرورت

ترکیب

مولیاں کش کر کے پیس لیں، پسی ہوئی مولیوں میں پیاز، ادرک، گرم مصالحہ، نمک اور بیسن ملا دیں، اس کے گول گول کوفتے بنا لیں، کڑاہی میں گھی خوب گرم کر لیں، کوفتوں کو انڈے میں اچھی طرح ڈبو لیں، آنچ دھیمی کر کے مولی

کے کوٹتے اس میں مل لیں، جب سب کوٹتے مل لیں تو ان کے اوپر کالی مرچ چھڑک دیں اور سلاد کی ڈش میں سجا کر کھانے کے لیے پیش کریں۔

چائنیز سلاد

اشیاء

مرغی کا گوشت (بغیر ہڈی کا)	تین پاؤ
گاجر (کش کی ہوئی)	دو عدد
بینز سپراؤٹس	ایک کپ
چائنیز مصالحہ پاؤڈر	چائے کا چوتھائی چمچ
نمک	چائے کا ایک چمچ
کھیرا (کش کیا ہوا چھوٹے سائز کا)	ایک عدد
سبز پیاز (کتری ہوئی)	ایک سو پچاس گرام
سویا ساس	کھانے کے چار چمچ
لیموں کا رس	کھانے کے چار چمچ
تیل (کوئی بھی کوکنگ آئل)	کھانے کے تین چمچ
تل کا تیل	کھانے کے چار چمچ
پی نٹ بٹر (مونگ پھلی کا مکھن)	کھانے کے چار چمچ
سرکہ	کھانے کے دو چمچ
سرخ مرچ پاؤڈر	چائے کا چوتھائی چمچ

ترکیب

ایک دیگچی میں چار کپ پانی، گوشت، کھانے کا ایک چمچہ سویا ساس، چائنیز مصالحہ پاؤڈر اور کھانے کے دو چمچے لیموں کا رس ڈال کر پکنے کے لیے رکھ دیں، جب اس کو ایک ابال آ جائے تو آنچ دھیمی کر کے پکنے دیں، جب گوشت گل جائے تو اتار لیں۔

گوشت اتنا پکانا ہے کہ اس کے ریشے بن جائیں، اس دوران کھیرے کو نمک لگا کر ایک چھلنی میں ڈال دیں اور اس چھلنی کو پیالے میں رکھ دیں اور اوپر سے ڈھانپ دیں، نان اسٹک فرائنگ پین میں تیل (تین چمچے تیل اور دو چمچے تل کا تیل) ڈال کر گرم کریں، تیل گرم ہو جائے تو اس میں تل ڈال کر ہلکے سے بھونیں، پھر اس میں باقی سویا ساس اور سرکہ ڈال دیں اور ذرا دیر پکائیں، اب اس میں گاجریں ڈال کر اتنا پکائیں کہ گاجریں نرم ہو جائیں، گاجریں نرم ہو جائیں تو اس کو اتار لیں۔

کھیرے کا پانی اچھی طرح نچوڑ لیں اور کھیرے ایک پیالے میں ڈال دیں اور اس کو سبز پیاز میں ڈال کر رکھ دیں، اب ایک گہری سلاد کی ڈش میں گوشت کے ریشے، گوشت کی یخنی (جو گوشت گلانے کے بعد بچ جائے) کھیرے کا پانی، بینز سپراؤٹس اور تیار شدہ گاجر ڈال کر چمچے سے اچھی طرح ملائیں اور ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھ دیں، ایک پیالے میں مکھن، دو چمچے لیموں کا رس، دو چمچے تل کا تیل اور سرخ مرچ ڈالیں۔

اب اس میں چوتھائی کپ گرم پانی ڈال کر پیسٹ بنا لیں، اس پیسٹ (ساس) میں کھانے کے دو چمچے باریک کتری ہوئی سبز پیاز ڈال دیں، گوشت اور گاجروں سے تیار شدہ سلاد میں الگ پیالے میں رکھا ہوا کھیرا اور سبز پیاز ملائیں اور پی نٹ بٹر سے تیار شدہ ساس کے ساتھ پیش کریں، مزے دار غذائیت سے بھرپور چائنیز سلاد تیار ہے۔

☆☆☆

کس قیامت کے نامے

فوزیہ شفیق

السلام علیکم!

آپ کے خطوط اور ان کے جوابات کے ساتھ حاضر ہیں۔

آپ کو سلامتی، عافیت اور خوشیوں کے لیے دعائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو، ہم کو اور ہمارے پیارے وطن کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین۔

وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے، اس گزرتے وقت میں سکون و اطمینان کا فقدان ہے، ابھی ایک مسئلے سے نکلتے ہیں کہ دوسرا سامنے آن کھڑا ہوتا ہے، ابھی پشاور سکول میں ہونے والے ظالمانہ حملے کے شہدا کے لواحقین کے آنسو تھمے نہیں تھے کہ پشاور میں ہی ایک اور دہشت گردی ہوئی اب کی بار نشانہ تھے پر اللہ کے حضور جھکے اپنی عبدیت عاجزی کا اظہار کرنے والے نمازی زور پر تھے، ٹکڑوں میں بٹے لاشے، خودکش حملہ آوروں کے مسخ شدہ اعضاء، بے انداز چیخ و پکار، لامتناہی بین آنسوؤں کا شور، ماؤں کے افسردہ چہرے، یتیم بچوں کے چہروں پر منجمد بے چارگی، بچوں کی آنکھوں میں ٹھہری ناامیدی اور ہر لمحے کچھ ہونے کے خوف کا شکار قوم کا گرتا مورال، یہ ہے اس پاک وطن کی تصویر، جس کے عوام بدحال اور حکمران شہنشاہ۔

ضروریات زندگی کی اہم چیزیں نایاب، دہشت گردی اور مہنگائی کے آسیب نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، بہت دکھ کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہم اچھی قیادت کے شدید بحران کا شکار ہیں، قیادت کا بحران، مسائل کے اور اک کا فقدان، بے نیازی سود و زیاں ہمارا آج کا المیہ ہیں، کہنے کو ہم ایک قوم ہیں، لیکن ہمارا اجتماعی شعور قوم خواب گراں میں مبتلا ہے۔

آیئے مل کر سوچتے ہیں، اس کا حل کیا ہے، کیا ہم پر اس سلسلے میں کوئی فرض عائد نہیں ہوتا۔

درود پاک، استغفار اور تیسرے کلمے کا ورد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس وقت وطن عزیز جن مشکلات میں گرا ہوا ہے اللہ پاک ہمیں ان مشکلات سے نکال کر اس کو ایمان دار نیک اور وطن کی محبت میں سرشار قیادت نصیب کرے، آمین یارب العالمین۔

اپنا بہت خیال رکھیے گا اور ان کا بھی جو آپ سے محبت کرتے ہیں اور آپ کا خیال رکھتے ہیں۔

آیئے آپ کے خطوط کی محفل میں چلتے ہیں لیجیے یہ پہلا خط ہمیں ہما سیہ اسلام کا کھاریاں سے موصول ہوا ہے وہ لکھتی ہیں۔

میں پہلی مرتبہ خط لکھ رہی ہوں اگر آپ نے جواب نہ دیا تو پھر آخری بار بھی ہوگا۔

فروری کا شمارہ زبردست تھا، سوائے ٹائٹل کے، اس بار کا ٹائٹل پسند نہیں آیا، حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول ﷺ سے مستفید ہو کر پیارے نبی کی پیاری باتیں پڑھیں، معلومات میں اضافہ ہوا جزاک اللہ۔

ارے یہ کیا اس مرتبہ کسی مصنفہ نے حنا کے ساتھ دن نہیں گزارا کیوں؟ اب آتے ہیں اس تحریر کی طرف جس کے لیے میں نے خط لکھا، ام مریم کا ناول "تم آخری جزیرہ ہو" کا اینڈ مریم

نے ویسے ہی کیا جیسے ہمیں نظر آرہا تھا یعنی وہی دیو اور شہزادی والی کہانی جس کے اینڈ پر سب ہنسی خوشی رہنے لگ جاتے ہیں، سو ناول کے آخر میں بھی سب کے سب اعلیٰ ظرف بن گئے، بلاشبہ مریم یہ ناول قارئین کی توجہ کا باعث رہا مگر صرف وہاں تک جہاں مریم نے اسلام کے متعلق خصوصاً قرآن پاک کی آیات کو لے کر اپنا علم جھاڑنا شروع نہیں کیا تھا، مجھے زیادہ تو نہیں صرف مریم جی سے اتنا کہنا ہے کہ قرآنی آیات کا ترجمہ اپنی تحریروں میں آگے پیچھے کر کے اپنے مطلب کا مفہوم مت شائع کیا کریں، اس بات پر نہ آپ کو اللہ معاف کرے گا اور نہ ہی مسلمان، آگے آپ خود سمجھدار ہیں۔

نایاب جیلانی کا نیا سلسلے وار ناول "پربت کے اس پار کہیں" شروع کر کے آپ نے قارئین کو خوشگوار سرپرائز دیا، ناول کی پہلی قسط نے ہی متوجہ کر لیا یقیناً آگے چل کر یہ ناول بے حد دلچسپ ثابت ہوگا، سدرۃ المنتہیٰ کا سلسلے وار ناول بھی شوق سے پڑھا جا رہا ہے سدرۃ کا انداز بیان بے حد دلچسپ ہے، ناولٹ میں رمشا احمد نظر آئیں، رمشا نے نہ صرف ناولٹ کو نام خوبصورت دیا بلکہ اس کی کہانی بھی بڑی مزے کی تھی اتنی اچھی تحریر لکھنے پر رمشا احمد کو مبارک باد، قرۃ العین رائے کی طویل تحریر "چاہت کے رنگ" مکمل ناول کی صورت میں نظر آئی اور اس پر باقی اگلے ماہ، لکھا دیکھ کر ہم نے اپنی رائے بھی اگلے ماہ تک کے لیے محفوظ کر لی، افسانوں میں سیمیں کرن کا "ہم زبان" شگفتہ شاہ کا "درد پنہاں" اور سونیا چوہدری کی تحریریں بے حد پسند آئیں، سویرا ملک اور مریم ماہ منیر کی کوشش بھی اچھی تھی جبکہ سیما بنت عاصم کا افسانہ انتہائی ناقص تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ کسی نئی لکھنے والی کی تحریر ہے سیما جی کی تحریر انتہائی غیر دلچسپ تھی، کم از کم ہمیں ان سے اتنی ہلکی تحریر کی توقع نہیں تھی۔

مستقل سلسلے پہلے کی طرح بے حد پسند آئے، اریبہ شاہ، عافیہ تمیم اور رفعت احمد کا انتخاب بہترین تھا، بیاض میں ساتھیوں کی دلچسپی نظر آئی۔

صامیہ اسلام خوش آمدید آپ نے کیسے سوچا کہ ہم نئے آنے والوں کا خط شائع نہیں کرتے، ایسا ہرگز نہیں، وہ خطوط جن میں کوئی قابل ذکر بات ہو ضرور شائع ہوتے ہیں اور جواب بھی دیئے جاتے ہیں، ام مریم کے ناول کے سلسلے میں ہم یہاں وضاحت کرتے چلیں کہ آپ نے جس آیات و ترجمہ کا ذکر کیا ہے ام مریم نے اس آیات کے مفہوم کو بتانے کی کوشش کی ہے، یہ مریم کی ہی نہیں ہماری بھی غلطی ہے کہ آیات کے ترجمہ کو اس کے حوالے کے ساتھ مکمل شائع نہ کر سکے ہم اس کوتاہی کے لیے آپ سب سے اور اللہ کے حضور معافی کے طلبگار ہیں، فروری کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ، اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا شکریہ۔

زیبا نثار: سے لکھتی ہیں۔

فروری کا شمارہ سنیتا مارشل کے سرورق کے ساتھ ملا، سنیتا ہمیں بھی اچھی نہیں لگی سو اس کو لفٹ کرائے بنا ہم آگے بڑھے فہرست پر نظر ڈالتے ہی ہماری چیخ نکل گئی۔

نایاب جیلانی کا نام دیکھ کر، واہ یہ آپی یہ تو کمال ہو گیا نایاب آپی کا ناول شروع کر کے آپ نے ہمارا دل جیت لیا، نایاب ہماری فیورٹ رائٹر ہے سو باقی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ہم نایاب جیلانی کے ناول میں ڈوب گئے، مطلب پڑھنے میں، واہ پہلی قسط ہی انتہائی دلچسپ ہے نایاب جیلانی آپی آپ نے اتنا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے سوات وغیرہ کا دل چاہتا ہے ابھی وہاں پہنچ جاؤں، ماشاء اللہ کہانی کا اسٹارٹ بہت خوبصورت ہے، دوسری قسط کا بے چینی سے انتظار ہے، نایاب جی کے بعد ہم واپس ام مریم کے ناول میں پہنچے، بہت خوب ام مریم آپ نے ناول کا اختتام بہت خوبصورت کیا آپ کے ناول کے اینڈ کو پڑھ کر مجھے نسیم سحر قریشی کا ناول "تو جو شریک سفر رہا" آگیا آپ کے ناول کا اختتام بھی ویسا ہی ہے اتنی اچھی تحریر لکھنے پر آپ بے حد مبارکباد قبول کیجیے، میری طرف سے اور میرے دوستوں کی طرف سے بھی۔

"چاہت کے رنگ" لے کر قرۃ العین رائے صاحبہ آئیں مکمل ناول والے حصے میں، قرۃ العین پہلی قسط پڑھ کر تو کچھ سمجھ نہیں آئی خاصی الجھی ہوئی سٹوری ہے اگلی قسط پڑھ کر ہی پتا چلے گا کہ کیا صورت حال ہے، ناولٹ میں فرحت شوکت کو تلاش کیا مگر حیرت کی حیرت کے دو ماہ لکھ کر ہی وہ تھک گئیں اور اس ماہ فروری میں ان کے ناولٹ کی قسط نہ جانے کس کی ہو کر رہ گئی، ابھی تو ہم ان سے ناولٹ کے کم صفحات کی شکایت بھی نہیں کر پائے تھے، البتہ رمشا احمد نے فرحت کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی اور اس میں وہ کامیاب بھی رہیں، رمشا احمد کا ناولٹ اپنے نام کے ساتھ بے حد پسند آیا، افسانوں کی تو اس مرتبہ بہار تھی، سب سے بہترین افسانہ سیمیں کرن کا تھا، اس کے علاوہ ثمینہ شیخ کا "تعریف"، شگفتہ شاہ کا "درد پنہاں"، سونیا چوہدری کا "خواب سحر کی تجلی"، ام مریم کا "تحفہ" اور سویرا ملک کی تحریریں بھی متاثر کن تھیں جبکہ سیما بنت عاصم نے مایوس کیا انتہائی غیر معیاری تحریر تھی سیما کی، اب آتے ہیں ہنستے مسکراتے سلسلوں کی طرف، حاصل مطالعہ میں شازیہ بٹ، کرن اصغر اور حفصہ شفیق نے بہترین تحریروں کو چنا تھا جبکہ میری ڈائری میں، شازیہ بٹ، رفعت احمد کی پسند لاجواب تھی، بیاض میں ہر ایک نے بہترین شعر کا انتخاب کیا جبکہ رنگ حنا میں بھی دوستوں نے خوب رنگ بکھیرے، حنا کی محفل اور حنا کا دسترخوان ہمیشہ کی طرح چٹ پٹا تھا رہ گئی بات "کس قیامت کے یہ نامے" کی تو وہ اپنی مثال آپ ہیں، اس میں ہر کسی کا خیال رکھا جاتا ہے، سخت سے سخت تنقید کو خندہ پیشانی سے سنا جاتا ہے، مجموعی طور پر حنا فروری کا شمارہ بہترین شمارہ تھا۔

آخر میں آپی میں بتا دوں کہ میں اس محفل میں

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب ☆
خمار گندم ☆
دنیا گول ہے ☆
آوارہ گرد کی ڈائری ☆
ابن بطوطہ کے تعاقب میں ☆
چلتے ہو تو چین کو چلیے ☆
نگری نگری پھرا مسافر ☆
بستی کے اک کوچے میں ☆
چاند نگر ☆
دل وحشی ☆
آپ سے کیا پردہ ☆

لاہور [illegible] اردو بازار
فون نمبر [illegible]-7310797

پہلی بار آئی ہوں اگر کچھ غلطی ہو گئی ہو تو درگزر کیجیے گا شکریہ۔

زیبا شاہ، خوش آمدید اس محفل میں دل و جان سے، آپ کے نام نے ہمیں ماضی کی ایک خوبرو اداکارہ زیبا کی یاد دلا دی، فروری کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ آپ کی تعریف اور تنقید ان سطور کے ذریعے مصنفین تک پہنچائی جا رہی ہے آپ کی رائے دینے کا انداز ہمیں بے حد پسند آیا آئندہ بھی ہماری محفل کی رونق بڑھانے کے لیے تشریف لاتی رہیے گا ہم آپ کی تحریروں کے منتظر رہیں گے شکریہ۔

طوبیٰ دانیال: سے لکھتی ہیں۔

فروری کا شمارہ اس مرتبہ جلد مل گیا، حمد و نعت اور پیارے نبی کی پیاری باتیں سب سے پہلے پڑھی دل کو سکون ملا ہمیشہ کی طرح انشاء نامہ بے حد پسند آیا، سلسلے وار تحریروں ام مریم کا ناول اپنے اختتام کو پہنچا صد شکر، مریم آپی نے یہ ناول کچھ زیادہ ہی لمبا کر دیا تھا، سدرۃ المنتہیٰ کا ناول اپنے اچھوتے طرز بیان کی وجہ سے بے حد پسند آیا ہے اس مرتبہ کی قسط بھی شاندار رہی، نئے نئے انکشاف سامنے آئے، نیا ناول ”محبت کے اس پار کہیں“ کا نام بڑا انوکھا سا ہے پہلی قسط میں ابھی کوئی خاص پتا نہیں چل سکا لیکن یقین واثق ہے کہ یہ نایاب جیلانی کا نام حنا کے لیے بہترین اضافہ ثابت ہوگا، طویل تحریروں میں مکمل ناول ایک ہی تھا مگر افسوس کہ قرۃ العین رائے کی یہ تحریر کوئی خاص تاثر نہ چھوڑ پائی جبکہ ناولٹ میں رمشا احمد کی تحریر بھی بس گزارہ ہی تھی، یہ فرحت شوکت کا ناولٹ کیوں شائع نہیں ہوا فوزیہ آپی، حیرت ہے دو قسطوں کے بعد ہی وہ غائب ہو گئیں، افسانوں میں بھی مصنفین کی تحریر اچھی تھی ہر ایک نے اچھی کوشش کی۔

مستقل سلسلوں میں کسی ایک کی تعریف کریں ہر سلسلہ اپنی جگہ بہترین ہے۔ بیاض میں تبصروں کا انتخاب بہترین ہوتا ہے، جبکہ ڈائری کے سلسلے میں بھی ادارہ حنا معیار کا خاص خیال رکھتا ہے جس کے لیے وہ مبارک باد کا مستحق ہے، حنا کا دستر خوان ہمیشہ کی طرح اس بار بھی مزے کا رہا۔

طوبیٰ دانیال فروری کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ فرحت شوکت کا ناولٹ دیر سے موصول ہونے کی وجہ سے شائع نہ ہو پایا تھا، اب وہ شامل اشاعت ہے، آپ کی رائے ہمارے لیے بے حد اہم ہوتی ہے اس لیے آگاہ کرتی رہیے گا، آپ کی آمد کا ایک مرتبہ پھر شکریہ۔

درشہوار: کی ای میل لاہور سے موصول ہوئی ہے وہ لکھتی ہیں۔

میں نے کبھی کسی ڈائجسٹ میں پہلے شمولیت نہیں کی بس خاموش قاری بنی رہی لیکن اس بار مجھ سے رہا نہ گیا، وجہ سونیا چوہدری کا افسانہ ”خواب سحر کی تتلی“ تھا، بہت ہی زبردست افسانہ لکھا پہلی بار آئیں اور آتے ہی دل میں گھر کر گئیں، اس کے بعد ام مریم کا ناول بھی اچھا رہا، ناولٹ میں ”یقین سمندر گمان ساحل“ بھی اچھا تھا، تمام رائٹرز نے خوب لکھا امید کرتی ہوں کہ آئندہ بھی اچھی کہانیاں پڑھنے کو ملیں گی۔

درشہوار خوش آمدید، حنا کو پسند کرنے کا شکریہ آپ کی مبارک باد سونیا چوہدری کو مل گئی، اگلے ماہ بھی آپ کی رائے کے منتظر رہیں گے شکریہ۔

☆☆☆